

## بیادگار

حضرت تاج العلماء سراج العرفاء سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قدس سرہ  
حضرت سید العلماء سراج الاولیاء سید شاہ آلِ مصطفیٰ سید میاں قدس سرہ  
حضرت احسن العلماء سراج الاصفیاء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ

## مجلس مشاورت

شفیق ملت حضرت سید حسین میاں زیدی قادری برکاتی  
امین ملت حضرت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی  
شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی

## مجلس ادارت

جناب سید محمد افضل قادری برکاتی  
جناب سید محمد امان میاں قادری برکاتی  
جناب ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی قادری برکاتی

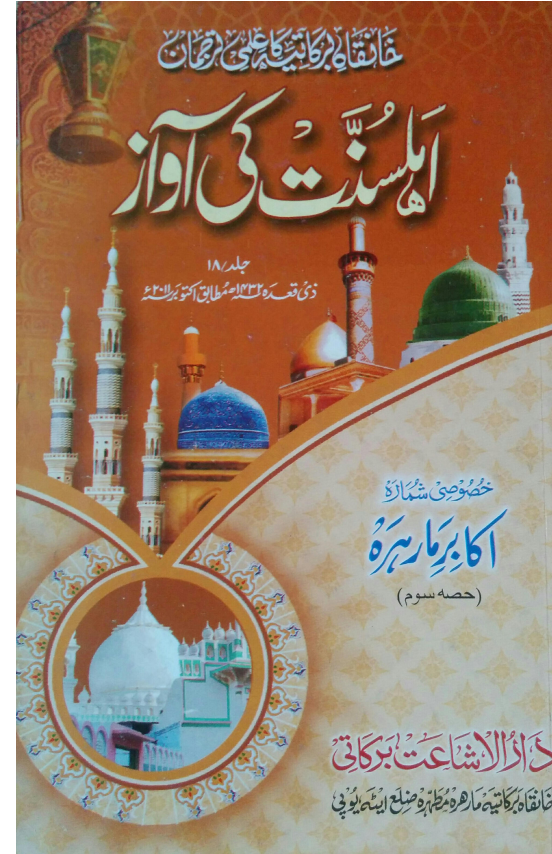
## مدیر اعلیٰ

سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری

طابع و ناشر : سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری، سجادہ نشین، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف  
منتظم : محمد اکبر قادری برکاتی، قادری مسجد، فلیٹ نمبر ۱، کبیر کالونی، علی گڑھ، 09359146877  
کمپیوٹر کمپوزنگ : مشکوٰۃ کمپیوٹرز، نزد سلیمان ہال، علی گڑھ، فون: 09897674550  
مطبع : مکتبہ جام نور، ٹیا محل، جامع مسجد، دہلی



دین و دنیا کی ہمیں برکات دے برکات سے  
عشق حق دے عشقی، عشقِ ایتما کے واسطے



خانقاہ برکاتیہ، بڑی سرکار، مارہرہ شریف  
ضلع ایٹہ، اتر پردیش

## انتساب

ہماری مشفق مادر مہربان

حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی قدس سرہا

اہلیہ حضور احسن العلماء قدس سرہ

کے نام

جن کی شفقتوں اور محبتوں کو ان کے اہل خاندان

اور ان کے لاکھوں چاہنے والے برکاتی آج بھی یاد کرتے ہیں

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا

ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

سید نجیب حیدر نوری

مدیر

## فہرست مضامین

۱-	اداریہ	سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری ۷
----	--------	-----------------------------------

## تذکرہ اکابر مارہرہ

۲-	برکات ثانی حضرت شاہ محمد حقانی	پروفیسر سید محمد امین وڈاکٹر ساحل شہسرامی ۳۲
۳-	حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں اور ان کے شہزادگان والا تبار	مولانا نفیس احمد مصباحی ۶۰
۴-	حضرت وارث بختین خاندان اور شخصیت کے آئینے میں	سید محمد اشرف قادری برکاتی ۱۳۲
۵-	اب جنبش نظر میں کوئی داستاں نہیں	سید محمد اشرف قادری برکاتی ۱۴۹

## تبرکات مشائخ مارہرہ

۶-	زمانہ قدیم میں عرس قاسمی کی تقریبات	حضور تاج العلماء قدس سرہ ۱۹۱
۷-	صلح حدیبیہ	حضور سید العلماء قدس سرہ ۲۰۳
۸-	عظمت محبوبان خدا	حضور احسن العلماء قدس سرہ ۲۲۴

## گوشہ مضامین

۹-	ارشادات و نصائح حضور نوری میاں	مولانا محمد عبدالحمین نعمانی ۲۴۵
۱۰-	خانوادہ برکات: خدمات جلیلہ کے آئینے میں	ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی ۲۶۰
۱۱-	اہل سنت و جماعت کی شیرازہ بندی میں خانقاہ برکاتیہ کا کردار	مولانا ساجد علی مصباحی و مفتی قطب الدین رضا مصباحی ۳۰۷

۱۲-	خاندان برکات اور خانوادہ قادریہ بدایوں	مولانا محمد خالد قادری مجیدی	۳۲۶
۱۳-	خاندان برکات اور خانوادہ رضا کے روحانی رشتے	مولانا محمد حنیف خاں رضوی	۳۵۹
۱۴-	فیضان مارہرہ مطہرہ اور دامان جامعہ اشرفیہ	علامہ یلین اختر مصباحی	۳۸۳
۱۵-	پیرخانے کی کہانی مرید کی زبانی	ڈاکٹر علیم الدین	۴۳۰
۱۶-	جامعہ البرکات کا دس سالہ سفر	ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی	۴۵۹

### نعت و مناقب

۱۷-	نعت شریف	محمد قاسم حبیبی	۴۷۴
۱۸-	نعت شریف	یاور وارثی	۴۷۵
۱۹-	نعت شریف	ناظر صدیقی	۴۷۶
۲۰-	نعت شریف	ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی	۴۷۷
۲۱-	منقبت	حضرت مجاہد الدین ذاکر بدایونی	۴۷۸
۲۲-	منقبت	محمد قاسم حبیبی	۴۷۹
۲۳-	منقبت	طفیل احمد متولی	۴۸۰
۲۴-	منقبت	قاضی غلام شہر قادری	۴۸۱
۲۵-	منقبت	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی	۴۸۲
۲۶-	سلام	مجاہد الدین ذاکر بدایونی	۴۹۰
۲۷-	منقبت	حضور احسن العلماء قدس سرہ	۴۹۱
۲۸-	منقبت	قاری محمد امانت رسول	۴۹۲
۲۹-	منقبت	یاور وارثی	۴۹۳

۳۰-	تہنیت	سید محمد اشرف قادری برکاتی	۴۹۴
۳۱-	تہنیت	ڈاکٹر سید سراج الدین احمد اسماعیلی	۴۹۶
۳۲-	تہنیت	ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی قادری برکاتی	۴۹۷
۳۳-	تہنیت	کلیم دانش	۴۹۹

### تبصرہ و روداد

۳۴-	تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں کے اصلاحی افکار	غلام مصطفیٰ رضوی	۵۰۱
۳۵-	رسالہ تحقیق التراویح: ایک جائزہ	مولانا دلشاد احمد قادری مجیدی	۵۰۶
۳۶-	اہل سنت کی آواز اکابر مارہرہ حصہ دوم پر ایک طائرانہ نظر	مولانا اختر حسین فیضی مصباحی	۵۱۲
۳۷-	بدایوں میں بدایوں کے جاگیردار کا استقبال	تنویر قادری بدایونی	۵۲۴
۳۸-	عرس قاسمی کی نمایاں خصوصیات	مفتی عرش محمد برکاتی	۵۳۴

### کوائف خانقاہ برکاتیہ

۳۹-	عرس قاسمی برکاتی ۲۰۱۰ء	محمد اکبر قادری برکاتی	۵۳۸
۴۰-	فاتحہ چہلم حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی صاحبہ	محمد اکبر قادری برکاتی	۵۴۹
۴۱-	سواہواں سالانہ فاتحہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ	محمد اکبر قادری برکاتی	۵۵۶
۴۲-	ممبئی میں عرس احسن العلماء علیہ الرحمۃ	محمد اکبر قادری برکاتی	۵۶۲
۴۳-	وارث پنجتن علیہ الرحمۃ کا فاتحہ چہلم اور رفیق ملت کی تاج پوشی	محمد اکبر قادری برکاتی	۵۶۵
۴۴-	حضرت امین ملت مدظلہ کے تبلیغی اسفار	محمد اکبر قادری برکاتی	۵۷۳

## اداریہ

سید نجیب حیدر قادری نوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قارئین کرام!

اہل سنت کی آواز کا خصوصی شمارہ ”اکابر مارہرہ“ کی تیسری قسط حاضر خدمت ہے، مشائخ مارہرہ کی حیات و خدمات کا احاطہ کرنے میں دو شمارے ناکافی رہے۔ گزشتہ دو شماروں میں کچھ ایسے بھی مشائخ کا تذکرہ ہونا رہ گیا جن کے ذکر کے بغیر مارہرہ شریف کی تاریخ اور روحانیت کے باب نامکمل تصور کیے جائیں گے۔ لہذا یہ تیسرا شمارہ ان مشائخ کرام کی حیات و خدمات کے ساتھ خانوادے کی مجموعی دینی و روحانی، ملی و سماجی خدمات کو نذر قارئین کر رہا ہے۔

اس شمارے میں بالخصوص سرکار کلاں حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ کے چھوٹے صاحب زادے اور حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ کے برادر خور یعنی برکات ثانی حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ، حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ اور ان کے تینوں صاحبزادگان حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی، حضرت سید شاہ اولاد رسول اور حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ اسرار ہم کی حیات و خدمات کو پیش کیا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی مارہرہ مطہرہ کی دور روحانی شاخیں، جن سے بڑے پیمانے پر قادری برکاتی سلسلے کا اجرا عمل میں آیا یعنی بدایوں شریف اور بریلی شریف، ان دونوں خانوادوں کا اپنے پیر خانے سے جو تعلق اور مراسم رہے ہیں اور اب ہیں۔ ان کا تذکرہ بھی شامل شمارہ ہے تاکہ قارئین یہ جان سکیں کہ

پیروں اور پیر خانے سے کیسے معاملات رکھے جاتے ہیں۔ ادب کیا ہے اور اس کی پاسداری کیسے کی جاتی ہے؟ خانوادہ برکات کی علم دوستی مشہور بھی ہے اور امر واقعی بھی۔ ہمارے مشائخ نے ماضی میں بھی علم کے فروغ کے لیے سعی فرمائی اور آج بھی ان کے اخلاف جس قابل ہیں مدارس اور علمی مراکز کی ترقی کے لیے کمر بستہ ہیں۔ لہذا اس حوالے سے بھی جماعت کے بہت معتبر اور سنجیدہ قلم سے اس سلسلے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ جماعت کی شیرازہ بندی ہر فرد پر واجب ہے۔ یہ احساس قوم کے ہر فرد کے اندر کیسے پیدا ہو؟ یہ ذمہ داری قیادت کی ہے۔ اب وقت آچکا ہے کہ ہم اس پر آشوب دور میں ملت اور بالخصوص جماعت کے شیرازے کو نکھرنے نہ دیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم کچھ سبق اپنے روشن ماضی سے حاصل کریں۔

حضور صاحب البرکات کے غلاموں نے جماعت کی شیرازہ بندی کو فرض عین تصور کیا۔ اور الحمد للہ ہر دور میں خانقاہ برکاتیہ کے سر یہ سہرا رہا ہے کہ جماعت میں سر بھی ایک رہیں اور اہالیان جماعت کے گھر بھی۔ اس حوالے سے بھی ایک مضمون شامل اشاعت ہے، جو ہمارے خانوادے کے اس مخلص عمل خیر کی نشان دہی کرتا ہے اور دوسروں کو یہ مزاج دیتا ہے کہ کن خطوط پر چل کر پوری جماعت کو استحکام بخشا جاسکتا ہے۔ غرض کہ انواع و اقسام کے مضامین قارئین کے ذوق مطالعہ کی نذر ہیں جن کو پڑھنے کے بعد وہ کہہ سکیں گے:

بجز مارہرہ، مارہرہ نہ دیدم

عام طور پر جب خانقاہوں اور درگاہوں کا لوگ تذکرہ کرتے ہیں تو جاہ جا مزاج کے کچھ پہلوؤں کی آمیزش بھی ان کی گفتگو میں نظر آتی ہے، الا ماشاء اللہ۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ خانقاہوں اور درگاہوں میں اب کچھ ایسا نظام دیکھنے میں آنے لگا ہے جو نہ مشائخ کی تعلیمات سے میل کھاتا ہے اور نہ ہی تصوف سے اس کا کوئی بہت کچھ لینا دینا ہے۔ حالاں کہ خانقاہیں تو سلوک و معرفت کی آماج گاہ تصور کی جاتی تھیں، لوگ رنگ آلود دل لے کر آتے اور صیقل کروا کر لے جاتے۔ زیادہ تر تعلیم و تربیت شیخ

کے اقوال و افعال اور ان کے طور طریقے، طرز زندگی و بندگی سے ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن جب سے خانقاہیت اور نام نہاد درگاہیت آپس میں ایک دوسرے سے خلط ملط ہوئیں تب سے دونوں کے تشخص پر سوالیہ نشان اغیار کے خیموں سے لگنے لگے۔ لکھنے سے بہت کچھ حاصل تو ہے نہیں بجز اس کے کہ کسی کی دل شکنی ہو جائے۔ ہمیں سروکار اس سے ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ خانقاہوں کے معیار میں چارچاند لگانا خانقاہ والوں کی ذمہ داری ہے، خانقاہ میں آنے والوں کی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل خانقاہ اپنا محاسبہ کریں کہ ہم خانقاہوں سے تصوف کے پیغام کو کتنا عام کر رہے ہیں۔

الحمد للہ ہم یہ دعویٰ تو کبھی نہیں کرتے کہ اپنے اسلاف کے جیسے ہیں۔ ہاں! کوشش ضرور کرتے ہیں کہ لوگ ہمیں ہمارے اسلاف کے راستے سے الگ نہ کہیں اور فی زمانہ یہی بہت بڑی بات ہے۔ خانقاہ برکات کی شناخت کرانے کے لیے ہمارے اسلاف کرام قدس سرہم نے الحمد للہ بہت علمی اور روحانی اثاثہ چھوڑا ہے اور اس خاندانی ورثے سے استفادہ کر کے ان کے اخلاف اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی سعی میں مصروف ہیں اور کامیاب بھی۔

حقیقت یہ ہے کہ مارہرہ اپنی روحانی اقدار کی بنیاد پر پہچانا گیا، مارہرہ اپنی علمی توانائی کی بنیاد پر پہچانا گیا۔ حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی سے قبل کے بزرگوں کا ذکر کرنا اگر شروع کریں تو ادارہ یہ کتابچہ کی شکل اختیار کر لے گا۔ لہذا بات صاحب سبع سنابل مجدد عصر حضرت سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سے شروع کرتے ہیں جنہوں نے مسلک اور مشرب دونوں کے دفاع کے لیے سبع سنابل میں وہ نسخہ تجویز کیا جس سے ایمان کو تازگی اور عقیدہ کو بالیدگی حاصل ہوئی۔ پھر اس قبیلے کے عظیم فرزند حضرت میر سید عبد الجلیل بلگرامی بلگرام سے ہجرت کر کے مارہرہ کی سر زمین پر تشریف لائے، جنہوں نے صدق و صفا کی بساط بچھائی اور گم گشتگان راہ کو ایمانی راحتیں اور قلب کو روحانی مسرتیں عطا فرمائیں۔ زمانہ شاہد ہے کہ سرکار

عبد الجلیل کا ہی تو فیضان تصرف تھا کہ راہزنوں کا مارہرہ راہبروں کا مارہرہ بنتا چلا گیا، صوفیوں اور عالموں کا مارہرہ بنتا چلا گیا۔ انہیں میر سید عبد الجلیل کے گھر سے علم و آگہی اور فراست ایمانی کی ایک کرن پھوٹی جسے زمانے نے صاحب البرکات کہہ کر پکارا جو مملکت روحانیت کا تاجدار اور عشق و محبت کا علم بردار تھا۔ اسی نے پیم نگر برکات نگری کو روحانیت کا منبع بنا دیا۔ روحانیت ایسی کہ زمانہ دیکھے اور صاحب برکات کی چوکھٹ پر جبین عقیدت خم کرے۔ صاحب برکات کے زمانے کو لے لیں تو دیکھیے کہ بڑے بڑے سلاطین وطن باریابی کی اجازت چاہیں اور باریابی عنقا ہو۔ صاحب البرکات نظر اٹھالیں اور پیم پرکاش کا الکھ جگالیں تو سلوک و معرفت کے حجاب اٹھ جائیں۔ پاس بیٹھنے والوں کو مملکت سلوک، فقر و درویشی کے رموز و اسرار سے آشنا کرادیں۔ قلم اٹھالیں تو محققین عصر کہنے لگیں کہ اگر شاہ برکت اللہ کی علمی کاوشوں کو فن میں شامل شمار نہ کیا جائے تو زبان و ادب کے مقدمے نامکمل رہ جائیں، شاہ آل محمد جب مصلے پر بیٹھ جائیں تو عبادت و ریاضت کے معیار آپ کی عبادت و ریاضت سے طے کیے جانے لگیں، شاہ حقانی جب ترجمہ اور تفسیر کے میدان میں آئیں تو مفسرین زمانہ انگشت بدنداں ہو جائیں۔ جب اسد العارفین شاہ حمزہ کی سیف یمانی بے نیام ہو تو عدو مقابل ہونے سے تھر تھرائے۔ ان کی کاشف الاستار شریف جب منکشف ہو تو علوم و فنون کے دریا رواں دواں ہونے لگیں، شمس مارہرہ حضور سید شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب جب منصب نیابت غوثیت پر جلوہ گر ہوں تو قادریت اُن پر ناز کرے۔ خود غوث اعظم اپنے شہزادے کو اپنے لاڈلے کی آغوش تربیت و سلوک میں روانہ فرمادیں، زمانہ گواہ ہے جب اچھے میاں مارہرہ میں موجود تھے تب اچھے سے اچھا اس بارگاہ میں آکر اچھا بننے کا طالب نظر آتا تھا۔ وہیں حضور اچھے میاں جب علم و فن کو مرتب کرنے کا ارادہ کریں تو ۶۸ جلدوں پر مبنی ”آئین احمدی“ زمانے کو عطا کر کے دستور تعلیمات مصطفیٰ ﷺ سے طالبان حق کو سرفراز فرمادیں۔ شمس مارہرہ کی ولایت مارہرہ کی گلیوں تک محدود نہ تھی بلکہ چہار داگ عالم میں شمس دین و ملت کا ڈنکا بج رہا

تھا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس شہر یا رولایت کی طرف نہ صرف عقیدت اور محبت سے دیکھ رہے ہیں بلکہ شمس مارہرہ اور ان کے خانوادے کے علم و فضل کا اعتراف بھی کرتے نظر آ رہے ہیں۔ کبھی شاہ نیاز بریلوی قدس سرہ قادریت کے اس دریا سے سیراب ہونے کے لیے نیاز مندی کے ساتھ ملتفت ہوتے ہیں۔ شمس مارہرہ کا گھرانہ کے علم و عمل کی روشنی سے ایسا جگمگا رہا تھا کہ علمائے بدایوں نے ایک ہی دفعہ میں اس آفتاب شریعت و طریقت کی روشنی دیکھ کر اپنی صبح و شام مارہرہ کے نام کر دی۔ اللہ اللہ!! وہ آل احمد کی نظر عنایت کہ بدایوں کو اپنی جاگیر کیا کہا کہ اس شہر علم و ادب و روحانیت کی قسمت چمک اٹھی۔ اپنے خلیفہ خاص افضل العبد حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید عثمانی بدایونی قدس سرہ پر ایسی نگاہ التفات فرمائی کہ ان کے ”مولوی“ کی چوٹ علم و فضل کا گوارہ بن گئی۔ اچھے میاں نے شاہ عین الحق کو اپنا ”مولوی“ کیا کہا کہ پورا محلہ ہی ”مولوی محلہ“ ہو گیا۔ کسی کے ہاتھ میں سیف الجبار دی، کسی کے سر پر علم و فہم و آگہی کا تاج رکھ دیا، کسی کو صاحب اقتدار کیا، کسی مفتی کو نابغہ روزگار کیا۔ یہ ہے مارہرہ کا فیضان جسے دیکھ کر ہر بدایونی یہی پکارنا نظر آیا۔

بڑی سرکار ہے سرکاروں میں سرکار مارہرہ

انہیں آل احمد کے لخت جگر، نور نظر، خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی جب مسند آل احمد پر جلوہ فگن ہوئے تو زمانہ شاہد ہے کہ دنیائے سنیت کو ایک ایسا نایاب تحفہ دیا جو آل رسولی فیض پا کر نہ صرف خود اعلیٰ ہوا بلکہ پوری جماعت کو اعلیٰ نظریات و افکار سے آشنا کیا۔ عبدالمصطفیٰ کا تمنغہ اور احمد رضا نام لے کر ۲۲ سالہ نوجوان جب حجرہ آل احمد میں تشریف لایا تو ایک عالم دین اور نسبت قادریت کا طالب تھا، لیکن جب دودمان نبوت کا اس فرزند جلیل نے اس ہاتھ میں اپنے ہاتھ سے غوث اعظم کی امانت سپرد کی تو وہی نوجوان مجدد مآۃ حاضرہ اور اعلیٰ حضرت کے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتا نظر آیا۔ یہی وہ برکاتی اعلیٰ حضرت ہیں جن کی ہر ہر ادا مذہب و مسلک کی تشریح و توضیح قرار پائی۔ لیکن جب ان سے سوال کرو کہ اے فقیہ العصر، محدث دوراں آپ علم

و آگہی اور فکر و فن کی دولت کہاں سے لائے؟ تو ان کی عقیدت اور وابستگی یوں پکارا ٹھتی ہے:

نور جاں عطر مجموعہ آل رسول  
میرے آقاے نعمت پہ لاکھوں سلام  
شیخ بھی وہ کہ جس کے در کی خاک  
چشم جاں کی جلا محبت رسول  
شیخ بھی وہ کہ جس کے نام کا ورد  
درد دل کی دوا محبت رسول  
شیخ بھی کون سید آل رسول  
خاتم الاولیاء محبت رسول

اللہ اکبر! یہ مرتبہ اور مقام ہے شاہ آل رسول احمدی کا۔ اور ان کے علم کا عالم یہ ہے کہ جب وہ محدث دوراں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو جمع کتب حدیث سناتے ہیں تو استاد اپنے لائق شاگرد پر فخر کرتے ہوئے سند حدیث عطا فرمادیتے ہیں۔ وہ ان سے یہ دریافت نہیں کرتے کہ میاں تم نے تعلیم کہاں سے حاصل کی، کس مدرسے سے فارغ ہو؟ کیوں کہ استاد آنکھ والے ہیں، دل والے ہیں، فہم والے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ علم تو آل رسول کے گھر کی نعمت ہے، ان کی رگوں میں تو نبی امی روجی فدائے خون دوڑ رہا ہے۔ ان کے سینے کو تو اس سینے سے نسبت ہے جس کی فراخی کی گواہی سورہ الم نشرح دے رہی ہے۔ یہی وہ آل رسول احمدی ہیں کہ ان کے علم و فضل کا شہرہ گنگا کی وادیوں سے نکل کر جمنا کی آغوش تک پہنچا تو سرکار مخدوم سمنان رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر شہزادے سید شاہ علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ محبت آل رسول کی ڈور میں کھنچے چلے آتے ہیں اور خاتم الخلفاء کے لقب سے نوازے جاتے ہیں۔ انہیں حضرت خاتم الاکابر نے اپنے دونوں صاحب زادگان حضرت سید شاہ ظہور حسن صاحب عرف

بڑے میاں صاحب اور حضرت سید شاہ ظہور حسین عرف چھٹو میاں صاحب کو بدایوں شریف میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیج کر یہ پیغام دیا کہ اب ہم چاہتے ہیں کہ میرے فرزند خانقاہ سے باہر آئیں اور طالبان حق کو راہ ہدایت تک پہنچائیں۔ روایات بدل رہی ہیں، وقت کروٹ لے رہا ہے، خانقاہ کے پیغام کو لے کر خانقاہ والے اب خانقاہ سے باہر آنے والے ہیں۔ اب تصوف اور سلوک کی منازل کو طے کرانے کا عمل خانقاہ برکاتیت تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ ہمارے مشائخ جب تک خانقاہ میں رہے تب تک رجوع خلق ان پر خانقاہ میں ہوتی رہی، جب خانقاہ سے باہر نکلنے کا رواج ہوا تو سارا زمانہ ان کے ساتھ اور ان کے موقف سے ہمکنار ہوتا چلا گیا۔ نتیجے کے طور پر ہم نے یہ دیکھا کہ ان کے فرزند حضرت ظہور حسین صاحب چھٹو میاں علم دین خانقاہی رسومات کے ساتھ ساتھ انگریزی حکومت کے خلاف بھی خانقاہ برکاتیت کے موقف کا اظہار فرماتے ہیں۔ انہوں نے خانقاہ برکاتیت میں نوجوانوں کا ایک جتھا بھی انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لیے تیار کیا تھا۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ خانقاہ برکاتیت کے دامن میں وہ لعل و گوہر ہیں کہ زمانے میں مثالِ عنقا ہو۔ برکاتی کا رخانہ سلوک و معرفت کل بھی جاری و ساری تھا اور آج بھی طالبانِ شریعت و طریقت کے لیے ہمہ وقت کھلا ہوا ہے۔ اسی کا رخانہ معرفت سے حسینی اور بتولی بقعہ نور کا ظہور ہوا۔ جس کا نام بھی نوری اور کردار و اطوار بھی نورانیت کا منبع یعنی نور العارفین سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری۔ یہ وہ احمد نوری ہیں جو عارفوں کے قلب کا سرور اور عابدوں کی آنکھوں کے نور ہے۔

الحمد للہ! اس ذاتِ نوری کے سامنے اپنے وقت کے جید علما محدثین و محققین محض نسبت کی بنیاد پر سرعقیدت خم نہیں کرتے ہیں بلکہ علیت کی بنیاد پر، شریعت و طریقت کی پاس داری کی بنیاد پر وہ ذاتِ مرجعِ خلاق بنتی ہوئی نظر آتی ہے۔ سرکارِ نور کبھی تعویذ نگاری کو مستقل فن کی شکل دے رہے ہیں تو کبھی تشنگانِ معرفت کو صہباے قادریت و چشتیت پلا رہے ہیں، طالبانِ سلوک کو بقا باللہ اور فانی فی اللہ کے رموز و اسرار

سے آشنا کروا رہے ہیں تو کبھی راہ سلوک میں ذکرِ جلی و خفی کے رموز و اسرار بتا کر، اوراد و اعمال و اشغال کی تعلیم دے کر طالبانِ راہ سلوک کے مشامِ جان کو معطر کیے ہوئے ہیں۔ وہی تاجدارِ طریقت جب قلم اٹھاتا ہے تو سلوک کا دستور مرتب کر دیتا ہے، تشنگانِ معرفت کو تاریکیوں سے دور کرنے کے لیے سراجِ العوارف فی الوصایا و المعارف عطا فرماتا ہے۔ یہ وہ درس گاہ نوری تھی جہاں اپنے وقت کا مجدد و محدث زانوائے ادب تہہ کیے ہوئے علم جفر سیکھتا ہوا نظر آ رہا ہے اور جب اُسے اس ذاتِ نوری کا عرفان ہوتا ہے تب حقیقی اعتراف کے ساتھ پکار اٹھتا ہے:

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسن

سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسن

رسالہ کشف القلوب، اسرار اکابر برکاتیت، تحقیق تراویح، النور والہبا، تخیل نوری جیسی بیسیوں تصنیف لطیف اس خامہ نور کی مرہونِ منت ہیں۔

خانقاہ برکاتیت کی دیرینہ روایت یہ بھی تھی کہ مشائخ خانقاہ میں بیٹھ کر وعظ و ارشاد و اصلاح امت کا فریضہ انجام دیتے۔ حضرت نوری میاں قدس سرہ اور میرے پردادا حضرت سید شاہ حسین حیدر حسینی میاں کے زمانے سے صاحبزادگان کا بیرون خانقاہ تشریف لے جانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت حسینی میاں قدس سرہ نے ممبر سے عوام کے لیے وعظ و ارشاد کا سلسلہ دراز کیا۔ یہاں سے وہ زمانہ شروع ہوا کہ خانقاہ نے تصوف و سلوک کے پیغام کو عام کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی ترقی، سماجی بہبود اور ملت و جماعت کی شیرازہ بندی کے لیے بھی اپنے موقف کا اظہار کیا۔ لیکن تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ مارہرہ کے علما و مشائخ نے کسی سے سمجھوتہ کیا ہو اور کبھی شریعت و طریقت کے پیمانے سے نیچے اتر کر یا تجاوز کر کے کوئی عمل کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کی اولادوں کو لوگ اعتماد کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن المعروف بہ شاہ جی

میاں قدس سرہ اور ان کے خلف و جانشین حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ نے علمی، ادبی، روحانی، سماجی، ملی و سیاسی سطح پر خانقاہ کے موقف کو ظاہر فرمایا۔ ان حضرت کرام نے علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت، مذہب و مسلک میں تصلب اور استقامت فی الدین کو مقدم رکھتے ہوئے خانقاہ برکاتیہ کے مشائخ کے پیغام کو آگے بڑھایا۔ خانقاہی نظام کو استقلال کے ساتھ نہ صرف رائج بلکہ اس میں خوش گوار اضافے فرمائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کے دور کو خانقاہ برکاتیہ کا نشاۃ ثانیہ تصور کرتے ہیں اور حضرت کی ذات کو مجدد برکاتیت سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت شاہ جی میاں اور حضرت تاج العلماء قدس سرہا نے مراسم دیرینہ کو زندہ و جاوید رکھنے کے لیے مؤثر اقدامات کیے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اپنے والد ماجد کی سرپرستی میں خانقاہ برکاتیہ میں اپنے زرین اصول و ضوابط قائم کیے۔ شریعت مطہرہ کی پابندی کو بہت ہی لازمی امر جانتے ہوئے اس کی تعلیمات کا نفاذ فرمایا، علم کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے لوگوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی، کتب خانے کا قیام کیا، مفید دینی کتب جمع کیں، ایسے ہی متصل ماحول میں اپنے دونوں حقیقی ہم شیر زادوں کی تربیت فرمائی۔ خانقاہ شریف میں دینی تعلیم کے فروغ کے لیے سنجیدہ کوششیں کی، اس دور کے مقتدر علمائے دین حضرت تاج العلماء کے زیر تربیت رہے اور خانقاہ شریف سے مذہب و مسلک کی خدمات انجام دیتے رہے۔ تاج العلماء ایسے ہی تاج العلماء نہیں کہلائے بلکہ علم و عمل، سلوک و تقویٰ کے ساتھ تاریخ خاندان برکات، اصح التوارخ، خیر الکلام فی مسائل الصیام، انسداد قربانی، التحقیقات الشرعیہ، فضائل رمضان، البرہان القوی علی عدم جواز الترویح خلف الصبی، مجموعہ فتاویٰ وغیرہ جیسی متعدد کتب تصنیف فرما کر اہل خاندان اور وابستگان کو دین پر چلنے اور دین سمجھنے کا سلیقہ عطا کیا، آج وہی کاوشیں اس دور میں خانقاہ برکاتیہ کو علما و مشائخ میں ممتاز کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

کبھی کبھی یہ سوال بھی سامنے آ جاتا ہے کہ خانوادہ برکات کی وہ کیا خدمات ہیں جو جماعت اہل سنت کے لیے ماضی و حال میں باعث افتخار ہوں، تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ آج تو الحمد للہ خانقاہیں اور مدارس بہت ہی اطمینان بخش حالات میں ہیں۔ مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کے لیے ہر سمت دست تعاون دراز ہے۔ قوم میں وہ زبوں حالی نہیں ہے جو ماضی میں رہ چکی ہے۔ لیکن آزادی سے برسوں قبل جب معاملات اتنے منظم نہ تھے، ملک کا سیاسی نظام کروٹیں بدل رہا تھا۔ سیاست مسلمانوں کو صحیح راستے سے الگ کرنے کے لیے ان کے اپنوں ہی کے ذریعہ گمراہی کے دلدل میں پھینکوا رہی تھی، ان حالات میں بھی سادات مارہرہ اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ جماعت کو ایک معتدل موقف دے رہے تھے۔ کیا ہماری جماعت حضور سید العلماء کی اس قربانی کو فراموش کر سکتی ہے کہ وہ ذات اپنی خانقاہ اور حلقہ مریدین چھوڑ کر جماعت کی شیرازہ بندی کی خاطر ممبئی کی ایک مسجد کی امامت کو فوقیت دے رہی ہے۔ نیت ثابت اور صاف تھی، محنت رنگ لائی، پورے اہل سنت و جماعت کو ایک پلیٹ فارم پر لے آئے، نتیجتاً جماعت اہل سنت کا قد اونچا ہوا، ہمیں ایک نئی شناخت حاصل ہوئی۔ حکومت کے ایوان ملت کے سلسلے میں فیصلہ لینے سے پہلے سید مارہرہ کے موقف کی طرف ضرور دیکھتے تھے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ ان کا تنہا موقف نہیں ہے بلکہ تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں۔ لہذا وہی ہوا وہی مانا گیا جو سید العلماء کی آواز تھی، دو چار معاملات نہیں بلکہ آزادی کے بعد جتنے بھی مسائل ہماری قوم کو درپیش ہوئے ان کے حل کے لیے حضرت اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ سے لے کر آج تک خادمان صاحب البرکات استقامت دین اور مذہب و مسلک میں تصلب کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیتے نظر آئے۔ تحریک آزادی، تقسیم ہند کے معاملات، مسلم لیگ کی قیادت کا معاملہ، ترک موالات، خلافت مومینیت، فرق باطلہ کا رد و تبلیغ، تحفظ ناموس رسالت کی مہم، قاضی بل، مسلم پرسنل لا، شاہ بانو کیس یا دورِ حاضر کے اہم ملی مسائل ہر ایک کی بابت خانقاہ برکاتیہ کا اپنا ایک موقف رہا، اپنی طرف سے ان تمام معاملات پر



خانوادہ برکات نے قدم اٹھائے، رب تعالیٰ نے ہماری دستگیری کی اور کامیابی سے سرفراز فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

ممبئی کی سرزمین پر آج جو دین و سنیت کا پرچم لہرا رہا ہے وہ حضور سید العلماء کی مسلسل کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ آج ہندوستان کے طول و عرض میں جو مدارس اسلامیہ کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں ان میں سید العلماء اور احسن العلماء قدس سرہما کی مشترکہ کاوشوں کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملے گا۔ ایک بھائی نے خانقاہ سے باہر رہ کر ملت اور جماعت سازی کا کام کیا۔ تو دوسرے بھائی یعنی میرے والد ماجد حضور احسن العلماء قدس سرہ نے بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ خانقاہی نظام کے تحفظ کے ساتھ اس کی توسیع فرمائی، انہوں نے قدیم اور جدید اقدار میں ٹکراؤ نہیں ہونے دیا، بلکہ اپنے متوسلین کو نہایت متوازن اور مفید اقدار و روایات خانقاہی سے روشناس کرایا، جو موجودہ زمانے کے حساب سے بالکل درست اور مفید تھیں اور ہیں۔ حضور احسن العلماء قدس سرہ نے زندگی میں دو چیزوں کو بہت مرغوب رکھا علم اور عالم۔ علم کی ترویج کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے اور علما کی خود بھی توقیر کرتے رہے اور اپنے عمل سے دوسروں کو ان ناسین رسول کی توقیر و تعظیم کا پیغام دیتے رہے۔ والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کے دور میں اگر کہیں بھی اور کسی بھی سنی پلیٹ فارم سے علمی کام کی شروعات ہوتی اور ان کو اس بات کی خبر ہوتی تو حضرت والا اس علمی کام میں بڑے احسن طریقے سے تعاون فرماتے۔ آج ہم سب بھائی جو بھی تھوڑا بہت جانتے ہیں وہ انہیں کی دکھائی ہوئی راہ ہے۔ ہمیں علم کی دولت دلوائی، اس نصیحت کے ساتھ کہ پیری و مریدی کا روبروایت سے دور رکھنا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم اپنے والد کی نصیحت پر قائم ہیں اور رہیں گے۔ نہ جانے کتنے مدارس، دارالعلوم اور عصری علوم کے ادارے وہ ہیں جو ان کی نگاہ خاص سے مستفیض تھے اور آج ان کی دعاؤں سے مشہور و معروف ہیں۔ حضور امین ملت کی سرپرستی میں آج علم و فن کا جو گلستاں علی گڑھ میں ”البرکات“ کے نام سے مہک رہا ہے وہ بھی حضور احسن العلماء قدس سرہ کا ایک خواب تھا، جو ان کے بچوں نے

بفضلہ تعالیٰ پورا کیا۔ وہ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ قوم کو عصری علوم کے حوالے سے بھی بہت مضبوط اور مستقبل میں باوقار اور باعظمت مقام پر فائز دیکھنا چاہتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ان کی ظاہری حیات میں ان کی ذات اس دور میں مرجع علما و مشائخ اور مقبول عوام و خواص تھی۔ جب بھی سواد عظیم اہل سنت میں کوئی تنازع یا اور کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو علمائے کرام کی مرکز توجہ حضور احسن العلماء کی ذات ہوا کرتی تھی، اور جب بھی کبھی ایسا ہوا تب تب انہوں نے اپنے فہم و تدبر سے جماعت کی بڑے احسن طریقے سے رہنمائی فرمائی۔

انہوں نے ہمیں دین متین کی اُن تمام اقدار سے روشناس کرایا جو ایک اچھے کردار کی نشوونما کرتی ہیں اور پھر عصری علوم کی طرف بھیجتا کہ دنیا میں کامیابی حاصل ہو اور دوسروں کو ہماری ذات سے فائدہ پہنچے۔ حضور احسن العلماء کی شخصیت کے اجزائے ترکیبی کچھ ایسے ہیں: طریقہ اجداد پہ عمل، حلم، خدمت دین، مہماں نوازی، قرآن فہمی اور اس پہ عمل، رواداری۔ یہ وہ خصائل ہیں جس نے ان کی ذات کو نہ صرف ممتاز و نمایاں کیا بلکہ اسی بنیاد پر ان سے ملنے اور برتنے والے لوگ ان کو اور ان کی خانقاہ کو اپنے عہد کے مشائخ اور خانقاہوں کی آبرو تصور کرنے لگے۔

یہ تو تھی ان اکابر کی بات جن کا ہم عشر عشیر بھی نہیں ہیں، جہاں تک ہمارا معاملہ ہے تو بقول حضرت امین ملت مدظلہ العالی کم سے کم ہم پوت تو ہیں اپنے اسلاف کے۔ ہماری کوشش یہی رہتی ہے کہ ہمیں ان کے دامن سے جو برکتیں اور نعمتیں عطا ہوئی ہیں ہم ان پر عمل پیرا رہیں۔ علمائے کرام کی توقیر، مشائخ کی حسب توفیق دل میں عظمت، عوام کی دل جوئی اور ان کو نیکی کی ترغیب، دین کی سچی خدمت، مسلک و مذہب کی ترویج، خانقاہی اقدار و روایات کی حفاظت اگر یہی ساری چیزیں ہم سہی سے انجام دے دیں تو ہمارا مشن کامیاب ہے۔ الحمد للہ ہم سب بھائی ان تمام امور میں خود کو کبھی پیچھے نہیں رکھتے۔ اتنا علم دین بھی رکھتے ہیں کہ اپنے متعلقین کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سبق دیتے رہیں، خود بھی برائی سے بچیں اور دوسرے کو ان سے محفوظ

رہنے کی ہدایت دیتے رہیں، تعلیم کے فروغ کا کام کریں، لوگوں کو دینی اور دنیاوی فائدہ پہنچانے میں جو بھی ممکن ہو سکتا ہے اس کے کرنے میں پیچھے نہ ہٹیں۔ اللہ قبول فرمانے والا ہے۔

ہماری کوشش رہتی ہے کہ ہم اپنے چاہنے والوں سے غلط فہمی اور دoriوں کو کم کریں۔ مارہرہ والوں کو اقتدار سے ہمیشہ بیزاری رہی ہے اور آج بھی ہمیں قیادت اور سیادت کا شوق نہیں۔ اگر کسی کو ہم اچھے لگیں ہمارے کام پسند آتے ہیں تو ہمارے قریب آئے۔ کسی بھی قسم کی خرید و فروخت سے ہمارا تعلق نہیں ہے۔ ہم کو کسی سیاست حاضرہ میں دلچسپی نہیں۔ مریدوں کی تعداد بڑھانے کا شوق نہیں، اگر کسی میں کوئی کمی ہے تو ہمارا ماننا ہے کہ اسے قریب کرو اور اصلاح کرو۔ نہ کہ اسے تن سے الگ کرو اس سے جماعت کو ماضی میں بھی بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑا ہے اور مستقبل میں بھی شیرازہ بکھرنے کا اندیشہ ہے۔

ہمارا تو بس ایک ہی خواب ہے کہ جیسے ماضی میں سب سر جوڑ کر اور دل جوڑ کر دین کی خدمت میں کمر بستہ تھے پھر ایک ہو جائیں، خانقاہیں اور ان کے ذمہ داران ایک ہو کر سواد اعظم اہل سنت کے دفاع کے لیے آگے آئیں۔ آج جماعت اہل سنت کو سب سے بڑا خطرہ غیر مقلدین کے فرقہ باطلہ سے ہے۔ یہ ایک منظم جماعت بن کر جھوٹے دلائل گڑھ کراہیمان والوں بالخصوص نوجوانوں کو گمراہ کرنے میں بڑی تیزی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ہمارے نوجوان فاضل علمائے کرام ان کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے آئیں اور فلم اٹھائیں۔ اپنے مطالعے اور مشاہدے کو وسعت دیں اور جم کر تحریر و تقریر کے ذریعے باطل کو شکست دیں۔ اللہ مدد کرنے والا ہے۔

یہ چند سطریں اس لیے قارئین کی خدمت میں پیش کیں کہ وہ جان جائیں کہ ہم جس مکتب فکر اور مرکز روحانیت سے وابستہ ہیں اس کے پاس ماضی میں بھی وہ سب کچھ موجود تھا اور حال میں بھی ہے جس سے وہ خود کو زمانے میں سرخ رو رکھ سکے اور اس سے وابستہ افراد بھی تسلی اور تشفی کا احساس کر سکیں کہ ہم خالی خالی قیادت،

سیادت، عظمت اور شہرت کا ڈھنڈورہ پیٹنے والوں سے وابستہ نہیں ہیں۔ جلسوں، جلوسوں، تعویذوں اور نذرانوں کے پیچھے بھاگنے اور عوام کو ناجائز طور پر متاثر و مرعوب کرنے والوں سے خود کو وابستہ نہیں رکھے ہوئے ہیں بلکہ دیانت اور ایمانداری سے خانقاہ چلانے والوں سے اپنے جان و مال کا سودا کیے ہوئے ہیں۔ ہم اکابر مارہرہ کے مشن کو پورا کرنے کی بساط بھر کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل ان تمام نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور دین و مذہب کا سچا سپاہی بنائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

### تعمیرات

خانقاہ شریف میں روز افزوں ترقیاں منظر عام پر آرہی ہیں۔ وہ چاہے تعمیر کے حوالے سے ہوں یا علم کے فروغ کے حوالے سے ہوں۔ علمائے کرام کے قیام و طعام کے لیے برادر محترم امین ملت نے بیت العلماء میں نئی دیدہ زیب تعمیرات کرائی ہیں۔ ماشاء اللہ دوسری منزل بھی مکمل ہو گئی ہے۔ عرس قاسمی میں ہمارے گرامی قدر علمائے کرام اس سہولت کو محسوس کریں گے۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ تمام علمائے کرام ہی قیام گاہ اور نشست گاہ میں تشریف رکھ سکیں گے۔ اس مکان کو ایک راستہ حضرت وارث نچتن کے مکان سے بھی دیا گیا اور اس باب کو حضرت نوری میاں قدس سرہ کے نام سے نسبت ہے۔

درگاہ معلیٰ میں جہاں والدہ ماجدہ کا روضہ تعمیر کیا گیا ہے اس حصے کی ازسرنو تعمیر نہایت ہی عمدہ طریقے سے عمل میں آئی۔ تمام بزرگوں کے مزارات کی ازسرنو درتگی کی گئی اور ٹائلوں سے مزین کیا گیا ہے۔ درگاہ شریف کی مرمت و آرائش کے لیے کچھ نہ کچھ قدم ہر سال اٹھائے جا رہے ہیں۔ مستقبل قریب میں درگاہ کے سائبان کی درتگی اور فرش کا کام شروع ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ مسجد برکاتی میں مصلیان مسجد کے لیے پانی کی فراہمی کی سہولت کے مد نظر ایک وسیع و عریض پانی کی ٹینکی تعمیر کی گئی جس کی

وجہ سے نمازیوں کو پانی کی قلت کا سامنا حتی الامکان نہیں کرنا پڑے گا۔

حضور صاحب البرکات کا چلہ جو ہمارے لیے بڑی روحانی اہمیت کا حامل ہے اسے حاصل کر کے اس کو بھی خانقاہ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ ارادہ ہے کہ وہاں کچھ ایسی تعمیر اور ایسا سلسلہ دراز کیا جائے کہ حضور صاحب البرکات کی روح مبارک مسرور اور اس گھر کا فیض عام ہو۔

☆☆☆

عرس قاسمی کی تقریبات میں جو اضافے کیے تھے ان کی افادیت اور معنویت میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے۔ فکر و تدبیر کا نفرنس کے ذریعے علماء و مشائخ ایک جگہ بیٹھ کر قوم و ملت و جماعت کے اہم و سنجیدہ مسائل پر غور و فکر کر لیا کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقاتیں ہو جایا کرتی ہے اور آپسی روابط استوار ہو جاتے ہیں۔ ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ شرکاء میں کچھ باعزم صاحب علم و ہنر اس کام کو آگے بڑھانے میں حسب توفیق کام کرتے ہیں جو اس کا نفرنس میں تجویز کیا جاتا ہے۔ اس سال انشاء اللہ تعالیٰ جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی کے منصوبے کے پیش نظر ہمارے علماء و مشائخ پھر ایک بار فکر کے دامن کو وسعت دیں گے اور اس کی ضرورت اور حل کے بارے میں تبادلہ خیال فرمائیں گے۔

☆☆☆

ترہیتی اور روحانی یکپ بڑی حد تک اپنی افادیت کو قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اعراس کی محفلوں کے علاوہ خالی رہنے سے بہتر کچھ دین سیکھنا ہے۔ لہذا اس سال ہمارے نوجوان علماء اس سلسلے میں بیحد سنجیدہ ہیں اور کوشش ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سال متوجہ کیا جائے اور سیکھنے سکھانے کے کام کو آگے بڑھایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ کوشش ہے کہ بڑے پیمانے پر دینی اور شرعی معلومات پر مبنی مواد بھی ہم عوام کو فراہم کرائیں۔

علمائے کرام کے ذریعہ عنوانات کا تعین کر کے تقاریر کا سلسلہ پچھلے دو سالوں

سے جاری ہے۔ اس سال بھی جماعت کے مقتدر علماء و خطباء سیرت سرکار دو عالم، سیرت مشائخ مارہرہ، توبہ کی ضرورت و اہمیت، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات، علم کی اہمیت اور فروغ تصوف کے سلسلے میں عوام اہل سنت کو اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض اور مستفید فرمائیں گے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی ہمارے فاضل علمائے کرام کی تصنیف کردہ متعدد کتب کا اجرا عمل میں آئے گا تاکہ یہ پیغام جائے کہ جماعت میں لکھنے پڑھنے والوں کا فقدان نہیں ہے۔

☆☆☆

عرس قاسمی کے موقع پر کتب خانوں سے مفید دینی کتب کی فراہمی میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگوں میں اس سے شوق پیدا ہو رہا ہے اور اس شوق سے ان کو ثواب بھی حاصل ہو رہا ہے۔ اعراس کے موقع پر دینی کتابوں کی فراہمی کے سلسلے میں کتب خانے بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہیں اور بڑے مناسب داموں میں کتابیں فروخت کر کے ثواب دارین بھی کماتے ہیں۔ فقیر برکاتی نے اپنے چاہنے والوں سے گزارش کی تھی کہ ہم اپنے بچوں کی عمدہ دینی تربیت کے لیے دینی کتب خریدیں اور اپنے گھروں میں لائبریری کا قیام کریں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس سال وہ صاحبان اس گزارش پر کتنا عمل کرتے ہیں اور اس کا اندازہ ہمیں اس سال ان حضرات کی کتب خانوں پر ان کی موجودگی سے ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

☆☆☆

ہمارے تعلیمی ادارے الحمد للہ علم کے فروغ کے سلسلے میں کافی ترقیاں کر رہے ہیں۔ مدرسہ قاسم البرکات میں تعلیم کا سلسلہ جاری ہے گزشتہ سال سے طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام بھی شروع کیا جا چکا ہے۔ الحمد للہ تقریباً ۲۲ طلبہ باہر سے تشریف لا کر اکتساب علم کر رہے ہیں۔ ان کے قیام و طعام کے لیے کیا بندوبست ہے وہ تو طلبہ ہی بتا سکتے ہیں جو یہاں مقیم ہیں، اپنے قلم سے کیا بیان کیا جائے۔ بس مولیٰ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے (آمین)۔

☆☆☆

فقیر راقم کی نگرانی میں چلنے والا تعلیمی ادارہ مارہرہ پبلک اسکول کو الحمد للہ C.B.S.E. سے بورڈ امتحانات میں شامل ہونے کی منظوری حاصل ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ اس سال درجہ ۱۰ کے طلبہ بورڈ امتحانات میں شامل ہوں گے آپ سے ان کی امتیازی کامیابی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

اسکول کی عمارت اب دو منزلہ ہو چکی ہے ہر سہولت اور تعلیمی ضرورت کے پیش نظر اسکول کو وسائل فراہم کرانے میں انتظامیہ نے ایمان داری اور خلوص سے کام لیا ہے۔ فقیر برکاتی کا ارادہ ہے کہ مستقبل میں یہاں قائمی ادارہ بنایا جائے تاکہ مارہرہ سے باہر کے طلبہ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ بڑی دلی تمنا ہے کہ ہم بی ایڈ کی تعلیم کے لیے ایک ادارہ کھولیں تاکہ قرب و جوار کے طلبہ و طالبات بھی اس مفید کورس کو کر کے جائز روزگار تلاش کر سکیں۔

☆☆☆

البرکات تو خیر البرکات ہے ہی۔ ماشاء اللہ تعمیری اور تعلیمی حسن میں علی گڑھ میں اپنا ایک مقام پیدا کرنے میں کامیاب ہو رہا ہے۔ اس سال البرکات کے سبھی اداروں کو مرکزی حکومت کی جانب سے اقلیتی کردار حاصل ہوا ہے۔ ہم سب البرکات کے بانی حضرت امین ملت کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ ان کی سرپرستی اور صدارت میں یہ تمام ادارے ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ البرکات کی سرگرمیوں کی تفصیلی رپورٹ عزیزی احمد میاں سلمہ پیش کرتے ہیں۔ اس سال بھی آپ ان کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

خوش خبریاں

برادر معظم شرف ملت سید محمد اشرف میاں قادری مدظلہ العالی جن کا شمار برصغیر کے ممتاز افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے اور یہ بات ان کا چھوٹا بھائی نہیں بلکہ متفقہ طور پر تخلیق کار اور ناقدین ادب کہہ رہے ہیں۔ برادر معظم کو ان کی خدمات کے پیش

نظر اتر پردیش اردو اکیڈمی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اس ایوارڈ میں آپ کو ایک لاکھ نقد انعام اور توصیفی سند صوبائی حکومت کی طرف سے پیش کی گئی۔ تمام برکاتیوں کی طرف سے برادر محترم مبارک باد قبول کریں۔

☆☆☆

برادر محترم سید محمد افضل میاں قادری جو محکمہ پولس میں آئی جی کے منصب پر فائز ہیں۔ اور صوبہ مدھیہ پردیش کے ان نامور اور ایمان دار افسروں میں شمار کیے جاتے ہیں جن پر محکمہ کو فخر بھی ہے اور اعتماد بھی۔ برادر محترم کو اس سال ان کی ۱۸ سالہ ایماندارانہ خدمت اور ملک کی حفاظت کے لیے متعدد خدمات کے پیش نظر ”صدر جمہوریہ ہند میڈل“ سے سرفراز کیا گیا۔ برادر محترم ہم سب کی جانب سے مبارک باد قبول فرمائیں۔

وفیات

خاندان برکات پر یہ سال بہت بھاری گزرا بلکہ اگر کہیں کہ سوگ بھرا سال گزرا تو بجا ہوگا۔ ہم اہل خاندان کو ایک نہیں تین تین گہرے صدمے پہنچے، لیکن قانون قدرت کے سامنے کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ہر جان خالق کائنات کی امانت ہے۔ جس کو وہ معینہ مدت کے لیے دنیا میں بھیجتا ہے اور اس مدت کے بعد واپس لیتا ہے۔ باقی رہے نام اللہ کا۔

والدہ ماجدہ حضرت محبوبہ فاطمہ نقوی قدس سرہا

ہم بھائیوں اور بہن کی چہیتی، لاڈلی امی اور لاکھوں برکاتیوں کی محسنہ مخدومہ اور پیرانی طویل علالت کے بعد ہم سب کو اکیلا چھوڑ کر اس دار فانی سے رخصت ہوئیں۔ اپنے والدین سب کو اچھے لگتے ہیں۔ ہماری امی ہمارا حوصلہ تھیں، ہمارا فخر تھیں۔ ہماری پرورش، تربیت اور آج جس قابل ہیں اس کردار کی نشوونما میں ہماری والدہ کا کلیدی کردار ہے۔ ہم سب بھائی ان کی رحلت سے ٹوٹ کر رہ گئے۔ وہ

ہمارے گھر کا نور تھیں۔ آج ہمارے گھر کا ہر گوشہ ہماری والدہ کی یادوں کو ہمارے ذہن و دل میں روشن کیے ہوئے ہے، سب کچھ ہے مگر ایک خالی پن ہے، ایک خلا ہے۔ جو کبھی پورا نہیں ہوگا، پوری بساط ہی پلٹ گئی ان کے جانے سے۔ امی کی باتیں، ان کی یادیں، ان کی نصیحتیں، ان کا پیارا ان کے بچوں اور چاہنے والوں کا اثاثہ ہے۔ ہم سب اولادوں نے اپنی ماں کی خدمت میں حسب توفیق حصہ لیا۔ ہمیں تسلی اس بات کی ہے کہ ہماری ماں ہم سے خوش گئیں، دعائیں دیتی ہوئی گئیں اور ان کی دعائیں ہی تو ہیں جو ہم اس شکل میں آپ کے سامنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ والدہ ماجدہ قدس سرہا کے درجات بلند فرمائے اور ان کے فیض کو ہم سب پر عام فرمائے آمین ثم آمین۔ برادر محترم حضرت امین ملت کی اقتدا میں ہزاروں کے مجمع نے گلشن برکات میں والدہ ماجدہ کی نماز جنازہ ادا کی، درگاہ برکاتیہ میں تدفین عمل میں آئی۔

امی کی باتوں اور ان کی یادوں کو ان کے بڑے چہیتے بیٹے برادر معظم شرف ملت نے قلم بند کیا ہے شرف ملت کے مضمون میں امی کی یادوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

### عم بزرگ وارث پنچتن حضرت سید شاہ یحییٰ حسن قدس سرہ

ہم سب کے عم بزرگ یادگار اسلاف وارث پنچتن حضرت سید شاہ محمد یحییٰ حسن عرف اچھے صاحب علیہ الرحمہ نے ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۱ جولائی ۲۰۱۱ء اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کیا۔

عم بزرگ خاندان برکت اللہ کے چشم و چراغ اور سجادہ آل احمدیہ و نوریہ کی زینت تھے۔ اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ اولاد نبی چھامیاں کے وصال کے بعد سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ ہوئے۔ حضرت وارث پنچتن اپنی شخصیت کے حوالے سے عوام و خواص میں بے حد مقبول و معروف تھے۔ خانقاہ برکاتیہ کی تمام اقدار اور روایات کو سینہ میں بسائے ہوئے اپنے مریدین و متوسلین، اعزاء و اقربا کے لیے مرکز عقیدت و محبت تھے۔ بزرگوں کے صحبت یافتہ، خاندانی علم کے حامل ہونے کے ساتھ عصری علوم

سے بھی آراستہ اور پیراستہ تھے۔ بچپن سے جوانی تک عرس نوری کے مستقل ناظم اور ذمہ دار رہے۔ اپنے خاندان میں بے حد معروف اور مرکز نظر تھے۔ تقریباً ۲۵ سال سے زائد ملک اور بیرون ملک سیاحت کرنے کے بعد اپنے وطن عزیز کا رخ کیا اور واپس آکر خانقاہ و سجادہ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ سادہ مزاجی، اعلیٰ دماغی، سخاوت، مہمان نوازی، چھوٹوں سے محبت و شفقت، مریدوں سے الفت، عزیزوں کی چاہت ان کے خاص مشاغل حیات تھے۔ دل اور دسترخوان دونوں بہت وسیع تھے، بیباکی ان کا زیور، صاف گوئی ان کا وطیرہ تھا۔

مجھ پر اور میرے برادران عزیز پر بڑی شفقتیں فرماتے تھے، جب مارہرہ لوٹ کر آئے تو مجھے میرے والد ماجد سے گود مانگ لیا۔ تقریباً بیس سال مجھے اولاد کی طرح چاہتے رہے اور میں ان سے مثل فرزند محبت کرتا رہا۔ یہ ان کی محبت اور بے پناہ شفقت تھی کہ آج سے تقریباً ۷۰ سال قبل اپنا وصی و جانشین و ولی عہد مقرر فرمایا۔ تحریری اور زبانی طور پر خلافت سے نوازا۔ اپنے ساتھ خرقة پوشی کی رات ملبوسات بزرگان پہن کر درگاہ معلیٰ کی حاضری کروائی اور پھر وصال سے کچھ دن قبل قانونی اور دستاویزی طور سے فقیر کو تمام حقوق تولیت سجادہ نشینی وغیرہ منتقل فرمائے۔ حضرت والا کی وصیت کی تکمیل کرتے ہوئے اہل خاندان اور ان کے خلفاء اور متوسلین نے ان کے چہلم کے دن فقیر قادری نوری کو ان کی جگہ سجادہ نوریہ پر متمکن کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے نوری سجادہ کی خدمت کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

حضرت عم بزرگ کی مقبولیت اور ان پر رجوع خلق کا اندازہ تو تب ہوا کہ جب ہم چاروں بھائی ان کا جسد خاکی لے کر ان کے گھر سے نکلے۔ میں یہ عرض کروں کہ حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کو پہلا کندھا میرے چاروں بھتیجے دیں گے۔ لہذا ہم سب بھائیوں نے ان کی وصیت کی تکمیل کرتے ہوئے ان کی پہلی منزل کی طرف ان کو لے گئے۔ اللہ گواہ ہے ٹھائیں مارتا ہوا سمندر تھا ان کے چاہنے والوں کا۔ ہر طرف مجمع ہی مجمع تھا، سر ہی سر، ہر آنکھ اپنے میاں کو تلاش کرتی تھی۔ برادر

معظم حضرت امین میاں صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی پھر درگاہ معلیٰ میں ان کے عم بزرگ حضرت چھما میاں کے پہلو میں حضرت وارث بختن کو سپرد خاک کیا گیا۔ برادر محترم حضرت شرف ملت نے اور میاں کے دیرینہ اور بہت چہیتے دوست حبیب انور زبیری صاحب نے جو انگلینڈ سے ان کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے تشریف لائے تھے، میاں کا جسد خاکی قبر میں اتارا۔ حضرت امین میاں صاحب نے فاتحہ اور شجرہ شریف پڑھا۔ وارث بختن کے وصال کے بعد جو تقریبات ہوئیں ان کو برادر طریقت محمد اکبر قادری صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ وارث بختن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات میں ترقی عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

### عزیزی سید شہاب نقوی

ہماری اکلوتی بہن سید ثمنہ نقوی کا اکلوتا بیٹا اور ہمارا اکلوتا ہمیشہ زادہ سید شہاب نقوی بھی اس سال اپنے والدین اور ہم سب اعزہ و اقرباء کو چھوڑ کر اپنے مالک کے حضور ۱۰ اپریل ۲۰۱۱ء کو حاضر ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عزیزی شہاب اپنے نانا اور نانی کا بڑا لاڈ لہا تھا۔ میرے والد ماجد حضرت احسن العلماء اکثر اسے اپنی گود میں بیٹھا کر اپنے ہاتھوں سے عمدہ عمدہ چیزیں کھلاتے اور لاڈ کرتے۔ ہماری والدہ کی خاموش خاموش لیکن عمیق چاہتوں کا مرکز تھا۔ شہاب بیحد سیدھا، سنجیدہ اور اندرونی طور سے بڑا ذہین بچہ تھا۔ بی ایس سی سال دوم کا طالب علم تھا۔ اس کی اچانک موت سے ہم سب کو جو صدمہ پہنچا ہے اس کو بیان کرنے کے لیے روشنائی اور کاغذ کافی نہیں ہے وہ صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ بس دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری بڑی چہیتی بہن اور اس کے شوہر اور اس کی بچیوں اور ہم سب کو شہاب کی رحلت پر صبر دے۔ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اسے جنت الفردوس میں جگہ دے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

### شیخ القرآن علامہ عبداللہ خاں عزیزی مصباحی

آپ جماعت اہل سنت کے ایک ممتاز عالم دین اور بہترین مدرس تھے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں طویل عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیں پھر آپ نے دارالعلوم علمیہ مجددی کو اپنے وجود سے رونق بخشی اور اسے ایک معیاری درس گاہ کا اعتبار فراہم کیا۔ یہی ادارہ آپ کا آخری آرام گاہ بنا۔ آپ کی رحلت ۱۴ شعبان ۱۴۳۲ھ کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کا بدل عطا فرمائے۔ آمین

### ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب

ہماری جماعت کے بڑے معروف اور ممتاز قلم کار اور مصنف ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کا اس سال وصال ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب قبلہ کے قلم میں بڑی برکت تھی، رواں دواں نشر لکھا کرتے تھے۔ ماہر رضویات تھے۔ ڈاکٹر عزیزی نے دارالعلوم منظر اسلام میں بھی کافی عرصہ اپنی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مارہرہ شریف مستقل حاضر ہوتے تھے۔ ہمیں بھی ان کو اپنی تقاریب میں دیکھ کر خوشی ہوتی۔ مولانا کی رحلت سے ایک خلا پیدا ہوا جس کی بھرپائی مشکل ہے۔ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

### حاجی محسن مجید

خاندان برکات کے دیرینہ عاشق اور مرید گھرانے کا لخت جگر حضرت تاج العلماء کے مرید خاص حاجی عبدالرحیم گیارہ مرحوم و مغفور کے پوتے اور برادر طریقت حاجی عبدالحمید پردیسی کا بڑا عزیز اور جوان لائق بیٹا محض ۲۳ سال کی عمر میں عدیس ابابا کا حادثہ میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حاجی محسن بڑا خوبصورت، خوب سیرت، لائق فرماں بردار بچہ تھا۔ اپنے والدین اور چچاؤں کا بہت

چہیتا اپنے والد کے کاروبار میں معاون تھا۔ اس کی موت کا اس کے گھر والوں کو جو صدمہ ہوا اس کا تو بیان کیا؟ لیکن ہمارے دل بھی بہت دکھے۔ برادر معظم حضرت امین ملت کو کافی دن اس کی موت کا صدمہ رہا۔ اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اسے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اس کے والدین اور تمام اہل خاندان کو صبر جمیل کامل عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

### عبدالرشید برکاتی

خانقاہ برکاتیہ کے وفادار خادم عبدالرشید بھائی کا اس سال لمبی بیماری کے بعد انتقال ہو گیا۔ رشید بھائی مرحوم مقہر اکے رہنے والے تھے احسن العلماء کے وصال بعد سے خانقاہ برکاتیہ میں آکر بس گئے تھے۔ وہ اس اعتماد و یقین کے ساتھ آئے تھے کہ شیخ کے آستانہ سے اب مر کر ہی جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خواہش کو پورا کیا۔ رشید بھائی کا انتقال درگاہ کی ڈیوڑھی پر ہی ہوا۔ بڑے بے نیاز اور بے ضرر آدمی تھے خانقاہ اور خانقاہ والوں کے بڑے چاہنے والے اور خانقاہ کی نگرانی کے معاملے میں مستعد رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین)

### ہدیہ تشکر

برادر م مولانا نعمان احمد ازہری بڑے لائق و فائق اور محنت کش استاد ہیں جامعہ البرکات کے۔ ادارے کے کام کو اپنا سمجھ کر کرتے ہیں۔ انہوں نے رسالہ کی اشاعت کے سلسلے میں جتنی بھی محنت کی ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور مستقبل میں کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فارغ التحصیل علمائے کرام مفتی قطب الدین رضا صاحب، مولانا رضا المصطفیٰ صاحب، مولانا عبدالقیوم صاحب، مولانا غلام غوث صاحب، مولانا تنویر الحسین، مولانا مصباح الحسین وغیرہم نے مضامین پڑھنے اور

پروف ریڈنگ کے سلسلے میں دن رات محنت کی۔ دل کی گہرائیوں سے ان حضرات کا شکریہ اور دلی دعائیں۔

برادر طریقت محمد اکبر قادری برکاتی رسالہ کی اشاعت کے بہت سے مراحل میں اپنا تعاون پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی دلی خواہشات کو پورا کرے۔

مکتبہ جام نور کے کوثر سلمہ کا بیحد شکریہ جو بہت ہی کم وقت میں مجلہ کی طباعت کا انتظام کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ کمپیوٹرس بہت دنوں سے اس رسالے کی کمپوزنگ کی ذمہ داری دل سے نبھا رہے ہیں۔ سید عبدالرحمن رفیق صاحب کا بیحد شکریہ۔

میں شکر اللہ رب العزت کا ادا کرتا ہوں جس نے ہمیں اپنے مشائخ کے علمی اور روحانی مشن کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ رسالہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی دعاؤں کا طالب  
سید نجیب حیدر قادری نوری

# تذکرہ

## اکابر مارہرہ

۱- برکات ثانی حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ

۲- حضرت سید شاہ آل برکات سحرے میاں قدس سرہ

اور ان کے صاحب زادگان والاتبار

۳- حضرت وارثِ پنجتن قدس سرہ

۴- حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی قدس سرہا

## برکات ثانی

### حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ

ماخوذ: شاہ حقانی کا اردو ترجمہ و تفسیر

پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی و ڈاکٹر مولانا ساحل شہسرامی

ولادت مبارکہ:

مارہرہ مطہرہ کی خانقاہ برکاتیہ کے نورانی ماحول میں مفسر قرآنی سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ ۱۱۴۵ھ کی کسی مبارک صبح کو عالم رنگ و بو میں تشریف لائے۔ حضرت کے والد ماجد سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ اپنے والد ماجد حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے وصال شریف کے بعد مسند سجادگی پہ رونق افروز تھے اور ایک عالم آپ کے روحانی فیوض و برکات سے سرفراز ہو رہا تھا۔

سلسلہ نسب:

حضرت حقانی، والد ماجد کی نسبت سے برکاتی اور والدہ ماجدہ کی جانب سے عظمتی تھے۔ پدری سلسلہ نسب یہ ہے:

- سید شاہ محمد حقانی ابن (۱) سید شاہ آل محمد ابن
- (۲) حضور صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ ابن (۳) سید شاہ
- اولیس ابن (۴) سید شاہ عبد الجلیل ابن (۵) سید شاہ میر عبد الواحد
- بلگرامی ابن (۶) سید شاہ ابراہیم ابن (۷) سید شاہ قطب الدین
- ابن (۸) سید شاہ ماہرو ابن (۹) سید شاہ بڈھن ابن (۱۰) سید کمال



ابن (۱۱) سید قاسم ابن (۱۲) سید حسین ابن (۱۳) سید نصیر ابن  
 (۱۴) سید حسن ابن (۱۵) سید عمر ابن (۱۶) سید محمد معروف بہ دعوت  
 الصغریٰ بلگرامی ابن (۱۷) سید علی ابن (۱۸) سید حسین ابن  
 (۱۹) سید ابوالفرح ثانی ابن (۲۰) سید ابوفراس ابن (۲۱) سید  
 ابوالفرح واسطی ابن (۲۲) سید داؤد ابن (۲۳) سید حسین ابن  
 (۲۴) سید یحییٰ ابن (۲۵) سید زید ثالث ابن (۲۶) سید عمر ابن  
 (۲۷) سید زید ثانی ابن (۲۸) سید علی عراقی ابن (۲۹) سید حسین  
 ابن (۳۰) سید علی ابن (۳۱) سید محمد ابن (۳۲) سید عیسیٰ معروف  
 بہ موقم الاشبال ابن (۳۳) سیدنا سید زید شہید ابن (۳۴) سیدنا  
 امام زین العابدین سید علی ابن (۳۵) سیدنا امام حسین شہید کربلا  
 ابن (۳۶) امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ زوج  
 سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بنت (۳۷) سید  
 المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

والدہ ماجدہ کی جانب سے حضرت حقانی کا سلسلہ نسب یہ ہے:

سید شاہ محمد حقانی ابن غنیمت بی بی بنت سید عظمت اللہ ابن سید اولیس الخ۔  
 حضرت حقانی کے نانا جان سید عظمت اللہ، حضور صاحب البرکات کے منجھلے بھائی  
 تھے۔ غنیمت بی بی آپ کی اکلوتی صاحبزادی تھیں۔

### والد ماجد:

حضرت حقانی کے والدین کریمین، علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں انتخاب  
 روزگار تھے۔ والد ماجد برہان الموحدین، استاذ محققین، مرشد الواصلین سیدنا شاہ  
 آل محمد قادری برکاتی قدس سرہ کے علمی اور روحانی مراتب اس قدر بلند تھے کہ حضور  
 صاحب البرکات کی نگاہ ولایت کے مرکز خاص تھے، ایک لمحہ نگاہوں سے اوچھل نہ

ہونے دیتے۔

حضرت عینی کا شرف الاستار شریف میں ارقام فرماتے ہیں:

”حضرت شاہ آل محمد سے حضور صاحب البرکات کو خصوصی لگاؤ اور بے  
 پناہ محبت تھی اور پوری زندگی آپ اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ، فیوض و برکات  
 حاصل کرتے رہے، ایک لمحے کے لیے بھی ان سے جدا نہ ہوتے۔ چنانچہ اگر حضرت  
 شاہ آل محمد کسی وجہ شرعی کی بنا پر مسجد کی نماز باجماعت میں شریک نہ ہو پاتے تو حضور  
 صاحب البرکات فرماتے کہ آج مجھے نماز کی حلاوت نہ مل سکی۔ حضرت والد ماجد بھی  
 دادا جان (حضور صاحب البرکات) کے بے حد شیفہ تھے۔ آپ کی گرویدگی بیان  
 نہیں کی جاسکتی۔ آپ اپنی تمام مصروفیات سے حضور صاحب البرکات کو باخبر  
 رکھتے تھے۔“

ریاضت و مجاہدہ میں وہ انہماک اور مشقت خیزی تھی کہ تپ دق کا عارضہ  
 لاحق ہو گیا تھا، تالوے مبارک اتر آیتھا، بقول حضرت نظمی:

”ایسا مجاہدہ، خاندان برکات میں کسی نے نہیں کیا“

تربیت باطن اور تعلیم سلوک میں وہ انفرادیت تھی کہ دو چار دن میں دلوں کو  
 یاد الہی سے گرمادیتے اور جواذکار، اوروں کے یہاں دل کی بندشیں نہ کھول پاتے،  
 انہیں اذکار سے آپ کی توجہ باطنی، طالب کو مرغ بکل بنادیتی۔ اس منفرد شان مسیحائی  
 کے بہت سے حالات کا شرف الاستار میں مذکور ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک واقعہ پیش  
 کرتے ہیں۔ حضرت عینی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت والا (سید شاہ آل محمد) کی تربیت کا انداز یہ تھا اگر دوسرے  
 مشائخ کا حاضر باش کوئی ایسا درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا جس نے  
 قاعدے سے راہ سلوک طے نہ کی اور ابھی بیچ راستے ہی میں ٹھہرا ہوا ہے یا پہلے ہی  
 قدم پہ حادثے کا شکار ہے تو حالات دریافت کرنے کے بعد انہیں اشتغال و اعمال  
 کے ذریعے جو اسے اپنے شیخ سے ملے تھے، حضرت والا اس مقام پہ پہنچا دیتے جو

اسے نصیب ہی نہ ہو سکتے۔ وہ درویش حیران ہو جاتا اور سمجھتا کہ یہ میرے شیخ کا تصرف ہے۔ پھر اپنے شیخ سے اس کی عقیدت اور بڑھ جاتی۔

کبھی حضرت والا ایسے درویش کے سابقہ اعمال و اشغال میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے اضافہ کر دیتے جن سے وہ تھوڑے ہی زمانے میں مراتب سلوک کی سیڑھیوں پہ قدم رکھتا ہوا بہت اوپر پہنچ جاتا۔

(شعر) جو انیون، ساقی شراب میں ڈالتا ہے، اس سے حریفوں کے نہ سر سلامت رہتے ہیں، نہ دستار۔

شاہ عبدالرزاق بانسوی کے حلقہ بگوش درویش شاہ رحمت اللہ کے حالات تو آنکھوں دیکھے ہیں۔ درویش مذکور خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے مدعا سے آگاہ کیا۔ والد ماجد نے ان سے ان کے اشغال دریافت کیے پھر فرمایا کہ آپ یہاں بھی وہی شغل جاری رکھیں۔ حضرت کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے وہ خلوت نشین ہو گئے۔ تین دن بعد حضرت نے انہیں ان اشغال کے ساتھ کچھ اور چیزیں پڑھنے کو دیں۔ ایک ہفتہ میں بے خودی اور بے رنگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ مکمل بے خود ہو کے رہ گئے۔ (اشعار)

۱- وہ مست و بے خود ہو کر اپنی ہستی سے دور جا پڑا تھا۔

۲- خود سے بیگانہ ہو کر یار کے پرسکون سمندر میں ڈوب گیا، جہاں نہ موجیں تھیں، نہ کنارہ۔

۳- اس تاریک حالت میں ایک مدت تک پڑا رہا، اسے کسی چیز کی خبر نہ تھی۔

۴- جب بحر ذات الہی سے رحمت کا پانی پی چکا تو اب اسے نہ چون و فرات کی کیا خبر۔

یہ بات بھی علم میں رہے کہ شاہ رحمت اللہ تقویٰ اور احتیاط کے آدمی تھے۔ چڑے کے چار ڈول اپنے ساتھ رکھتے، ایک وضو، دوسرا غسل، تیسرا پینے اور چوتھا قضائے حاجت کے لیے لیکن اس حالت استغراق میں ان تمام چیزوں سے بے خبر

تھے۔ ایک زمانے کے بعد انہیں افاقہ ہوا۔ اب حالت یہ تھی کہ جس وقت حقہ منہ میں لیتے، خود غائب ہو جاتے اور حقہ کی نے ڈھلک کر ان کے رخسار کی طرف چلی جاتی اور سر جھک جاتا۔ جب سر بلند ہوتا اور ہوش میں آتے تو عجب خوبی سے کہتے: ”مجھے قرات نہیں، میری انتہا نہیں، نہ میرے لیے کوئی فرار کی جگہ ہے“ حقہ کا ایک دوکش لیتے پھر بے خود ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے تو یہ گانے لگتے:

”میرے آغاز کی ابتدا نہیں، میرے انجام کی انتہا نہیں، میرا وجود لازوال ہے اور میری ہیشتی ہمیشہ۔“

جب یہ کہتے تو ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی۔ دو مہینے کے بعد عالم صحو میں آئے۔ اب حالت یہ تھی کہ صبح کے وقت آستانہ مبارک کے دروازے سے لے کر بیرونی دروازہ تک، اس کے بعد نقار خانہ کے بڑے دروازے تک اپنے ہاتھوں سے جھاڑو لگاتے۔ جب حضرت والد ماجد نے یہ قصہ سنا تو فرمایا:

”آپ کا بدن کمزور ہے اور ایک بڑے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے یہ زحمت نہ گوارہ کریں“ اور بہت خوش اسلوبی سے انہیں اس کام سے روک دیا۔ انہوں نے عرض کی: یہ خادم کس خدمت کے لائق ہے۔ میں اس احسان کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں۔ اے کاش! یہ سعادت ایک بار پھر مجھے مل جاتی۔ ہاں ہاں! (اشعار)

۱- پاکبازوں کی خاک قدم اور ان کی دیواروں کو لبوں سے لگانا، عامیوں کے گل و گلزار سے بہتر ہے۔

۲- کسی مرد صاحب دل کی غلامی، بادشاہوں کے قرب سے بہتر ہے۔

اسی طرح مولانا طفیل اترو لوی شہم بلگرامی حاضر خدمت اقدس ہوئے اور چند توجہات باطنی میں تڑپنے لگے۔ لوگ اٹھا کر خانقاہ میں لائے، ہاتھ پیر کی مالش کی، سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ ظہر کی نماز باجماعت اور دیگر معمولات سے فارغ ہو چکے تب تشریف لائے۔ مولانا کو اٹھا کر سینہ مبارک سے لگایا اور تسلی دی۔ اب مولانا کے

تاثرات ملاحظہ کیجئے۔ حضرت عیسیٰ قدس سرہ رقم طراز ہیں:

”مولانا نے عرض کیا: میں دنیا چھوڑتا ہوں اور باقی عمر آستانہ فیض کے تلے رہ کر اسی بارگاہ کی خاک کو اپنی بصارت و بصیرت کا سرمہ بناتا ہوں۔ میں بہت سے اولیاء اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا لیکن جو تپش عشق یہاں دیکھی وہ کہیں نہ ملی۔ اب میری یہ پرشوق آرزو قبول کیجئے، عمر اخیر منزل کو پہنچی، یہی بہتر ہے کہ باقی زندگی اس بارگاہ کی جاروب کشی میں گزر جائے۔ حضرت والد ماجد نے بہت دلداری کی، دلاسا دیا اور فرمایا کہ ابھی آپ اپنے بھائیوں کے اس قافلے کو اپنے وطن بلگرام پہنچا دیں پھر جب میں بلاؤں، آپ آجائیں۔ پھر انہیں بہت زیادہ تسلی دے دلا کر رخصت کیا۔“

اس بے مثال تزکیہ باطن اور ایصال محبوب کا آوازہ چہار دانگ عالم میں بلند ہوا اور طالبان حسن ازل کشاں کشاں میکدہ آل محمدی میں پہنچنے لگے۔ بقول حضرت عیسیٰ قدس سرہ:

غلغلۂ ایں فیض عام در حوالی شہر و نواح و اطراف منتشر گردیدہ فوج

فوج ساکان و دنیا داران می رسیدند و بہ مقصد خود می آر امیدند۔

اس فیضان عام کا شہرہ، شہر اور اس کے اطراف و جوانب میں پھیل گیا اور زاہد اور دنیا دار جوق در جوق آپ کی بارگاہ میں پہنچ کر منزل مقصود سے ہمکنار ہونے لگے۔

### والدہ ماجدہ:

حضرت برکات ثانی سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ کی والدہ ماجدہ، رابعہ عصر تھیں۔ آپ کے والد ماجد سید شاہ عظمت اللہ، حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے منجملے بھائی تھے اور بڑے چہیتے۔ آپ کی ولادت، برادر اکبر حضور صاحب البرکات کے آٹھ سال بعد ۹ رمضان ۱۰۷۸ھ چہار شنبہ کو ہوئی۔ والد ماجد سیدنا شاہ اولیس چشتی بلگرامی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ تربیت ظاہر و باطن، والد ماجد

اور برادر گرامی حضور صاحب البرکات نے فرمائی۔ برادر گرامی سے آپ کو خصوصی لگاؤ اور مکمل نیاز مندی تھی۔ قلب میں رقت، رحمت، حلم، مروت، سخاوت، اخلاق میں حلاوت، عمومیت اور عقل میں فراست کی دو تین رکھتے تھے۔ یاد الہی، سرمایہ حیات تھی اور مجاہدات و مشاہدات، زندگی کے مشغلے۔ بہت کم عمری میں وصال یار کی لذت سے شاد کام ہوئے۔ ۲۹ رجب ۱۱۱۰ھ میں وفات ہوئی اور درگاہ سیدنا شاہ عبد الجلیل قدس سرہ میں تدفین ہوئی۔

آپ کی اکلوتی شاہزادی سیدہ غنیمت بی بی علیہا الرحمۃ، حضور صاحب البرکات کی دعاؤں کا اثر تھیں۔ تقریب ولادت یوں ہوئی کہ حضرت سید شاہ عظمت اللہ بلگرام شریف میں اپنے بوسیدہ مکان کی تعمیر نو میں مصروف تھے۔ جب معاملہ تکمیل کے قریب پہنچا تو اچانک اولاد سے محرومی کا، پردرد احساس دل میں جاگ اٹھا اور خیال آیا کہ آخر یہ مشقت خیزی کس کے لیے کی جائے۔ فوراً تعمیر کا سلسلہ موقوف کر دیا پھر اپنے برادر گرامی حضور صاحب البرکات کو عریضہ تحریر فرمایا، صورت حال بیان کی اور خلف صالح کے واسطے دعاؤں کے خواست گار ہوئے۔ حضور صاحب البرکات کو ویسے ہی آپ سے گہرا قلبی لگاؤ تھا، عزیز بھائی کے ان دل گرفتہ احساسات پہ مضطرب ہو گئے اور فوراً انہیں حرم کے ساتھ مارہرہ مطہرہ بلا لیا، تسلی دی اور فرمایا:

”فقیر درگاہ قاضی الحاجات میں دعا کرتا ہے، اس کی رحمت ان

شاء اللہ تمہیں محروم نہ چھوڑے گی۔“

کچھ دن بعد ہی برکاتی دعا کے اثرات رونما ہوئے لیکن حضرت شاہ عظمت اللہ قدس سرہ ان دعاؤں کا ثمر اپنی نگاہوں سے نہ دیکھ سکے۔ حضرت کو ایک خطرناک عارضہ ہو گیا اور بچی کی ولادت سے پہلے ہی آپ رحلت فرما گئے۔ حالت علالت میں اکثر فرمایا کرتے:

”ان کے آنے میں تو دیر ہے اور ہمارے جانے میں جلدی معلوم ہوتی ہے“

آپ کے وصال کے بعد آپ کی اہلیہ بلگرام شریف لے گئیں اور

وہیں ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔ حضور صاحب البرکات نے اس بچی کا نام ”غنیمت بی بی“ تجویز فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے:

ما ایں صبیہ را پس برادر خود، غنیمت یا فتم و شکر بہ جناب مجیب الدعوات آوردم۔

میں اپنے بھائی عظمت اللہ کے وصال کے بعد اس بچی کو اللہ کا انعام سمجھتا ہوں اور مجیب الدعوات کی جناب میں شکر بجالاتا ہوں۔ حضرت آپ کو رابعہ ثانی فرمایا کرتے۔

سیدہ غنیمت فاطمہ علیہا الرحمہ، حضور صاحب البرکات کے فیض تربیت، شرف بیعت، توجہ باطن سے سرفراز تھیں اور ریاضت و عبادت میں ایک خاص شان رکھتی تھیں۔ فرائض و واجبات کے ساتھ ساتھ، قرآن حکیم کی تلاوت، تہجد و نوافل اور نقلی روزوں سے خاص شغف تھا۔ صوم رابعہ بصری کی عامل تھیں اور اخیر عمر تک یہ معمول برقرار رہا جب کہ جسم و جان پر ضعف و ناتوانی نے قبضہ جمار کھا تھا۔ ادب مرشد کا خاص حصہ پایا تھا۔ حضور صاحب البرکات کا اسم گرامی زبان سے کبھی نہ لیا، آپ کے رسائل مبارکہ ہمیشہ مطالعہ فرماتیں، حافظہ غضب کا تھا، حضور صاحب البرکات کا ہندی دیوان ”ہیم پرکاش“ آپ کو زبانی یاد تھا۔ اخلاق کریمانہ میں بزرگوں کی شان پائی تھی۔ نہ جانے کتنی بے سہارا بچیوں کا نکاح اپنے صرفے سے کرایا، نہ جانے کتنی عورتوں اور بچوں کی کفالت فرمائی، نہ جانے کتنوں کو تعلیم دی اور دلائی۔ تواضع اور بے تکلفی کے باوجود ہیبت خدا داد پائی تھی۔ حضرات اپنے آپ میں مجال گفتگو نہ پاتیں۔ سیدنا شاہ محمد حمزہ، سیدنا شاہ محمد حقانی اور سیدنا آل احمد اچھے میاں قدست اسرار ہم سے آپ کو خاص لگاؤ تھا خصوصاً سیدنا شاہ حمزہ کو بہت چاہتی تھیں۔ چورانوے برس کی طویل عمر پائی۔ جب ۱۱۹۸ھ میں آپ کے بڑے شاہزادے سید شاہ حمزہ قدس سرہ کا وصال ہوا تو آپ کے دل پہ اس کا بہت گہرا اثر ہوا۔ اس سانحہ کی غم نکیوں سے آپ کا اضطراب دوسروں کو تڑپا دیتا۔ اس جذب محبت کے سبب حضرت یتیمی قدس

سرہ کے خلف اکبر حضور اچھے میاں قدس سرہ پر آپ کی عنایات اور بڑھ گئیں۔ جب حضرت اچھے میاں صاحب سجادہ نشین ہوئے تو حضور صاحب البرکات کا خرقہ شریف دادی صاحبہ نے آپ کو عنایت کر کے فرمایا ”حق بہ حق دار رسید“ جب اسے حضور اچھے میاں نے زیب تن فرمایا تو انوار ربانی اور تجلیاتِ سرمدی کا قلبِ اطہر پہ اس قدر ہجوم ہوا کہ اسرار لاہوتی منکشف ہو گئے اور ایک خاص کیف نے پورے وجود کا احاطہ کر لیا۔

حضرت غنیمت بی بی علیہا الرحمہ سے خوارق عادات بھی بہت سرزد ہوئے۔ کشف قلبی میں ملکہ تھا۔ مشکل کشائی، حاجت روائی میں شان بزرگاں پائی تھی۔ اکثر مراقبات فرماتیں۔ آپ کی توجہ باطنی کا صرف ایک واقعہ ”صح التواریخ“ کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔

سیدنا شاہ محمد حمزہ یتیمی قدس سرہ کی سجادگی کا ابتدائی زمانہ تھا۔ حضرت کا ایک نیازمند مرید، مارہرہ مطہرہ کی عمل داری کا آرزو مند تھا جس کے لیے اسے پیسوں کی ضرورت تھی۔ اس نے حضرت کے سامنے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی یہ خواہش رکھی اور گزارش کی کہ حضرت اپنے معتقد نو ابان فرخ آباد سے پانچ چھ ہزار قرض دلا دیں، عہدہ ملنے کے بعد ادا کر دوں گا۔ حضرت نے ترس کھا کر ایک رقعہ لکھ دیا جس میں تحریر تھا:

اعانت مسلمان بر مسلمان ضرور و امید امیدوارے برآوردن، باعث اجر و ثورے

بر آور دین کار امید وار

بہ از قید بند شکستن ہزار

کسی مسلمان کی اعانت، مسلمانوں پر لازم ہے اور کسی امیدوار کی امید پوری کر دینا بے شمار اجر و ثواب کا باعث۔ کسی امیدوار کا کام بنادینا، ہزار غلام آزاد کرنے سے بہتر ہے۔

فرخ آباد کے عقیدت مندوں نے حضرت کا رقعہ ملاحظہ کر کے اسے آنکھوں سے لگایا، سر پہ رکھا اور فوراً حامل رقعہ کو مطلوبہ رقم دے دی۔ اس رقم کی پیش کش سے اسے مارہرہ کی عالمی کا عہدہ مل گیا۔ سوئے اتفاق کہ چند دن بعد اس کا یہاں سے صرف تبادلہ ہی نہیں ہوا بلکہ اسے معزول بھی کر دیا گیا۔ اب قرض دینے والے پریشان ہوئے۔ اس بے چارے مفلس و پریشان حال سے وصولیابی کی سبیل نہ دیکھ کر حضرت حمزہ قدس سرہ سے تقاضا شروع کر دیا وہ بھی شدید لوگوں نے بہت سمجھایا کہ حضرت سے اس رقم کا کیا تعلق؟ حضرت نے تو صرف ایک سفارشی رقعہ تحریر فرمایا تھا، کوئی حکم یا ضمانت تو نہ دی تھی لیکن قرض خواہوں کا پراسرار تقاضا اپنی جگہ رہا۔ حضرت حمزہ اس بے سلیقہ پن سے سخت مخمضے میں گرفتار ہوئے۔ آخر کار رابعہ عصر والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعاؤں کے خواستگار ہوئے۔ اب آگے کی تفصیل حضرت تاج العلماء قدس سرہ سے سنیں:

”حضرت بی بی صاحبہ نے یہ سن کر تھوڑی دیر مراقبہ میں سر جھکایا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بطیفیل حضرت بی بی فاطمہ وہ برکات حضرات حسنین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، سب مشکل آسان ہو جائے گی، کوئی اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ دوسری شام تک کوئی تقاضا نہ کریں، اس کے بعد مختار ہیں۔ تقاضا کرنے والوں نے جب حضور عالیہ کا یہ ارشاد سنا تو اپنے دل میں بہت خوش ہوئے کہ معلوم ہوتا ہے ہمارا تقاضا ثابت ہو گیا۔ ابھی وعدے کی شام نہ آئی تھی کہ درمیان میں فرخ آباد سے دو شتر سوار نواب غالب جنگ محمد احمد خان بنگش والی فرخ آباد کا پروانہ یہاں کے نئے عامل اور تاجروں کے نام اس مضمون کا لے کر آئے کہ تم لوگ اپنا روپیہ نئے عامل سے لے لینا اس بارہ میں پروانہ عامل کو پہنچتا ہے، حضرت سید شاہ حمزہ سے تمہارے روپے کا کوئی علاقہ نہیں

ہے۔ ساتھ ہی حضرت کی خدمت میں نواب نے ایک عرضی بھی بہت کچھ معذرت کی لکھ بھیجی تھی۔ جب ان شتر سواروں کی جو فرخ آباد سے یہ پروانہ لائے تھے، وہاں سے ادھر روانگی کا حساب لگایا گیا تو وہی وقت تھا جب حضرت بی بی صاحبہ نے مراقبہ کے لیے سر جھکایا تھا۔ غرض ایسے خوارقِ عادت اور قوتِ باطنی کے جلوے جو حضرت بی بی صاحبہ سے طرفۃ العین (پلک جھپکتے) میں ظاہر ہوتے کس کی مجال اور کسے قدرت ہے کہ انہیں پورا لکھ سکے۔

حضرت غنیمت بی بی قدس سرہا کا وصال چورانوے سال کی عمر میں ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۴ھ میں ہوا اور حظیرہ سید شاہ محمد حقانی میں دفن ہوئیں۔  
امام رشد و ہدایت سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ کے مرید خاص شیخ عتیق اللہ کمبوہ نے یہ تاریخی قطعہ کہا:

غنیمت بنت حضرت فاطمہ بود  
سوئے فردوس گردیدہ مقامش  
مریدم خاندانِ عائِی او  
غلط گفتم کہ من ہستم غلامش  
نوشتم سال رحلت از سر ”در“  
سہ صد کم ساز از تعداد نامش

”غنیمت“ کے اعداد پندرہ سو (۱۵۰۰) ہیں۔ اس میں سے تین سو کم کریں اور لفظ ”در“ کے ابتدائی لفظ دال جسے شاعر نے سر ”در“ کہا ہے، کا عدد چار ملا لیں تو بارہ سو چار (۱۲۰۴) برآمد ہوتے ہیں۔

حضرت حقانی ایسے با عظمت گہوارہٴ مادری میں پل کر جوان ہوئے۔ ایسی عالی شان، برگزیدہ آغوش تربیت میں پروان چڑھنے والے کی عظمتوں کا کیا پوچھنا؟  
قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

## حضرت حقانی کی تعلیم و تربیت:

سیدنا شاہ محمد حقانی قدس سرہ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی، وہ خانقاہی برکتوں سے مالا مال تھا..... خاندانی روایت کے مطابق چار سال چار مہینے چار دن پورا ہونے کے بعد بسملہ خوانی کی رسم ادا کی گئی..... والد ماجد سید شاہ آل محمد، والدہ ماجدہ سیدہ غنیمت بی بی اور برادر گرامی سید شاہ محمد حمزہ کی صورت میں علوم ظاہر و باطن کے سمندر پاس ہی موجود تھے تو کہیں اور جانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ قرآن حکیم تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ اور لغت و ادب جملہ مروج فنون کی تعلیم ان خاندانی بزرگوں سے پائی لیکن تربیت میں سب سے زیادہ حصہ والدہ ماجدہ کا رہا۔

کتابوں کے مطالعے کا ذوق ورثہ میں پایا تھا جس کی تسکین کے لیے بھائی صاحب سید شاہ حمزہ کا کتب خانہ گھر میں ہی موجود تھا اس میں مختلف علوم و فنون کی سولہ ہزار کتابیں تھیں۔ والد ماجد کا وصال آپ کی ابتدائی عمر میں ہی ہو گیا تھا اس وقت آپ ۲۰ برس کے تھے۔ اس لیے علمی استفادے زیادہ تر بھائی صاحب حضرت حمزہ سے ہی رہے۔ آپ اس نسبت علمی کا بہت پاس رکھتے اور ایک استاد اور مرشد کی مانند حضرت حمزہ کا ادب ملحوظ رکھتے۔ آپ نے کس حسن ادب سے تفسیر کے آغاز میں حضرت حمزہ کا تذکرہ فرمایا ہے:

”کتب خانہ استادی مرشدی حضرت بھائی صاحب قبلہ، حضرت سید

شاہ حمزہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سے تفسیر زاہدی، بحر مواج الخ“

حضرت سید حمزہ عینی قدس سرہ بھی اس دوہری نیاز مندی کے بہت قدر داں تھے۔ کاشف الاستار شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

”با ایں فقیر بسیار بہ نیاز مندانه پیش می آید و اجازت دعائے یمانی و

دیگر اور ادا از فقیر سند نموده است۔

”اس فقیر کے ساتھ (برادر عزیز شاہ حقانی) بہت نیاز مندانه پیش

آتے ہیں اور دعائے یمانی اور دیگر اوراد کی فقیر سے اجازت لے رکھی ہے“

## بیعت و خلافت:

حضرت شاہ حقانی کو بیعت و خلافت و اجازت جملہ اعمال و اشغال و اوراد اپنے والد ماجد شاہ آل محمد قدس سرہ سے تھی نیز برادرِ معظم اسد العارفین سید شاہ حمزہ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

## عائلی زندگی:

حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ سے آپ کی چچا زاد بہن منسوب تھیں لیکن عقد نہ ہوسکا اور آپ نے پوری زندگی تجردانہ گزاری۔

حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت (شاہ نجات اللہ) کا عقد سید لطف اللہ ابن سید کافی کی

تیسری لڑکی سے ہوا جس سے آپ کے دو صاحبزادے سید شاہ سید

امام عرف شاہ گدّا صاحب اور سید شاہ مقبول عالم عرف شاہ سوندھا

صاحب اور ایک صاحبزادی بو بوسا صاحبہ ہوئیں جو اپنے بڑے چچا کے

صاحبزادہ شاہ حقانی صاحب سے نامزد تھیں مگر عقد کی نوبت نہ آئی

اور سن رسیدہ ہو کر انتقال کیا۔

## مشاغل حیات:

حضرت حقانی قدس سرہ خانقاہی نظام سے وابستہ تھے اس لیے اوراد و وظائف کے پابند اور خانقاہی اصولوں کے پاسدار تھے۔ یاد الہی سے جو اوقات بچتے وہ خویش و اقارب کی خبر گیری، خاندانی معاملات کی نگہبانی، مطالعہ کتب اور افادہ عام کی نذر ہوتے۔ صائب الرائے تھے اس لیے معاشرتی سطح پر آپ مرجع انام تھے۔

خانقاہی امور جیسے اوقاف کی دیکھ بھال، آمد و خرچ کی نگہداشت، تعمیرات کی نگرانی آپ کے ذمے تھی..... ابتدائی دور میں تصنیف و تالیف سے شغف نہ تھا اخیر عمر میں دو قیمتی تصنیفی سرمائے چھوڑ گئے جو تفسیر اور حدیث سے متعلق ہیں۔ ذریعہ معاش کیا تھا؟ اس کا علم نہ ہو سکا۔

### اخلاق کریمہ:

آپ نے بزرگوں کے اخلاق پائے تھے۔ بذل و سخا، جود و کرم، کشادہ روی، خندہ پیشانی، حاجت روائی، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پہ شفقت، تواضع و انکساری، حلم و مروّت، غفور و درگزر، اخلاص نیت اور قول و عمل کی وحدت آپ کے کریمانہ اخلاق کے دلکش پہلو ہیں..... انہیں اخلاق فاضلہ کی برکت تھی کہ آپ ہر دل کا سرور تھے۔ آپ کے برادر گرامی سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ آپ کے اخلاق فاضلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”اس فقیر کا حقیقی بھائی شاہ حقانی ملقب بہ برکات ثانی سلمہ اللہ تعالیٰ، فقیر سے چودہ سال چھوٹا ہے۔ حضرت والد ماجد کے وصال کے وقت اس کی عمر بیس سال تھی۔ کریم الاخلاق ہے اور ہر شخص کی خدمت کا جذبہ رکھتا ہے۔ حضرت والد ماجد سے اسے جن اعمال و اشغال کی اجازت ہے ان پر پابندی سے عمل کرتا ہے اور مخلوق خدا کے ساتھ جود و سخا کا معاملہ کرتا رہتا ہے۔

اس فقیر سے بہت نیاز مندانہ پیش آتا ہے اور حرز یمانی اور دیگر اوراد کی اجازت فقیر سے لے رکھی ہے..... نواب احمد خان مرحوم اس سے بہت محبت کرتے تھے اور خود سے جدا کرنے کے روادار نہ ہوتے، یہاں تک کہ فرخ آباد سے سواری بھیج کر اسے طلب کرتے۔“

### اخلاص عمل:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاص کا پیکر بنایا تھا۔ آپ ان بندگان خدا میں تھے

جن کی ہر سانس رضائے الہی اور فکر آخرت کی طلب کے لیے وقف ہوتی ہے۔ ہم نے حضرت کی تفسیر اور ترجمہ حدیث دونوں تصنیفیں مطالعہ کیں، سطر سطر میں خلوص و رضا کی خوشبو رچی بسی ملی۔ خالق بے نیاز کے اس نیاز مند بندے نے دنیا کی رنگینیاں تاج کرحسن ازل کی رضا کو اپنا محور زندگی بنایا اور اسی کی تلاش میں ہر ہر لمحہ بے قرار رہا۔

صرف دو اقتباس پیش خدمت ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد آپ بھی ہمارے ہم خیال ہوں گے۔

حضرت حقانی اپنی تفسیر ”عنایت رسول کی“ کے مقدمہ کے اخیر میں لکھتے ہیں:

”اب درگاہ ارحم الراحمین کے سے یہ عاصی امیدوار ہے کہ فضل و کرم اپنے سے پڑھنے کی توفیق عالم کو بخشے اور سمجھنے کا نور دلوں پر روشن فرماوے کہ اس تفسیر کو پڑھیں سمجھیں اور لذت اس کی پا کر اور خوشی بشارت ایمان والوں کی، اور ڈر برائی کافروں کی دریافت کر کے اوپر کرنے نیک کاموں کے ساتھ ثابتوئی ایمان کی محکم اور مضبوط ہوویں اور حق میں اس عاصی فانی کے جناب و اہب العطیات کے سے دعا عاقبت بخیر کی چاہیں۔ البتہ جو اپنے دلوں کی رضامندی سے ساتھ عجز اور نیاز کے دعا خیر کرنے کے وہ بے نیاز مجیب الدعوات ہی قبولیت فرماوے گا بحق محمد وآلہ واصحابہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

اور یہ عاصی پروردگار کو کہ سمیع، بصیر، علیم، خبیر ہے، حاضر ناظر جان کر کہتا ہے کہ کہنا اس تفسیر کا واسطے فلاح نجات اپنی دونوں جہان کے ہے، نہ واسطے خوش نمائی مخلوق کے کہ یہ فانی بھی تفسیر کہنے والوں میں داخل ہووے یا خلقت اپنی زبان سے تعریف کرے کہ فلان نے کیا خوب تفسیر کہی ہے اور اس بات کی بڑائی دیویں..... مگر امیدوار زبان خلق کے سے سوائے اس کے کہ دعائے خیر سے یاد کریں اور کچھ منظور نہیں“

اپنی دوسری تصنیف ”نعت رسول کی“ کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں:

”احوال یہ ہے جو ایک بزرگ نے بڑی بڑی کتابوں حدیثوں کی سے، فرمائی ہوئی حدیثیں اس جناب کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرح کے حکم احکام میں منتخب کر کے چار سو حدیث، چالیس باب کر کے زبان عربی میں اس کی شرح کری تھی، ”لباب الاخبار“ اس کا نانور کھا تھا۔ دوسری مرتبہ اور ایک عالم فاضل نے زبان فارسی میں شرح کری..... اس عاصی گنہ گار، لاچار بے مقدار خوار فقیر فانی حقانی نے واسطے اپنی رفاہیت عاقبت کے زبان ہندی میں ان حدیثوں کے معنیوں کو موافق اپنی عقل، وقوف ناقص کے تجویز کر کے لکھا تو کہ پڑھنے والے سننے والے اس کے فائدہ اٹھادیں اور عبرت پا کر آئین دین میں درست ہوویں اور یہ وسیلہ اس عاجز کے انجام بخیر ہونے کا ہووے۔“

### شان تواضع:

حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ میں تواضع اور انکساری کے جذبات فراوانی کے ساتھ موجود تھے۔ خاندان کے اکابرین ہوں یا دوسرے، چھوٹا ہو یا بڑا، عامی ہو یا خاص، ادب اور تواضع کا معاملہ ہر ایک کے ساتھ رہتا۔ اسی لیے مولیٰ تعالیٰ نے اس کی برکت سے آپ کو رفعتیں بھی عطا کی تھیں جو تواضع کا انعام ہوتی ہیں۔ آپ کی زندگی کے تفصیلی حالات زمانے کی تہوں میں دبے ہوئے ہیں اس لیے کوئی تفصیلی تبصرہ تو نہیں کیا جاسکتا البتہ تصانیف کے حوالے سے چند زاویے ضرور پیش کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت حقانی اپنی تفسیر کے آغاز میں لکھتے ہیں:

”یہ عاصی گنہ گار، لاچار بے مقدار، بے مایہ و خوار، پڑھنے

والوں، سمجھنے والوں صاحبوں سے ہاتھ جوڑ کر منت عاجزی کر کر یہ عرض کرتا ہے کہ واسطے خداے تعالیٰ کے اور واسطے اس کے حبیب کے (صلُّوْا علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ) اس کے حق میں دعا خیر فرماویں کہ یہ دعا وسیلہ فلاح نجات عاقبت کا ہووے آمین آمین آمین! اور ایک سوال اس عاصی کا صاحب طبعوں سے یہ ہے، جو کسی حرف یا آیت کے معنیوں میں تفاوت نظر آوے یا کچھ کمی بیشی ہووے، بجلی نہ کریں، اس کو اصلاح فرماویں، درست کریں۔ کس واسطے؟ کہ معافی کلام شریف کا سمجھنا، پڑھنا فیض ہے دین دنیا کا۔ اور بر تقدیر جو اس میں کچھ تفاوت ہوا تو اس فیض میں کمی ہوئی۔ پھر جو صاحب طبع اس کو درست کرے گا ثواب پاوے گا اور احسان اس عاصی کے اوپر ہوگا اور جو کوئی بغیر خطا کی تفسیر دیکھے، برا کہے، نفریں کرے یا غلطی بتاؤنے میں چشم پوشی کرے، اس فانی کی طرف سے اس کے حق میں یہ دعا ہے کہ پروردگار اس کا دونوں جہان میں بھلا کرے اور کوئی طرح کا ایذا نہ پاوے“

تواضع کی یہ شان اور مدح و قدح سے یہ بے نیازی صرف خاص توفیق الہی ہے جو ہر کہ وہ عطا نہیں ہوتی۔

زُبد:

حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ نے اپنے جدا مجد حضور صاحب البرکات (متوفی ۱۱۴۲ھ) کا زمانہ نہ پایا۔ والد ماجد حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ (متوفی ۱۱۶۴ھ) کی حیات مبارکہ کے بھی تھوڑے ہی لمحات میسر آئے لیکن برادر گرامی اسد العارفین سیدنا شاہ محمد حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ (متوفی ۱۱۹۸ھ) کے ساتھ ان کی اخیر عمر تک رفاقت رہی، اس لیے فیض صحبت بھی انہیں کا پایا۔ حضرت عینی آپ



کے مرشد تربیت و اجازت بھی تھے، اس لیے عینی فیضان آپ پر ٹوٹ کے برسا، سلوک کے اعلیٰ مدارج بھی آپ نے بھائی صاحب کی رہنمائی میں طے کیے اور اعمال و اشغال اور خاندانی سلاسل کی اجازت بھی انہیں سے پائی۔

ایسے شیرانِ خدا کے پروردہ کے زہد و اتقا کا کیا پوچھنا؟ خدا ترسی، حقوق کی رعایت، دلوں کا احترام، غیبت سے احتراز، استہزا اور طنز سے مکمل گریز، فرائض و واجبات کے ساتھ سنن و مستحبات کا التزام، مصیبتوں پہ صبر اور نعمتوں پہ شکر، یاد خدا میں سرمستی، راضی برضائے الہی رہنے والا یہ مرد خدا، اور درویش بے گلیم زہد و ورع کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھا۔

صلہ کی طلب اور داد کی پرواہ سے بے نیاز ہو کر آپ نے یہ تصنیفی خدمات انجام دیں۔ عالمی دلچسپیوں اور خانگی الجھیروں سے کنارہ کش ہو کر پوری زندگی آپ نے یاد مولیٰ میں سرمستانہ گزار دی اور خانقاہ عالیہ اور اہل خاندان کی خدمت کو ہی سب کچھ سمجھا۔ یہ آپ کے زہدانہ سرمست جذبات کی دلیل ہی تو ہے۔

### احساس ذمہ داری:

خانقاہ عالیہ برکاتیہ کے جملہ انتظامی معاملات آپ کے سپرد رہتے، خصوصاً تعمیرات کا باب تو آپ ہی کے ساتھ خاص تھا۔ آپ ان امور کو نہایت ذمہ دارانہ دیانت سے نبھاتے۔ برادر گرامی حضرت سید شاہ محمد حمزہ برکاتی قدس سرہ کو حضرت حقانی کی ان ذمہ دارانہ خدمات کی وجہ سے بہت فراغ اور اطمینان تھا۔ آپ یک سو ہو کر مسٹر شہین کی تربیت اور سالکین کا تزکیہ فرماتے اور تصنیف و تالیف سے شغول رکھتے۔

معاملات کو فیصل کرنے، خاندانی قضیوں میں اعتدال کی راہ اپنانے، صلہ رحمی اور ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری میں آپ منفرد تھے اس لیے خویش و اقارب بھی آپ کی اس ذمہ دارانہ دیانت کی وجہ سے آپ پر مکمل اعتماد کرتے۔

### تعمیری شوق:

حضرت شاہ حقانی قدس سرہ کو بارگاہِ کریم سے ذوق و شوق کی اعلیٰ قدریں ارزاں ہوئی تھیں۔ جذبہ شوق تو محبوبِ لم یزل کے ساتھ خاص تھا لیکن آپ کے جمالِ باطنی ذوق کی نمود، فنِ تعمیر، چمنِ بندی اور شاعری میں ہو جاتی تھی۔ آپ نے فنونِ لطیفہ کی ان شاخوں میں بھرپور شائستگی اور ندرت کا مظاہرہ کیا۔ بقول شرفِ ملت:

”حضرت حقانی، خاندانِ برکات کے شاہجہاں تھے“

حضرت عینی اپنے برادر عزیز کے اس ذوق کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”با عمارت و آبادی باغ بسیار شائق است۔ باغ کلاں با احاطہ پختہ تیار ساختہ کہ از ہر جنس میوہ در آن وافر پیدا می شود۔ گنار پیوندی شیریں بوزن چہار فلوس یک عدد در آن جا رسیدہ و احاطہ سرانے ایں جا پختہ بنا نمودہ۔ اوسبحانہ دائم و قائم دارد“

”برادر عزیز شاہ حقانی کو عمارت بنانے اور باغ لگانے کا بے حد شوق ہے۔ باغ کلاں کو پختہ احاطہ کے ساتھ تعمیر کرایا جس میں ہر قسم کے میوے بہت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں پیوندی بیر نہایت میٹھی اور چار چار پیسے کے وزن کی پیدا ہوتی ہے۔ شاہ حقانی نے اس جگہ کی سرانے کا احاطہ بھی پختہ تعمیر کرایا۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے۔“

خانقاہ برکاتیہ کی اکثر قدیم عمارتیں حضرت ہی کے ذوقِ تعمیر کا منہ بولتا شاہ کار ہیں۔ حصار پختہ، دیوان خانہ، حویلی سجادگی، حصار باغ پختہ، حمام وغیرہ آپ نے ہی فطری ذوق و شوق سے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائے۔

حضرت تاج العلماء قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شاہ حقانی کو عمارت اور باغ کا بہت شوق تھا۔ حصار

پختہ، جو ہر چہار طرف بہتی پیر زادگان کے ہے، آپ ہی کا بنایا ہوا

ہے۔ ایک عالی شان دیوان خانہ خانقاہ سرکار کلاں میں بھی آپ کا تعمیر کیا ہوا تھا جس کو اب میرے جد امجد نے از سر نو تعمیر کرایا ہے جس میں اب میرے والد ماجد کا زنان خانہ ہے۔ حویلی سجادہ نشینی میرے والد ماجد اور سید مہدی صاحب کی جس کے درمیان میں اب ایک دیوار حد فاصل پختہ میرے والد ماجد نے بنائی ہے اور جس کا ہماری طرف والا حصہ بھی تقریباً کلیہً اب میرے جد امجد و والد ماجد کا تعمیر کرایا ہوا ہے، یہ بھی حضرت حقانی صاحب کی بنائی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ کئی مکان پختہ بنائے تھے اور حصار باغ پختہ بھی مع امکانہ و تمام وغیرہ بنایا ہوا شاہ حقانی صاحب کا ہے۔“

### علمی مدارج:

حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ علم وفن کے شناور تھے اور فضل و کمال کے امین۔ آپ نے پوری زندگی تبتلاناہ گزاری۔ دنیا سے بے نیازی اور آرائش دنیا سے زاہدی نے آپ کو تصنیفی شہرت اور علمی غلغلے کی طلب سے بھی ہمیشہ دور رکھا، اس لیے آپ کے تذکرے قرطاس و قلم کی زینت نہ بن سکے۔ آپ کے تفصیلی حالات تو کجا؟ اجمالی حالات زندگی بھی محفوظ نہ کیے جاسکے اور نہ ہی آپ کے علمی اور دینی کارناموں کی روداد مرتب ہو سکی، اس لیے آپ کی حیات گرامی کا یہ پہلو اور تشنہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے جو اپنی قلمی یادگاریں چھوڑی ہیں ان کے گہرے گہرے نقوش نے آپ کو بالکل پس پردہ بھی نہ جانے دیا۔

امام احمد رضا نے خوب فرمایا۔

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں

مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

آپ کی تفسیر ”عنایت رسول کی“ آپ کے فکر وفن، جودت طبع، ذہن درخشاں،

قلب روشن اور استحضار علم کی بہترین دستاویز ہے۔ ساٹھ سال کی عمر، صرف چار مہینے پانچ دن کی مدت، اور بارہ قلم سے نو سو صفحات پر نئے ماحول، نئی زبان اور نئے طرز میں مفاہیم قرآن کو سجادینا۔ کیا یہ کوئی معمولی کارنامہ ہے؟ نہیں! اسے خرق عادت کہیے اور مصنف کی علمی کرامت..... ایسے کارنامے وہی شخص انجام دے سکتا ہے جسے فکر وفن کی حریم تک رسائی ہو اور جو علم و ادب کا دانائے راز ہو۔ اسے علم وفن کی زندگی ہی تو کہیں گے کہ قصبہ کا ایک گوشہ نشین درویش، عمر کا انحطاط اور بدن کی نقاہت، ساٹھ سال کی پیرانہ سالی، ذہنی امنگیں بجھی بجھی سی، فکری جولانیاں جواب دیتی ہوئی لیکن وہ ایک گوشہ نشینی میں بیٹھ کے قرطاس و قلم سنبھالتا ہے اور علم وفن کو اپنے قلم کی روشنائی سے نئی درخشیاں دے جاتا ہے..... نہ اس کے پاس دانش کدوں کی محفلیں ہیں نہ محققین کا جھٹھا، نہ تلامذہ کی ٹیمیں ہیں نہ مستفیدین کی قطار، نہ مہمہ علم کی گرما گرمی ہے نہ حوصلوں اور جذبوں کی ترنگ جن سے اس کے جوش علم کو ابھار مل سکے۔ لیکن اسے سہارا دیتی ہے فکر آخرت، اسے تقویت بخشتا ہے جذبہ دین، اسے ابھارتا ہے قرآن حکیم سے شیفہ پن، اسے آمادہ عمل کرتا ہے ذوق جنوں اور پھر اس کی کانپتی انگلیوں میں ڈولتے قلم کی جنبشیں، اس کی بزم آخرت کو سجاتی چلی جاتی ہیں۔

حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ کا یہ تفسیری کارنامہ آپ کے اعلیٰ مراتب علم کی تعیین کے لیے کافی ہے کیوں کہ فن تفسیر ایک سمندر ہے جس کی شناوری کے لیے بہت گہری صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

مفسر قرآن امام جلیل علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ”الاتقان فی علوم القرآن“ میں تحریر فرمایا ہے کہ جماعت علما کے نزدیک قرآن حکیم کی تفسیر اسی عالم دین کے لیے جائز ہوگی جو ان پندرہ علوم وفنون کا جامع ہو۔

- ۱۔ علم لغت - ۲۔ علم نحو - ۳۔ علم صرف - ۴۔ علم اشتقاق - ۵۔ علم معانی -
- ۶۔ علم بیان - ۷۔ علم بدیع - ۸۔ علم قراءت - ۹۔ علم کلام - ۱۰۔ اصول فقہ -
- ۱۱۔ اسباب نزول و قصص - ۱۲۔ علم ناسخ و منسوخ - ۱۳۔ قرآن کے مجمل و مبہم کو بیان

کرنے والی احادیث ۱۴- علم فقہ ۱۵- ان علوم کے ساتھ خاص عطیہ ربانی بھی ہونا چاہیے جسے علم وہی کہتے ہیں..... کیونکہ اس کریم کی نوازش بے کراں کے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا پھر علم تفسیر تو علم تفسیر ہے۔

تفسیر حقانی کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہر ذی علم اس اعتراف پر مجبور ہوگا کہ حضرت حقانی ان تمام علوم سے بہرہ مند تھے..... ہم یہاں تفسیر حقانی کی علمی بحثوں اور امتیازی نشانات کو نہیں پیش کرنا چاہتے اس لیے کہ اس کی خاطر مکمل ایک باب مختص ہے۔ آپ ورق الٹیں، خود ہی مصنف کی علمی جودتیں آپ کی فکروں کا احاطہ کر لیں گی۔ ایک غیر مسلم فاضل رائے ہر پرشاد کے ایک قطعہ کو پیش کر کے یہ عنوان ختم کرتے ہیں جس میں حضرت حقانی کے علمی مدارج کا سچا اور بلیغ اعتراف موجود ہے۔

پرشاد کہتا ہے:

مہر سخنوری و مہ برج سروری  
شاہ شہنشاہان جہانگیر ہندوی

کہتے ہیں جس کو ہند میں حقانی زماں  
تفسیر کی ہے جس نے بہ تقریر ہندوی

تاریخ، تحفہ پائی ہے یہ اس کی شان میں

پرشاد نے ”قرآن کی تفسیر ہندوی“ (۱۲۰۶ھ)

## تصنیفی کارنامے:

حضرت حقانی کی تین قلمی یادگاریں محفوظ ہیں:

- ۱- تفسیر ”عنایت رسول کی“
  - ۲- ”نعت رسول کی“ احادیث کریمہ کے انتخاب کا ترجمہ
  - ۳- اور ذاتی بیاض جس میں امید ہے آپ کی شعری یادگاریں بھی ہوں گی۔
- لیکن باضابطہ تصنیف کا نام تو صرف ان دو ہی کو دیا جاسکتا ہے:

۱- ”عنایت رسول کی“

۲- اور ”نعت رسول کی“

تفسیر کے تعارف کے لیے تو اس کتاب کا مکمل ایک باب مختص ہے۔ اس لیے ہم یہاں صرف ”نعت رسول کی“ کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

ترغیب وترہیب کی احادیث کا ایک مشہور مختصر انتخاب ہے ”لباب الاخبار“ جسے حضرت نے مرتب فرمایا ہے۔ اس کتاب میں چالیس ابواب کے اندر چار سو احادیث جمع ہیں..... چونکہ یہ مختصر مجموعہ عوام کے لیے مفید نظر آیا اس لیے حضرت شاہ حقانی قدس سرہ نے چاہا کہ اسے ہندوستان کی عوامی زبان دے دی جائے تاکہ ہر خاص و عام اس سے یکساں طور پر مستفید ہو سکے۔

بڑے سائز کے پچاس صفحات پر پھیلی ہوئی اس تصنیف میں ان چالیس عنوانات پر حدیثیں موجود ہیں:

- ۱- فضیلت علما، ۲- کلمہ طیبہ کے فضائل، ۳- بسم اللہ شریف کے فضائل،
- ۴- فضائل درود شریف، ۵- ایمان کے فضائل، ۶- اذان کے فضائل، ۷- مسواک اور خلل کی فضیلت، ۸- وضو کی فضیلت، ۹- نماز باجماعت کی فضیلت، ۱۰- جمعہ کے فضائل، ۱۱- مسجد کے فضائل و آداب، ۱۲- عمامہ کی فضیلت، ۱۳- روزہ کی فضیلت، ۱۴- فرض نمازوں کی فضیلت، ۱۵- سنت نمازوں کی فضیلت، ۱۶- زکوٰۃ کی فضیلت، ۱۷- صدقہ کی فضیلت، ۱۸- سلام کی فضیلت، ۱۹- دعا کی فضیلت،
- ۲۰- استغفار کی فضیلت، ۲۱- ذکر خدا کی فضیلت، ۲۲- تسبیح کی فضیلت، ۲۳- توبہ کی فضیلت، ۲۴- فقر و درویشی کی فضیلت، ۲۵- نکاح کی فضیلت، ۲۶- زنا کا عذاب،
- ۲۷- اغلام کا عذاب، ۲۸- شراب نوشی کا عذاب، ۲۹- تیر اندازی کی فضیلت،
- ۳۰- ماں باپ کے حقوق، ۳۱- بچوں کے حقوق، ۳۲- تواضع کی فضیلت،
- ۳۳- خاموش رہنے کی فضیلت، ۳۴- زیادہ کھانے کی مذمت، ۳۵- زیادہ ہنسنے کی ممانعت، ۳۶- عیادت کی فضیلت، ۳۷- موت کو یاد کرنے کی فضیلت، ۳۸- قبر کو

یاد کرنے کی فضیلت، ۳۹- نوحہ اور ماتم کرنے کا عذاب، ۴۰- صبر کی فضیلت -  
اس مبارک رسالہ کی ابتدا ان کلمات سے ہوتی ہے:

”حمد اور ثناء پروردگار کی، ایسا پروردگار کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس سے زمین میں واسطے شفاعت کرنے اٹھارہ ہزار عالم کی بھیجا..... کیا مقدور ہے دونوں جہان کے رہنے والوں کو کہ کچھ اس کا حمد ثناء بیان کر سکیں یا ایک نکتہ کسی طرح سے لکھیں اور وہ حبیب اس کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جس کے آنے سے دنیا میں اور اس کے قدم کی برکت سے سارا جہان اور جہان کے رہنے والے نِسْتاری کیے اور طرح طرح کے عذاب کہ پہلی امتوں کے اوپر سبب کفر شرک کے ہوتے آئے تھے، ان سب بلاؤں سے بچے اور بے شک شبہ امیدوار ہیں کہ عاقبت کو جو گناہ کہ چھوٹے بڑے کرے ہیں، بخشے جاویں اور داخل بہشت کے ہوویں۔ نعت اس کی اور منقبت اس خاوند کے آل اور اصحاب کی، فرشتوں اور پیغمبروں سے نہیں ہو سکی۔ پھر اور آدمی کا کیا حوصلہ ہے، جو کچھ کہے یا لکھے بیان کرے۔

احوال یہ ہے۔ جو ایک بزرگ نے بڑی بڑی کتابوں حدیثوں کی سے فرمائی ہوئیں حدیثیں اس جناب کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرح کے حکم احکام میں منتخب کر کے چار سو حدیث، چالیس باب کر کے زبان عربی میں اس کی شرح کری تھی۔ ”لُبَابُ الْاَخْبَارِ“ اُس کا نانور کھا تھا۔ دوسری مرتبہ اور ایک عالم فاضل نے زبان فارسی میں شرح کری..... اس عاصی گنہ گار، لاچار، بے مقدار، خوار، فقیر فانی حقانی نے واسطے اپنی رفاہیت عاقبت کے زبان ہندی میں ان حدیثوں کے معنیوں کو موافق اپنی عقل، وقوف ناقص کے تجویز کر

کے لکھا تو کہ پڑھنے والے سننے والے اس کے فائدہ اٹھایں اور عبرت پا کر آئین دین میں درست ہوویں اور یہ وسیلہ اس عاجز کے انجام بخیر ہونے کا ہووے..... نا نواس کا ”نعت رسول کی“ مقرر کیا۔ وقت اس کے لکھنے کا مہینہ جمادی الاول کا، سن بارہ سے نو ہجری النبوی (۱۲۰۹ھ) کی ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ عاجز بے مایہ پڑھنے والوں کی خدمت میں یہ عرض رکھتا ہے جو کہ حرف کے معنیوں میں کچھ تفاوت نظر آوے یا کمی بیشی ہووے، نظر انصاف کے سے توجہ کر کے درست کریں، بناویں اور دعا خیر سے یاد فرماویں کہ یہ دعا سب بھلائی اس کے دین دنیا کا ہووے  
بحرمة النبى و اله و أصحابه و أزواجه و عترته الطاهرين صلوات الله عليهم أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين۔

چالیسویں باب کے اختتام کے بعد اخیر میں اخلاق نبوت کو بیان کرتی ہوئی اس ترغیبی حدیث کو پیش کر کے رسالہ مبارکہ مکمل فرمادیتے ہیں:  
”روایت کرتے ہیں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ:

عن اخلاق سيد البشر صلى الله عليه و اله وسلم فكان رسول الله صلى الله عليه و اله وسلم يعلف البعير، و يقمر البيت، و يخصف النعل، و يرفع الثوب، و يحلب الشاة و يخدم، و ياكل مع الخادم، و ينظر اذا أعياء، و كان لا يمنعه الحياء أن يحمل بضاعة من السوق إلى أهله و كان يصافح الغنى والفقير و يسلم مبتدئاً و لا يخفى من ادعى له و لو إلى حسف التمر، و كان خلاق الوجه، يشاء مامن غير منوس، متواضعاً من غير ذلة، جواداً من غير مسرف و كان رقيق القلب، رحيماً بكل مسلم، يحافظ من شبع و لم يمد يده من طمع.

(معنی) ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں خُلُقوں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سے کہ حضرت اونٹوں کو اپنے ہاتھ چارادیتے اور چراغ گھر میں روشن کرتے تھے اور جو جوتا غلام کا ٹوٹ جاتا بنا سی دیتے اور سیٹے پیوند کرتے کپڑے اپنے کو اور دودھ دوتے بکریوں اپنی کا اور ساتھ لونڈیوں کے خدمت گھر کی کرتے اور کھانا کھاتے ساتھ خادموں کے اور نظر میں رکھتے جس وقت کہ ماندہ دیکھتے لونڈی کو یعنی وقت پینے اناج کے مَدَث (مدد) کرتے اس کی، اور یہ کہ نہ منع کرتی ان کو شرم یہ کہ اٹھا کر لاوتے اسباب کو بازار سے طرف گھر کے لوگوں اپنے کے اور تھے کہ مصافحہ کرتے تھے دولت مند کو اور فقیر کو اور سلام کرتے آگو (پہلے) آنے والے کو اور نہ جی چھپاتے جو کہ مہمانی کو بلاتا ان کو اور اگر چہ کھانے کو نا کارہ سڑا ایک چھہارا کیوں نہ ہوتا اور تھے کشادہ پیشانی ہنستے ہوئے، چاہتے غیر الفت کرنے والوں کو، تواضع کرنے والے، نہ ذلیل خوار کرنے والے، بخشنے والے، غیر حرج کے اور تھے رقیق دل کے یعنی دل کی بات کو پہچاننے والے، رحم کرنے والے ہر ایک مسلمان کو، محافظت کرتے بہت پیٹ بھر کر کھانے سے اور نہ لمبا ہوتا ہاتھ ان کا طرف لالچ کے..... یعنی ان سب باتوں کے کرنے سے ایک آدمی شرم کرتا ہے، جی چھپاتا ہے، مزاج مبارک میں ہرگز ایسے کاموں کے کرنے سے سوچ اندیشہ دل میں نہ تھا اور مغروری اور تکبری نہ فرماتے تھے۔

صلوات اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و از واجہ و عترتہ الطاہرین و سلم کثیراً کثیراً بر حمتک یا ارحم الراحمین۔

اس کتاب کے دو قلمی نسخے پیش نظر ہیں۔ ایک تو خود حضرت مصنف کا

تحریر فرمودہ، جس کی صراحت خود اخیر میں ان لفظوں میں موجود ہے:

”از دست فقیر حقیر عاصی فانی حقانی با تمام رسید“

اور دوسرا نسخہ شیخ محمد مراد نے لکھا ہے جس کے اخیر میں خود لکھتے ہیں:

”یہ رسالہ کہ نام اس کا ”نعت رسول کی“ ہے۔ ہاتھ محمد نامور عرف شیخ محمد مراد روشن کے، دن پیر کے، تاریخ ستائیسویں جمادی الثانی کی بارہ سے نو ہجری میں لکھا گیا، تمام ہوا..... پہلی نقل اصل سے اس بندہ عاصی کے ہاتھ سے ہوئی ہے..... امید وار ہے پڑھنے والوں سے ”جو خطا لکھنے میں ہوئی ہو معاف کریں، اصلاح فرمادیں اور دعا خیر سے یاد کریں۔“

### شاعری:

حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ کو شاعری کا فطری ذوق قدرت کی جانب سے عطا ہوا تھا۔ میر کے ہم عصر تھے اس لیے لب و لہجہ اسی دور کی شاعری کا عکاس ہے۔ آپ کی ذاتی بیاض ہاتھ نہ آسکی ورنہ آپ کی شاعری پہ مفصل تبصرہ ہوتا۔ آپ کی تفسیر ”عنایت رسول کی“ میں چند اشعار ضمنی طور سے نظر آئے۔ انہیں کی پیش کش یہ اکتفا ہوتی ہے۔

حمد باری میں فرماتے ہیں:

کون کر سکتا ہے اس خَلّاقِ اکبر کی ثنا  
نار سا ہے شان میں جس کی پیہمیر کی ثنا

پھر حبیب اس کے کی طاقت نعت کی ہے کس تیں

نعت کی اللہ نے آپ ہی سرا سر جس کے تیں

پھر مناقب آل کے اصحاب و اہل بیت کے

کس زبان سے کوئی کرے انجیل یا توریت کے

تواضع اور مدح و قدح سے بے نیازی کے ترجمان یہ اشعار ہیں:  
 کہنے سے نیک و بد کے کسو کے نہ کام ہے  
 ایک حرف گر قبول ہو، مقصد تمام ہے  
 تحسین سے کسی کے مجھے نفع کچھ نہیں  
 نفرین کا ضرر نہ میرا ننگ و نام ہے  
 حقانی فانی کا ہے کو مضطر ہے اس قدر  
 آخر تو اہل بیت کا کم تر غلام ہے

وصال:

حضرت سید شاہ حقانی کا وصال ۱۷/ ذی الحجہ یوم جمعہ ۱۲۱۰ھ میں مارہرہ مطہرہ میں ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار دالان بالیں، درگاہ حضرت شاہ آل محمد میں ہے۔

## سراج السالکین حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں اور ان کے شہزادگان والا تبار

مولانا نفیس احمد مصباحی استاد الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور

سراج السالکین حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ، حضرت اسد العارفین سید شاہ حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ (متوفی: ۱۱۹۸ھ) کے منجھلے صاحب زادے ہیں، آپ کے دادا قدوة الواصلین سید شاہ آل محمد برکاتی مارہروی قدس سرہ (متوفی: ۱۱۶۳ھ) اور پردادا صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی (متوفی: ۱۱۴۲ھ) ہیں۔

ولادت:

حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ کی ولادت ۱۰/ رجب ۱۱۶۳ھ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔

مارہرہ شریف:

مارہرہ مطہرہ کی خاک، رہروان عشق کے لیے ہمیشہ پرکشش رہی۔ اس کا محل وقوع ہی ایسا ہے کہ دل کشی آپ ہی اس پر فدا ہوا چاہتی ہے۔ گنگا اور جمنا کے درمیان اس دو آبہ میں قدرت نے ایسی زرخیزی رکھی ہے کہ ہر سمت ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے۔ خوب صورت پھولوں کی کیاریاں، پھلوں سے لدے پھندے درختوں کی قطاریں، باغات کا ہجوم، ذرا سے فاصلے سے ندی اور نہر کے دو متوازی سلسلے بڑے

فرحت بخش اور سرور افزا ہیں۔ یہاں کے پھل خصوصاً آم اور پیر دور دور تک شہرت رکھتے ہیں۔ اترنجی کھیڑ جہاں سیدنا میر عبد الجلیل چشتی قدس سرہ کو ولایت مارہرہ کی بشارت ہوئی تھی، مارہرہ مطہرہ کے مضافات میں بڑا پرسکون علاقہ ہے اور یاد الہی کے واسطے بہت موزوں۔ وہاں کا قلعہ جسے شہاب الدین غوری نے بارودی سرنگ سے زیر کر ڈالا تھا اب بھی ویرانوں کی ساری دلچسپیاں رکھتا ہے۔

مارہرہ کی بستی سروپ گنج کی تشکیل نو ہے جو پہلے ذرا سے فاصلے پر آباد تھی۔ علاء الدین خلجی نے یہاں کے رہنوں کی شرارت سے غضب ناک ہو کر اسے بالکل تہس نہس کر ڈالا۔ اب اس خطہ کے دامن میں چند ویرانوں اور بنجر زمینوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ۶۹۹ھ میں خلجی کے ضلع دار راجہ منی رام نے سروپ گنج سے ذرا ہٹ کر ایک ویرانے میں نئی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ چونکہ اس سرزمین کو تباہی کے بعد نئی زندگی ملی تھی، اس لیے اسے مارہرہ کہنے لگے۔ جو بعد میں کثرت استعمال سے ”مارہرہ“ ہو گیا۔

اس سرزمین میں پہاڑوں کی عظمت، سبزہ زاروں کی دلکشی، ویرانوں کا سکون اور باغات کی دل آویزی تھی، اس لیے جہاں یہ ارباب دل کا مرکز توجہ رہی، وہیں اس کے منفی اثرات بھی نمایاں رہے۔ ویرانی اور سکون کا فائدہ اٹھا کر سروپ گنج کے تباہ حال باشی دوسروں پر دست اندازی کرنے لگے جو رفتہ رفتہ ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔ جب حضور صاحب البرکات رضی اللہ عنہ نے اس سرزمین کو اپنی برکتوں سے سرفراز فرمایا، اس وقت بھی یہ اثرات یہاں کے باشندوں میں نمایاں تھے۔

اس سرزمین پہ اسلام کی پہلی کرن کب پڑی؟ یہ ایک تحقیق طلب گوشہ ہے۔ البتہ علم کی حد تک تاریخ یہ بتاتی ہے کہ شہاب الدین غوری کے زمانے میں اسلامی فوج کے قدم یہاں تک پہنچے۔ جب راجہ بین کے پایہ تخت اترنجی کھیڑہ کے قلعہ پر غوری نے دھاوا بولا تھا۔ اس جنگ کی یادگار حضرت حسین شہید کا مزار مقدس ہے جہاں پہلے پہل سیدنا میر عبد الجلیل قدس سرہ مراقب ہوئے۔ حضور صاحب البرکات کے جد کریم حضرت میر عبد الواحد بلگرامی اپنے مخدوم مرشد حضرت شاہ صفی قدس دست اسرار ہم

(متوفی: ۳۳ھ) کی زیارت کے واسطے دسویں صدی کے اوائل میں جب مارہرہ سے گزرتے تھے تو آپ کا قیام سادات بخاری کے محلے میں ہوا کرتا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مارہرہ مطہرہ کی سرزمین اس وقت نہ صرف اسلام کی لازوال برکتوں سے سرفراز تھی بلکہ خاندان نبوت کا فیضان بھی بدرکامل کی مانند اس کے افق پہ درخشاں تھا۔ اس بستی میں کنبوہ اور گوندل قوم کا عروج رہا، گوندل تو بہت شریعہ پرست تھے لیکن کنبوہ شریف اور مؤدب قوم تھی۔ سیدنا شاہ حمزہ عینی قدس سرہ نے کاشف الاستار شریف میں اس قوم کی شرافت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ”بادب بالنصیب“ کا فیضان اس قوم پر ہمیشہ سایہ فگن رہا۔ اسی لیے ریاست، وزارت اور عدالت صدیوں سے اس میں چلی آتی ہے۔ اس قوم کا تعلق ملتان اور اس کے مضافات سے ہے، جہاں اب بھی ہندو کنبوہ ملتے ہیں۔ ان کے آباء و اجداد حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی اور آپ کے شاہزادے حضرت صدر الدین قدس سرہ کے دست کرم پر ایمان لائے اور ملک کے مختلف گوشوں میں مل گئے۔ مارہرہ مطہرہ اور اس کے مضافاتی علاقے میرٹھ، بریلی، سنبھل، علی گڑھ، دھول پور، گوالیار وغیرہ میں ان کی نسلیں پائی جاتی ہیں۔ ان کی سلیم الطبعی کے بارے میں حضرت عینی تحریر فرماتے ہیں:

”ان کے سارے طرز عمل پسندیدہ ہیں اور شرافت و دانائی

ان کے تلازمے، ان کی قرابت داریاں اور رشتے دوسری قوموں میں نہیں ہوتے۔ اس قوم میں عالی شان امراء گزرے ہیں جیسے نواب شہباز جہان اکبری، نواب ابو محمد خان، بہادر خان، نواب خیر اندیش خان عالم گیری وغیرہ۔ یہ سبھی بہت فیاض، حوصلہ مند اور ہمت و سخاوت کے پیکر تھے۔“

مارہرہ مطہرہ میں اس قوم کی باضابطہ بنیاد خواجہ محمد امین اور خواجہ محمد حسن کے ہاتھوں پڑی جو ۹۳۸ھ میں ملتان سے آکر اپنے ہم قوم خواجہ عماد الدین کے پاس ٹھہرے اور عارف باللہ مخدوم ظہیر الدین مارہروی قدس سرہ سے تحصیل علم کی۔ جب شیر شاہ سوری

تخت شاہی پر متمکن ہوئے تو انھوں نے مارہرہ کی قانون گوئی خواجہ حسن کے سپرد کی۔  
کاشف الاستار شریف میں ہے:

”جب شیر شاہ نے مارہرہ میں خواجہ محمد امین کے چھوٹے  
بھائی خواجہ حسن کنبوہ کو صاحب علم و فراست دیکھا تو ۹۴۹ھ میں انھیں  
مارہرہ کا قانون گو بنا دیا۔ اسی وقت سے اس خاندان میں شہر مارہرہ  
کی رئیس چلی آتی ہے۔“ (ایضاً)

مارہرہ میں شیوخ انصاری بھی معزز اور ممتاز تھے۔ قضا، افتا اور متولی گیری کے  
عہدے ہمیشہ ان سے وابستہ رہے۔

لیکن مارہرہ کی عام شہرت اور دینی و دنیوی عزت و عظمت کا سبب خانقاہ عالیہ  
برکات کا وجود ہے جس میں دلوں کو راست کرنے والے اقطاب زمانہ اور اولیائے  
امت پیدا ہوئے۔

مجدد برکاتیت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن وقار برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ  
اپنی ایک غزل میں فرماتے ہیں:

مثل مکہ شدہ مارہرہ مقام برکات  
شہرتے یافت چوں طیبہ ز قیام برکات

درگہش گشت مطاف عرفا و کملا

قدسیاں خم پے تعظیم و سلام برکات

مرقدش ہست تجلی گہ نور یزداں

ہم چو مہر است منور ہمہ بام برکات

## خاندانی حالات:

سادات مارہرہ مطہرہ کے آبا و اجداد امام زین الدین سیدنا علی بن حسین رضی  
اللہ تعالیٰ عنہما (متوفی ۱۲/ محرم، ۹۴۰ھ) کے فرزند گرامی حضرت سیدنا زید شہید رضی اللہ

عنہ کی اولاد اجماع سے ہیں، حضرت زید شہید کے شہزادے سید عیسیٰ موتم الاشبال حکومت  
وقت کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہنے کی غرض سے زیادہ تر واسطہ وغیرہ کے جنگلوں میں  
رہتے، خلیفہ منصور عباسی برابر آپ کو تلاش کراتا رہا، لیکن ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا،  
۱۶۶ھ میں کوفہ میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے اخلاف کرام حکومتوں کے ظلم و تعدی سے پریشان ہو کر اپنے عزیز آبائی  
وطن مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ حضرت موتم الاشبال کے پر پوتے  
حضرت علی عراقی رضی اللہ عنہ نے عراق کے شہر واسطہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

پھر ان کی ساتویں پشت میں سید ابوالفرح واسطی کو واسطہ کو بھی خیر آباد کہنا پڑا،  
وہ اپنے اہل خاندان اور چار صاحب زادوں سید ابوفراس (جسادات بلگرام) سید ابوالفضائل،  
سید داؤد اور سید معز الدین کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے عہد سلطنت میں غزنی  
پہنچے، پھر وہاں سے ہندوستان تشریف لائے۔ حاکم سرہند نے بہت اعزاز و اکرام کیا،  
اور کئی مواضعات بطور جاگیر دیے۔ وہ بعد میں حاکم واسطہ کے اپنے فعل پر پشیمان ہو کر  
معافی مانگنے اور دوبارہ واسطہ واپسی کی درخواست کرنے پر اپنے ایک صاحب زادے  
سید معز الدین کے ہمراہ آپ واسطہ تشریف لے گئے، اور وہیں رحلت فرمائی۔ لیکن سید  
معز الدین کے سوا باقی اہل خاندان ہندوستان ہی میں رہ گئے، جن کی اولادیں قنوج،  
سنڈیلہ، بلگرام، بارہا اور مارہرہ وغیرہ مقامات میں آج بھی موجود ہیں۔

سید ابوالفرح کے پر پوتے سید ابوالفرح ثانی کے فرزند سید حسین نے بلگرام کا  
قصد کیا، تسخیر بلگرام کے لیے کچھ معرکہ آرائی بھی ہوئی لیکن اس کام کی تکمیل آپ کے  
پوتے سید محمد صغریٰ بن سید علی کے ہاتھوں ہوئی۔ ان کا اصل نام سید محمد تھا، اور ”صاحب  
الدعوة الصغریٰ“ لقب تھا۔ کثرت استعمال سے پہلا جز حذف ہو کر صرف آخری جز  
”صغریٰ“ عوام کی زبان پر باقی رہ گیا، اور نام کے ساتھ بولا جانے لگا۔

سید محمد صغریٰ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ  
تھے، سلطان شمس الدین التمش کی رفاقت اور ملازمت کے پردے میں اپنے روحانی



اور باطنی کمالات نگاہ عوام سے پوشیدہ رکھتے۔ آپ نے ۶۱۴ھ میں بلگرام فتح کیا، ان سے لے کر حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ تک خاندانِ برکات کے اجدادِ کرام کی گیارہ پشتیں وہیں مقیم رہیں۔

### مارہرہ مطہرہ میں:

سب سے پہلے حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کے بڑے شہزادے سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہ ۱۰۱۷ھ میں عہد جہاں گیری میں مارہرہ تشریف لائے۔ اس وقت سے حضرت کی اولاد مارہرہ میں ہے۔

حضرت سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہ بتاریخ ۲۰/رجب ۹۷۲ھ بروز پنج شنبہ اول وقت ظہر بلگرام میں رونق افزائے فرش گیتی ہوئے اور بعد نماز فجر بروز دوشنبہ بتاریخ ۸/صفر المظفر ۱۰۵۷ھ مارہرہ شریف میں محبوب حقیقی سے جا ملے۔ وہیں اپنی خانقاہ کے صحن میں مدفون ہوئے۔

حضرت سید شاہ عبدالجلیل بلگرامی کے چار صاحب زادے سید ابوالفتح، سید شاہ اولیس، سید محمد، سید ابوالخیر اور دو صاحب زادیاں تولد ہوئیں۔ چھوٹے صاحب زادے حضرت سید محمد اولیس قدس سرہ کو اپنے والد ماجد سے بیعت و خلافت تھی اور آپ ہی وہ صاحب زادہ ہیں کہ جن کی اولاد مارہرہ شریف میں ہے۔ حضرت سید شاہ محمد اولیس کے تین صاحب زادے حضرت سلطان العاشقین سید شاہ برکت اللہ، حضرت سید شاہ عظمت اللہ، حضرت سید شاہ رحمت اللہ اور دو صاحب زادیاں تھیں۔

حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی و حبیبی رحمۃ اللہ علیہ ہی امام سلسلہ برکات تہ ہیں۔ حضرت صاحب البرکات قدس سرہ نے اپنے والد معظم اور دیگر بزرگانِ خاندان کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ والد ماجد قدس سرہ کے علاوہ دیگر بزرگوں سے اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ کے اوپر سرکارِ غوثیت مآب کے عشق کا غلبہ تھا۔ اور اسی کے زیر اثر حضور صاحب البرکات قدس سرہ، سرکارِ کالپی حضرت سید شاہ میر فضل

اللہ کا لپوی قدس سرہ العزیز کے پاس حاضر ہوئے۔

سرکارِ کالپی نے حضور صاحب البرکات کو گلے لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”دریا بہ دریا پیوست“ اور تمام سلاسلِ عالیہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا اور یہیں سے اس خانوادہ عالی شان میں سلسلہ قادریہ جدیدہ کا اجرا عمل میں آیا۔ حضور صاحب البرکات کے دو صاحب زادے ہوئے۔ سرکارِ کلاں حضرت سید شاہ آل محمد اور سرکارِ خور و حضرت سید شاہ نجات اللہ قدس سرہما۔ سرکارِ کلاں حضرت سید شاہ آل محمد ہی کی نسبت سے یہ خانقاہ شریف بڑی سرکار سے منسوب کی جاتی ہے۔ حضرت سید شاہ کے دو صاحب زادے اور ایک صاحب زادی ہوئیں۔ بڑے صاحب زادے اسد العارفین حضرت سید شاہ حمزہ اور چھوٹے صاحب زادے برکات ثانی سید شاہ محمد حقانی صاحب تصانیف کثیرہ قدس سرہما۔ حضرت سید شاہ حقانی کا عقد نہیں ہوا تھا۔ ان کا انتقال مارہرہ شریف میں ہوا۔ ابدی آرام گاہ درگاہ برکات تہ میں مزارِ اقدس سید شاہ آل محمد قدس سرہ کے سرہانے کے دالان میں ہے۔

حضرت سید شاہ حمزہ کے تین صاحب زادے ہوئے۔ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں، حضرت سید شاہ آل برکات سترے میاں، حضرت سید شاہ آل حسین سچے میاں۔ حضور آل محمد اچھے میاں کے ایک صاحب زادے ہوئے جو صغریٰ میں وصال فرما گئے۔ آپ نے اپنی حیات میں اپنے برادر اوسط حضرت آل برکات سترے میاں قدس سرہ کو اپنا سجادہ نشین تجویز فرمایا۔ اس طرح حضور اچھے میاں کے بعد آپ کے منجھلے بھائی حضرت سید آل برکات سترے میاں، صاحب سجادہ ہوئے۔ آپ کے عقد اول سے ایک صاحب زادے سید آل امام جما میاں ہوئے، اور عقد ثانی سے حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ، حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ، حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ ہوئے۔

والد ماجد قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ تینوں بھائی اپنے والد کے بدرجہ مساوی جانشین و سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کے دو

صاحب زادے حضرت سید شاہ ظہور حسن عرف بڑے میاں، حضرت سید شاہ ظہور حسین عرف چھٹو میاں ہوئے۔ حضرت سید ظہور حسن قدس سرہ کے بڑے صاحب زادے حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں قدس سرہ اور حضرت سید ظہور حسین کے صاحب زادے حضرت سید شاہ مہدی حسن ہوئے۔ حضرت سید شاہ مہدی حسن نے اپنا جانشین سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں کو مقرر فرمایا۔

حضرت سید شاہ اولاد رسول کے چار صاحب زادے ہوئے۔ حضرت سید شاہ محمد صادق، حضرت سید شاہ محمد باقر، حضرت سید شاہ محمد جعفر، حضرت سید شاہ محمد عسکری۔ حضرت سید شاہ محمد صادق کے بڑے صاحب زادے مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ اسماعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے وصال کے بعد تاج دار مسند غوثیہ برکاتیہ ہوئے۔ حضرت سید اسماعیل حسن قدس سرہ کے دو صاحب زادے حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم اور تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہما ہوئے۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن نے اپنی حیات ظاہری میں اپنے حقیقی نواسے احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ کو اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ حضرت شاہ جی میاں کے وصال کے بعد ان کے صاحب زادے حضرت تاج العلماء قدس سرہ گدی نشین ہوئے اور انھوں نے بھی اپنی حیات ظاہری میں حضرت احسن العلماء کو اپنا اور اپنے والد ماجد کا جانشین مقرر کرتے ہوئے مسند سجادگی پر بٹھایا۔ حضرت تاج العلماء کے بعد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ صاحب سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ ہوئے۔ اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ امین میاں صاحب سجادہ آستانہ برکاتیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے میں ان کا سایہ ہم سب پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

### نسب نامہ (پدری):

سید شاہ آل برکات سقہرے میاں ابن ۱- سید شاہ حمزہ ابن ۲- سید شاہ آل محمد ابن ۳- سید شاہ برکت اللہ عشقی صاحب سلسلہ برکاتیہ ابن ۴- سید شاہ اولیس ابن ۵- سید شاہ عبد الجلیل ابن ۶- سید میر عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل ابن ۷- سید شاہ ابراہیم ابن ۸- سید شاہ محمد قطب الدین ابن ۹- سید شاہ محمد ماہ رؤا ابن ۱۰- سید شاہ بڈھا ابن ۱۱- سید شاہ کمال الدین ابن ۱۲- سید شاہ قاسم ابن ۱۳- سید شاہ حسن ابن ۱۴- سید شاہ نصیر ابن ۱۵- سید شاہ حسین ابن ۱۶- سید شاہ عمر ابن ۱۷- سید شاہ محمد صاحب الدعوة الصغریٰ، جد اعلیٰ قبائل سادات بلگرام ابن ۱۸- سید شاہ علی ابن ۱۹- سید شاہ حسین ابن ۲۰- سید شاہ ابو الفرح ثانی ابن ۲۱- سید شاہ ابو فراس ابن ۲۲- سید شاہ ابو الفرح واسطی، جد اعلیٰ قبائل سادات زیدیہ بلگرام و بارہا وغیرہ ابن ۲۳- سید داؤد ابن ۲۴- سید حسین ابن ۲۵- سید یحییٰ ابن ۲۶- سید زید سوم ابن ۲۷- سید عمر ابن ۲۸- سید زید دوم ابن ۲۹- سید علی عراقی ابن ۳۰- حضرت سید حسین ابن ۳۱- حضرت سید علی ابن ۳۲- حضرت سید محمد ابن ۳۳- حضرت سید عیسیٰ ملقب بہ موم الاشبال ابن ۳۴- حضرت سید زید شہید ابن ۳۵- امام ہمام، سید السادات زین العابدین علی ملقب بہ سجاد ابن ۳۶- سید الشہداء امام حسین شہید کربلا ابن ۳۷- حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ زوج سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ بنت ۳۸- حضرت سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔

اس طرح آپ کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے حضرت میر عبد الواحد بلگرامی صاحب سبع سنابل تک، سولہ واسطوں سے حضرت سید محمد صاحب الدعوة الصغریٰ فاتح بلگرام تک، تینتیس واسطوں سے حضرت سید زید شہید، پینتیس واسطوں سے سیدنا امام حسین شہید کربلا، اور اڑتیس واسطوں سے سید المرسلین، خاتم النبیین حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

## والد ماجد:

آپ کے والد ماجد اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ ہیں، ان کی ولادت ۱۲/ربیع الآخر ۱۱۳۱ھ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ آپ نے علوم ظاہری اپنے والد ماجد قدوة الواصلین حضرت سید شاہ آل محمد مارہروی قدس سرہ (متوفی ۱۶/رمضان، ۱۱۶۴ھ) اور شمس العلماء مولانا سید محمد باقر اور شیخ ڈھڈھا لاہوری سے پڑھے۔ علم طب حکیم عطاء اللہ (متوفی: ۱۱۵۹ھ) سے حاصل کیا۔

حضرت عینی نے شجاعت و استقامت کا خاص حصہ پایا تھا، حضرت علی شیر خدا کی یہ وراثت آبائی آپ کی فطرت تھی، بڑے سے بڑا طوفان آپ کے پائے ثبات میں لرزش پیدا نہ کر سکا۔

آپ شریعت کے پاس دار، اور احکام شریعت کے حد درجہ پابند تھے، فرائض و واجبات تو فرائض و واجبات ہیں، آپ سنن و مستحبات کی بھی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ آپ اخلاق نبوی کے عکس جمیل تھے، سرِ اُپا احترام و ادب متبسم و مسرور، متواضع و خلیق، خلق خدا کے ہم درد و غم گسار، دنیا کے جھیلوں سے دور، عرفان حق کی منزلوں سے قریب، طریقت کے راز دار، وفا کے خوگر، خلق کے حاجت روا، سخاوت و فیاضی میں بے نظیر، اسلامی قدروں کے پاسبان، اللہ کے محبوب اور اطاعت شعار بندے تھے۔

حضرت موصوف نے ۱۲/محرم ۱۱۹۸ھ کو بدھ کی رات بعد نماز مغرب مارہرہ شریف میں رحلت فرمائی، دالان شرقی گنبد درگاہ حضرت شاہ برکت اللہ میں دفن ہوئے۔ آپ نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں:

- (۱) کاشف الاستار (۲) فص الکلمات (دو جلدیں) (۳) مثنوی اتفاقیہ (یہ مثنوی فنا فی الشیخ، عشق حقیقی اور عظمت مصطفوی جیسے مضامین پر مشتمل ہے، فارسی زبان میں ۲۰۱/ اشعار کو حاوی ہے۔) (۴) قصیدہ گوہر بار (بزبان اردو) (۵) چند بیاضیں، اعمال و اشغال و اورداد و اذکار۔ (۶) ایک مختصر رسالہ عقائد میں۔ (۷) بعض مختصر رسائل اعمال اشغال میں۔

## والدہ ماجدہ:

حضرت ستھرے میاں قدس سرہ کی والدہ ماجدہ کا نام دیانت فاطمہ تھا، جو سید محمد محسن بلگرامی عرف سید محمد روشن ابن سید محمد سعید ابن سید خیر اللہ کی صاحب زادی تھیں۔

## بھائی اور بہن:

آپ کے دو بھائی تھے اور ایک بہن، بہن کا نام وافیہ بیگم تھا، مولانا ارشاد احمد ساحل شہسرامی مصباحی صاحب نے اپنے تحقیقی مقالہ بہ عنوان ”اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ“ میں یہی نام تحریر فرمایا ہے۔ جب کہ حضرت تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں قادری مارہروی نے ”تاریخ خاندان برکات“ میں ان کا نام وافی بی بی عرف بو بول صاحبہ، تحریر فرمایا ہے۔ ان کا نکاح پھوپھی زاد بھائی حضرت سید امیر علی ابن سید محمد احسن ابن سید محمد رضا سے ہوا، ان کی اولاد آ رہ اور کوات وغیرہ میں ہے۔

آپ کے برادران گرامی کے نام یہ ہیں:

(۱) ابو الفضل شمس الدین سید آل احمد اچھے میاں۔ (۲) سید شاہ آل حسین

سچے میاں۔

## تعلیم و تربیت:

حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ نے اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ حمزہ عینی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔

## خلافت و اجازت

آپ نے اپنے والد گرامی ہی کے دست حق پرست پر بیعت کی، اور سلوک کی منزلیں بھی انھیں کی خدمت میں طے کیں، اور خلافت و اجازت کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنے برادر اکبر شمس العارفین ابو الفضل سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی، لیکن آپ اپنے والد ماجد ہی کے

سلسلے میں بیعت کرتے تھے۔ اور اسی کے مطابق اپنے مریدین و مسترشدین کو شجرہ طریقت جاری فرماتے تھے۔

### ازواج و اولادِ کرام:

آپ نے یکے بعد دیگرے دو نکاح کیے، پہلا نکاح سید محمد احسن ابن سید محمد رضا ابن سید امان اللہ بلگرامی کی صاحبزادی سے ہوا۔ ان سے سید آل امام بیٹا میاں ہوئے۔ اور دوسرا نکاح قاضی سید غلام شاہ حسین ابن قاضی غلام اولیا ابن سید حسن ابن سید عنایت اللہ کی صاحبزادی فضل فاطمہ سے ہوا۔ ان سے تین صاحبزادے سید شاہ آل رسول احمدی، سید شاہ اولاد رسول، سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم اور پانچ صاحبزادیاں عترت فاطمہ، بتول فاطمہ، آل فاطمہ، جمال فاطمہ اور خیریت فاطمہ پیدا ہوئیں۔

### عبادت و ریاضت:

آپ ظاہری اور باطنی فضل و کمال میں اپنے آباے کرام کے وارث اور جانشین تھے، بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کے شوقین تھے، مسجد میں جا کر تمام نمازیں باجماعت ادا فرماتے، کبھی بھی مسجد کی حاضری کا ناغہ نہیں، پوری عمر میں صرف تین دن سخت علالت کے باعث مسجد نہ جاسکے، جس کا تاحیات قلق رہا۔ اس وقت کی بے چینی کا ذکر فرمایا کرتے تھے، مسجد کی حاضری سے والہانہ تعلق ہی کی وجہ سے آپ نے درگاہ شریف میں جامع مسجد تعمیر کرائی، اور قدیم مسجد کو صحن میں شامل کر لیا، اس کا سن تاسیس ۱۲۱۷ھ ہے۔ یہ مسجد اب بھی خانقاہ برکاتیہ میں موجود ہے۔

ہر سال چھ مہینے ترک جلالی و جمالی فرماتے تھے، تمام عمر خاندانی اور ادواشغال اور اعمال و اذکار میں مصروف رہے۔

آپ اس اخلاص کے ساتھ عبادت و ریاضت فرماتے تھے کہ اس کا اثر آپ کی انگشت شہادت پر اسم جلالیت کی صورت میں عیاں ہو گیا تھا۔

مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں (متوفی ۱۳۴۷ھ) اپنی کتاب ”کرامات سحرے میاں“ میں لکھتے ہیں:

”حضرت ہر وقت اپنی انگشت شہادت پر کپڑا لپیٹے رہتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ غلام محی الدین فرماتے تھے کہ جب ایک عرصہ تک کپڑا بندھا دیکھا تو میں نے عرض کیا کہ حضور کی انگلی میں کیا ہوا ہے؟ جو کپڑا بندھا رہتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کچھ بھی نہیں، میں چوں کہ چھوٹا اور حضرت کا محبوب تھا۔ اس لیے خدمت والا میں کسی قدر گستاخ و شوخ بھی تھا۔ ایک دن میں نے بے تکلف کپڑا کھینچ لیا، تو معلوم ہوا کہ ناخن پر خون سے لفظ ”اللہ“ لکھا تھا۔ میں نے دریافت کیا، یہ کیسے ہو گیا؟ ارشاد فرمایا کہ جب ہر نماز میں یہ انگلی اللہ تعالیٰ کی شہادت کا اشارہ کرتی ہے تو اس پر اس قدر بھی اثر نہ آئے تو قلب پر اس کا اثر کیسے ہوگا؟“

اللہ اللہ! ان خاصانِ خدا کی عبادت و ریاضت کی مثالیں اس ماڈی دور میں دور دور تک نظر نہیں آتیں۔

### تلاوتِ قرآن سے شغف:

آپ کو قرآن کریم سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، تلاوت کے حد درجہ شوقین تھے، روزانہ کم سے کم دس پارے تلاوت کرنے کا معمول تھا، آپ نے اپنی زندگی میں ہزاروں قرآن مجید ختم فرمائے۔

### اوقات کی پابندی:

آپ کے اوقات منضبط تھے، مختلف معمولات کے لیے آپ نے اوقات مقرر کر رکھے تھے، جس کام کے لیے جو وقت خاص کیا تھا اس میں وہی کام کرتے تھے۔ آپ کے شب و روز کے اوقات اسلاف کرام کے معمولات، طاعت و عبادت، خلق

خدا کی فیض رسانی اور طالین و مسترشدین کے تدریس اور ارشاد سے معمور تھے۔

## فن تکسیر و طب میں کمال:

آپ نے فن تکسیر اور طب کے ساتھ دیگر علوم و فنون کی بھی تعلیم حاصل کی تھی، لیکن فن تکسیر اور طب میں آپ کو خاص کمال حاصل تھا۔

## تعمیری ذوق:

اللہ عز و جل نے آپ کو خاص تعمیری ذوق عطا فرمایا تھا، خانقاہ برکاتیہ سرکار کلاں کی مسجد کی تعمیر و توسیع کے ساتھ، خانقاہ میں بہت سے مکانات تعمیر کرائے، حویلی محل سرائے زنانہ از سر نو تعمیر کرائی۔

## خانقاہ کا انتظام و انصرام:

والد ماجد کی وفات کے بعد جب آپ کے برادر اکبر اور شیخ اجازت شمس العارفین ابو الفضل آل احمد اچھے میاں سجادہ نشین ہوئے تو جاگیروں اور خانقاہ میں آنے والے مہمانوں کی خاطر تواضع کا انتظام و انصرام آپ ہی کے ذمہ تھا۔

## بڑے بھائی کا ادب و احترام:

بڑوں کا ادب و احترام اور ان کے مرتبہ کا ممکنہ حد تک پاس و لحاظ اسلامی اخلاق و آداب کا ایک درخشاں باب ہے، حضرت سراج السالکین سترے میاں صاحب اپنے بڑے بھائی حضرت شمس العارفین اچھے میاں قدس سرہ کا ادب اپنے والد گرامی کی طرح کیا کرتے تھے، خلوت کے مخصوص اوقات کے علاوہ دربار عام میں کبھی بھی شریک نہ ہوتے تھے۔

## شعر و شاعری:

حضرت سترے میاں صاحب شعر و شاعری کا ذوق بھی رکھتے، آشفتمے تخلص تھا۔

## سجادہ نشینی:

آپ اپنے برادر اکبر حضرت اچھے میاں قدس سرہ کی وفات کے بعد ان کی وصیت اور خاندانی دستور کے مطابق چہلم کے دن سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ پر متمکن ہوئے، اور خانقاہ برکاتیہ سے متعلق تبرکات، آثار شریفہ، کتب خانہ اور املاک، دیہات اور باغات وغیرہ ظاہری سامان معاش کے متولی اور نگران ہوئے، یہ ساری چیزیں حفاظت کے ساتھ آپ کے پاس محفوظ رہیں۔

## وفات:

حضرت سترے میاں قدس سرہ نے نوے سال کی لمبی عمر پائی۔ ۲۶ رمضان المبارک، ۱۲۵۱ھ سنچر کے دن، ظہر کے وقت مارہرہ مطہرہ میں آپ نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی، اور درگاہ برکاتیہ میں والد ماجد اور جد امجد حضور سید آل محمد برکاتی کے مزارات کے درمیان آسودہ خاک ہوئے۔

وصال سے کچھ پہلے حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے والد ماجد حضرت سیدنا شاہ حمزہ مارہروی اور جد کریم سیدنا شاہ آل محمد برکاتی مارہروی علیہما الرحمۃ والرضوان کے درمیان دفن کرنا۔ بعد وصال جب قبر کھودنے کی تیاری ہوئی تو اس مقام پر دونوں مزارات کے درمیان اتنی جگہ نہ تھی جہاں ایک اور قبر تیار ہو سکے۔ اس لیے مجبوراً دوسری جگہ قبر کے لیے تجویز ہوئی، اور وہاں قبر کی کھدائی شروع ہو گئی، جنازہ بھی درگاہ شریف آگیا۔ قریب تھا کہ قبر کی کھدائی کے بعد حضرت کو وہیں دفن کر دیا جاتا کہ اتفاقاً حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی وصیت والی جگہ پر تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ دونوں مزاروں کے درمیان کشادہ جگہ موجود ہے۔ آپ نے حاضرین کو بلا کر اس جگہ کا مشاہدہ کرایا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے جد کریم قدوة الواصلین سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ کا مزار مقدس اپنی جانب سے پورب کی طرف کھسک گیا ہے، اور اپنے لخت جگر کے لیے اپنے اور اپنے فرزند سیدنا شاہ حمزہ مارہروی علیہ الرحمہ کے مزارات کے درمیان خاصی کشادہ جگہ چھوڑ دی ہے، لوگ اس روحانی

تصرف کو دیکھ کر محو حیرت ہو گئے، پھر حضرت ستھرے میاں صاحب درگاہ برکاتیہ کے حجرہ شرقی میں اپنے والد ماجد اور جد کریم کے درمیان محو استراحت ہوئے۔

### وصیت برائے سجادہ نشینی:

آپ نے اپنی زندگی میں ایک وصیت نامہ تحریر فرمادیا تھا، جس میں اپنے بعد اپنے چھوٹے شہزادے حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ کے لیے سجادہ نشینی کی صراحت فرمادی تھی، پھر اس وصیت نامہ میں کچھ ترمیم کر کے دوسرا وصیت نامہ تحریر فرمایا، مگر اس میں بھی اور صاحب زادوں کی رضا مندی سے چھوٹے صاحب زادے ہی کے لیے سجادہ نشینی تجویز فرمائی۔

مگر جب سید آل امام جمامیاں کا انتقال ہو گیا تو حضرت نے تیسرا اور آخری وصیت نامہ تحریر فرمایا، جس میں تینوں صاحب زادوں سید آل رسول، سید اولاد رسول اور سید غلام محی الدین قدس سرہ کو بدرجہ مساوی سجادہ نشین بنایا اور اپنے ترکہ کے ساتھ تمام جائیدادِ خانقاہی و درگاہی و زمین داری و اموال منقولہ و روزینہاے نقدی و تبرکات شریفہ کا مالک اور متولی بنایا۔

لہذا آخری وصیت کے مطابق تینوں بھائی اپنے والد گرامی حضرت ستھرے میاں قدس سرہ کے بدرجہ مساوی سجادہ نشین و جانشین ہوئے۔

### خلفائے عظام:

آپ کے تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ آپ بہت کم مرید فرماتے تھے، آپ کے خلفا بھی بہت کم ہوئے، تین صاحب زادوں کے علاوہ صرف ایک خادم خاص قطب گوالیار حضرت حافظ نصیر الدین علیہ الرحمہ کو خلافت عطا ہوئی، آپ کے مشہور خلیفہ وہی ہیں۔

لیکن مورخ خاندان برکات حضرت تاج العلماء سید اولاد رسول محمد مارہروی ”تاریخ خاندان برکات“ میں فرماتے ہیں:

”آپ کے خلفا بھی بڑے بڑے نامی جاہ جات تھے۔“

### صاحب زادگان:

آپ کی زوجہ اول سے ایک صاحب زادہ سید آل امام جمامیاں پیدا ہوئے۔ آپ سراج السالکین سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ کے بڑے صاحب زادے تھے اور دوسری زوجہ کریمہ سیدہ فضل فاطمہ سے تین صاحب زادے ہوئے۔ حضرت سید شاہ آل رسول، حضرت سید شاہ اولاد رسول، حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہم۔ آپ کی ولادت ۱۱۹۴ھ اور وفات ۸/ رمضان ۱۲۴۸ھ کو ہوئی۔ آپ اپنے عم مکرم حضور شمس مارہرہ سے بیعت تھے اور خلافت حضرت تاج الفحول محبت رسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی سے تھی۔

### خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ

آپ سراج السالکین حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ کے بڑے جلیل القدر صاحب زادے ہیں۔

### ولادت:

آپ کی ولادت ماہ رجب ۱۲۰۹ھ میں مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ جب آپ کی ولادت کی خوش خبری آپ کے بڑے عم مکرم شمس العارفین حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کو دی گئی تو فرط مسرت سے مسکرائے اور فرمایا کہ میں اس نومولود کا نام ”آل رسول“ تجویز کرتا ہوں، حضرت شمس العارفین آپ سے بہت محبت کرتے تھے، اور آپ کے ساتھ خصوصی شفقت و کرم کا معاملہ فرماتے تھے، ہر وقت پیش نظر رکھتے، آپ پر اس بے کراں لطف و عنایت کو دیکھ کر ناواقف لوگ یہ سمجھتے کہ حضرت کے فرزند والا تبار اور جگر گوشہ آپ ہی ہیں۔

### والدہ ماجدہ:

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ فضل فاطمہ تھا، جو قاضی سید غلام شاہ حسین

ساکن قصبہ باڑی، ضلع سیتاپور (یو. پی.) کی صاحبزادی تھیں، حضرت کا شجرہ نسب پدری آپ کے والد گرامی کے شجرہ نسب سے ظاہر ہے جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے، اور شجرہ نسب مادری یہ ہے:

سید فضل فاطمہ بنت (۱) قاضی سید غلام شاہ حسین ابن (۲) قاضی سید غلام اولیا ابن (۳) قاضی سید حسن ابن (۴) قاضی سید عنایت اللہ ابن (۵) قاضی سید سکندر ابن (۶) قاضی سید دلارے ابن (۷) قاضی سید حبیب ابن (۸) قاضی سید جمال الدین ابن (۹) قاضی سید عالم ابن (۱۰) قاضی سید علاء الدین ابن (۱۱) سید کمال الدین ابن (۱۲) سید جمال الدین ابن (۱۳) سید حامد ابن (۱۴) سید ماہ رو شہید ابن (۱۵) سید شاہ بڈھ ابن (۱۶) سید کمال الدین ابن (۱۷) سید قاسم ابن (۱۸) سید حسین ابن (۱۹) سید نصیر ابن (۲۰) سید حسین ابن (۲۱) سید عمر ابن (۲۲) سید محمد صغریٰ جد اعلیٰ سادات بلگرام ابن (۲۳) سید علی ابن (۲۴) سید حسین ابن (۲۵) سید ابو الفرح ثانی ابن (۲۶) سید ابو فراس ابن (۲۷) سید ابو الفرح واسطی، جد اعلیٰ قبائل سادات زید یہ بلگرام و بارہا وغیرہ، ابن (۲۸) سید داؤد ابن (۲۹) سید حسین ابن (۳۰) سید یحییٰ ابن (۳۱) سید زید سوم ابن (۳۲) سید عمر ابن (۳۳) سید زید دوم ابن (۳۴) سید علی عراقی ابن (۳۵) سید حسین ابن (۳۶) سید علی ابن (۳۷) سید محمد ابن (۳۸) سید عیسیٰ ملقب بہ موم الاشبالی ابن (۳۹) حضرت سید زید شہید ابن (۴۰) حضرت امام زین العابدین علی ملقب بہ سجاد ابن (۴۱) حضرت سلطان الشہدا امام حسین شہید کربلا ابن (۴۲) حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہم زوج سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء، بنت (۴۳) حضور سید الانبیاء خاتم المرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

**تعلیم:**

جب حضرت خاتم الاکابر کی عمر چار سال، چار مہینے کی ہوئی تو خاندان برکاتیہ کے معمول کے مطابق آپ کی تعلیم کے آغاز کے لیے محفل رسم بسم اللہ خوانی کا

اہتمام ہوا، خاندان کے بزرگ حضرات اور خلفا و مریدین کی موجودگی میں حضرت شمس العارفین آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کرائی، اور ”رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ“ کہلانے کے بعد آپ کو سینے سے چمٹا لیا۔ کچھ ابتدائی تعلیم کے بعد حضرت شمس العارفین نے آپ کی تعلیم و تربیت اپنے خاص خلفائے کرام حضرت مولانا شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی، اور حضرت مولانا شاہ سلامت کشفی بدایونی کے سپرد فرمائی، فقہ حنفی کی مشہور کتاب مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا مفتی محمد عوض بدایونی سے پڑھی۔

خاندانی ماحول اور بڑے عم کرم حضرت شمس العارفین اور والد گرامی حضرت سترے میاں کی شفقت و عنایت اور باکمال و باعمل اساتذہ کرام کی تعلیم و تربیت نے تھوڑی سی مدت میں آپ کے اندر علمی لیاقت اور فنی رسوخ پیدا کر دیا۔ مروجہ درسیات کا اکثر حصہ پڑھانے کے بعد اساتذہ کرام کی رائے یہ ہوئی کہ انھیں درسیات کی تکمیل اور مزید علمی کمال حاصل کرنے کے لیے فرنگی محل لکھنؤ کے اکابر علما اور اساتذہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے، آپ کے بدایونی اساتذہ کرام پوری تحقیق کے ساتھ درسی کتابوں کی تعلیم کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے، مگر اس مشورہ کا مقصد یہ تھا کہ شہزادہ گرامی دوسرے علمی مرکز کے شخصیت ساز ماحول اور رنگ و آہنگ سے واقفیت کے ساتھ وہاں کے رجال علم و عرفان کی فیض رسانیوں کو دیکھ کر اپنے اندر نیا دلولہ اور نیا جوش پیدا کریں۔

**فرنگی محل میں درسیات کی تکمیل:**

اساتذہ کرام کے مشورہ اور اکابر خاندان کی تصدیق و تائید کے بعد آپ کو فرنگی محل لکھنؤ کے دارالعلوم بھیج دیا گیا، فرنگی محل کا پورا خاندان بلگرام شریف اور اس کی شاخ طوبی خاندان برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے علمی و روحانی تقدس اور فضل و کمال سے اچھی طرح واقف تھا، اور وہاں کے مشائخ کرام کا عقیدت مند اور مداح بھی تھا، اس کی

وجہ یہ تھی کہ حضرت میر سید اسماعیل بلگرامی، جد کریم سادات مسولی (بارہ بنکی) سے جد اعلیٰ علمائے فرنگی محل استاذ الہند ملا نظام الدین سہالوی نے باطنی علوم کی تکمیل کی تھی۔ جس وقت حضرت خاتم الاکابر، فرنگی محل لکھنؤ تشریف لے گئے اس وقت حضرت استاذ الہند ملا نظام الدین (متوفی: ۱۱۶۱ھ) کے نامور فرزند اور علمی جانشین بحر العلوم علامہ عبدالعلی فرنگی محلی (متوفی: ۱۲۳۵ھ) اپنے وطن فرنگی محل لکھنؤ سے بہت دور ارکٹ، مدارس میں جلوہ افروز تھے اور علوم و فنون کے دریا بہا رہے تھے، اور فرنگی محل میں ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ ان کے علمی فیض سے تشنگانِ علوم کو سیراب کر رہے تھے، حضرت مولانا شاہ انوار الحق ابن حضرت ملا احمد عبدالحق قدست اسرار ہما خانوادہ فرنگی محل کے سربراہ تھے، انھوں نے حضرت خاتم الاکابر کی خوب پذیرائی کی اور آپ کی تعلیم حضرت بحر العلوم کے تلمیذ رشید حضرت مولانا عبد الواسع سیدن پوری اور اپنے فرزند و جانشین سلطان العلماء حضرت مولانا نور الحق فرنگی محلی (متوفی: ۱۲۸۳ھ) کے سپرد کی۔ حضرت نے ان دونوں جلیل القدر اساتذہ سے علم تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ اور علوم عقلیہ میں خوب خوب اکتساب فیض کیا، اور حضرت مولانا شاہ انوار الحق فرنگی محلی سے بھی تحصیل علم کیا۔ درسی کتابوں کی تکمیل کے بعد ماہ جمادی الآخرہ ۱۲۲۶ھ کو حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہ کے عرس مبارک کے موقع پر علما و مشائخ کی ایک جماعت کی موجودگی میں ردولی شریف میں آپ کا امتحان ہوا، اور حضرت مولانا شاہ انوار الحق فرنگی محلی اور صاحب سجادہ ردولی شریف کے مبارک ہاتھوں سے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی گئی، اور سند فضیلت عطا ہوئی۔

### سراج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں:

درسیات کی تکمیل اور دستار فضیلت کے بعد ۱۲۲۶ھ میں مارہرہ شریف واپسی کا ارادہ کیا، مگر ارادہ پر عمل سے پہلے ہی حضرت شمس العارفین اچھے میاں قدس سرہ کا فرمان عالی پہنچا کہ دہلی جا کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں رہ کر

صحاح ستہ کا دور بھی کرو، اس وقت علم حدیث میں دور دور تک ان کا ثانی نہیں۔ حضرت خاتم الاکابر لکھنؤ سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں دہلی پہنچے، اور بڑی محنت، لگن اور شوق کے ساتھ علم حدیث پڑھنا شروع کیا، شاہ صاحب آپ کے جذبہ صادق کی وجہ سے آپ کے مداح تھے، ہمہ وقت کی حضوری حاصل تھی، درسی اوقات کے علاوہ جمعہ اور منگل کے وعظ اور دروس قرآن و حدیث میں بھی پابندی کی ساتھ شرکت کرتے، اور بڑی سعادت مندی کے ساتھ ہر قسم کی خدمت کے لیے تیار رہتے، حضرت شاہ صاحب آپ کے عادات و اطوار اور محبت و اخلاص سے بہت خوش رہتے، ایک سال وہاں رہ کر کتب حدیث کا درس لیا اور سند حاصل کی، حضرت محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے آپ کو سند حدیث کے ساتھ سلسلہ علویہ منامیہ اور دیگر سلاسل کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

”برکات مارہرہ“ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے حاصل ہونے والی صحیح البخاری کی سند اس طرح درج ہے:

”حضرت سید شاہ آل رسول صاحب کو سند حدیث ملی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے ☆ انھیں سند ملی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے ☆ انھیں سند ملی شیخ ابو طاہر محمد ابراہیم سے ☆ انھوں نے سند حاصل کی حضرت قشاقی سے ☆ وہ اجازت حدیث رکھتے تھے شیخ احمد شتابی سے ☆ انھیں اجازت تھی حضرت شمس الدین الرملی سے ☆ انھوں نے سند پائی حضرت زین الدین زکریا سے ☆ انھیں سند حدیث ملی حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی سے ☆ وہ اجازت رکھتے تھے شیخ برہان سے ☆ انھیں سند ملی حضرت ابراہیم شامی سے ☆ انھیں اجازت تھی حضرت احمد الحجاز سے ☆ انھیں سند حاصل تھی حضرت سراج حسین زبیدی سے ☆ وہ اجازت رکھتے تھے حضرت ابو الوقت سجی سے ☆ انھیں اجازت تھی حضرت داؤدی سے ☆ انھیں اجازت تھی حضرت خموی سے ☆ انھیں اجازت ملی حضرت عزیزی سے ☆ انھیں سند حاصل تھی الحافظ الحجۃ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری سے۔“



## سند حدیث مسلسل بالاولیٰ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام على رسوله محمد وآله وأصحابه أجمعين.

أما بعد! فقد حدثني أستاذي عَلمُ المحدثين مولانا عبد العزيز الدهلوی رحمة الله تعالى عليه وهو أول حديث سمعته منه.

عن أبيه ذی الفضل والجاه مولانا ولی الله رحمة الله تعالى عليه وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثني السيد عمر من لفظه تجاه قبر النبي صلى الله عليه وسلم، وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثني جدي الشيخ عبد الله بن سالم البصري وهو اول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا الشيخ يحيى بن محمد الشهير بالشاوي وهو أول حديث سمعناه منه، قال:

أخبرنا به الشيخ سعيد بن ابراهيم الجزائري المفتي الشهير بقودة قال وهو أول حديث سمعته منه، قال:

أخبرنا به الشيخ المحقق سعيد بن المقرئ، قال: وهو أول حديث سمعته عن الولي الكامل أحمد الحجی الوهراني، قال: وهو أول حديث سمعته:

عن شيخ الإسلام العارف بالله تعالى سيدي إبراهيم التازي، قال: وهو أول حديث سمعته، قال:

قرأته على المحدث الرباني أبي الفتح محمد بن أبي بكر بن الحسين المراغي، قال: وهو أول حديث قرأته عليه، قال:

سمعتُ من لفظ شيخنا زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي قال: وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا أبو الفتح محمد بن محمد بن إبراهيم البكري الميذومي، قال وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا به النجيب أبو الفرج عبد اللطيف بن عبد المنعم الحراني، وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا به الحافظ أبو الفرج عبد الرحمن بن علي الجوزي، وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا به أبو سعيد إسماعيل بن أبي صالح أحمد بن عبد الملك النيسابوري، وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا به والدي أبو صالح أحمد بن عبد الملك المؤذن، وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا به أبو طاهر محمد بن محمد بن محمش الزيايدي، وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا به أبو حامد أحمد بن محمد بن يحيى بن بلال البزار، وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا به عبد الرحمن بن بشر بن الحكم، وهو أول حديث سمعته منه، قال:

حدثنا به سفيان بن عُيَيْنَةَ، وهو أول حديث سمعته منه عن سفيان، عن عمرو بن دينار، عن أبي قابوس مولى عبد الله بن عمرو بن العاص، عن عبد الله بن عمرو - رضي الله تعالى عنهما - أن رسول الله، صلى الله تعالى عليه وسلم. قال:

”الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، إِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمَكُم مَّنْ فِي السَّمَاءِ.“

حضرت خاتم الاکابر علیہ الرحمۃ والرضوان دہلی سے واپسی میں بریلی تشریف لائے اور یہاں کے برکاتی غلاموں کے اصرار پر چند دن قیام فرمایا۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا شاہ نیاز احمد چشتی نظامی فخری مرید و خلیفہ حضرت مولانا شاہ فخر الدین محمد فخر پاک چشتی نظامی کے علم و عرفان کا دور دور تک شہرہ تھا۔ اور ان کی خانقاہ ارشاد پناہ میں طالبین حق کی بڑی تعداد کسب سلوک میں مشغول تھی، لوگوں کے دلوں پر ان کی حکمرانی تھی اور حضرت شاہ صاحب بریلوی کے دل میں حضرات مشائخ مارہرہ مطہرہ کی عظمت و تقدس کی عقیدت موجزن تھی۔ حضرت خاتم الاکابر کی آمد کی خبر سنی تو باوجود اس کے کہ عمر دراز تھے آمد و رفت میں زحمت اٹھانی پڑتی تھی، لیکن پھر بھی حضرت کی زیارت و ملاقات کا ارادہ فرمایا، اس کی اطلاع حضرت خاتم الاکابر کو مل گئی اور حضرت نیاز کی بزرگی و مشیخت کے اکرام و احترام کے پیش نظر ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے جانے میں سبقت کی۔ شاہ صاحب نے خانقاہ کے دروازہ پر آ کر استقبال کیا اور اپنی مسند خاص پر بٹھایا، اور خود دوزانو مودب بیٹھے، اس ملاقات میں علم ریاضی کے کسی خاص مشکل مسئلہ کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت بریلوی کو ریاضی سے بھی خاص مناسبت تھی۔ حضرت خاتم الاکابر کے اکرام و احترام کی وجہ سے اس مشکل مسئلہ کے تمام گوشوں پر بڑی تحقیقی گفتگو فرمائی۔ حضرت نیاز بریلوی قدس سرہ کے فوری علمی اور بلند پایہ طرز تفہیم سے حضرت خاتم الاکابر بہت محفوظ ہوئے اور فرمایا اس تقریر کو قلم بند فرما دیجیے تاکہ آپ کی یادگار رہے۔

حضرت خاتم الاکابر چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے۔ حضرت بریلوی نے حکم کی تعمیل میں وہ تقریر رسالہ کی صورت میں قلم بند کر کے مارہرہ مطہرہ آپ کی خدمت میں بھجوا دی اس کے بعد کا بیان ”برکات مارہرہ“ کے مصنف مولانا طفیل احمد بدایونی کی زبانی سنئے:

”وہ رسالہ مارہرہ کے کتب خانے میں حضرت نیاز بے نیاز

کے دست اقدس کا لکھا ہوا اب تک موجود ہے، اس رسالہ کا اٹھان یوں

اٹھایا گیا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله اصل الاصول والصلاة والسلام على

الرسول و آل الرسول، و بعد فہذہ سطور سطر تہا لنور

حديقة النبوة ونور حديقة الولاية ذی النفس الزكية صاحب

المسبحة المرضية، المنظور بانظار الاتباع والقبول للسيد

آل رسول رزقه الله علماً نافعا وعملا صالحا، آمين يا رب

العلمين.“

یہ واقعات ہیں حضرت صاحب موصوف کے لکھنؤ سے تشریف لانے اور بریلی کے قیام اور شاہ صاحب بریلوی کی ملاقات کے۔

اب ان واقعات کی نسبت حضرت شاہ نصیر الزماں خاں صاحب سجادہ نشین آستانہ نصیری بدایونی نے اپنی کتاب ”راز و نیاز“ (جو نظامی پریس بدایوں میں طبع ہوئی ہے) کے صفحہ ۷۷، ۷۸ پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس پر نظر ڈالیں اور جس تہذیب اور شائستگی کے ساتھ وہ عبارت خان صاحب موصوف نے تحریر فرمائی ہے اُس پر غور فرمائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خان صاحب موصوف کا بیان کہاں تک صحیح ہے۔ خان صاحب فرماتے ہیں:

”جب حضرت اچھے میاں صاحب مارہروی کا جو حضرت نیاز بے نیاز کے

زمانہ میں ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں وصال ہو گیا تو اس وقت میاں آل رسول

صاحب مع اپنے بھائی کے لکھنؤ میں تحصیل علم ظاہری کی کرتے تھے وطن سے

مریدان سلسلہ وعزیزان خاندان نے خط لکھا کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے آپ

تشریف لائیے اور سجادہ پر رونق افروز ہو کر طالبان خدا کو ہدایت کیجیے۔ جب یہ خط

اُن دونوں بزرگ زادوں کے پاس پہنچا تو انھوں نے اپنی حالت پر نظر کی کہ ہم

درویشی سے تو کوئی حس و مس نہیں رکھتے، ایک ایسے جلیل القدر بزرگ کے سجادہ پر

کیوں کر بیٹھیں، پہلے ہم کو علم درویشی حاصل کرنا چاہیے، پھر سجادہ پر بیٹھنا مضائقہ

نہیں، یہ خیال کر کے علم ظاہری کی تحصیل کو جس میں چند کتابیں باقی رہ گئی تھیں چھوڑا اور درویشانِ کامل کی تلاش میں مصروف ہوئے اس زمانہ میں نواحِ لکھنؤ میں ایک مجذوب شہرہ آفاق تھے، ان کی خدمت میں دونوں صاحب پینچے ایک ٹٹو پر انبار کتابوں کا لدا ہوا تھا ان کی خواہش پر اُس مجذوب نے کہا کہ مجھ کو تمہاری تعلیم درویشی میں کچھ عذر نہیں ہے لیکن پہلے یہ کتابیں جو ٹٹو پر لدی ہیں کنویں میں ڈال دو انھوں نے عرض کیا کہ اس کا جواب ہم غور کر کے دیں گے، جب وہاں سے اٹھ کر اپنی جائے قیام پر آئے تو باہم مشورہ کرنے لگے، کبھی یہ رائے قائم ہوتی تھی کہ مجذوب کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیے کیوں کہ بزرگوں کا قول ہے:

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

کبھی یہ کہتے تھے کہ اگر کتابیں کنویں میں ڈال دیں اور پھر مجذوب نے ڈنڈے مار کر نکال دیا تو سب لوگ احمق بنائیں گے کہ میاں تم نے دیوانہ کی بات پر کیوں اعتبار کر لیا، غرض کوئی رائے نہ قرار پائی اور مجذوب سے معذرت کر کے بمقام بریلی حضرت نیاز بے نیاز کے حضور میں حاضر ہوئے، اور سب قصہ حضرت اچھے صاحب کے انتقال اور عزیزوں اور مریدوں کی خواہش اور اپنے خیالات اور مجذوب کی ملاقات کا عرض کیا، حضرت نے بہت تسلی و تشفی دے کر اپنے پاس چھ ماہ تک ٹھہرایا، اس کے بعد اجازت بیعت کرنے کی مرحمت فرما کر رخصت کیا اس عرصہ میں دو چار کتابیں جو علم ظاہری کی باقی رہ گئی تھیں وہ بھی پڑھادی، ایک مسئلہ علم منطق کا جو ان کی سمجھ میں کم آیا تھا اس پر ایک رسالہ لکھ دیا جواب تک کتب خانہ مارہرہ میں سنتا ہوں موجود ہے۔ فقط۔“

اس مضمون پر غور فرمائیے:

چہ خوش گفتمہ جناب شیخ سعدی در زلیخا

ألا یاہیا الساقی أدر کاساً و ناولہا

مضمون مندرجہ بالا کی نسبت سوائے اس کے اور کیا کہا جاوے کہ خان صاحب موصوف نے جو ایک خانقاہ نشین سیدھے مسلمان ہیں محض سنی سنائی باتوں کا جو طوطا مینا کی کہانی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی ہیں اپنی کتاب کی ضخامت بڑھانے کو درج کر دیا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ خود غلط، انشا غلط، املا غلط۔

اس کتاب کے دیکھنے والے دیکھیں کہ دہلی سے حضرت صاحب آخر ۱۲۲۶ھ میں واپس ہوئے اس وقت تک حضرت اچھے صاحب اور سترے صاحب دونوں حضرات عالم ظاہری میں بقید حیات تھے، حضرت اچھے میاں صاحب کا وصال ۱۲۳۵ھ اور حضرت سترے صاحب کا وصال ۱۲۵۱ھ میں ہوا ہے، تو حضرت صاحب مارہروی کو حضرت اچھے میاں اور سترے میاں قدس سرہما کے ہوتے ہوئے کیا ضرورت تھی کہ وہ علم درویشی کی ٹٹول میں کہیں مجذوب کے پاس جاتے، اور کہیں شاہ صاحب بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر خواہش کرتے کہ حضرت علم درویشی سکھا دیجیے۔

علاوہ ازیں حضرت صاحب قدس سرہ تو حضرت اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے بعد سجادہ نشین بھی نہیں ہوئے ہیں بلکہ ۱۲۵۱ھ میں حضرت سترے میاں قدس سرہ کے وصال کے بعد سجادہ پر رونق افروز ہوئے ہیں، اُس وقت حضرت شاہ نیاز صاحب بریلوی کا وصال بھی ہو چکا تھا یعنی ۶ جمادی الآخرہ ۱۲۵۰ھ کو آپ جنت المعلیٰ کو تشریف لے جا چکے تھے۔

اب غور فرمائیے۔ حضرت اچھے صاحب کے وصال کے وقت شاہ آل رسول صاحب کی عمر قریب ۲۶ سال کے تھی اور حضرت سترے صاحب کے وصال کے وقت حضرت صاحب موصوف قریب ۴۳ سال کے تھے اور یہی حال ان کے بھائی شاہ اولاد رسول صاحب کا ہے، وہ صرف تین برس ان سے چھوٹے تھے، تیسرے بھائی حضرت کے ۱۲۲۶ھ میں صرف تین برس کے تھے تو کون ذی عقل مان لے گا کہ حضرت اچھے صاحب اور سترے صاحب قدس سرہما نے حضرت مولوی عبد المجید صاحب و مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب و حضرت شاہ بے فکر صاحب و مولانا شاہ عبد

الحق صاحب و حضرت شاہ غلام غوث صاحب اور حضرت شاہ نصیر صاحب و مولانا عبد القادر صاحب داغستانی و قاضی عبدالسلام صاحب بدایونی وغیرہ کو چشم زدن میں کچھ سے کچھ کر دیا، وہ اپنے صاحب زادگان اور جگر گوشوں کو راہی چھوڑ جاتے کہ وہ دروازہ دروازہ علم درویشی کی تلاش میں پھرتے۔

حقیقت واقعہ پس نتیجہ یہ ہے کہ حضرت صاحب مارہروی اور ان کے بھائیوں نے نہ شاہ صاحب بریلوی سے اجازت بیعت حاصل کی، نہ انھوں نے کوئی رسالہ منطق کا ان کو لکھ کر دیا، نہ ان سے کوئی تعلیم روحانی حاصل کی۔

ہم نے تو کچھ اور بھی قصہ سنا ہے جس پر مصنف راز و نیاز پردہ ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن آفتاب کی روشنی بھی کہیں چھپاے سے چھپتی ہے، خیر اب سنیہ جس وقت ہمارے حضرت (سید آل رسول) صاحب مارہروی بریلی سے رخصت ہونے لگے اس وقت آپ کے برے شاہ صاحب حضرت نیاز بریلوی نے حضرت کو تنہائی میں لے جا کر نہایت نیاز مندانہ سے عرض کیا کہ قادر یہ سلسلہ کی اجازت مجھ کو اپنی والدہ صاحبہ سے پہنچی ہے، جس کو طریقت والے جائز تصور نہیں کرتے، آپ مارہرہ جا کر بڑے حضرت (شمس العارفین سید شاہ آل احمد اچھے میاں) کی خدمت میں میری سفارش کریں اور میری طرف سے عرض کریں کہ نیاز آپ کے غلاموں میں داخل ہونا اور کفش برادری کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے، اور مثال خلافت حاصل کرنے کا متمنی ہے، کیوں کہ نیاز آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہندوستان میں چاروں طرف دیکھتا ہے لیکن آپ سے زیادہ بزرگ اور آپ سے اچھا پیشوا کسی کو نہیں پاتا، امید ہے کہ مثال خلافت سے اس کو سرفراز کیا جائے اور قادر یہ خاندان کی اجازت مرحمت ہوگی۔

حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ نے حضرت نیاز کا یہ پیام اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے حضور میں مارہرہ پہنچ کر پہنچا دیا، حضرت نے نہایت مہربانی سے اُن کی آرزو پوری فرمائی اور وہیں بیٹھے ہوئے داخل سلسلہ کر لیا اور مثال خلافت تمام سلاسل خاندانی کی فوراً تحریر کر کر حضرت نیاز کے پاس بریلی بھجوا دی، سنا ہے کہ وہ

مثال خلافت اس وقت تک خان صاحب کے قبضہ میں تحریری موجود ہے، لیکن خدا جانے کس وجہ سے وہ اس کو دکھانا اور سنگ آستانہ مارہرہ کہلانا نہیں چاہتے؟ خیر نہیں چاہتے تو نہ چاہیں، لیکن ہمارے سیدنا شاہ آل رسول صاحب قادری قدس سرہ کو خواہ مخواہ کیوں حضرت نیاز کا خلیفہ بناتے ہیں۔

”حضرت صاحب موصوف اور ان کے چھوٹے بھائیوں کو لکھنؤ اور دہلی کی واپسی کے بعد کافی موقع حضرت اچھے صاحب و سترے صاحب قدس سرہما سے ہر طرح کی تعلیم حاصل کرنے کا ملا ہے۔ اور انھوں نے انھیں سے علم درویشی کی تعلیم حاصل کی ہے، ان حضرات نے اپنے جگر گوشوں کو تمام اسرار خاندانی تعلیم فرمائے اُسی زمانہ میں حضرت شاہ آل رسول صاحب کا عقد بھی حضرت سترے میاں صاحب کے ہم زلف سید منتخب حسین بلگرامی کی صاحب زادی صاحبہ سے ہو گیا۔“

### اساتذہ کرام:

حضرت شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی قدس سرہ  
حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ محدث کان پوری  
حضرت مولانا عبد الواسع سیدن پوری قدس سرہ  
استاذ مطلق مولانا نور الحق فرنگی محلی  
حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

### سلوک کی تعلیم و تکمیل:

قرب الہی کے حصول اور حق تک رسائی کے لیے مجاہدہ اور ریاضت کی راہ اپنانا حضرت خاتم الاکابر کے آباے کرام اور مشائخ طریقت کا خاص ورثہ اور طریقہ تھا۔ عام حالات میں دیکھا گیا ہے کہ دولت علم و عرفان کے حصول کے لیے اکابر روزگار کو شیخ کامل کی طلب و جستجو میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں، لیکن حضرت

خاتم الاکابر کی فیروز بختی تھی کہ یہ دولت گراں مایہ اور گنج مراد گھر میں ہی تھا، اور آپ کا قلب مبارک مرشد کامل کا مطلوب و مراد تھا۔ آپ وطن واپس تشریف لائے تو حضرت مرشد پاک اچھے میاں قدس سرہ نے ارشاد فرمایا اب جلائے قلب اور تزکیہ باطن کے لیے طریقہ آبائی پر مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہو جاؤ۔ حضرت مرشد پاک کی کریمانہ نظر اور حضرت والد ماجد کی شفقت و عنایت کے سائے میں سلوک کی مشق شروع ہو گئی۔ برق رفتاری کے ساتھ منازل سلوک تکمیل کو پہنچے۔ حضرت شمس العارفین قدس سرہ نے سلاسل خاندانی کی خلافت و اجازت تامہ عامہ مطلقہ عطا فرما کر ہدایت خلق کا دربار لگانے کا حکم فرمایا۔ ”برکات مارہرہ مطہرہ“ کے مؤلف کا بیان ہے:

”آپ کے خلیفہ اجل آپ کے برادر زادہ حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز ہیں جن کو حضرت نے اپنی حیات میں اپنا جانشین بنادیا تھا۔“

سراج السالکین حضرت مولانا سید شاہ آل برکات سترے میاں قدس سرہ العزیز نے بھی اسرار خاندانی اور فیوض روحانی سے نوازا اور اپنا خلیفہ مطلق و مجاز برحق قرار دیا تھا۔ حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کا ظرف بہت عالی واقع ہوا تھا، اس لیے آپ حضرت مرشد پاک کی حیات طیبہ میں شاذ و نادر بیعت لیتے تھے۔

### مسند تدریس و ارشاد پر:

مرشد گرامی کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت خاتم الاکابر نے خانقاہ برکاتیہ میں مقیم طالبین و سالکین کی تربیت و تعلیم کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ خاندان کے صاحب زادگان گرامی قدر کی تعلیم و تدریس کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ حضرت کے حسن توجہ سے برکاتی صاحب زادگان کی بڑی تعداد نے تعلیم مکمل فرمائی۔ فیوض و برکات کے خاص ایام تھے، حضرت اچھے صاحب کے غلام اکابر علما و صلحا کی جماعت حضرت خاتم الاکابر کے گرد جمع تھی۔ گردش لیل و نہار نے جلد جلد ماہ و سال کے ایام طے کرنا شروع

کردیے۔ یہاں تک کہ ۱۷/ربیع الاول ۱۲۳۵ھ کو مرشد گرامی حضرت شمس العارفین آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے اس دار فانی سے دار بقا کی راہ لی اور رب کریم جل مجدہ کی رحمت میں پیوست ہو گئے۔

تقریباً چھبیس سال تک حضرت خاتم الاکابر اپنے مرشد گرامی کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ پندرہ برسوں تک حضرت سترے میاں قبلہ نے سجادہ برکاتیہ کو رونق بخشی اور ۲۶/رمضان المبارک ۱۲۵۱ھ کو جوار رحمت الہی میں جا بسے۔ حضرت سترے میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے تینوں صاحب زادوں کو بہ درجہ مساوی سجادہ برکاتیہ کا سجادہ نشین مقرر فرمایا اور تمام املاک و جائیداد خاندانی تبرکات کا مالک تحریر فرمایا۔ یہ وصیت نامہ فرزند اکبر جما میاں کی رحلت ۸/رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ کے بعد لکھا گیا تھا۔ ”برکات مارہرہ مطہرہ“ کے مؤلف علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت سترے میاں صاحب کے بروز چہلم حضرت شاہ

آل رسول صاحب مسند خلافت برکاتیہ پر رونق افروز ہوئے اور حضرت اچھے میاں صاحب کے سلسلہ کو جاری فرمایا اور ہزار ہا افراد آپ کے دست حق پر داخل سلسلہ ہوئے۔

اس موقع پر سب سے پہلی نذر افضل العبد حضرت مولانا شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی قدس سرہ نے پیش کی اور وہ بہت سے افراد جن کو حضرت خاتم الاکابر ہی سے بیعت کی تمنا تھی، اس مبارک موقع پر ان کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں داخل ہوئے اور ان کی برسوں کی تمنا پوری ہو گئی۔“

حضرت اقدس خاتم الاکابر قدس سرہ کے زمانہ میں خانوادہ برکاتیہ کی سرکار کلاں اور سرکار خورد میں باکمال مشائخ کی کثرت تھی جن کے نفس زکیہ کی برکات سے مخلوق خداوندی فیض یاب ہو رہی تھی۔ راقم سطور نے حضرت خاتم الاکابر کی مرجعیت و مرکزیت کی تلاش و جستجو میں غور کیا کہ خاص خاندان برکاتیہ کے کتنے افراد آپ کے

حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اس رخ سے دیکھا تو ایک بڑی تعداد کا بر علم و عرفان کی ملی جن کو حضرت سے بیعت کا شرف، تلمذ کی نعمت اور خلافت کی سند حاصل تھی، اور یہ آپ کی محبوبیت و مقبولیت کی دلیل تھی کہ سب نے آپ کو اپنا بزرگ و مربی، ولی نعمت اور مرشد طریقت مانا، اور آپ سے معرفت و یقین کا سبق حاصل کیا۔ آپ کو محبوبی کی شان اپنے مرشد گرامی حضرت شمس العارفین علیہ الرحمہ سے ملی تھی، اور آپ کی ذات گرامی سے ان کی جانشینی کا صرف حق ہی ادا نہ ہوا، بلکہ آپ کے وابستگان دامن دولت نے آپ کے سلسلہ عالیہ کو عرب و عجم میں جاری کیا۔ حضرت خاتم الاکابر نے حضرت شمس العارفین کی جانشینی اور سجادہ برکاتیہ دونوں کو رونق اور زینت بخشی۔

### سلاسل طریقت قدیمہ و جدید:

جو سلاسل، قدیمہ اور آبائی کہلاتے ہیں وہ سید المکملین حضرت سید شاہ میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سے اس خانوادہ عالی شان کو پہنچے، اور وہ سلاسل جو اصطلاح میں ”جدیدہ“ سے موسوم ہیں وہ حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی قدس سرہ العزیز سے بذریعہ حضرت شاہ فضل اللہ کاپوی اس خانوادے کو حاصل ہیں۔ حضور صاحب البرکات سے یہ سلاسل ان کے صاحب زادہ سرکار کلاں سید شاہ آل محمد نے پائے اور ان سے ان کے صاحب زادہ حضرت سید شاہ حمزہ کو مرحمت ہوئے۔ اور انھوں نے تمامی سلاسل میں اپنے نور نظر، قبلہ جسم و جان حضرت شمس الدین ابوالفضل آل احمد اچھے میاں کو مجاز و ماذون فرمایا، اور ان کے بعد اچھے میاں کے برادر اصغر حضرت سید شاہ آل برکات سترے صاحب قدس سرہ نے اپنے تینوں صاحب زادگان حضرت سید شاہ آل رسول، حضرت سید شاہ اولاد رسول، حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ اسرارہم کو تمام سلاسل کی اجازتیں بہ درجہ مساوی عطا فرما کر مذکورہ تینوں صاحب زادگان کو سجادہ برکاتیہ آل احمدیہ کا وارث و جانشین مقرر فرمایا۔

ذیل میں ان تمام سلاسل قدیمہ و جدیدہ مذکور ہے جن کی اجازت حضرت صاحب قدس سرہ کو حاصل تھی۔

(۱) سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ (۲) سلسلہ عالیہ چشتیہ جدیدہ (۳) سلسلہ عالیہ سہروردیہ جدیدہ (۴) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ (۵) سلسلہ عالیہ مداریہ (۶) سلسلہ عالیہ علویہ منامیہ

### اوصاف و اخلاق:

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کے اوصاف و اخلاق گونا گوں تھے، سخاوت و فیاضی، مہمان نوازی، جذبہ ایثار، خلق خدا کی خدمت اور حاجت روائی، علمائے کرام اور مشائخ طریقت کی عزت و توقیر جیسے بلند پایہ اوصاف و محاسن آپ کی ذات میں جمع تھے، آئندہ صفحات میں ان پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے، تاکہ اہل تعلق ان سے آگاہ ہوں، اور اپنی آئندہ زندگی میں انھیں اپنا کردار دنیا و آخرت کی سعادت و سرخ روئی کا سامان کریں۔

### (۱) مہمان نوازی:

حضرت خاتم الاکابر کو اخلاق فاضلہ سے وافر حصہ ملا تھا، سخاوت و فیاضی اور مہمان نوازی آپ کی فطرت ثانیہ تھی، مہمانوں کی غلط حرکتوں سے بھی آپ کبیدہ خاطر نہ ہوتے، بلکہ انھیں نہایت شگفتہ روئی سے ٹال دیا کرتے تھے۔ مہمان اگر دین دار معلوم ہوتا تو اس کی خاطر تواضع کچھ زیادہ ہی فرماتے۔ ”نور مدائح حضور“ میں ہے:

”حضور جب کسی نو وارد مسافر کو تہجد کے وقت مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے یا مرقب ملاحظہ فرماتے تو صبح بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سے فرماتے، ایک عزیز مہمان صالح آگیا ہے ذرا خاص طور پر کھانا پکا کر اس کو کھلانا، بی بی صاحبہ فرماتیں آپ ولی ہیں، سب کو ولی جانتے ہیں، کوئی مکار ہوگا اور آپ سے کچھ لینا چاہتا ہوگا، مگر حضور کچھ خیال نہ فرماتے اور زنا نہ مکان سے خود کھانا لے جا کر کھلاتے اور

ضروری سامان فراہم کر دیتے۔ دوسرے روز اطلاع ملتی کہ مسافر شبینہ، برتن اور بستر اور فلاں فلاں چیز لے کر چلا گیا، آئے دن ایسے واقعات پیش آتے رہتے تھے جس سے بی بی صاحبہ خفا بھی ہوتیں، مگر حضور نے اپنی روش نہ بدلی، مہمان آتے اور سامان لے کر چلے جاتے، حضور سن کر تبسم فرماتے اور ارشاد فرماتے ”مبارک“ سمجھ کر لے گیا ہوگا۔ واقعہ بھی ایسا ہی تھا کہ آپ کی عادت اور معمول اور کرم و مروت کی وجہ سے حاجت مند بغیر مانگے سامان لے جاتے تھے۔“

کیوں اپنی گلی میں وہ روادار صدا ہو

جو بھیک لیے راہ گدا دیکھ رہا ہو

## (۲) خدمت خلق اور حاجت روائی:

خلق خدا کی ضرورتوں کی تکمیل اور خدمت بھی ایک طرح کی عبادت ہے، صوفیہ کرام اور مشائخ طریقت، خدمتِ خلق کو بڑی اہمیت دیتے تھے، حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کا قلب مبارک خدمتِ خلق کے جذبے سے معمور تھا، ابتداء ہی سے آپ اس پر توجہ دیتے تھے۔ حضرت مولانا طفیل احمد بدایونی علیہ الرحمہ مؤلف ”برکات مارہرہ“ لکھتے ہیں:

”حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ ارشاد فرماتے تھے کہ لکھنؤ

میں مجھے اپنی قیام گاہ سے ”فرنگی محل“ جانے میں ”آغا میر کی ڈیوڑھی“ راستہ میں پڑتی تھی۔ اس محلہ میں ایک غریب بوڑھی عورت نہایت نیک بخت تھی، میں اس کے دروازہ پر اکثر بیٹھ کر دم لیتا تھا۔ وہ بے چاری مجھ کو سیدھا خیال کر کے میری خاطر کرتی تھی اور مجھے اس کے ساتھ محبت ہو گئی تھی۔ ایک دن اس بوڑھی نے مجھ سے کہا: بیٹا! اب تم یہاں کہاں آرام کرو گے، میں تو چار دن میں یہاں سے اٹھا دی

جاؤں گی اور پھر خدا جانے کہاں ٹھکانا ملے گا، آغا میر کا محل سرا تیار ہوتا چلا آتا ہے، یہ میرا جھونپڑا بھی اس کے اندر داخل ہونا تجویز ہوا ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ اس نے ایسے پُر درد لہجے میں تقریر کی کہ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو خوشی سے اپنا مکان دینا چاہتی ہے کہ نہیں؟ اس نے کہا! اگر مجھے اونٹوں روپیہ دیا جائے تب بھی خوشی سے نہ دوں گی، میرے مورتوں کی نشانی ہے، اس زمانہ میں دہلی کا سیتا بیگ لکھنؤ کا کوتوال تھا، وہ حضرت ابجد میاں قدس سرہ سے عقیدت و ارادت رکھتا تھا، میں نے اس کو ایک پرچہ لکھ دیا اور بڑھیا سے کہا کہ میں فقیر زادہ ہوں، بڑے لوگوں سے ملنا ملنا پسند نہیں، آج تیری خاطر یہ رقعہ لکھ دیا ہے، اس کو کوتوال کے پاس پہنچا دے، وہ میرے تاؤ کا معتقد ہے، امید ہے کہ وہ تیری حمایت ضرور کرے گا۔ اور میں طالب علم کس قابل ہوں سوائے اس کے کہ تیرے مکان کے بچاؤ کے لیے خدا کی جناب میں دعا کروں گا۔ سچ ہے گرتے کو ننگے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے، وہ بڑھیا اسی وقت دوڑی ہوئی کوتوال لکھنؤ کے پاس گئی اور حضرت کا رقعہ دیا، کوتوال اسی وقت حضرت کی خدمت میں دوڑا ہوا آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ حضور اگر میرے دم میں دم ہے تو بڑھیا کا مکان ہرگز ہرگز گرنے نہ دوں گا۔ یہ قصہ طویل ہے، مختصر یہ ہے کہ حضرت کی دعا اور کوشش سے اس بے چاری بڑھیا کا مکان بچ گیا، اور آغا میر کے محل سرا میں کچی ہو گئی چنانچہ اب تک لکھنؤ میں آغا میر کی ڈیوڑھی پر وہ جگہ ”آل رسول کا کونا“ مشہور ہے۔“

نور مداح حضور میں ہے:

”مریضوں کی عیادت محتاجوں کو نقد جنس مرحمت فرماتے اور

کپڑے وغیرہ عطا کرتے، جاڑوں کے موسم میں مسافروں اور ضرورت مندوں کو اپنے استعمالی سرمائی لباس عطا فرما دیتے اور خود تکلیف گوارا کرتے، حاجت روائی اور چارہ گری آپ کی مشہور صفت تھی۔ اکثر لوگ جھوٹی ضرورت پیش کر کے آپ سے اعانت کے طلب گار ہوتے اور آپ ان کی حاجت پوری فرما دیتے، کاسب و شاغل اہل صفا کو اپنا خاص ملبوس اور کچھ نقد بھی زادِ سفر کے نام پر عطا فرمانا معمولات میں داخل تھا۔

خاندان برکاتیہ کے تمام متوسلوں کی حاجات دینی اور دنیوی آپ پوری فرماتے، خاندانی مریدین و خدام سے نہایت شفقت و رافت سے معاملہ فرماتے، ان کی پریش حال، حوائج کا انتظام و انصرام، خطا پر معافی عطا فرمانا عادت کریمہ تھی، اعزہ میں سے مریضوں کی عیادت اور اپنے ذوی الارحام پر خاص نگاہ کرم تھی۔“

حضرت مولانا غلام شبیر بدایونی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

”بعد وصال ہم چار خادم ۱۳۰۲ھ میں بدایوں سے حاضر آستانہ ہوئے اور مختلف آرزوئیں اور حاجتیں رکھتے تھے، اس موقع پر حضرت سید شاہ ابوالحسن میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور کے چھوٹے پوتے، تشریف فرما تھے۔ درگاہ شریف سے فاتحہ پڑھ کے ہم حاجت مندوں کا قافلہ خانقاہ شریف میں حاضر ہوا۔ بعد زیارتِ سجادہ اس خادم نے حضرت میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اگر کوئی تبرک تحریری حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کا مرحمت ہو، غلام نوازی ہو، صاحب زادہ نے ارشاد فرمایا کہ اولاً حضور جدی قدس سرہ کی عادت کریمہ تحریر نقوش کی نہ تھی، باصرار کسی خادم کے تحریر فرما دیتے، پھر ہم لوگوں نے جو کچھ بھی پایا، وہ تبرک سمجھ کر محفوظ کر لیا۔ بعد اس وقت

جو خلفا و خدام حاضر آئے۔ قریب قریب سب نے یہی استدعا کی اور تلاش و جستجو کے بعد جو کچھ میسر آیا، ان کو دے دیا، اب کچھ باقی نہیں ہے، یہ فرما کر رحل و طائف جس کو ایک اوسط درجہ کا صند و تپہ کہیے اس خادم کے حوالے کر دی اور فرمایا، خود تلاش کر لو، خادم نے کھول کر دیکھا، اس میں کچھ نہ تھا، مختلف کشتیوں کی زیارت کرتے ہوئے ایک خانہ سے چار پرچے تہہ شدہ برآمد ہوئے۔ حضور میر صاحب سے عرض کیا، آپ نے وہ پرچے مجھے دے دیے، اور ایک پرچہ خود لے لیا۔ آپ کھولے اور پڑھا باللہ العظیم ہمارے مطلب کی مختصر دعائیں تھیں، سب نے بوسہ دے کر پرچوں کو رکھ لیا، بعد ظہر بو بوسا صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا والدہ سید شاہ ظہور حیدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت پر حاضر ہوئے، صاحب زادہ کے وسیلے سے سلام عرض کرایا، بو بوسا صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی دو پہر میں مجھ کو زیارت والد ماجد قدس سرہ کی ہوئی، ارشاد فرماتے تھے کہ بو بوسا ہمارے بچے مجبور ہو کر بدایوں سے آئے ہیں، تم بلا کر ان کو تسلی کر دو اور کہہ دو پریشان نہ ہوں، ان کے مدعا حاصل ہیں، جائیں، اور کچھ فکر نہ کریں۔“

### (۳) سخاوت و فیاضی اور جذبہ ایثار:

مولانا غلام شبیر بدایونی ”نور مدائح حضور“ میں لکھتے ہیں:

”معاملات میں جو ثبوت کسر نفس و ایثار و عطا کا دیا، بہت دشوار کام تھا، بعد وفات حضور سترے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت سے آثار و تبرکات خاندانی بڑی فراخ حوصلگی سے بھائیوں کو مرحمت فرما دیئے اور اس میں حصہ نہ لیا، اکثر اکابر کی شبہیں سرکار میں موجود تھیں، وہ سب بھائیوں کو مرحمت فرمادیں، کتب خانے سے جو



وٹائف اور دعائیں بھائیوں نے منتخب فرمائیں، وہ ان کو دے دیں، فرمایا جو چیزیں قابل تقسیم ہیں ان میں عذر نہیں، اور جو ناقابل تقسیم ہیں ان میں فقیر معذور ہے۔ روزینہ جو بحیثیت سجادہ نشین حضور کا ذاتی تھا، مصارفِ درگاہ شریف میں صرف فرماتے۔ معافیات درگاہی جو زیر اقتدار سجادہ نشین رہیں باوجود خلاف حکام زیر اہتمام برادران دے دیں۔ اور ایک بڑا حصہ ان حضرات کے مصارف کے واسطے چھوڑ کر تھوڑا مصارفِ درگاہ کے واسطے مقرر فرمایا اور پھر وہ بھی اپنے اہتمام میں نہ لیا، حکام عہد کے التماس پر فرمایا، امید ہے کہ اپنے بھائی ہمارے آبا کا وقار ملحوظ رکھیں گے، اگر اس کے خلاف ہوا تو جو حصہ زیر اہتمام فقیر ہے، مصارفِ درگاہ کو کافی ہے۔ بعض حصص جو غیروں کا منتقل کر دیئے گئے تھے، یہ آپ کی کوشش کا ثمرہ تھا کہ ان جائیداد کے انتقالات ناجائز قرار پائے، اس خادم نے وہ رپورٹیں حکام ضلع کی اور چٹھیاں حکام صدر بورڈ اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی اپنی آنکھ سے دیکھی ہیں۔ ایک لفٹنٹ گورنر بہادر نے بعد معائنہ درگاہ و ملاقات صاحب زادگان مارہرہ تمام خاندان میں سچا سجادہ نشین، صاحب اثر، حقیقی درویش حضور کو تسلیم کر کے آپ کی اولوالعزمی، برادر نوازی اور اہتمام خانقاہ درگاہ کی تعریف کی ہے اور معاملات نزاعی میں حضور کی برادر نوازی اور بلند خیالی کو سراہا ہے۔“

## (۴) علمائے کرام اور مشائخ طریقت کی عزت و توقیر:

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ علماء و مشائخ کی بہت توقیر و تعظیم فرماتے اور ان کی دینی شخصیت اور علمی قدر و منزلت کا ہر موقع پر لحاظ فرماتے۔

مشائخ و علمائے قادریہ کا خاص لحاظ فرماتے اور نہایت محبت سے ملتے۔ صاحب

زادگان کا لپی شریف اور بانسہ شریف، دائرہ شاہ اجمل اللہ آباد، حضرات فرنگی محل اور مشائخ کچھوچھو کی بڑی عزت فرماتے، خدام آستانہ حضرات اکابر کی خاطر مدارات کرتے۔

خلفائے خاندان کی غایت تکریم کے یہ واقعے لائق صد تحسین ہیں۔ فرزند اکبر حضرت شاہ ظہور حسن قدس سرہ کو علوم باطنی کی تکمیل کے بعد فرمایا ”تمہارے گھر کی بڑی دولت مولانا عبدالجید صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے پاس جاؤ، ان سے اپنا حصہ لاؤ، اور بدایوں کو روانہ فرمایا، حسب الحکم صاحب زادہ رحمۃ اللہ علیہ بدایوں پہنچے، حضرت مولانا نے مع عمائدین شہر آبادی سے باہر نکل کر استقبال کیا، اور بکمال احترام پاکی کو خود کا نہاد دیا، مدرسہ میں فروکش کیا، حضور صاحب زادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں بطور پیر زادگی اپنے گھر کے خادم و خلیفہ کے یہاں نہیں آیا ہوں۔ حضور نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ، اس نعمت سے جو حضور جد امجد (آل احمد اچھے میاں) رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو ملی ہے، اس فقیر کو حصہ مرحمت ہو، مولانا نے عرض کیا کہ یہ خادم اور نعمت سب آپ کا ہے۔ بعد نماز عشا حضرت صاحب زادہ صاحب حجرے میں تشریف لے گئے اور اشغال باطنی میں مصروف ہو گئے۔ صبح کے وقت اذان سن کر حضرت صاحب زادہ حجرے سے برآمد ہوئے، دیکھا مولانا رحمۃ اللہ علیہ دروازہ پر دست بستہ کھڑے ہیں، تمام شب اسی طرح گزری ہے۔ صاحب زادہ صاحب نے اس تکلیف کا عذر فرمایا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا، یہی نعمت ہے جو میں آپ کے گھر سے لایا ہوں، اور مجھ کو یہی حکم ہے۔ الحمد للہ کہ سلوک آپ کا باقاعدہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ یہ نکتہ تھا جس کی تکمیل کو آپ بدایوں بھیجے گئے کہ راہ سلوک میں ادب و محبت، ترک رعونت ایک لازمی امر ہے (یہ فرمایا) اور سند اجازت حاضری۔

چھوٹے صاحب زادہ حضرت سید شاہ ظہور حسین چھوٹیاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ارشاد فرمایا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ تم کو بھائی عبدالجید صاحب سے اجازت لکھا دیتے، وہ اس گھر کے بڑے خزانہ دار ہیں۔ پھر فرمایا، ذرا جا کر درگاہ شریف میں

دیکھنا، کیا مولوی عبد المجید صاحب بدایوں سے آئے ہیں، میں نے عرض کیا: حضور نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو نہ تو طلب فرمایا ہے، نہ کوئی وقت ان کے آنے کا ہے، نہ کوئی اطلاع ملی ہے۔ ارشاد فرمایا: تم جا کر دیکھو، میں درگاہ شریف پہنچا، دیکھا مولانا اسی وقت پہنچے ہیں۔ سامان اتارا جا رہا ہے، میرے ساتھ ساتھ حاضر خانقاہ ہوئے اور حضور کے قدم بوس ہوئے، حضور نے فرمایا، بھائی تم خوب آگئے، ہمارا دل تھا کہ چھٹو میاں کو تم سے اجازت دلوا دیں، مولانا نے عرض کیا جو حکم ہو، اسی وقت کاغذ، دوات، قلم منگوا کر سند اجازت لکھ دی۔

۱۲۸۶ھ میں حضور رونق افروز بدایوں ہوئے اور مولوی محمد بخش خاں صاحب صدر الصدور کے مکان پر قیام فرمایا۔ قریب مغرب مدرسہ قادریہ میں حضور کی رونق افروزی ہوئی۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ حضرت سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی ختم ہو چکی ہے۔ اور آپ نے مدرسہ سے اٹھنا اور باہر جانا ترک فرما دیا ہے، حضور اقدس قدس سرہ کی تشریف آوری سن کر حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سلام کو حاضر ہونا ضروری ہے، بعد نماز مغرب مولانا انوار الحق بدایونی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر حضرت چلے، مولوی محمد بخش خاں صاحب مرحوم کے بیرونی دروازے کے اندر پہنچ کر حضرت مولانا کو حقہ کی آواز سنائی دی، فوراً رک گئے اور فرمایا انوار الحق، کیا حضرت اس مکان میں تشریف فرما ہیں؟ عرض کیا: اسی مکان میں ہیں، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب حضور اس مکان میں ہیں تو یہ حقہ کون پیتا ہے؟ عرض کیا: مولوی محمد بخش صاحب پی رہے ہیں۔ مولوی محمد بخش صاحب سلام کرنے کے بعد قدم بوسی کے لیے حضرت کے قدموں میں جھکے، لیکن حضرت مولانا موصوف کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ بوقت جلال کسی کی طاقت نہ تھی کہ روبرو ٹھہرے۔ حضرت موصوف نے ٹھوکر سے حقہ پھینک دیا، اور فرمایا اللہ اکبر! صدر الصدوری نے ایسا دماغ خراب کر دیا کہ حضرت اسی مکان میں تشریف فرما ہیں اور تم حقہ پی رہے ہو، حضور جانب مشرق کے کمرے میں تشریف فرما تھے، فوراً باہر نکل آئے

اور مولانا موصوف سے بطور عذر فرمایا، بھائی ان کو میں نے اجازت دی تھی، ان کو درد تھا، حضرت موصوف بڑھے اور قدم بوس ہوئے اور عرض کیا: حضور کی شان غلام نوازی کا یہی تقاضا تھا، لیکن غلاموں کو حد ادب سے گزر جانا درست نہیں۔ واللہ العظیم عجب سماں تھا، حضور بکمال لطف و کرم مولانا کو دوسری طرف متوجہ فرما رہے ہیں۔ مولوی محمد بخش خاں صاحب بکمال ادب دست بستہ کھڑے اور رورو کر معافی کی گزارش کر رہے ہیں، عجب خوب نصیب با ادب جماعت تھی، خدا مغفرت فرمائے، حضور اقدس کو حقہ سے سخت نفرت تھی، لیکن یہ شان کرم و خادم نوازی تھی کہ، مولوی محمد بخش صاحب مرحوم کو حقہ کا عادی جان کر اجازت دے دی۔

حضرت قاضی امام بخش بدایونی علیہ الرحمہ مرید و خلیفہ حضرت قطب الاقطاب اچھے میاں قدس سرہ خسر حضرت سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی اپنے فرزند ارجمند مولوی غلام حیدر صاحب (متوفی ۱۲۸۵ھ) تھانیدار مارہرہ مطہرہ کے پاس ۱۲۶۶ھ میں مقیم تھے یہ آشوب چشم میں علیل ہیں، دو تین دن دوا کی مگر درد بڑھتا ہی گیا، تھانے سے کسی کو ساتھ لے کر آستانہ عالیہ برکاتیہ تک پہنچے، اور حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کے قدم بوس ہوئے اور آپ کی پاپوش اٹھا کر آنکھوں میں لگانا شروع کی، حضور خاتم الاکابر قدس سرہ روکتے ہیں کہ بھائی کیا کرتے ہو؟ عرض کرتے ہیں کہ صاحب زادہ آنکھوں میں دوا لگاتا ہوں، اسی وقت اسی جلسہ میں آنکھ کی سرنخی اور درد جاتا رہا، کیا لوگ تھے، کیسا حسن اعتقاد تھا، کتنے با ادب تھے، کیسے خوش نصیب تھے۔

حضرت سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول بدایونی قدس سرہ (متوفی ۱۲۸۹ھ) آپ سے عمر میں چھوٹے تھے، ان کی ولادت ماہ صفر ۱۲۳۳ھ اور فرنگی محل میں ان کا سال فراغت جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ھ ہے، اس لیے تحصیل علم میں بھی موخر تھے، مگر ان کا بے حد اکرام فرماتے۔ حضرت خاتم الاکابر اور حضرت سیف اللہ المسلمول میں ایک اور مناسبت تھی، کہ حضرت قطب الاقطاب شمس العارفین علیہ الرحمہ نے حضور کا نام نامی ”آل رسول“ تجویز فرمایا اور پانچ برس بعد حضرت سیف اللہ المسلمول کی ولادت

ہوئی، ان کا نام ”فضل رسول“ تجویز فرمایا۔

حضرت تاج الفحول قدس سرہ عمر و تعلیم میں آپ سے بہت موخر اور آپ کے استاد کے پوتے تھے، اور اپنے عہد کے شیخ الاسلام اور قدوة الاولیاء تھے، ان سے حد درجہ محبت و شفقت کا تعلق رکھا، ہمیشہ ان کا علمی و دینی احترام ملحوظ رکھا، ان پر بے حد اعتماد فرمایا اور ان کے وسعت علم اور دیانت کی بہت تعریف فرماتے، اپنے نور دیدہ، سرور سیدہ حضرت نور العارفین سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ سے فرمایا:

”برخوردار مولوی عبدالقادر کا علم تازہ ہے اور حاضر ہے، ان کی دیانت اور تقویٰ پر پورا پورا اطمینان ہے، تم مسائل فقہ و کلام اور علوم میں ان سے مشورہ کر لیا کرو۔“

حضرت نور العارفین قدس سرہ ”سراج العارف“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”میں نے ایک کتاب جنگ صفین و جمل و نہروان میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے متعلق لکھی تھی اور اصلاح کی نیت سے اس کیمیا اثر والے (حضرت شاہ آل رسول) کے سامنے حاضر کی تھی، فرمایا: پڑھو، میں نے کچھ پڑھا، فرمایا کہ برخوردار مولوی عبدالقادر سلمہ (حضور تاج الفحول بدایونی) نے اس کا مطالعہ کیا یا نہیں؟ عرض کیا کہ میں نے یہ بحث مولوی صاحب ہی سے کی ہے۔ فرمایا: کافی ہے کہ ان کا علم حاضر ہے۔“

### انتظامی خدمات:

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ نے سجادہ نشین ہونے کے بعد خانقاہ اور اس سے متعلق امور کے نظم و نسق کی جانب اپنی خصوصی توجہ مبذول فرمائی، خانقاہ کے انتظام میں جدت اور اصلاح کی، تشنگان علوم ظاہری و باطنی کے لیے مدرسہ قائم فرمایا، اعراس کی محفلوں میں باضابطگی پیدا کی، اور انھیں نسبتاً زیادہ با مقصد اور کارآمد بنانے کے لیے منصوبہ بند کوشش فرمائی، ان کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

### (۱) خانقاہ کا جدید انتظام:

حضرت سیدنا خاتم الاکابر قدس سرہ نے سجادہ برکاتی پر رونق افروز ہو کر خانقاہ داری کا جدید انتظام فرمایا، بزرگوں کے اعراس طیبہ کے لیے کمیٹی مقرر فرمائی، طالبین و سالکین کے قیام و راحت رسانی کی غرض سے حجرے تعمیر کرائے۔ درگاہ شریف کی مسجد مبارک میں امام و خطیب و مؤذن کا تقرر فرمایا، حسابات کو باقاعدہ رکھنے کے لیے محاسب کا انتظام فرمایا، خانقاہ و درگاہ کی دیکھ ریکھ کے لیے خدام رکھے، سب کے باقاعدہ مشاہرے مقرر فرمائے۔ مصلحت وقت کے لحاظ سے خانقاہ داری کے جدید انتظام کے وقت بہت کچھ تخفیف فرمادی۔ عرسوں میں اور اس کے علاوہ دیگر دنوں میں سماع کی محفلیں ہوا کرتی تھیں، آپ نے ان محفلوں کو بالکل بند کرادیا، آپ کے مبارک دور میں عرسوں کی رونق، علمائے کرام کے مواعظ، نعت و منقبت، تلاوت کلام پاک، دلائل الخیرات شریف کے ختم، قصیدہ بردہ شریف اور حلقہا بے ذکر جبر سے تھی۔ مجلس وعظ و میلاد شریف میں ہر عامی کو بیان اور وعظ کی اجازت نہ تھی۔ مستند اور متدین علمائے کرام ہی مسند وعظ پر بٹھائے جاتے، وعظ کا شرف ایک زمانہ میں حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی محدث بدایونی اور حضرت سیف اللہ المسلمول شاہ معین الحق فضل رسول بدایونی قدس سرہما کو حاصل تھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد عادل محدث کان پوری اور حضرت تاج الفحول مولانا شاہ محبت رسول عبدالقادر بدایونی اور ان کے ممتاز تلامذہ علمائے کرام کا خاص بیان ہوتا۔ حضرت خاتم الاکابر علیہ الرحمہ خود بھی مجلس مبارک میں تشریف لا کر وعظ سماعت فرماتے۔ آخر زمانہ میں ان مبارک محفلوں کی نگرانی حضرت اقدس تاج الفحول کے سپرد فرمادی تھی، وہی اس کے نگران و منتظم تھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ بھی اس محفل نور میں خصوصی وعظ فرماتے تھے۔

### (۲) مدرسہ کا قیام اور علما کا تقرر:

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کے مبارک عہد سجادگی سے پہلے جو طالب و

سالک عالم، خانقاہ میں سلوک کے لیے حاضر ہوتے، خانوادہ برکاتی کے صاحب زادگان گرامی قدران سے تعلیم حاصل کر لیتے۔ خانقاہ برکاتی میں ایسا کوئی دور نہیں گزرا جب کہ متبحر علما طلب سلوک کے لیے مقیم نہ رہے ہوں، پہلے کے مشائخ برکاتی بھی تدریس سے شغف و تعلق رکھتے تھے۔ جب کہ حضرت خاتم الاکابر کا عہد پاک آیا تو آپ نے خانقاہ معلیٰ میں باقاعدہ مدرسہ قائم فرمایا اور منتخب و متدین علمائے کرام کی تقریریں کیں اور افرادِ خاندان، متوسلین اور باشندگان مارہرہ مطہرہ کو باضابطہ علم دین کی تحصیل کی رغبت دلائی۔ مدرسین کا انتخاب کس پایہ کا تھا اس کا اندازہ اس مدرسہ کے جلیل القدر اساتذہ کی فہرست سے ہوتا ہے جو درج ذیل ہے:

- (۱) استاذ العلماء حضرت مولانا نور احمد بدایونی (متوفی ۱۳۰۱ھ) ابن مولانا محمد شفیع قدس سرہما، تلمیذ رشید حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، واستاذ حضرت تاج الفحول بدایونی۔
- (۲) حضرت مولانا محمد سعید بدایونی (ربیع الاخر ۱۲۷۷ھ) تلمیذ مولانا نور احمد بدایونی و مفتی سعد اللہ مراد آبادی، واستاذ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری و سید شاہ ابوالحسن خرقانی میر صاحب قدس سرہما۔
- (۳) حضرت مولانا فضل اللہ جالیسری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۸۳ھ) تلمیذ تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی (مدرس اول مدرسہ برکاتیہ)
- (۴) حضرت مولانا تراب علی امر وہوی علیہ الرحمہ (شیخ الحدیث مدرسہ برکاتیہ) استاذ حضرت نوری میاں و شاہ ابوالحسن خرقانی۔
- (۵) حضرت مولانا محمد حسین ولایتی علیہ الرحمہ (شیخ الحدیث مدرسہ برکاتیہ)
- (۶) حضرت مولانا محمد حسین بخاری کشمیری (شیخ الحدیث مدرسہ برکاتیہ)
- (۷) حضرت مولانا محبت احمد بدایونی (متوفی ۱۳۳۱ھ)، تلمیذ حضرت نوری میاں مارہروی و حضرت تاج الفحول علیہم الرحمہ۔

## علم دین کی اولیت اور اہمیت:

یہ سب اہتمام اس لیے تھا کہ علم دین کا حصول آپ کی نگاہ میں سب سے اہم اور مقدم تھا، اپنے اہل تعلق کو برابر اس کی رغبت دلاتے اور اس کی اہمیت بتاتے تھے، بے علم عابد اور جاہل صوفی کو ”شیطان کا مسخرہ“ قرار دیتے تھے، اس کے بارے میں آپ کا ایک بصیرت افروز ملفوظ آپ کے جانشین حضرت نور العارفین مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب نے ”سراج العوارف“ میں نقل فرمایا ہے:

”کتب و سنت سے اپنی ضرورت بھر علم دین حاصل کرنے کی

پوری کوشش کریں اور اس کام کو سب کاموں پر مقدم رکھیں اس کے بعد ہی طریقہ باطنی میں قدم رکھیں کیوں کہ ”جاہل صوفی“ اور ”بے علم عابد“ شیطان کا مسخرہ اور بالکل نکما اور ناقابل قبول ہے، اس کے علاوہ درجوں میں ترقی و عروج کی بلندی، اور باریکیوں کی سمجھ جو عالم کو اس راہ میں حاصل ہوتی ہے، جاہل کے لیے اس میں حصہ نہیں، وہ تجلیاں اور گہری باتوں کی سمجھ، جو علم رکھنے والے سالک کو آسانی سے حاصل ہوتی ہیں، بے علم کو ان میں کیا حصہ ہے؟ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے، ممکن ہے کہ وہ اپنے فضل سے نوازے اور اونچے مرتبے پر پہنچائے اور علم والے سے بھی مرتبہ بڑھا دے، یہ ناممکن تو نہیں ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے، بلکہ شاذ و نادر، اے اللہ! مجھے فائدہ دینے والا علم اور پوری سمجھ اور عرفان تام عطا فرما، اور جہالت و غفلت کی ہلاکت سے بچا، بے شک تو رب ہے آگاہ، اور میں بندہ غافل و جاہل ہوں، سب رحم فرمانے والے سے زیادہ رحم فرمانے والے! اپنی رحمت سے میری یہ دعا قبول فرما۔

یہاں مجھے ایک حکایت یاد آئی جس کا لکھنا فائدہ معلوم ہوتا

ہے، اپنے دادا اور مرشد حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی زبان فیض ترجمان سے میں نے سنا تھا کہ:

”ایک دن حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں ایک درویش آئے جن کی نسبت قوی تھی اور حال اچھا تھا، شہر والوں کا ایک بڑا گروہ ان کے کمالات کا معتقد ہو کر ان کی طرف رجوع ہو گیا، آخر شہر کے کچھ لوگوں نے حضرت مودود چشتی کے صاحب زادہ کو ابھارا کہ یہ درویش ہمارے شہر میں کیوں آیا؟ اور ہمارے شہر کے لوگوں کو اپنے کمال پر کس طرح رجوع کرتا ہے، اب اپنے شہر سے نکال دینا مناسب ہے۔ یہ مشورہ کر کے صاحب زادے کو آمادہ کیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ لیکن ان درویش کی وجہ سے ان کو تکلیف دینے پر قادر نہ ہو سکے۔ صاحب زادے اس وقت کم سن تھے اور محض شہر والوں کے ابھارنے سے ان درویش کی مخالفت پر آمادہ ہوئے تھے، اس لیے درویش نے صاحب زادے کو اپنے پاس بلا کر ان پر مہربانیاں اور عنایتیں کیں اور نصیحت کی کہ بابا پہلے علم حاصل کرو، اس کے بعد فقیری کا دعویٰ کرنا اس لیے کہ جاہل عبادت گزار شیطان کا چیلہ ہوتا ہے۔ چوں کہ ایک زمانے کی رہنمائی صاحب زادے کی تقدیر میں لکھی تھی، اس لیے انھوں نے اس بزرگ کی نصیحت پر عمل کیا اور اونچے درجوں کو پہنچے۔“

### اصلاحی خدمات:

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ نے بہت سی اصلاحی خدمات سرانجام دیں، تعزیرہ داری، مراسم محرم اور بہت سی جاہلانہ بدعات و خرافات سے نہ صرف بے زاری ظاہر فرمائی، بلکہ ان کے خاتمہ کے لیے قوی اور عملی جدوجہد بھی کی۔ ذیل میں انھیں خدمات کے تعلق سے کچھ گفتگو کی گئی ہے۔

### (۱) اصلاح امت اور استیصال بدعت:

یہ دونوں مبارک کام آپ کا خاندانی ترکہ اور ورثہ تھا، امت کی اصلاح اور بدعات و منکرات کے استیصال کا فریضہ ہر دور میں جاری رہا۔ خاندان برکاتی و سادات زیدی حسینی کے تمام بزرگوں نے فسق و فجور اور بدعات و منکرات کے مٹانے میں سعی فرمائی۔ مورث اعلیٰ خاندان مارہرہ سید الوالدین حضرت مخدوم سید شاہ عبد الجلیل بلگرامی قدس سرہ کے احوال میں تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں مارہروی قدس سرہ لکھتے ہیں:

”حضرت یہاں مارہرہ میں رونق بخش سجادہ ارشاد و ہدایت ہو کر طاعت و عبادت خالق و ہدایت و رہنمائی خلاق میں قریب اکتالیس برس مصروف رہے، مارہرہ اس وقت گمراہی اور فساد کی کان بنا ہوا تھا، یہاں کے رہنے والے طرح طرح کی جہالتوں، گمراہیوں میں مبتلا تھے اور طرح طرح کے منہیات اور فسق و فجور کو اپنی زندگی کا لازمی جزو قرار دیے ہوئے تھے۔ ہمارے حضرت نے خود نمونہ بن کر اور اپنے نور باطن کا فیض ڈال کر مخلوق الہی کو ہدایت کی راہ دکھائی، نہایت جد و کد و اہتمام سے ارشاد و ہدایت خلق میں عمر گرامی صرف پائی، سنت سنیہ کی اشاعت اور بدعات قبیحہ کی بیخ کنی میں حد درجہ کوشش اور جاں فشانی فرمائی، جہاں و عوام کا کیا ذکر، اس وقت ”کبہ ہوں“ میں جو یہاں کے قدیم شرفا اور صاحب اقتدار لوگوں میں ہیں، یہ نتیجہ رسم جو طرح طرح کی اور بہت سی دینی و دنیوی خرابیوں کا موجب ہے، جاری تھی کہ جب تک ایک کثیر رقم پانچ چھ ہزار جمع نہ ہو جائے، اس وقت تک لڑکوں، لڑکیوں کو بٹھائے رکھتے، شادی بیاہ نہ کرتے، یوں ہی ایک بڑی رقم لڑکوں کے ختنوں کے لیے

لازم کر رکھی تھی جس کی فراہمی تک ختنے نہ ہوتے، اور بہت سے لڑکے اور لڑکیاں بن بیاہے بڑے ہو کر جوانی سے گزر جاتے، حضرت نے وعظ و نصائح فرما کر ایسی بدعات و قبائح سے توبہ کرائی اور آئندہ باز رہنے کے لیے عہد نامے لکھوا لیے۔

ارشاد و ہدایت کے سلسلہ میں بعض عادی بدکرداروں سے حضرت کو بہت تکالیف اور اذیتوں کا بھی سامنا ہوا، چنانچہ ”گوٹھ لوں“ نے جو ایک نہایت بد معاش بد اطوار گروہ اور جن کے محلہ میں ان کے قریب حضرت نے بعد کو سکونت اختیار فرمائی تھی، حضرت کے انھیں ارتکاب معاصی و منافی سے باز رکھنے پر حضرت کو سخت اذیتیں دیں، یہاں تک کہ آخر میں حضرت کی ہلاکت کے ارادہ سے حضرت پر جادو کی ہانڈی پھینکوائی۔ حضرت نے اس ہانڈی کو بالائے ہوا روک دیا، تو اس کے شیاطین نے فریاد کی کہ ہمیں اس ہانڈی میں بند رہنے سے بڑی تکلیف ہے، یا تو ہانڈی کو کہیں گرائیے یا جس نے بھیجا ہے، اسی پر واپسی کی اجازت دیجیے، حضرت نے بنظر ترحم یہ خیال فرما کر کہ نہ معلوم کس نے سحر کیا ہے، اور اس کی واپسی سے اسے کیا اذیت پہنچے اشارہ فرمایا اس درخت پیلو پر گر جا، چنانچہ وہ ہانڈی اس درخت پر گری اور وہ جل گیا۔ فقیر کے والد ماجد ”حضرت سید شاہ اسماعیل حسن قدس سرہ“ فرماتے ہیں کہ یہ حکایت اسی طرح ہم اپنے اکابر سے من وعن سنتے چلے آئے ہیں۔“

”برکات مارہرہ“ کے مولف مولانا طفیل احمد بدایونی نے ”برکات مارہرہ“ میں حضرت سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ سے معلومات حاصل کی ہیں۔ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولف حضرت شاہ جی میاں کے مقرب بھی تھے، لکھتے ہیں:

”کاشف الاستار“ اور ”بیاض احمدی“ میں درج ہے کہ جب یہ حضرت خواجہ عبدالجلیل صاحب قدس سرہ نے اپنی مسواک کو جو بہت مختصر رہ گئی تھی گاڑ دیا تھا، اور روز آئے حضرت اس میں آب وضو ڈالا کرتے تھے۔ حضرت کی حیات شریف تک وہ ایسے ہی خشک رہی، بعد وفات طاہری جب وہاں دفن ہوئے تو اس میں کونپل پھوٹی اور تھوڑے دنوں میں اس مسواک کا ایک خاصا درخت ہو گیا۔“

مولف نے ”فص الکلمات“ اور ”بیاض احمدی“ اور ”ہدایت الخلق“ کے حوالوں سے اس درخت پیلو کی پتیوں کے فوائد بھی لکھے ہیں۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے بھی اس درخت کی پتیوں کے فوائد اور برکات تحریر فرمائے ہیں۔ اسی درخت کے متعلق حضرت تاج العلماء تحریر فرماتے ہیں:

”وہ سوختہ درخت پیلو، ہمارے لڑکپن تک موجود تھا، اور اس میں اب بھی جلی ہوئی جگہ سے جو جدید شاخ نکلتی تھی وہ جلی ہوئی کو نکلے سی ہوتی تھی، جسے لوگ دفع آسیب کے لیے کام میں لاتے تھے، مگر جب جاہلوں نے اس کے ساتھ جہالت کرنا شروع کر دی تو حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ نے اس درخت کو جڑ سے نکلوا ڈالا۔“

صاحب ”برکات مارہرہ“ لکھتے ہیں:

حضرت صاحب آئین احمدی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت پیر برکات قدس روحہ، جس زمانہ میں مارہرہ تشریف لائے، اس زمانہ میں شیخ سدّ کی پرستش کا بازار گرم تھا، گھر گھر اس مردود کی کڑھائی ہوتی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ مارہرہ کے کنبہ صاحبان کی زیادہ تر رشتہ داریاں امر وہ میں تھیں اور یہ مقام اس خبیث کا دار السلطنت تھا۔ حضرت نے لوگوں کو اس کی کڑھائی کرنے سے منع فرمایا، اس خبیث

روح نے حاضر ہو کر حضرت سے جد و کد کی اور کہا تم سے اس کا بدلہ لوں گا، حضرت نے اس کو لاکارا، حضرت حسب معمول چلے کے لیے ”اترنجی کھیڑہ“ میں تھے، غسل کی حاجت پیش آئی۔ آپ دریا کی طرف غسل کرنے کے لیے چلے، راہ میں اس خبیث نے حضرت کو گھیرا اور کہا یہ موقع بدلہ لینے کا اچھا ہے، حضرت نے اس خبیث کو ڈانٹا اور فرمایا: خیر تو تو جب جلا پائے گا اب ہمارا جلانا بھی دیکھ لے۔ یہ کہہ کر غسل فرمایا اور بذریعہ حصار اس کو گھیر لیا اور دائرہ تنگ فرماتے فرماتے بالکل قریب فرمایا۔ اور پھر کہا دیکھ اب آن کی آن میں تجھے جلا کر نیست و نابود کرتا ہوں، جب اس نے چارہ کار نہ دیکھا رو یا اور گر گڑا یا، اور عہد کیا کہ آج سے حضرت کے خاندانی مریدین و متوسلین میں جہاں آپ کے صاحب زادگان کے قدم جائیں گے وہاں دخل نہ دوں گا۔“ حضرت پیر برکات کے روحانی تصرف اور ایمانی قوت سے اس خطہ خیر و برکت مارہرہ کے باشندگان سے ایسی رسم قبیح کا خاتمہ ہوا۔

### مطالعہ حدیث کا خاص ذوق:

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کے آبائے کرام علم و معرفت اور عشق و اخلاص کے شمس و قمر تھے، اور علوم اسلامیہ میں تصنیف و تالیف اور مطالعہ کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ حضرت بھی مطالعہ کا خاص ذوق رکھتے تھے، لیکن اس میں ان کا انداز کچھ جدا گانہ تھا، آپ کے آبائے کرام عقائد و سلوک اور ملفوظات و مکتوبات کے مطالعہ کا ذوق و شوق رکھتے تھے جب کہ حضرت کو حدیث پاک کی مبارک کتابوں کے مطالعہ کا خاص ذوق تھا۔ آپ کے مجاہدہ و ریاضیات سلوک کو ملاحظہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عہد اول کا اجالا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معنوی مجلس مبارک کے معنوی حاضرین کی جماعت کے ممتاز رکن تھے اور اسی ”معیت کاملہ“ میں آپ کا سب کچھ تھا، اسی انوار

معیت سے آپ کے لمحاتِ زندگانی، درخشاں و تابندہ رہے، بارگاہ رسالت کی حاضری اور صحابہ کرام کے معنوی انوارِ فیضان سے آپ اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتے رہے۔ مطالعہ کتب کے درمیان سادہ اور اق پر یا حاشیہ پر، فوائد بھی قلم بند فرماتے، لیکن تصنیف کی طرف توجہ نہ تھی، اگرچہ آپ کے اکابر اور بزرگان خاندان برکاتی صاحب تصنیف و تالیف تھے، مخصوص خدام جب کبھی عرض کرتے، حضور کچھ کتابیں تصنیف فرمادیں، جواب ہوتا:

”بزرگوں کا سرمایہ علمی ہر فن میں موجود ہوتے ہوئے مزید

لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اسی پر عمل کیا جائے بس وہی کافی ہے۔“

حضرت خاتم الاکابر کی صرف ایک تصنیف ہے اور ایک بیاض خاص جس میں حدیثوں کے فوائد و اسرار اور تصوف و سلوک کے حقائق ہیں۔ حضرت جب فرنگی محل اور دہلی کی درس گاہوں سے علمی کمالات سے آراستہ ہو کر مارہرہ تشریف لائے اور مجاہدہ و ریاضت کی وادی میں داخل ہوئے اس وقت حضرت قطب الاقطاب شمس العارفین آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے ”مصطلحات نقشبندیہ“ کے بیان میں ایک کتاب کی تالیف کا حکم فرمایا اور حضرت میر سید محمد نے حضرت امیر الاولیا سیدنا امیر ابو العلی احراری نقشبندی اکبر آبادی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر ”نسبت نقشبندیہ“ حاصل کی تھی۔ راہ سلوک کے طالبین میں سے جو نقشبندیہ نسبت حاصل کرنا چاہتے تھے ان کو نقشبندیہ طریقہ پر سلوک کی تکمیل کرا دی جاتی تھی، حضرت خاتم الاکابر کی بس یہی ایک تحریری یادگار ہے، لیکن حضرت کی ذات گرامی میں ستر و خفائے احوال کی خوبی نے کتاب پر اپنا نام لکھنا پسند نہیں کیا، حکیم عبدالحی راءے بریلوی ناظم ندوہ نے حضرت نور العارفین علیہ الرحمہ سے سند حدیث مسلسل حاصل کی تھی، جب وہ ندوہ چلے گئے حضرت نور العارفین نے تعلق ختم کر لیا۔ حکیم عبدالحی ندوی نے زہمۃ النواطر میں حضرت خاتم الاکابر کا ذکر خیر لکھا ہے۔

”الشیخ العالم الکبیر آل رسول بن آل برکات بن حمزہ بن آل

محمد الحسینی البگرامی، ثم المارہروی أحد الأفاضل المشہورین، ولد ونشأ بمارہرہ، و سافر للعلم فقرأ الكتب الدرسية علی مولانا نور بن الانوار اللکھنوی، والشیخ نیاز أحمد السرهندی و علی غیرہما ثم أسند الحديث عن الشیخ عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی ولازم عمہ السید آل احمد، وأخذ عنه الطریقة والحديث، وكان شیخاً جلیلاً مہاباً رفیع القدر، بارعاً فی الحديث والتصوف والطب، أخذ عنه الشیخ خرم علی۔“

### درس حدیث اور مواظب:

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کے اکابر اور بزرگان خاندان اور تمام اساتذہ کرام اصحاب درس و تدریس تھے اور وعظ کے پیرایے میں مسلمانوں کی اصلاح فرماتے تھے۔ حضرت بھی اپنے اکابر کے طریقہ کے پابند تھے، حضرت پیر و مرشد شمس العارفین اچھے میاں اور والد ماجد حضرت سراج السالکین شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہما کے دور میں ان دونوں طریقوں کی طرف خوب توجہ رہی۔ درس حدیث کا سلسلہ آخر تک جاری رہا، پوری بخاری شریف پیش نظر تھی، حضرت نے حکیم فرزند علی خان موہانی علیہ الرحمہ سے طب پڑھی تھی، اس کا بھی درس ہوتا تھا۔ آپ کے جانشین حضرت ”نور العارفین“ کا مبارک بیان ہے۔

”بعد نماز ظہر حدیث و تفسیر کی کتابوں کی تدریس ہمارے

خاندان کے اکابر کا معمول رہا۔“

### قوت تاثیر اور صفائے باطن:

حضرت خاتم الاکابر کی ذات گرامی سراپا تاثیر تھی۔ آپ کے جلوہ زیبا کی صرف دید سے غفلت ہوشیاری میں بدل جاتی تھی، آپ کی قدسی صفات ذات گرامی حدیث پاک ”اِذَا رَوْا ذُکِرَ اللّٰهُ“ کا مصداق تھی، آپ کو دیکھ کر خداوند قدوس کی شان کبریائی و تقدیس کا جلوہ آنکھوں میں سما جاتا تھا، حضرت خاتم الاکابر قدس

سرہ بڑے رحیم اور حلیم و بردبار تھے، لیکن آپ کی شخصیت کا رعب قائم تھا، آپ شیریں زباں اور خندہ روتھے، لیکن آپ کی مبارک محفل کے حاضر باشوں کے ہونٹوں پر سکوت کی مہر لگی رہتی تھی، آپ کا باطن نہایت مجلی اور مصفی تھا اور آپ کی نسبت پاک بہت لطیف تھی، آپ کی محفل پاک کے حاضر باش اس آئینہ باطن میں اپنی نفس کی کدورتوں کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ آپ کے آئینہ قلب کی صفائی کا یہ عالم تھا کہ اس پر کسی کی کدورت کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ حالت نماز میں، جماعت میں ہر سطح اور ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے، لیکن آپ کے قرب اور حضوری میں ان لوگوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔

### حضور قلب:

عبادتوں میں حضور قلب عبادت کی روح ہے۔ محبوبانِ بارگاہ الہی کو یہ دولت حاصل ہوتی ہے، حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ ان پاک بازنفس قدسیہ میں سے تھے جنہیں، اس میں کمال حاصل تھا۔

تمام مشائخ ربانی اس دولت سے مالا مال ہوتے ہیں، اور اپنے اہل تعلق کو اسے اپنانے کی تلقین فرماتے ہیں۔ حضرت نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ ”سراج العوارف“ میں فرماتے ہیں۔

”عبادتوں میں دل کو حاضر رکھنے کی دو صورتیں ہیں، پہلی تو یہ

کہ آدمی سمجھے کہ خداوند تعالیٰ میرے سامنے ہے، اسے دیکھ کر اس کی عبادت کرتا ہوں، یہ اونچا مقام ہے یہ ان بزرگوں کا حصہ ہے جنہیں اللہ تعالیٰ تک رسائی ہوگئی، دوسری یہ کہ یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے اور میں اس حالت میں اس کا عبادت گزار ہوں۔ یہ مقام بھی ذوق و شوق، نور و حضور اور خلوص و عطا کرتا ہے، یہ مقام پہلے مقام سے کم تر درجہ کا ہے اور یہ درمیانی لوگوں کا مقام ہے۔ اور وہ عبادت جو ان دونوں میں سے کسی خیال پر نہ ہو، غفلوں کا مقام ہے یعنی عوام



کا کہ زبان پر اللہ اللہ اور دل ایرے غیرے کے ساتھ۔ ہم اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔

سمجھ لو! اور یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ دل کے اندر ایک سوراخ آسمان کے ملک کی جانب کھلا ہوا ہے، جیسے دل کے باہر پانچ دروازے عالم محسوسات کی جانب کھلے ہوئے ہیں۔ یعنی دل میں اتنی قابلیت ہے کہ اسے ”عالم ملکوت“ اور ”جبروت و لاہوت“ کی جانکاری کر لیتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ صرف پیغمبروں کے ساتھ ہے بلکہ یہ تمام ستھرے آدمیوں کا جوہر ہے اور یہ خیال بھی نہ کرنا کہ ”ملکوت“ کی طرف دل کا یہ سوراخ نیند اور موت کے بغیر نہیں کھلتا، بلکہ ریاضت اور مجاہدوں کی کثرت سے بیداری میں بھی کھل جاتا ہے۔ یہ باتیں خاص تعلیم کے لیے تحریر کی ہیں، اسے سمجھ کر آدمی بن جاؤ۔“

### گفتہ اوگفتہ اللہ بود

جب کوئی بندہ اپنی ہستی کو اللہ کی یاد میں فنا کر دیتا ہے اور بارگاہ الہی میں محبوبیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی زبان کی لاج رکھتا ہے، اور اس کا کہا ہوا رد نہیں فرماتا۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کے خدام اور اہل تعلق کا متفقہ بیان ہے کہ یہ بہت کم دیکھا اور سنا گیا ہے کہ آپ نے کوئی بات فرمائی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو۔ مولانا غلام شہر بادیونی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

”روہیل کھنڈ کا خطہ برکاتی غلاموں سے بھرا ہوا تھا، جگہ جگہ

برکاتی خانقاہیں اور زاویے قائم تھے۔ روہیلوں کی قدیم ریاست آنولہ

تھی۔ محمد علی خاں والی روہیل کھنڈ خلف اکبر نواب عبداللہ خاں والی اوجھیاہی حضرت سلطان المحبوبین قدس سرہ کے مرید تھے۔ خاص آنولہ میں حضرت شمس العارفین علیہ الرحمہ کے دو ممتاز خلیفہ حضرت سید شاہ میرن میاں اور حافظ محمد محفوظ صاحب مسند ارشاد پر رونق افروز تھے۔ حضرت خاتم الاکابر کے خدام کی بھی بڑی تعداد پائی جاتی تھی۔ ان کی گزارش و دعوت پر غلاموں کو نوازنے کے لیے ”آنولہ“ تشریف فرما ہوتے تھے۔ حضرت شمس العارفین علیہ الرحمہ کے ایک متوکل و مرتاض مرید کا واقعہ ہے کہ حضرت خاتم الاکابر کی موجودگی میں ایک شخص نے ان کو بلا سوال ایک ”تہبند“ نذر کیا۔ حضرت متوکل نے نہایت غصہ سے رد فرمایا، حضور خاتم الاکابر قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: اے درویش ایک مسلمان بغیر سوال ہدیہ پیش کرتا ہے، فوراً لے لے، اگر ضرورت ہے، رکھ، ورنہ کسی حاجت مند کو دے دے۔ مگر شاہ صاحب نے قبول نہ کیا۔ اس روز سے باوجود توکل و ترکِ علاقہ ہمیشہ دیکھا گیا کہ شاہ صاحب ہر شخص سے تہ بند کا سوال کرتے اور باوجود ضرورت و رجوع خلق ان کو تہ بند میسر نہیں آتا تھا۔“

### اخفاے حال:

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ بڑے عالی ظرف تھے، روحانی بلندی بے مثال تھی، آپ سے خرق عادات کا کثرت سے صدور ہوتا۔ لیکن آپ اخفا کا غیر معمولی خیال و لحاظ رکھتے، اگر کسی مرید صادق اور اہل دل نے اپنا کوئی واقعہ بیان کر کے آپ سے تصدیق چاہی۔ آپ نے فوراً فرمایا:

”میاں تم کو شبہ ہوا ہوگا، تم غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہو۔ اگر کوئی خوش

اعتقاد بصد ہو جاتا تو تصدیق کرنے سے پہلے وعدہ لے لیتے کہ اس کو

میری حیات میں کسی پر ظاہر نہ کیا جائے۔“

اس طرح اپنے کمالات اور بلند مقام کے اخفا کا سامان کر لیتے، بکثرت حاضرین بارگاہ نبوی نے مدینہ طیبہ میں اصفیا و ساکنانِ مدینہ کی ارادت اور آپ کی ملاقات کے بیانات آکر نقل کیے، مگر آپ نے یہ فرما کر ٹال دیا کہ: ”لوگوں سے دریافت کر لو، فقیر مارہرہ سے باہر نہیں گیا، تو

حاضری کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔“

بیان کرنے والوں کو شبہ ہو گیا ہوگا، مگر اخفا کے وعدہ کے بعد دربارِ نبوی میں حاضری کی تصدیق فرما دیتے، تا کہ خلاف واقع نہ ہو۔

حضرت نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ ”سراج العوارف“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”یہاں اپنے مرشد کا واقعہ لکھتا ہوں کہ اس مسئلہ پر روشنی پڑے گی۔ آپ کے ایک مرید مظفر علوی بریلوی کہتے ہیں کہ ایک رات استنجا کے لیے اٹھا اور طہارت کے لیے پانی لینے اپنے حجرہ سے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ درگاہِ معلیٰ میں بزرگوں کا بڑا کثیر مجمع ہے، جیسے عرس کا دن ہو اور حضرت صاحب البرکات کے پائیں دالان میں جو اہرات کا جڑاؤ تخت بچھا ہے اور اس کے چاروں طرف اکابر اولیا بیٹھے ہیں، کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے حضرت پیر و مرشد (شاہ آل رسول) کو شاہانہ لباسِ فاخرہ پہنائے اور سر پر تاج رکھے دو بزرگ بغل میں ہاتھ ڈالے ہوئے لائے اور تخت پر بٹھایا۔ تمام لوگ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضرت کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ میں یہ سب دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر ایک اندرونی زینہ کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد تمام حضرات اندر چلے گئے اور غائب ہو گئے۔ پھر میں اپنے حجرہ میں آ گیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر مجھے ساری رات نیند نہیں آئی، صبح

مسجد میں حاضر ہوا اور حضرت پیر و مرشد کے پیچھے نمازِ باجماعت ادا کی اور پھر یہ حال عرض کر کے اس مقام کی کیفیت دریافت کرنے لگا۔ پہلے تو فرمایا، تم نے خواب دیکھا ہوگا اور خواب کی باتوں کا کیا اعتبار ہے، جب میں نے اصرار کیا تو بادلِ خواستہ فرمایا کہ خاموش رہو، اس بارے میں کوئی بات مت کہو، میں اسی وقت خاموش ہو گیا۔

اللہ اللہ! کیا پردہ داری تھی کہ کبھی اشاروں اور کنایوں میں بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا، حالاں کہ یہ مقام ”مقامِ قطبیت“ ہے اور حضور والا کو مارہرہ کی خدمت سپرد تھی، اس دن کے بعد سے وفات شریف تک آپ مارہرہ سے باہر نہیں گئے۔ اور سیکڑوں کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئیں کہ ان کا تحریر کرنا باعثِ طوالت ہے۔ حضور والا کے وصال کے بعد مظفر علی سے مجھے اس واقعہ کی تصدیق ہوئی۔

کاروبارِ عالم میں قدرت و تصرف کے غیر معمولی اختیار کے سلسلے میں حضرت کے خادم خاص حضرت ظہور اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی روایات سے ایک روایت نقل کی جاتی ہے، ظہور اللہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”جاڑوں کی راتوں میں یہ دیکھا کہ حضور آرام کرنے میں مصروف ہیں اور خادم خدمت گزاری میں، اسی عالم میں حضور پلنگ سے غائب ہو گئے، کنڈی کھلی نہیں، دروازہ کھلا نہیں، جانے آنے میں پائے مبارک کی چاپ سنائی نہیں دی، یہ کیفیت دیکھتا تو حیران رہ جاتا اور اسی حیرانی کے عالم میں بے خود اٹھ کر حضور کو ادھر ادھر تلاش کرتا مگر نہ پاتا۔ تھوڑی دیر میں حضور موجود، عرض کرتا: حضور کہا تشریف لے گئے تھے؟ فرماتے: میاں! تم کو نیند آگئی ہوگی، یہی خیال آ گیا ہوگا کہ میں غائب ہو گیا، جب میں اصرار کرتا تو آپ خاموش ہو کر دوسری باتوں کا ذکر چھیڑ دیتے، مگر اپنے احوال سے باخبر نہ فرماتے۔“

## عقد نکاح:

حضرت مولانا سید شاہ آل رسول احمد برکاتی قدس سرہ کا عقد نکاح ان کی بڑی خالہ حضرت سیدۃ النساء عرف سیدانی بی بی زوجہ سید شاہ منتخب حسین بلگرامی کی بڑی صاحب زادی سیدہ ثار فاطمہ صاحبہ سے سید واڑہ بلگرام شریف میں ہوا۔ حضرت سرکار اچھے میاں اور ستھرے میاں قدس سرہما خاندان کے اکابر و اصاغر اور اعیان مارہرہ مقدسہ اور خدام و خلفائے کرام کے ہمراہ بلگرام شریف بارات لے گئے اور عقد نکاح کی مبارک و مسنون تقریب خیر و خوبی سے انجام پائی۔ حضرت خاتم الاکابر کے خالو و خسر مکرم خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کو بیعت و خلافت کا شرف حضرت شمس العارفین اچھے میاں قدس سرہ سے حاصل تھا۔ آپ حضرت خاتم الاکابر کے ہم جد تھے، آپ کا شجرہ نسب یہ ہے:

”سید شاہ منتخب حسین بلگرامی، ابن سید شاہ ناظم علی ابن سید شاہ حیات النبی تا تو میاں ابن سید شاہ حسین ابن سید شاہ ابوالقاسم ابن سید شاہ جان محمد ابن سید شاہ حاتم ابن سید شاہ بدر الدین بدلے میاں ابن سید شاہ ابراہیم ابن سید شاہ پیارے میاں ابن سید شاہ حسن ابن سید شاہ محمود بدھن میاں ابن سید شاہ بڈھ ابن سید شاہ جمال الدین ابن سید شاہ ابراہیم ابن سید شاہ ناصر ابن سید شاہ مسعود ابن سید سالار ابن حضرت سید محمد صغریٰ جد اعلیٰ سادات بلگرام۔“

آپ کی بی بی صاحبہ بڑی عابدہ زاہدہ، پابند صوم و صلاۃ خاتون تھیں۔ حضرت سے حد درجہ محبت کرتی تھیں۔ پیرانہ سالی کا جب زمانہ تھا، اس وقت بھی آپ کے آرام و آسائش کا بہت لحاظ رکھتیں۔ حضرت کو بھی ان سے بہت انس تھا، تقریباً سرسٹھ برس تک شریک زندگی رہ کر حضرت سے دو سال سات ماہ قبل جوار قدس کی راہ لی۔ تاریخ انتقال ۳ رجب ۱۳۹۱ھ ہے۔ درگاہ برکاتی شریف کے صحن پختہ میں بائیں حظیرہ میں قبر مبارک ہے۔

## اولاد:

حضرت کے دو صاحب زادے سید شاہ ظہور حسن بڑے میاں و سید شاہ ظہور حسین چھٹو میاں اور تین صاحب زادیاں سیدہ انصار فاطمہ، سیدہ ظہور فاطمہ، سیدہ رحمت فاطمہ پیدا ہوئیں۔

## حضرت شاہ ظہور حسن عرف بڑے میاں قدس سرہ (خلف اکبر):

آپ حضرت شمس العارفین شاہ آل احمد اچھے میاں اور سراج السالکین حضرت آل برکات ستھرے میاں کے عہد بابرکت میں ۱۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ چھ سال کا زمانہ حضرت اچھے میاں کا پایا اور ۲۲ برس اپنے دادا جان کا۔ آپ نے بڑی ناز و نعمت سے پرورش پائی۔ والد ماجد نے آغوش شفقت میں تعلیم کا مکملہ کرایا اور مرید کر کے سلوک کی تکمیل کرا دی اور خلافت و اجازت بھی دے دی۔ والد ماجد کے ارشاد و ہدایت کی تعمیل میں مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قدس سرہ سے اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔ آپ کا عقد نکاح سید شاہ دلدار حیدر ابن سید شاہ منتخب حسین بلگرامی کی صاحب زادی سیدہ اکرام فاطمہ قدس سرہا سے ہوا۔ ان سے ایک صاحب زادہ حضرت نور العارفین شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ اور ایک صاحب زادی حضرت سیدہ کلثوم فاطمہ ہوئیں جو سید شاہ نور المصطفیٰ ابن حضرت سید شاہ غلام محی الدین کو بیاہی گئیں۔ ان کے صاحب زادے سید شاہ یوسف حسن صاحب تھے۔ ان کو بیعت کا شرف حضرت خاتم الاکابر سے تھا اور خلافت اپنے ماموں حضرت نور العارفین سے پائی۔ آپ کے صاحب زادہ حضرت سید شاہ ابو حسن صاحب تھے۔ ان کو بیعت و خلافت حضرت خاتم الاکابر سے تھی۔

حضرت شاہ ظہور حسن صاحب قدس سرہ کا دوسرا عقد سید سرفراز علی مودودی سہوانی کی صاحب زادی فاطمہ بیگم سے ہوا، ان سے دو صاحب زادیاں پیاری بیگم اور رمضان بیگم کی ولادت ہوئی۔

## سید شاہ ظہور حسین عرف چٹھو میاں قدس سرہ (خلف اصغر):

آپ حضرت خاتم الاکابر کے چھوٹے صاحب زادے تھے، آپ کی ولادت ۱۲۴۱ھ میں ہوئی، آپ نے ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل اپنے جد امجد اور والد ماجد سے کی اور والد ماجد کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خلافت بھی پائی اور مولانا شاہ عبد المجید بدایونی قدس سرہ سے بھی خلافت و اجازت پائی۔ مولانا ضیاء القادری بدایونی ”اکمل التاریخ“ جلد اول میں لکھتے ہیں:

”حضرت خود فرماتے تھے کہ ہمارے والد ماجد نے ایک روز نصف شب کو جب کہ بہت ابر و باراں تھا، مجھے یاد فرمایا اور ارشاد کیا کہ میاں مولوی صاحب (حضرت شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی) ہمارے گھر سے سب کچھ لے گئے۔ ہمارا دل تھا کہ وہ تشریف لے آتے تو تم کو ان سے اجازت دلواتے۔ میں نے عرض کی کہ حضور اس وقت مولوی صاحب کہاں؟ اتنی گفتگو کے بعد میں مکان چلا آیا۔ تھوری دیر نہ گزری تھی کہ پھر یاد فرمایا۔ ارشاد کیا کہ میاں مولوی صاحب تشریف لے آئے، اس کے بعد حضرت باہر تشریف لائے، میں بھی خدمت میں تھا، دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب درگاہ معلیٰ میں موجود ہیں، کچھ دیر حضرت مولانا سے اس بارے میں بات چیت ہوئی۔ اس کے بعد میرے بیاض پر حضرت قدس سرہ المجید نے سند خلافت و اجازت تحریر فرمادی اور مجھے اجازت فرمائی کہ ہمیشہ کار بر آرائی خدام میں مصروف رہیے۔“

آپ کے نورانی چہرہ سے صولت و شوکت اور رعب و جلال کے جلووں اور ہیبت اسد اللہی کا ظہور ہوتا تھا، اخلاق نہایت کریمانہ تھے۔ حضرت کا وصال یک شنبہ ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوا اور درگاہ شریف میں حضرت شاہ

آل محمد قدس سرہ کے گنبد مبارک کے پائیں دالان میں دفن ہوئے۔

آپ کی دوشادیاں اپنے عم گرامی حضرت شاہ اولاد رسول قدس سرہ کی صاحب زادیوں اولاد فاطمہ اور خاتون فاطمہ سے یکے بعد دیگرے ہوئیں۔ زوجہ اولیٰ سے ایک صاحب زادہ حضرت سید شاہ ابوالحسن علی خرقانی اور ایک صاحب زادی حضرت رقیہ بیگم صاحبہ زوجہ حضرت نور العارفین قدس سرہ تھیں اور دوسری زوجہ سے حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب قبلہ قدس سرہ تھے۔

حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن خرقانی میر صاحب قدس سرہ کی ولادت باسعادت ۱۲۵۹ھ کو ہوئی، آپ نے علمائے خاندان، دادا جان اور حضرت مولانا محمد سعید بدایونی اور دیگر علمائے درسیات کی تکمیل فرمائی۔ جد امجد سے شرف بیعت اور اجازت و خلافت حاصل تھی۔ مدرسہ قادریہ بدایوں کے حضرات علمائے کرام سے بھی علوم حاصل فرمایا تھا۔ ۹ / رجب ۱۳۱۱ھ کو آپ کا وصال ہوا، درگاہ شریف میں مزار مبارک ہے۔

## خلفائے عظام:

حضرت خاتم الاکابر مولانا شاہ آل رسول احمدی محدث مارہروی قدس سرہ کے خلفائے کرام کے ذکر سے پہلے حضرت کا وہ مبارک ملفوظ لکھا جاتا ہے جس سے خلافت و اجازت کے متعلق آپ کا مبارک معمول اور نظریہ اجازت و خلافت معلوم ہوتا ہے۔ حضرت نور العارفین شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ لکھتے ہیں

”پہلے کے بزرگ خلافت عطا کرنے میں بہت تاخیر فرماتے تھے۔ جب تک انھیں یقین نہ ہو جاتا کہ سلوک مکمل ہو گیا، خلافت نہ دیتے تھے۔ اور اب بھی یہی کرنا بہتر ہے۔ مگر کوئی ضد کرے تو اسے سلوک کی تکمیل کا انتظار کیے بغیر دے دینا چاہیے۔ اس لیے کہ زمانہ کے حالات بگڑ گئے ہیں ممکن ہے وہ بد دل ہو کر تصوف کو چھوڑ بیٹھے، پھر خلافت ملنے کے بعد کم از کم اتنا خیال تو کرے گا کہ میں فلاں کا

خليفة ہوں۔ اگر مجھ میں زیادہ لیاقت نہیں، تو اپنا ظاہر تو شریعت کے مطابق کر لوں، تاکہ مخلوق برا بھلا نہ کہے، تو گویا خلافت دینا اسے ایک ذمہ داری دینا ہے اور یہ بھی فائدہ مند ہے۔ یہ سب گفتگو حضرت شاہ آل رسول مقتداے دین اور اس فقیر کے درمیان سوال و جواب کی صورت میں ہوئی ہے جسے میں نے لکھ دیا۔“

حضرت صاحب البرکات سے حضرت شاہ حمزہ تک پہلا دستور تھا۔ حضرت شمس العارفین قدس سرہ نے ان حضرات کو بھی جن کی باقاعدہ سلوک کی تعلیم تکمیل کو نہیں پہنچی تھی خلافت مرحمت فرمادی۔ حضرت خاتم الاکابر کا طریقہ اپنے پیرومرشد کا تھا بعض کو تکمیل سے پہلے اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ جن کو تکمیل سے پہلے مرحمت فرمائی، یہ وہ حضرات تھے جن کے آبا خلفا تھے۔ انھوں نے پاس ادب سے اپنی اولاد کو اجازت نہیں دی۔ حضرت خاتم الاکابر نے اس خیال سے کہ اجازت سلسلہ کی برکت اس گھر میں قائم رہے اجازتیں عطا فرمائیں۔

### خلفائے اکرام (اہل خاندان):

حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ نے اپنے اہل قرابت اور خاندان برکاتیہ کے فرزندان کو بھی خلافت کی دولت سے نوازا، ان خوش نصیب لوگوں کے نام یہ ہیں:

- (۱) حضرت سید شاہ ظہور حسن (بڑے صاحب زادے)
- (۲) حضرت سید شاہ ظہور حسین (چھوٹے صاحب زادے)
- (۳) حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری (بڑے پوتے)
- (۴) حضرت سید شاہ ابوالحسن علی خرقانی (چھوٹے پوتے)
- (۵) حضرت سید شاہ مہدی حسن مارہروی۔ (چھوٹے پوتے)
- (۶) حضرت سید شاہ محمد صادق بن حضرت سید شاہ اولاد رسول (بھتیجے)
- (۷) حضرت سید شاہ علی حسین بن سید ابوالحسن علی خرقانی (پر پوتے)

- (۸) حضرت سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں (صاحب عرس قاسمی)
- (۹) حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم (چھوٹے بھائی)
- (۱۰) حضرت سید شاہ نور المصطفیٰ ابن سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم (بھتیجے)

### خلفائے کرام (بیرون خاندان):

- (۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔
- (۲) خاتم الخلفاء شیخ المشائخ سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی قدس سرہ ۶۔
- (۳) حضرت مولانا مفتی عین الحسن بلگرامی۔
- (۴) حضرت شاہ علی حسین مراد آبادی۔
- (۵) حضرت مولانا عبدالسلام بدایونی۔
- (۶) حضرت مولانا شاہ تاج حسین۔
- (۷) رئیس المتکلمین مولانا تقی علی خاں بریلوی۔
- (۸) حضرت مولانا مفتی شرف علی بدایونی۔
- (۹) حضرت مولانا صوفی عبدالرحمن۔
- (۱۰) حضرت مولانا نابرکات احمد آل رسولی۔

### وصال:

۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ میں چہار شنبہ کے دن حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کا وصال ہوا۔ نور العارفین حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ لکھتے ہیں:

”روح مبارک کے پرواز کرنے کے بعد آپ کے مبارک ہونٹوں کی حرکت بند نہ ہوئی، اور یہ آپ کی وہ حالت تھی جو ”اسم ذات“ پڑھنے کی وجہ سے معمول بن گئی تھی اور حیات مبارکہ میں آپ کی عادت تھی، میں نے سر اور تھوڑی کور و مال سے باندھ دیا تھا، مگر اس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ آخر کار میں نے دل سے بطور خطرہ عرض داشت کی، جب میں نے عرض کیا تو حرکت بند ہو گئی۔“

غسل کے بعد پھر ہونٹوں کی حرکت شروع ہوگئی، میں نے پھر عرض کیا تو پھر حرکت بند ہوگئی۔ تدفین سے قبل چہرہ مبارک کھولا تو پھر ہونٹوں کو حرکت میں دیکھا، پھر عرض کیا تو حرکت بند ہوگئی۔“

**تدفین:**

حضرت سلطان العاشقین مخدوم شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے روضہ مبارک کے پوربی دالان میں حضرت سلطان محبوب بن مخدوم شاہ حمزہ قدس سرہ کے بالیں اور اپنے مرشد گرامی کے بانیں درگاہ برکاتیہ میں دفن ہوئے۔

## سید العابدین حضرت سید شاہ اولادِ رسول قدس سرہ

آپ سراج السالکین حضرت سید آل برکات سترے میاں کے صاحب زادے ہیں۔

**ولادت:**

آپ کی ولادت ۱۵ شعبان، ۱۲۱۲ھ کو مارہرہ شریف میں ہوئی۔

**پرورش اور تعلیم و تربیت:**

آپ سوا برس کے تھے کہ آپ کے والدین، سید آل امام جمایاں کی شادی کے سلسلے میں دیارِ مشرق کوات وغیرہ تشریف لے گئے، اور آپ کو شمس العارفین سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کی پرورش اور تربیت میں چھوڑ گئے، حضرت ہی نے آپ کی پرورش کی، تعلیم و تربیت خود کی اور دوسرے حضرات سے بھی کرائی۔ اور اپنا مرید کیا، پھر اجازت عام و خاص اور خلافت عطا فرمائی، اور اپنے خاص باغات و املاک عطا فرمائے۔

**فنِ طب میں مہارت:**

حضرت سید شاہ اولادِ رسول قدس سرہ نے فنِ طب علماً و عملاً اپنے والد ماجد سے حاصل کیا، اور اس میں شہرہ آفاق ہوئے۔

## والی ٹونک کی عقیدت:

والی ٹونک نواب میر خاں صاحب آپ کے بہت معتقد تھے، حضرت زیادہ تر وہیں (ٹونک میں) رہتے تھے، نواب صاحب بہت نیاز مندی اور عزت و تکریم سے پیش آتے تھے۔

## عقد نکاح اور اولاد:

آپ کا عقد نکاح، سید سعادت علی ابن سید منتخب حسین بلگرامی کی بڑی صاحب زادی قدرت فاطمہ سے ہوا، آپ کے یہاں کئی اولادیں ہوئیں، جن میں چار صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں زندہ ہیں۔

ان صاحب زادوں کے نام یہ ہیں:

۱- حضرت سید شاہ محمد صادق ۲- حضرت سید شاہ محمد جعفر ۳- حضرت سید شاہ محمد باقر ۴- حضرت سید شاہ محمد عسکری۔

صاحب زادیوں کے نام یہ ہیں:

۱- اولاد فاطمہ ۲- غنیمت فاطمہ ۳- محبت فاطمہ ۴- خاتون فاطمہ

ان میں بڑی صاحب زادی سیدہ اولاد فاطمہ کا عقد نکاح سید شاہ ظہور حسین چھٹو میاں سے ہوا۔ پھر ان کے انتقال کے بعد چھوٹی صاحب زادی سیدہ خاتون فاطمہ ان کے حوالہ عقد میں آئیں۔

☆ حضرت سید شاہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید اولادِ رسول کے بڑے صاحب زادے تھے، ان کی ولادت ۷ رمضان المبارک، ۱۲۳۸ھ کو ہوئی۔ تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے پائی، اور بیعت و خلافت اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ سے حاصل کی۔ آپ کو خاتم الاکابر، سید شاہ آل رسول احمدی اور والد ماجد سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی، آپ ان تینوں بزرگوں کے

ظاہری و باطنی کمالات کے وارث تھے، آپ کا عقد نکاح آپ کے عم محترم اور مرشد گرامی حضرت سید غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ کی صاحب زادی سیدہ سیکینہ بیگم سے ہوا، جن سے دو صاحب زادے اور پانچ صاحب زادیاں ہوئیں۔ بڑے صاحب زادے حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل شاہ جی میاں قدس سرہ تھے، جن کی طرف عرس قاسمی کی نسبت ہے، اور چھوٹے صاحب زادے سید شاہ ابوالکاسم محمد ادریس حسن ستھرے میں تھے۔

☆ حضرت سید اولاد رسول قدس سرہ کے دوسرے صاحب زادے سید شاہ محمد جعفر تھے، انھیں اپنے والد ماجد سے سلسلہ چشتیہ میں اور اپنے عم کرم سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ سے تمام خاندانی سلاسل میں بیعت حاصل تھی۔ ان کا عقد نکاح دیانت فاطمہ بنت سید دلدار سے ہوا جن سے صاحب زادیاں انوار فاطمہ، آرزو بیگم اور فرحت فاطمہ عاجزی بیگم ہوئیں۔ سید محمد جعفر صاحب نے حضرت شاہ ابوالقاسم شاہ جی میاں کو بچپن ہی سے اپنی صلیبی اولاد کی طرح پالا تھا، اور اپنی تمام جائداد درگاہی و خانقاہی مع جملہ مناصب و حقوق تولیت و خدمت درگاہ و آثار متبرکہ انھیں کو عطا کی۔ ۲۳ شعبان، ۱۳۰۹ھ کو سیتاپور میں انتقال ہوا، اور وہیں عید گاہ سے متصل مدفون ہوئے۔

☆ حضرت کے تیسرے صاحب زادے سید شاہ محمد باقر صاحب کا عقد سید امیر حیدر گورے میاں کی صاحب زادی اختر فاطمہ سے ہوا، فن طبابت میں انھیں کمال حاصل تھا، آخری عمر میں کچھ جذب کی سی حالت طاری ہو گئی تھی، آپ کو اپنے والد ماجد سے بیعت و اجازت تھی، ان کی وفات ۶ جمادی الاولیٰ، ۱۳۱۶ھ کو مارہرہ شریف میں ہوئی۔

☆ حضرت سید اولاد رسول قدس سرہ کے چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحب زادے سید شاہ محمد عسکری کا عقد سید شاہ نور الحسن ابن سید شاہ غلام محی الدین کی صاحب زادی راحت فاطمہ بیگمی بیگم سے ہوا، جن سے ایک صاحب زادے سید آل نبی صاحب اور دو صاحب زادیاں قدسیہ بیگم اور رابعہ بیگم ہوئیں۔

سید محمد عسکری صاحب اپنے والد ماجد سے بیعت تھے، اور والد گرامی کے

ساتھ ہی خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی سے بھی اجازت تھی، اور ان کے صاحب زادے سید آل نبی نور العارفین سید ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ سے بیعت تھے۔ سید محمد عسکری کا انتقال شنبہ کے دن ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۲۵ھ کو مارہرہ شریف میں ہوا۔ اور درگاہ برکاتیہ میں اپنے والد ماجد کے مزار سے متصل محو استراحت ہیں۔

### خلافت و اجازت:

آپ کوئٹہ العارفین حضرت آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کے علاوہ اپنے والد ماجد حضرت آل برکات ستھرے میاں سے بھی اجازت عامہ و خاصہ اور خلافت حاصل تھی۔

### سجادہ نشینی:

آپ والد ماجد کے وصال کے بعد اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ سجادہ برکاتیہ احمدیہ غوثیہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔

### فنِ تکسیر وغیرہ میں مہارت:

آپ کو فنِ تکسیر، تسخیر روحانیات، سلب امراض اور طب میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، آپ کے شاگردوں کو بھی طبابت میں بڑی مہارت تھی، مارہرہ اور اس کے گرد و نواح میں ان کی طبابت کی دھوم تھی۔

### قلمی آثار:

حضرت نے چند رسالے تحریر فرمائے تھے جو فنِ طب، خاندانی حالات اور میلاد مبارک کے موضوع پر تھے۔

### وصال:

آپ کا وصال ۲۶ ربیع الآخر، ۱۲۶۸ھ کو بدھ کے دن عصر و مغرب کے درمیان مارہرہ شریف میں ہوا، اور درگاہ برکاتیہ حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ کے مزار کے پائیں مدفون ہوئے۔

## شمس العرفا حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ

آپ حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ کے سب سے چھوٹے شہزادے ہیں۔

### ولادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۲۳ھ میں مارہرہ شریف میں ہوئی، جب آپ پیدا ہوئے آپ کی چھوٹی یا سبھلی بہن جوا بھی کم سن تھیں، شمس العارفین سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کی بارگاہ میں دوڑی ہوئی گئیں اور عرض کیا کہ ہمارے یہاں ایک چھوٹا سا بھیا پیدا ہوا ہے، حضرت نے فرمایا کہ وہ ”غلام محی الدین امیر عالم“ ہے۔ حضرت کے فرمانے کا یہ اثر ہوا کہ آپ کی پوری زندگی طاعت و عبادت و امارت میں گزری۔  
**تعلیم:**

آپ نے علوم ظاہری کی تعلیم مولانا شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی، مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی اور مولانا ولی اللہ فرخ آبادی سے، اور علوم باطنی کی تعلیم اپنے عم مکرم شمس العارفین سید شاہ آل احمد اچھے میاں اور والد ماجد قدس اللہ اسرار ہما سے حاصل کی۔

### بیعت اور خلافت و اجازت:

آپ اپنے والد ماجد حضرت سراج السالکین سید آل برکات ستھرے میاں سے بیعت ہوئے، اور خلافت و اجازت اپنے عم مکرم حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں، والد ماجد حضرت آل برکات ستھرے میاں اور برادر اکبر خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہم سے حاصل فرمائی۔ اور والد ماجد کی رحلت کے بعد اپنے دونوں حقیقی بھائیوں (سید شاہ آل رسول احمدی اور سید اولاد رسول) کے بہ درجہ مساوی سجادہ احمدیہ برکاتیہ غوثیہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔

### والد ماجد کے محبوب نظر:

آپ اپنے والد ماجد کے بہت چہیتے فرزند تھے، والد گرامی کو آپ سے اتنی

محبت تھی کہ آپ سے ذرا دیر کی جدائی بھی گوارا نہ فرماتے، وہ خاندانی اسرار جو سینہ بہ سینہ چلے آرہے تھے اور مخصوص خاندانی اشغال و اعمال اور اوراد و اذکار سب آپ کو سکھائے، اور زیادہ تر بزرگوں کے مخصوص تبرکات آپ ہی کو عنایت فرمائے، بلکہ اپنے بعد آپ ہی کو سجادہ نشین سجادہ برکاتیہ احمدیہ تجویز فرما کر دوو شیعہ بھی تحریر فرمادیے، لیکن حضرت نے اپنے بڑے بھائیوں کے ادب و احترام کی وجہ سے تنہا سجادہ نشین ہونا گوارا نہ فرمایا، اس لیے تیسرے اور آخری و شیعہ میں تینوں بھائیوں کے لیے بہ درجہ مساوی سجادہ نشین ہونے کی وصیت فرمائی۔

### عقد نکاح اور اولادیں:

آپ کا عقد سید سعادت علی ابن سید منتخب حسین بلگرامی کی صاحب زادی سیدہ صیانت فاطمہ سے بلگرام میں ہوا۔ ان سے تین صاحب زادے اور ایک صاحب زادی کی ولادت ہوئی۔

☆ صاحب زادی کا نام سکینہ فاطمہ بیگم تھا، ان کا عقد خاتم الاسلاف سید شاہ محمد صادق مارہروی سے ہوا، جن کے بڑے صاحب زادے صاحب عرس قاسمی سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں اور پوتے مورخ خاندان برکات تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں تھے۔ سیدہ سکینہ فاطمہ بیگم علیہا الرحمہ کی ولادت ۶/ ذی الحجہ ۱۲۵۲ھ کو ہوئی، اور یک شنبہ ۲۴/ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو سینٹاپور میں انتقال ہوا، اور قبرستان متصل عید گاہ سینٹاپور میں مدفون ہوئیں۔

☆ بڑے صاحب زادے سید نورالحسین کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا، اور درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے زنانہ حظیرہ میں مدفون ہوئے۔

☆ دوسرے صاحب زادے سید شاہ نور الحسن عرف منجھلے صاحب یکم ربیع الآخر ۱۲۳۸ھ کو دو شنبہ کے دن پیدا ہوئے۔ مولانا محمد موسیٰ لکھنوی اور مولانا احمد خاں جالیسری سے متوسطات تک علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی، اور خاندانی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور عم مکرم سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہم سے پائی۔ آپ کا



عقد سیدہ حیات فاطمہ سے ہوا جو سید دلدار حیدر ابن سید منجب حسین بکرامی کی صاحب زادی تھیں۔ ان سے دو صاحب زادے سید شاہ روح الحسن حسین حمزہ اور سید شاہ نور احمد، اور تین صاحب زادیاں امانت فاطمہ حسینی بیگم، ممتاز فاطمہ شہزادی بیگم اور راحت فاطمہ بیگمی بیگم پیدا ہوئیں۔

سید نور الحسن کو اپنے والد ماجد سے بیعت و خلافت حاصل تھی، اور حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ سے بھی اجازت و خلافت تھی، یہ اپنے والد ماجد کے بعد سجادہ نشین ہوئے، اور ۱۱/ ذی قعدہ ۱۲۹۶ھ کو مارہر شریف میں انتقال فرمایا۔

☆ حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ کے تیسرے اور چھوٹے صاحب زادے سید نور المصطفیٰ کی ولادت ۲۳/ رجب ۱۲۳۹ھ میں ہوئی، انھیں اپنے والد ماجد سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا۔ ان کا عقد نکاح سید شاہ ظہور حسن ابن سید شاہ آل رسول احمدی کی دختر نیک اختر سیدہ کلثوم فاطمہ سے ہوا، موصوفہ، نور العارفین سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ کی حقیقی بہن تھیں، ان سے ایک صاحب زادے سید شاہ حاجی یوسف حسن اور دو صاحب زادیاں سیدہ بلقیس فاطمہ اور سیدہ منظور فاطمہ پیدا ہوئیں۔

سید نور المصطفیٰ کی وفات ۲۹/ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ کو بدھ کے دن جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانہ میں لکھنؤ میں ہوئی، احاطہ فقیر محمد خاں کے متصل لاٹ کلن سے دکھن جانب تکیہ میں مدفون ہوئے۔

## وصال:

حضرت سید غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ کا وصال ۵/ شعبان ۱۲۸۶ھ کو بدھ کے دن طلوع آفتاب کے قریب لکھنؤ میں ہوا، وصیت کے مطابق آب کا جنازہ لکھنؤ سے مارہرہ شریف لایا گیا اور درگاہ برکاتیہ میں دالان پائیں گنبد کی چکی میں پورب کی جانب محو استراحت ہوئے۔

## کتابیات

اس مقالہ کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

۱- تاریخ خاندان برکات - (۱۳۲۹ھ) - مولف: تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی، المجمع المصباحی، مبارک پور، اعظم گڑھ، سن اشاعت: اپریل ۲۰۰۰ء۔

۲- اصح التواریخ - (۱۳۲۷ھ) - حصہ اول و دوم، تالیف: تاج العلماء حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی، ناشر: برکاتی پبلشرز، ایم/۳۹، اقبال کلاتھ مارکیٹ، نزد بولٹن مارکیٹ، بندر روڈ، کراچی، سن اشاعت: فروری ۱۹۸۸ء۔

۳- داستان نور - مقالہ نگار: شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی مشمولہ ”اہل سنت کی آواز“ (۲۰۰۳ء) مدیران سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری و سید جمال الدین احمد اسلم قادری برکاتی، طابع و ناشر: سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری نائب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف، ضلع ایٹھ (یو پی)۔

۴- جہان نور - مقالہ نگار: نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، مشمولہ ”اہل سنت کی آواز“ (۲۰۱۰ء) ج: ۱، ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ/ اکتوبر ۲۰۱۰ء، خصوصی شمارہ ”اکابر مارہرہ“ حصہ دوم - ناشر: دارالاشاعت برکاتی، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹھ (یو پی)۔

۵- حیات شاہ آل رسول احمدی - تالیف: مولانا محمود احمد رفاقتی اشرفی، بزم اشرفی رفاقتی، خانقاہ رفاقتی اشرفی، اسلام آباد (بھوانی پور) مظفر پور، بہار، سن اشاعت ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۶- مفتی اعظم نمبر - ماہ نامہ استقامت کان پور، مقالہ نگار، علامہ محمد احمد مصباحی، رجب ۱۴۰۳ھ، مطابق مئی ۱۹۸۳ء۔

۷- سراج العوارف فی الوصایا والمعارف - مصنف: حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری، مترجم اردو: ڈاکٹر سید محمد امین قادری برکاتی، ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (علیگ)، ناشر: برکاتی پبلشرز، کھارادر، کراچی، پاکستان، (غیر مورخ)۔

۸- تذکرہ مشایخ قادریہ برکاتیہ رضویہ - مولف: مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، طبع چہارم، ناشر: الجمع المصباحی، مبارک پور، تاریخ اشاعت: رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ/ نومبر ۲۰۰۲ء۔

۹- تذکرہ علمائے اہل سنت - تالیف: مولانا محمود احمد قادری، طبع دوم، ناشر: سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، ڈجلوٹ روڈ، فیصل آباد (پاکستان)، سن اشاعت: ۱۹۹۲ء۔

۱۰- اہل سنت کی آواز - جلد: ۱۶، ذی قعدہ، ۱۴۳۰ھ/ نومبر ۲۰۰۹ء، خصوصی شمارہ ”اکابر مارہرہ“ (حصہ اول) دارالاشاعت برکاتی، خانقاہ مارہرہ مطہرہ، ضلع ایٹہ، (یوپی)۔

۱۱- برکاتِ مارہرہ - تالیف: مولانا طفیل احمد صدیقی بدایونی، مطبع نول کشور، لکھنؤ، سن اشاعت غیر مرقوم۔

۱۲- احوال و مقامات - تالیف: مولانا محمد عبدالہادی محمد میاں قادری بدایونی، مطبوعہ حیدر آباد، سن اشاعت: ۱۹۹۲ء۔

۱۳- تنویر العین من کنز مدائح السید ابی الحسین - (۱۳۳۲ھ) مصنف: مولانا غلام شہر قادری بدایونی (قلمی)، ضخامت، ۲۵۲ صفحات۔

## حضرت وارث بختن

## خاندان اور شخصیت کے آئینے میں

### سید محمد اشرف قادری برکاتی

قدیم صوبہ متحدہ کے دارالسلطنت اکبر آباد سے ملحق ضلع ایٹہ کے مغربی حصے میں واقع صوفیائے کرام کی مشہور و معروف بستی مارہرہ شریف یعنی حضرت سید شاہ برکت کے پریم میں ڈوبی ہوئی پیم گری میں خاص شاہراہ کے شمالی حصے میں وہ عظیم الشان درگاہ بے کس پناہ برکاتیہ ہے جہاں بڑوں بڑوں نے اپنے سرعقیدت خم کئے، جس کو اپنے دور کے اساطین طریقت نے اپنا مرکز عقیدت بنایا۔ جہاں سے نہ جانے کتنے تشنگان معرفت جام معرفت پی کر راہ ہدایت پا گئے۔ جو آج بھی برصغیر ہند میں لاکھوں عوام سیکڑوں علماء و مشائخ کا مرکز عقیدت و مرجع خلأق ہے۔ اسی دربرکات و خانقاہ عالی شان کی مدح سرائی کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ۷

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے مری سرکاروں کے

یہ درگاہ شریف، درگاہ شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ کے نام نامی سے موسوم ہے اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا کوئی ذی علم شخص ایسا نہیں جو اس درگاہ اور درگاہ سے وابستہ خانقاہ کی دینی و علمی اور ملی خدمات کا معترف نہ ہو۔ ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ برصغیر ہند و پاک میں قادر یہ سلسلہ کی یہ سب سے بڑی درگاہ ہے وہ اس

لئے بھی کہ سلسلہ قادریہ کا اجرا اس خانقاہ کے مرشدانِ کرام اور خلفائے عظام کے ہاتھوں جس قدر عمل میں آیا کسی دوسری خانقاہ کے مرشدانِ عظام اور خلفاء کے ہاتھوں عمل میں نہیں آیا اور بحمدہ تعالیٰ اس امر کو اہل خانقاہ نے رب تعالیٰ کا خصوصی فضل اور اس کے حبیب صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نگاہِ کرم تصور کیا۔

عہدِ شاجہانی کے مشہور و معروف صوفی شاعر صاحب البرکات سلطان العاشقین حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی عینی بلگرامی ثم مارہروی رضی اللہ عنہ کی اس درگاہ میں اپنے دور کے وہ اکابر مشائخ آرام فرما رہے ہیں جن کی ایک نگاہِ التفات نے عام انسانوں کو خاص لوگوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا۔

خانوادہ برکاتیہ کے اکابرین کی آمد اور ہندوستان میں سکونت اختیار کر کے مارہرہ شریف کو اپنا مستقل مسکن بنانے کے تاریخی پس منظر کو اس خانوادہ کے عظیم القدر بزرگ، تاریخ خاندان برکات کے مصنف پیر و مرشد حضور تاج العلماء سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں صاحبِ قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ہمارا نسب بواسطہ حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ بادشاہانِ ظالم کے ظلم سے ہمارے دادا سید علی عراقی رحمۃ اللہ علیہ ترک وطن فرما کر قریہ واسط میں جو مابین عراق عرب و عراق عجم کے ہے، تشریف لا کر قیام پذیر ہوئے۔ آپ کے احفاد سے حضرت سید ابوالفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں سید ابوفراس جد سادات بلگرام و سید ابوالفضائل و سید داؤد و سید معز الدین کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں واسط سے غزنی تشریف لائے اور بعد قیام چند روزہ مع سید معز الدین پھر واسط کو مراجعت فرمائی اور باقی تینوں صاحبزادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا اور سید ابوفراس نے جاجیر اور سید ابوالفضائل نے چہترود اور سید داؤد نے تہن پور میں اقامت اختیار فرمائی۔ سید ابوفراس کے احفاد سے حضرت سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسب ایمائے سلطان شمس الدین التمش ”سری“ نام راجہ بلگرام سے جو کا فر سخت

اور بڑا سرکش تھا جہاں فرمایا۔ اور اُس کے قتل کے بعد ۱۱۴ھ (چھ سو چودہ ہجری) میں فتح پائی۔ سلطان نے اس فتح کے بعد بلگرام مع اُس کے توابع و لواحق کے آپ کی جاگیر میں دے دیا۔ حضرت نے اُس کا نام سری نگر سے بدل کر بلگرام رکھا اور وہاں شعائر و مراسم اسلام کو رواج دیا اور اپنے توابع شیوخ فرشوری اور ترکمانوں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہیں سکونت اختیار فرمائی۔ اُس زمانہ سے ہماری بود و باش تا زمانہ حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ بلگرام میں رہی۔ حضرت میر عبد الواحد قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہ عہدِ جہانگیری میں ۱۱۷۰ھ (ایک ہزار سترہ ہجری) میں مارہرہ تشریف لائے اور اس وقت سے اس وقت تک حضرت کی اولاد مارہرہ میں ہے۔

حضرت سید شاہ عبد الجلیل بلگرامی کے چار صاحبزادے سید ابوالفتح، سید شاہ اولیس، سید محمد، سید ابوالخیر اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ صاحبزادہ خور حضرت سید محمد اولیس قدس سرہ کو بیعت و خلافت اپنے والد ماجد سے تھی اور آپ ہی وہ صاحبزادہ ہیں کہ جن کی اولاد مارہرہ شریف میں ہے۔ حضرت سید شاہ محمد اولیس کے تین صاحبزادے حضرت سلطان العاشقین سید شاہ برکت اللہ، حضرت سید شاہ عظمت اللہ، حضرت سید شاہ رحمت اللہ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی عینی رحمۃ اللہ علیہ ہی امام سلسلہ برکاتیہ ہیں۔ حضور صاحب البرکات قدس سرہ نے اپنے والد معظم اور دیگر بزرگان خاندان کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ والد ماجد قدس سرہ کے علاوہ دیگر بزرگوں سے اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ کے اوپر سرکارِ غوثیت کے عشق کا غلبہ تھا۔ اور اسی کے زیر اثر حضور صاحب البرکات قدس سرہ، سرکارِ کالپی حضرت سید شاہ میر فضل اللہ کالپوی قدس سرہ العزیز کے پاس حاضر ہوئے۔ سرکارِ کالپوی نے حضور صاحب البرکات کو گلے لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا ”دریا بہ دریا پیوست“ اور تمام سلاسلِ عالیہ قادریہ کی خلافت اور اجازت سے سرفراز فرمایا اور یہیں سے اس خانوادہ

عالیشان میں سلسلہ قادریہ جدیدہ کا اجراء عمل میں آیا۔ حضور صاحب البرکات کے دو صاحبزادے ہوئے۔ سرکار کلاں حضرت سید شاہ آل محمد صاحب و سرکار خورد حضرت سید شاہ نجات اللہ قدس سرہما۔ سرکار کلاں حضرت سید شاہ آل محمد صاحب ہی کی نسبت سے یہ خانقاہ شریف بڑی سرکار سے منسوب کی جاتی ہے۔ حضرت سید شاہ آل محمد صاحب کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ بڑے صاحبزادے اسد العارفین حضرت سید شاہ حمزہ اور چھوٹے صاحبزادے برکات ثانی سید شاہ محمد حقانی، صاحب تصانیف کثیرہ قدس سرہما۔ حضرت سید شاہ حقانی کا عقد نہیں ہوا تھا۔ ان کا انتقال مارہرہ شریف میں ہوا۔ ابدی آرام گاہ درگاہ برکاتیہ میں ہے۔ مزار اقدس سید شاہ آل محمد قدس سرہ کے سرہانے کے دالان میں ہے۔

حضرت سید شاہ حمزہ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے صاحب، حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب، حضرت سید شاہ آل حسین سچے صاحب۔

حضور آل احمد اچھے صاحب کے ایک صاحبزادے ہوئے جو صغریٰ میں وصال فرما گئے۔ آپ نے اپنی حیات میں اپنے برادر اوسط حضرت آل برکات ستھرے صاحب قدس سرہ کو اپنا سجادہ نشین تجویز فرمایا۔

حضور اچھے صاحب کے بعد آپ کے برادر خورد حضرت سید آل برکات ستھرے صاحب، صاحب سجادہ ہوئے۔ آپ کے عقد اول سے ایک صاحبزادے سید آل امام جٹا میاں صاحب ہوئے اور عقد ثانی سے حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ، حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ، حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ ہوئے۔

والد ماجد قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ تینوں بھائی اپنے والد کے بدرجہ مساوی جانشین و سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت سید شاہ آل رسول صاحب کے دو صاحبزادے حضرت سید شاہ ظہور حسن صاحب عرف بڑے میاں، حضرت سید شاہ

ظہور حسین صاحب عرف چھٹو میاں ہوئے۔ حضرت سید شاہ ظہور حسن صاحب قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ، حضرت سید شاہ ظہور حسین صاحب کے صاحبزادے حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب ہوئے۔ حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب نے اپنا جانشین حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں کو مقرر فرمایا۔ لیکن بعد میں ایک معاہدہ میرے بڑے ابا حضور سید العلماء علیہ الرحمہ اور حضرت سید شاہ آل نبی صاحب کے درمیان سجادگی کو لے کر ہوا۔ حضرت آل نبی صاحب حضرت محمد عسکری صاحب کے صاحبزادے تھے، اس معاہدے کی رو سے آل نبی صاحب کو سجادہ نشینی اور عرس نوری کے حقوق حاصل ہوئے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت آل نبی چھما میاں صاحب نوری سجادے پر متمکن ہوئے اور ان کے وصال کے بعد اسی معاہدہ کی رو سے حضرت یحییٰ حسن میاں صاحب زیب سجادہ مارہرہ شریف ہوئے۔ حضرت یحییٰ میاں نے اپنی حیات ظاہری میں حضرت سید شاہ نجیب حیدر قادری نوری کو تحریری و زبانی طور سے اپنا وارث و جانشین نامزد کیا۔

حضرت شاہ اولاد رسول صاحب کے چار صاحبزادے ہوئے۔ حضرت سید شاہ محمد صادق، حضرت سید شاہ محمد باقر، حضرت سید شاہ محمد جعفر، حضرت سید شاہ محمد عسکری صاحب۔ حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب کے بڑے صاحبزادے مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے وصال کے بعد تاج دار مسند غوثیہ برکاتیہ ہوئے۔ حضرت اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ کے دو صاحبزادے حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم و تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہما ہوئے۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب نے اپنی حیات ظاہری میں اپنے حقیقی نواسے احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب قدس سرہ کو اپنا سجادہ نشین مقرر فرمادیا۔ حضرت شاہ جی میاں صاحب کے وصال کے بعد ان کے

صاحبزادے حضرت تاج العلماء قدس سرہ گدی نشین ہوئے اور انہوں نے بھی اپنی حیات ظاہری میں حضرت احسن العلماء کو اپنا اور اپنے والد ماجد کا جانشین مقرر کرتے ہوئے مسند سجادگی پر بٹھایا۔ حضرت تاج العلماء کے بعد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ صاحب سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ ہوئے۔ اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضور امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب، صاحب سجادہ آستانہ برکاتیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اُن کا سایہ ہم سب پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

### حضرت وارث نچتن کی کچھ یادیں:

عرس نوری کا زمانہ آتا تو ہم بچے بہت خوش ہوتے۔ اس عرس کے موقع پر میلے کا اہتمام ہوتا تھا اور ہوتا ہے۔ شاہ راہ خاص پر دور ویدکانیں سجتی تھیں۔ جھولے، ہنڈولے اور سرکس اور جانے کیا کیا۔ محفل سماع کا بھی اہتمام ہوتا تھا جو قوالی تک محدود تھا۔ محفل مشاعرہ بھی برپا ہوتی۔ لیکن ان کا ذکر بعد میں، فی الحال میلے کی رونقیں یاد کر رہا ہوں کہ عم بزرگ وارث نچتن حضرت سید محمد یحییٰ حسن میاں قادری برکاتی قدس سرہ کا پہلا نقش میرے شعور میں عرس نوری کے میلے کی رونقوں کے حوالے ہی سے جاگزیں ہے۔ اس نقش کا ذکر کرنے سے پہلے یہ بھی یاد کرنا ضروری ہے کہ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق قادری قدس سرہ نے بتایا کہ عرس نوری کے میلے میں حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان بھی تشریف لے جاتے تھے اور کچھ نہ کچھ خریداری ضرور فرماتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا حضور آپ میلے میں؟ تو فرمایا ہاں میرے مرشد کے عرس کا میلہ اور میں اپنے بچوں کے لیے کچھ نہ خریدوں؟ میلہ اپنے شباب پر تھا کہ ہمارے گھر میں ایک نہایت خوبصورت چھریرے بدن اور صاف و شفاف رنگت کے صاحب داخل ہوئے اور میرے والد گرامی حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان سے فرمایا۔ میں بچوں کو میلہ دکھانا چاہتا ہوں۔ والد گرامی نے فرمایا ضرور لے جائیے۔

وہ صاحب خوش ہو کر میری طرف بڑھے۔ اپنی نگرانی میں صحن میں استادہ کھجور کے درخت کے پاس بٹھا کر منہ دھلویا، سر میں تیل لگوا یا اور کنگھی کرا کے میرا سرخ رنگ کا کوٹ پہنایا اور گود میں اٹھا کر میلہ دکھانے لے چلے۔ ایک بڑی سی دوکان میں لے کر داخل ہوئے جو خوب سچی ہوئی تھی۔ اس میں انعامی کوپن کا قرعہ نکالنا تھا۔ وہ مجھے اس لیے لے گئے تھے کہ اس بکس میں جس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا ہاتھ ڈال کر میں انعامی کوپن نکالوں۔ جس شخص کے نام سائیکل (سب سے بڑا انعام) کا کوپن نکلا وہ مصر ہوا کہ میاں کے بیٹے کو ہم مٹھائی کھلائیں گے جن کے ہاتھوں قرعہ نکالا گیا ہے۔ عم محترم نے فرمایا جس کا انعام نکلا ہے اس کی مٹھائی میرا بچہ نہیں کھائے گا۔ پھر مجھے گھرا کر واپس چھوڑ دیا اور ہنس کر یہ واقعہ میرے والد گرامی کو سنایا۔ اب یاد نہیں کہ مجھے مٹھائی سے محرومی کا غم ہوا تھا کہ نہیں؟ لیکن اتنا ابھی بھی یاد ہے کہ گھر سے باہر کسی رونق بھری جگہ میں کسی کی گود میں سواری کرنے کی لذت اس وقت بھی بہت خوش کن محسوس ہوئی تھی۔

مندرجہ بالا واقعہ میں میری واپسی ہو گئی تھی۔ لیکن ایک واقعہ ایسا بھی ہے جب عم بزرگ مجھے میلہ دکھانے لے گئے اور میں آسانی سے واپس نہیں آسکا۔ انہیں کی زبانی سنیں۔

”لکہ (مارہرے میں بچوں کو اسی لاڈ کے نام سے پکارا جاتا ہے) ایک دن ہمارا دل چاہا کہ تمہیں ہنڈولے پر جھولا جھلائیں۔ ہم تمہارے پاپا کے پاس گئے۔ اور ہم نے کہا کہ ہم اشرف کو جھولا جھلوانے جا رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ لے جائیے۔ ہم تمہیں تیار کرا کے لے گئے۔ بس کے اڈے کے پاس لکڑی کے ہنڈولے لگے تھے۔ ہنڈولے والا ہمیں اور تمہیں دیکھ کر خوش ہو گیا۔ میں نے کہا بچہ جھولا جھولے گا۔ یہ کہہ کر ہم نے تمہیں جھولے میں بٹھا دیا۔ ادھر میں ہی عرس اور میلے کا ناظم اعلیٰ تھا اور لنگر سے لے کر مشاعرے تک کا کام میرے سپرد تھا۔ اچانک کسی نے خانقاہ سے آ کر کہا کہ ایک ضروری کام سے آپ کو بلایا گیا ہے۔ میں فوراً خانقاہ میں چلا آیا اور کاموں کی زیادتی میں بھول گیا کہ تمہیں ہنڈولے میں بٹھا کر آیا ہوں۔ میں کئی گھنٹے

بھولے رہا اور ادھر ہنڈولے والے کا معاملہ یہ کہ وہ تمہیں اتارے تو کس کے سپرد کرے۔ وہ تمہیں مستقل جھلاتا رہا۔ تم اس دن پچاسوں بار جھولے۔ اب تمہارے گھر میں تمہاری تلاش شروع ہوئی عرس کا مجمع، میلے کی بھیڑ بھاڑ، درگاہ، خانقاہ، گلیاں حتیٰ کہ کنویں بھی دیکھ لیے گئے۔ سب پریشان مجھے اس پریشانی کی کوئی اطلاع ہی نہیں۔ کسی نے تمہارے باپ کو یاد دلایا کہ اشرف کو تو اچھے صاحب (حضرت یحییٰ میاں کا گھر کا نام) آپ سے مانگ کر لے گئے تھے۔ تمہارے باپ نے مجھے بلا کر کہا کہ یحییٰ بھائی اشرف کہاں ہیں؟ بس یہ سننا تھا کہ میری زبان دانتوں تلے دب گئی۔ ابھی لاتا ہوں، یہ کہہ کر میں میلے کی طرف روانہ ہوا اور جا کر دیکھا تو ہنڈولے والا تمہیں مسلسل جھلاتا تھا۔ مجھے دیکھ کر بیچارہ ایک ہی جملہ بولا ”میاں۔ بڑی جلدی لوٹے آپ“ میں جلدی سے تمہیں گود میں اٹھا کر لایا اور پھر گھر میں سب تمہیں دیکھ کر خوش ہو گئے۔“

میرے عم بزرگ میرے والد محترم سے دو سال سے زیادہ بڑے تھے۔ وہ میرے دادا حضرت سید شاہ آل عبا قادری قدس سرہ اور دادی صاحبہ حضرت بی بی شہر بانو صاحبہ قدس سرہا کے قریب ترین بھائی کے بیٹے تھے۔ عم بزرگ نے شیر خواری کے زمانے میں میری چھوٹی پھوپھی حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون قدس سرہا کے ساتھ میری دادی صاحبہ سے رضاعت حاصل کی اور یہ رشتہ قوی تر ہو گیا۔ مجھے یاد نہیں کہ ایسا ہوا ہو کہ جب بھی میں اُن سے ملا ہوں انہوں نے یہ رشتہ مجھے یاد نہ دلایا ہو۔ وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ میری پرورش میری رضاعی ماں یعنی تمہاری دادی نے فرمائی تھی کیوں کہ میرے والد بچپن میں وفات پا گئے تھے اور تمہاری دادی اپنے بھائی کو یاد کر کے رنجور رہتی تھیں اور مجھے ان کی نشانی سمجھ کر بہت شفقت کرتی تھیں۔ فرماتے تھے کہ جب میں اور میری چھوٹی بہن طاہرہ تمہارے باپ اور پھوپھیوں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو بالکل حقیقی بھائی بہن لگتے تھے۔

عم بزرگ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

سید شاہ محمد یحییٰ حسن بن سید شاہ مسعود حسن بن سید شاہ حامد حسن بن سید شاہ

محمد باقر بن سید شاہ اولاد رسول بن حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں بن حضرت سید شاہ حمزہ عینی بن حضرت سید شاہ آل محمد بن حضرت سید شاہ برکت اللہ عتیقی و تہمی بن حضرت سید شاہ اولیس بن حضرت سید شاہ عبدالجلیل بن حضرت سید شاہ عبدالواحد بن حضرت سید شاہ ابراہیم بن حضرت سید شاہ قطب الدین بن حضرت سید شاہ ماہرو بن حضرت سید شاہ بڈھ بن حضرت سید کمال بن حضرت سید قاسم بن حضرت سید حسن بن حضرت سید نصیر بن حضرت سید حسین بن حضرت سید عمر بن حضرت سید محمد صغریٰ، فاتح بلگرام بن حضرت سید حسین بن حضرت سید ابوالفرح ثانی بن حضرت سید ابوفراس بن حضرت سید ابوالفرح واسطی بن حضرت داؤد بن حضرت حسین بن حضرت سید یحییٰ بن حضرت سید زید سوم بن حضرت سید عمر بن حضرت سید زید دوم بن حضرت سید علی عراقی بن حضرت سید حسین بن حضرت سید علی بن حضرت سید محمد بن حضرت سید عیسیٰ المعروف بموتم الاشبال بن حضرت زید شہید ابن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت امام زین العابدین سید سجاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سید الشہداح حضرت امام حسین ابن علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب بن سیدۃ النسا حضرت فاطمۃ الزہرا بنت محمد ابن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سید المرسلین خاتم النبیین فخر ابن آدم سرور کائنات فخر موجودات محمد ابن عبد اللہ ابن عبدالمطلب۔

ان کی پیدائش ۷ نومبر ۱۹۲۵ء مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ میں ہوئی اور خود ان کے قول کے مطابق تعلیم کی ابتدا میرے پیرومرشد تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان نے کرائی اور کئی کتابیں پڑھائیں۔ پھر کالج کی تعلیم بھی حاصل کی بعدہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور وہیں رجسٹرار آفس میں کچھ دن ملازمت کی پھر دلی میں ملازمت کی۔ اس کے بعد بہت دنوں ممبئی میں قیام رہا۔

اس قیام کی مدت بڑی طویل ہے۔ جب حضرت یحییٰ میاں کے عم محترم

حضرت چھما میاں صاحب علیل ہوئے تب میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ان کو خط لکھ کر احوال بتائے اور مارہرہ آنے کے لیے اصرار کیا کہ اب آپ مارہرہ واپس آجائیں۔ وہ خط مکتوب الیکو نہیں ملا۔ واپس آ گیا۔ آج بھی خط میرے عم محترم شفیق ملت حضرت سید شاہ حسین میاں صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ یہ غالباً ۱۹۸۳ء کی بات ہے۔ حضرت چھما میاں صاحب کے انتقال پر بھی عم بزرگ نہیں آ سکے۔ ان کی مصلحتیں خدا جانے یا وہ خود۔ جب میرے دادا صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال ہوا، اُن کے چالیسویں کے موقع پر ۱۹۸۷ء میں عم بزرگ مارہرہ تشریف لائے۔ والد گرامی قدس سرہ نے عم بزرگ کو ان کی وہ چابی جو آثار متبرکہ کی الماری کی تھی، ۲۶ سال امانت رکھنے کے بعد واپس کی کہ اس پورے زمانے میں عم بزرگ مارہرہ ایک بار بھی نہیں آئے تھے۔ پھر عم بزرگ نے عرس نوری جو کچھ برسوں سے موقوف ہو گیا تھا پھر شروع کیا اور خوب دھوم دھام سے کرنے لگے۔ اس دوران حق حقوق کے سلسلے میں کچھ قانونی اور عدالتی کاروائیاں بھی ہوئیں۔ غالباً ۲۰۰۴ء میں حضرت عم محترم میرے علی گڑھ کے سرکاری مکان پر اطلاع دے کر تشریف لائے اور فرمایا کہ وہ اپنے بڑے بیٹے (حضرت امین ملت مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ و صدر انتظامیہ کمیٹی درگاہ شاہ برکت اللہ صاحب) سے مل کر معاملات اچھے کرنا چاہتے ہیں۔ وہیں حضرت امین ملت سے اُن کی ملاقات ہوئی۔ اس دن کے بعد سے انہوں نے ہم بھائیوں کو اپنے بیٹوں کی طرح ماننا شروع کر دیا۔ جب وہ ۱۹۸۷ء میں مارہرہ تشریف لائے تب انہوں نے میرے والد محترم سے فرمایا تھا کہ مجھے اپنا چھوٹا بیٹا سید نجیب حیدر دے دو۔ میرے والد گرامی نے فرمایا۔ چاروں بیٹے آپ کے ہیں۔ اب سے چند سال پہلے انہوں نے عرس نوری کی خرچہ پوشی کی رات میں برادر عزیز رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی نوری کے سر پر ولی عہدی کی دستار باندھی اور ان کے ولی عہد ہونے کا اعلان کیا۔ محض رقم ہوا، اہم شخصیات کے دستخط ہوئے، خرچہ پوشی کے جلوس میں حضرت عم محترم کے ساتھ برادر عزیز سید نجیب میاں بھی درگاہ تک گئے اور یہ رسم پوری

ہوئی۔ بعدہ اسی ضمن میں انہوں نے وصیت نامہ بھی تحریر کیا جس میں اپنی وفات کے بعد اپنے حقوق تولیت مسجد و خانقاہ و درگاہ اور اپنی گدی کا مالک سید نجیب حیدر سلمہ کو بنایا۔ یہ رجسٹرڈ وصیت نامہ ہے۔ غالباً اس سے ایک برس پہلے گلشن برکات میں عرس نوری کی خرچہ پوشی کی محفل میں اس عاصی کو اور برادر عزیز سید نجیب حیدر قادری کو تحریری خلافت نامہ لکھ کر عطا کیا اور رفیق ملت کی ولی عہدی کا برسر عام اعلان کیا کہ میرے بعد وہ اس سجادہ نوری برکاتی پر متمکن ہوں گے اور عرس نوری کا بلا شرکت غیر اپنے بھائیوں کی مدد سے انتظام و اہتمام کریں گے۔ نوری سجادے اور عرس نوری اور میلے کے مستقبل کے بارے میں یہ فیصلہ کر کے وہ بہت مطمئن ہو گئے تھے اور اکثر اپنے اس اطمینان کا اظہار کرتے تھے۔

حضرت عم محترم میرے برادر بزرگ کی خطابت سے بہت خوش ہوتے تھے۔ مسجد برکاتی ہو یا عرس قاسمی اور عرس نوری کی محفلیں وہ حضرت امین ملت کا دوران تقریر چہرہ نہارتے رہتے تھے اور سبحان اللہ، ماشاء اللہ کے نعرے لگاتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے میرے چاروں بیٹے اپنے قوت بازو کی کمائی کھاتے ہیں اور درگاہ، خانقاہ اور مدرسے اور علم کی خوب خوب خدمت کرتے ہیں۔ اس امر سے وہ بہت خوش رہتے تھے اور اپنے چاہنے والے مریدوں میں بیٹھ کر بھی اس بات کا ذکر کرتے تھے۔

حضرت عم محترم گفتگو کے فن کے ماہر تھے۔ کسی بھی موضوع پر وہ بے تکان گفتگو کر سکتے تھے۔ جس محفل میں وہ ہوتے تھے، بس وہی وہ محو گفتگو ہوتے تھے۔

میرے عم بزرگ اعلیٰ درجے کے متواضع تھے۔ مہمانوں کو کھانا کھلانے کے بہت شوقین تھے۔ باصرار کھانے پر بٹھاتے تھے۔ ان کا دسترخوان ان کے دل کی طرح وسیع تھا۔

ہاتھ بھی بہت کھلا ہوا تھا اپنے سے چھوٹوں کو بے دریغ پیسہ عطا کرتے تھے۔ کسی کسی بچے کو تو عید کے دن تین تین مرتبہ عیدی دے دیتے تھے۔ برادر امجد سید محمد افضل قادری کے بیٹے سید برکات سلمہ کو انہوں نے ایک دن میں تین دفعہ عیدی دی تھی اور وہ بھی

خوب زیادہ زیادہ۔ وہ عزیز بھی سعادت مندی کا اظہار کرتا رہا۔ حضرت عم محترم میرے والد گرامی کی علمیت، روحانیت اور عبادت کے بہت قائل تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ:

”قرآن شریف کی کوئی بھی آیت ہو حسن میاں صاحب اس کی شان نزول اور مکمل تفسیر کیا خوب بیان فرماتے ہیں۔ میرے حسن میاں ہندوستان نہیں پوری مملکت اسلامیہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ یہ بات اب کہہ رہا ہوں۔ میرا معبود بھی سن رہا ہے۔ میرے نبی پاک بھی سن رہے ہیں۔ میرے حسن میاں کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ پورا سلسلہ صبح شام رات محقق، محدث، فقہ شریعت سے ہی کام تھا۔ (وہ عبادتیں بھی بہت کرتے تھے) میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان کے ساتھ نفلیں پڑھنے والوں کے گھٹنے دکھ جاتے تھے۔ مگر میرے بھائی حسن میاں ایک ساتھ سو سو نفلیں پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں ”قل یا ایہا الکافرون“ اور دوسری رکعت میں ”قل هو اللہ أحد“ پڑھتے تھے۔

(ٹیپ شدہ گفتگو سید نجیب حیدر، حبیب زبیری صاحب اور راقم حروف ۱۱-۲۰۰۹ء/ج ۹/منٹ شام)

حضرت عم محترم کو میری والدہ کریمہ قدس سرہا سے بڑی والہانہ عقیدت تھی۔ میری والدہ کے انتقال پر ۴ جنوری ۲۰۱۱ء کی شب بہت روئے اور کئی دن تک گریے کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ وہ میری والدہ کو دیور کے رشتے اور عزیز داری سے بڑھ کر سمجھتے تھے اور اس کی وجہ بھی بیان کرتے تھے۔

”میں بھانج کے پاس گیا تھا۔ میری بھانج بہت بڑی سیدانی ہیں، اُن کا ہاتھ تنگ ہوتا، تب بھی دوسروں کی مدد کرتی ہیں۔ مجھے عورتیں آکر بتاتی ہیں کہ ہمیں جو وہ دیتی ہیں وہ کوئی دوسرا نہیں دیتا۔ ہماری تقریبات میں ہماری مدد کرتی ہیں۔ ایسی سیدانی ہمارے گھر بیاہ کر نہیں آئیں۔ میں نے کہا وہ بی بی فاطمہ کی بیٹی، پوتی، نواسی ہیں۔ ان کی ہی صفات آئی ہیں ان میں، بہت نخی ہیں بھانج میری، عورتیں آکر ان کی تعریفیں کرتی ہیں۔ واہ واہ کیا سخاوت ہے۔ میاں ہم اس وقت تمہاری منہ

دیکھی نہیں کہہ رہے ہیں۔ تمہاری ماں ہمارے خاندان کی، ہمارے قبیلے کی آبرو ہیں۔ (ٹیپ شدہ گفتگو ۴ نومبر ۲۰۰۹ء)

حضرت عم محترم گفتگو میں بہت ماہرانہ لیاقت رکھتے تھے۔ عموماً ان کی گفتگو بہت دلچسپ ہوا کرتی تھی۔ وہ پرانے واقعات کو تواتر اور تسلسل کے ساتھ ہمیشہ ایک جیسے الفاظ میں بیان کرتے تھے۔ شہروں، شہروں ملکوں ملکوں کی سیر کے باوصف ان کے تجربات ایک جہاں دیدہ شخص کے تجربات تھے۔ ادھر پچھلے تین چار برسوں سے انہوں نے تقریر کا سلسلہ موقوف کر دیا تھا اور عرس نوری میں بھی خرچہ پوشی اور قل کے مخصوص خطابات جو صاحب تقریب کے سپرد ہوتے ہیں وہ حضرت امین ملت مدظلہ اور برادر عزیز سید نجیب حیدر سلمہ کے ذمے کر دیئے تھے اور آخری خطاب اور دعا حضرت وارث نچتن کی خواہش پر حضرت امین ملت ہی کرنے لگے تھے۔ اس درمیان نعت خواں و منقبت خواں حضرات کے واسطے جو نذرانے آتے تھے وہ بھی حضرت امین ملت یا نجیب میاں کے ہاتھوں تقسیم کرانے لگے تھے۔ پچھلے پانچ چھ برسوں سے عرس نوری اور میلے کی مکمل نگرانی کا کام بھی انہوں نے رفیق ملت سید نجیب حیدر قادری کے سپرد کر دیا تھا۔ غرض یہ کہ اپنی زندگی کے آخری برسوں میں انہوں نے خود کو بہت سی رسومات سے مبرا کر لیا تھا اور اس بات کے واضح اشارے دے دیئے تھے کہ ان کے بعد مسند نور یہ خانقاہ برکاتیہ کی سجادگی کس کے سپرد ہوگی۔ وہ اس انتظام سے بے حد مطمئن اور خوش رہتے تھے۔

ان کی طبیعت کا یہ حال تھا کہ انہیں شکر کی بیماری ہوگئی تھی جس کے علاج میں انہوں نے ڈاکٹروں کو ہمیشہ مایوس کیا۔ پچھلے ایک برس میں ان کی طبیعت کئی بار علیل ہوئی اور ان کا بہت معقول علاج ہوا۔ کئی بار علی گڑھ جا کر اسپتالوں میں داخل ہوئے، اکثر ضد کر کے واپس خانقاہ آ جاتے تھے۔ انتقال سے چند روز پہلے علی گڑھ میڈیکل کالج کے سینئر فیزیویشن ڈاکٹر چغتائی نے مجھے بتایا کہ انہیں کینسر کا شبہ ہے اور اب وہ اس درجے پر ہے کہ علاج سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن انسان بہت حریص ہوتا ہے۔



ہم بھائیوں کو یہ گوارہ نہیں تھا کہ ہم انہیں ان کی طبیعت کے حوالے کر دیں۔ قرآنی حکم بھی تدبیر کے حق میں ہے۔ انہیں دلی میں علاج کرانے کے لیے نجیب میاں نے بمشکل راضی کیا۔ ان کے دونوں بھانجوں کو بھی میرٹھ سے بلا لیا گیا۔ دلی کے مشہور اسپتال مول چند اسپتال میں انہیں داخل کیا۔ اسپتال کی صفائی اور اپنے کمرے کی عمدگی کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے تھے کیوں کہ ان کے بارے میں بڑوں سے سنا ہے کہ ہمیشہ سے صفائی پسند تھے۔ مرض کینسر کے بڑے ماہر ڈاکٹر بھارگو نے ہم لوگوں کو بتادیا کہ افاتے کی امید نہ کے برابر ہے۔ دلی میں ان کے مریدوں اور حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کے مریدوں کا تانتا سا لگا رہتا تھا۔ حضرت امین ملت اور امان میاں سلمہ بھی عیادت کو آئے۔ افضل میاں سلمہ نے بھی گوالیر سے آکر عیادت کی۔ سید نجیب میاں مارہرہ سے آکر مستقل ان کے ساتھ رہ کر تیمارداری کرتے رہے۔ عم محترم کی بھانجی عزیزہ رقیہ سلمہ بھی آتی جاتی رہیں۔ سید فخر عالم بھیا صاحب زادہ سرکار خور د بھی اپنے بچوں کے ساتھ بریلی سے دلی آگئے تھے۔ ودیہ سے حضرت چھما میاں صاحب علیہ الرحمہ کے خاص مرید اچھے میاں بھی آگئے تھے۔ مارہرہ سے اسلم کانپوری برکاتی، ثاقب، فرید، شعیب، پہلے سے ہی آگئے تھے۔ حسنین بھائی برکاتی اور آصف برکاتی زیادہ تر اسپتال میں ہی نظر آتے۔ پرول پور کے افضل بھائی اور اسلم بھائی بھی مستقل اسپتال میں ہی رہے۔ دلی کے شکیل بھائی بھی زیادہ تر اوقات اسپتال میں ہی گزارتے تھے۔ اکمل بھائی کے بچے بھی اسپتال میں بہت آتے تھے۔ ڈاکٹر نے I.C.U. میں داخل کر دیا تھا۔ تین دن تک وہیں رہے اور پھر وہ دن آیا جس کا وعدہ سب سے ہے اور جسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو چھوڑ کر وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۱ جولائی ۲۰۱۱ء کو بروز جمعرات انتقال کیا۔ اسپتال میں بے حد ہجوم ہو گیا تھا۔ سید نجیب حیدر سلمہ ان کی میت لے کر مارہرہ شریف رات میں پہنچے جہاں ہزاروں آدمی اپنے مرشد کے آخری دیدار کو منتظر تھے۔ حضرت امین ملت جو بیرونی سفر میں تھے، اپنا سفر موقوف کر کے

مارہرہ شریف آگئے۔ اعلان کر دیا گیا کہ تدفین بعد نماز جمعہ عمل میں آئے گی۔ اپنی آخری آرام گاہ کے بارے میں وہ اشارۃً پہلے ہی بتا چکے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد ایک مجمع کثیر در کثیر نے ان کی نماز جنازہ میں حصہ لیا۔ حضرت امین ملت مدظلہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ پورا گلشن برکات نمازیوں سے بھرا ہوا تھا اور باہر کی سڑک اور گلیاں بھی انسانوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ان کے ہمدام دیرینہ جناب حبیب انور صاحب نے جوان کی وفات کی خبر سن کر لندن سے آگئے تھے، ہم چاروں بھائیوں سے کہا کہ وہ اپنے دوست کے قبر میں اتر کر انہیں رخصت کرنا چاہتے ہیں۔ حبیب انور چچا بھی تقریباً اسی سال کے ہیں مگر ان کی ہمت اور محبت دیکھ کر ماشاء اللہ کہنے کو جی چاہا۔ غرض یہ کہ راقم حروف اور حبیب انور زبیری صاحب قبر میں اترے اور حضرت عم محترم کو اول منزل تک پہنچا کر ان سے رخصت ہوئے۔ گھنٹوں مٹی دینے کا عمل جاری رہا۔ اور حضرت امین ملت نے فاتحہ قبر پڑھا اور بعد از آں گھر جا کر بھی مختصر فاتحہ پڑھا گیا۔ تدفین کے بعد قبر سے نکلنے پر مجھے عجیب سی غشی محسوس ہوئی اور میں اپنی والدہ ماجدہ قدس سرہا کے حجرے میں جا کر لیٹ گیا۔ اس وقت ایک عجیب و غریب عالم تھا جو مجھ پر گزر رہا تھا۔ میں نیم بے ہوشی کے عالم میں لیٹا اپنے عم بزرگ کے مختلف ایام اور نقوش یاد کرتا رہا۔ ان کی گود میں سوار ہو کر میلہ دیکھنے جانا، جھولوں پر ان کا لے جانا اور پھر مجھے بھول آنا، ان کا مشاعرہ گاہ میں بیٹھنا، میرے والد محترم کی عیادت کے واسطے ۱۹۸۸ء میں پنت اسپتال دلی میں روزانہ مع لُفن کے آنا، حقوقِ خانقاہی کے معاملات میں حقداروں کا آپس میں بیٹھ کر بات کرنا اور پھر قانونی چارہ جوئیاں کرنا، پھر ایک دن ان کا علی گڑھ میں میرے آفس والے گھر میں آکر کہنا اب سب نزاعی معاملات کے خاتمے کا فیصلہ کرنا چاہیے، ان کا شب خرقہ پوشی میں حضرت امین میاں اور راقم حروف کے ہاتھوں بزرگوں کا خرقہ پہننا، زیارت آثار قدیمہ کی الماری کے پاس بیٹھ کر ہم لوگوں کو زیارت کی تیاری کرتے دیکھنا، عیدین اور جمعہ کی نماز سے پہلے کی تقریر کرتے حضرت امین ملت کو یا سید نجیب میاں کو دیکھنا اور خوش ہونا، پھر اسپتال

کے ایام، پھر ان کی میت کے ساتھ سوگواروں کا ہجوم کثیر اور پھر امین میاں مدظلہ کا نماز جنازہ کے لیے ہاتھ اٹھا کر بآواز بلند اللہ اکبر کہنا اور چاروں طرف خاموشی چھا جانا، قبر میں سب سے آخر تک ان کا دیدار کرنا اور پھر رخصتی کلمات کہہ کر میرا قبر سے باہر نکلنا اور اپنی ماں کے حجرے میں آکر نیم بے ہوش ہونا اور یہ تمام مناظر چند لمحوں میں دیکھنا..... باقی رہے نام اللہ کا۔

ان کے مریدوں کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ میاں صاحب کسی مشکل سے مشکل بات کے لیے دعا کر دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا تھا اور ان کے منہ سے نکلی بات پوری ہو کر رہتی تھی۔

چار باتیں ایسی ہیں جن کو میں واضح انداز میں بتا سکتا ہوں کہ ان کے کہنے کے مطابق عین ان کی منشا پر ہوئیں۔ وہ اپنی زندگی میں فرماتے تھے کہ دیکھ لینا کہ تم ہی چاروں بھائی میرے جنازے کو درگاہ میں لے جاؤ گے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ان کی رہائش گاہ سے جب ان کا جنازہ اٹھا تو وہ ہم چاروں بھائیوں کے کاندھوں پر تھا۔ دوسری بات یہ کہ قبر کی جگہ ان کی خواہش کے مطابق ہے۔ تیسری بات یہ کہ میری والدہ ماجدہ قدس سرہا کے چوکی والے فاتحے میں شرکت کے وقت انھوں نے فرمایا کہ میرے بیٹے میرا فاتحہ بھی اسی طرح کریں گے۔ الحمد للہ تمام افراد نے دیکھا کہ ان کی زندگی، علالت، علاج، کفن، غسل، نماز جنازہ اور تدفین اور بعد کے تمام فاتحے سب بہت شان سے ہوئے۔

وہ جب میرے دادا حضرت سید آل عبا قادری قدس سرہ کے فاتحہ چہلم میں مارہرہ تشریف لائے تو انہوں نے میرے والد ماجد سے مانگا کہ اپنے چھوٹے بیٹے سید نجیب حیدر کو مجھے دے دو۔ ان کی یہ بات بھی پوری ہوئی اور یہ بات ان کی زندگی میں ہی پوری ہو گئی۔ حضرت وارث پنچتن کو وہ ولی عہد سجادہ ملا جو ان کی خواہش کے عین مطابق تھا۔ وہ اکثر نجیب میاں کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ نجیب میاں کے جذب، تقریر کی خوبی، سادگی، فیاضی، دل جوئی کے جذبے، امداد غرباء و مساکین،

خانقاہ کی خدمت، اعراس کے انتظام اور مزاج کی نرم خوئی اور تواضع و اخلاق کو دیکھ کر وہ جب خوش ہو کر تعریف کرتے تھے تو دراصل اس وقت وہ عالم تصور میں یہ دیکھتے تھے کہ ان کے بعد نوری سجادے پر وہ جلوہ افروز ہوگا جس کے وجود سے حضرت صاحب البرکات سے لے کر حضور احسن العلماء تک تمام بزرگوں کی روحیں خوش ہوں گی کہ خانقاہ کی اس گدی کی منفرد روایت اور ان کے جانشین رفیق ملت سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری کی ممتاز اور بے لوث شخصیت آپس میں پہلے سے ہی شیر و شکر ہیں۔

حضرت وارث پنچتن علیہ الرحمہ والرضوان نے ایک بار منبر نور پر راقم حروف کو خلافت و اجازت دیتے وقت اس بات کا اظہار کیا تھا کہ ان کے بعد جب ان کا جانشین سجادے پر بیٹھے تو اسے اپنے بڑے بھائیوں یعنی حضرت امین ملت مدظلہ اور اس فقیر کی سرپرستی حاصل رہے۔ میں ان کی اس خواہش میں دعا کو شامل کرتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ الہ بادشاہ! ہمارے عم بزرگ حضرت وارث پنچتن علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرما دے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے جانشین ولی عہد کو عرس نوری اور سجادہ نوری کی خدمت کرنے کی طاقت غیب سے اس طرح عطا فرما کہ برادر عزیز سید نجیب حیدر قادری سلمہ کو اس بھاری امانت کو اٹھانے میں اپنے برادر بزرگ امین ملت حضرت سید امین میاں قادری مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ تمام بڑوں کی شفقت، تمام دوستوں کی محبت اور تمام خوردوں کی عقیدت بھرپور انداز میں اس طرح ملے کہ نوری گدی سے وابستہ مریدین و متوسلین پکاراٹھیں کہ ایک شمع انجمن خاموش ہوئی تو ایک چراغ خانہ روشن ہو گیا۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس چراغ کو تادیر روشن رکھے اور یہ چراغ ایک زمانے کے دلوں کو روشن کرتا رہے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

## اب جنبشِ نظر میں کوئی داستاں نہیں

(امی کی یادیں)

سید محمد اشرف قادری برکاتی

۲۳ جنوری ۱۹۴۹ء میں محترمہ والدہ مرحومہ سیتاپور سے بیاہ کر مارہرہ شریف آئیں اور حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی اجازت سے گھر میں داخل ہونے سے پہلے درگاہ شریف میں سلام کے واسطے اتاری گئیں۔ ٹھیک باسٹھ برس بعد اسی ماہ جنوری کی پانچ تاریخ کو ہزاروں کا مجمع ان کے پھول جیسے جسدِ خاکی کو کندھوں کندھوں اسی درگاہ برکاتیہ میں لے گیا اور انہیں سپردِ خاک کیا۔ جب بیاہ کر آئیں تب بھی میری پیرانی صاحبہ سیدہ منظور فاطمہ مرحومہ اہلیہ حضور تاج العلماء قدس سرہ نے انہیں گلے سے لگایا ہوگا اور جب سپردِ خاک ہوئیں تب بھی انہیں کے پہلو میں آرام فرما ہوئیں۔ امی میری پیرانی صاحبہ کی بہو بھی تھیں اور پیرانی بھی کہ میری پیرانی حضور احسن العلماء کے ہاتھ پر بیعت تھیں۔

امی بڑی سرکار، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ میں باسٹھ برس تک مقیم رہیں۔ اس طویل عرصے میں ہزاروں نشیب و فراز آئے لیکن ان کا اخلاق ایسا کریمانہ اور مزاج ایسا منصفانہ اور طرز و طریق ایسا شریفانہ تھا کہ اہل خاندان ہوں کہ اہل سلسلہ، ہم بھائیوں کے دوست احباب ہوں کہ رشتہ دار سب کے سب ان کے گرویدہ تھے۔ کسی فردِ واحد کو ان سے شکایت نہیں تھی۔ وہ جھاڑو کے بندھن کی طرح تھیں۔ سب کو جمع کر

کے رکھتی تھیں۔ وہ صلہ رحمی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ ہمارے دور و نزدیک کے بے شمار ایسے اعزہ ہیں جن سے ہمارے گھر کا تعلق صرف امی کی وجہ سے استوار تھا۔ ان کی وفات کے موقع پر جب سب جمع ہوئے تو اس صدمے کی حالت میں بھی ہمیں ایک حیرت انگیز مسرت ہوئی کہ ہماری ماں کی وجہ سے ہمارا کنبہ کتنا بڑا اور متحد ہے۔ اہل سلسلہ بھی انہیں دیوانہ وار چاہتے تھے۔ ان کی وفات ۴ جنوری ۲۰۱۱ء مطابق ۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ بروز منگل ہوئی۔ ۵ جنوری ۲۰۱۱ء کو ہندوستان کے طول و عرض سے اور غیر ممالک سے ہزار ہا ہزار افراد ان کی نمازِ جنازہ میں شریک تھے۔ ”گلشنِ برکات“ کے وسیع میدان میں ہر طرف انسانوں کے سر نظر آرہے تھے۔ ان میں خانقاہوں کے سجادہ نشین، دارالعلوم کے اساتذہ، یونیورسٹیوں کے پروفیسران، سرکاری محکموں کے افسران، سیاست دان، ادیب و شاعر، حکیم و ڈاکٹر، ہمارے دھیمیالی اور ننھیالی اعزہ اور ہم بھائیوں کے سسرالی اعزہ اور مارہرہ شریف کے مقامی بھائی شامل تھے۔ غرض کہ ہر شعبہ حیات کی نمائندگی تھی۔ سینکڑوں انسان بلا تفریق مذہب گلشنِ برکات کے صدر دروازے کے باہر بھی موجود تھے ابھی ان کی وفات کے صدمے سے ابھر نہیں پایا ہوں۔ جو کچھ ذہن میں آ رہا ہے سپردِ قلم کر رہا ہوں۔

### خاندان: حسب نسب

وہ سیتاپور کے نقوی سادات کے ایک معزز گھرانے کی بیٹی تھیں۔ ان کے والد کا نام سید محمد اسحاق نقوی اور والدہ کا نام سیدہ بی بی کنیر زینب بیگم جعفری تھا۔ والد کا خاندان اہل اللہ سے متعلق تھا جن میں حضرت سلطان الاولیاء سید شاہ سلطان جہانگیر ایک صاحب دل صوفی تھے جن کا عرسِ قصبہ آٹ، تحصیلِ مسرکھ ضلع سیتاپور میں ان کے خلیفہ حضرت مصلح الدین کے مزارِ پاک کے احاطے میں ہوتا ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء کا مزارِ پاک بہار میں ہے۔ اس خاندان میں نامور ادیب بھی ہوئے جیسے سید محمد آفاق نقوی (میرے حقیقی ماموں) اور سید ابوالحسن نعیمی۔

والدہ کاننھیالی خاندانِ ادیبوں اور شاعروں کا گہوارہ تھا۔ حضرت ریاض

خیر آبادی، سید عقیل احمد جعفری، سید رئیس احمد جعفری،۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی کا شجرہ پدری و مادری میرے پیرومرشد سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ حضرت تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمۃ نے "خاندان برکات" نامی کتاب کے حاشیے پر اس طرح درج کیا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و آلہ و اصحابہ نسب نامہ سید محمد اسحاق صاحب ساکن سیتا پور محلہ فتن سرائے جنکی لڑکی برخوردار محبوبہ فاطمہ سلمہا سے برخوردار سید مصطفیٰ حید حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کا عقد نکاح ہوا ہے (۱) سید محمد اسحاق صاحب (۲) ابن سید نور الحسن صاحب (۳) ابن سید رجب علی صاحب (۴) ابن سید محمد بخش صالح (۵) ابن سید حاجی حیدر شاہ صاحب (۶) ابن سید عبدالنبی صاحب (۷) ابن سید معروف علی صاحب (۸) ابن سید داؤد صاحب (۹) ابن سید شاہ محمد صاحب (۱۰) ابن سید شاہ مصطفیٰ صاحب (۱۱) ابن سید شاہ سلطان جہانگیر صاحب (۱۲) ابن سید شاہ فضل اللہ صاحب آملی (۱۳) ابن سید عبداللہ عرف سید بڑے صاحب (۱۴) ابن سید ملک صاحب (۱۵) ابن سید مجاہد الدین صاحب (۱۶) ابن سید کمال الدین صاحب (۱۷) ابن سید علاؤ الدین صاحب (۱۸) ابن سید مرتضیٰ صاحب آملی (۱۹) ابن سید محمد صاحب (۲۰) ابن سید شاہ ابوطالب صاحب (۲۱) ابن سید شاہ علی صاحب (۲۲) ابن سید شاہ حسن صاحب (۲۳) ابن سید حسین صاحب (۲۴) ابن سید جعفر صاحب (۲۵) ابن حضرت امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۶) ابن حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۷) ابن حضرت امام موسیٰ الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۸) ابن حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۹) ابن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۰) ابن حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۱) ابن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۲) ابن حضرت امام عرش مقام حسین رضی اللہ

عنه (۳۳) ابن حضرت امام امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۳۴) بنت حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم و آلہ و صحابہ و بارک وسلم۔

نسب نامہ بی بی زینب بیگم والدہ محبوبہ فاطمہ سلمہا اللہ تعالیٰ:

(۱) بی بی زینب بیگم (۲) بنت میرناظر حسین صاحب (۳) ابن سید قائم علی صاحب (۴) ابن میر ہدایت علی صاحب عرف لعل میاں (۵) ابن سید محمد پناہ صاحب (۶) ابن سید محمد ماہ صاحب (۷) ابن سید محمد کاظم صاحب (۸) ابن سید محمد عارف صاحب (۹) ابن سید ابوالفتح صاحب عرف شیخ فتن (۱۰) ابن سید حبیب اللہ صاحب (۱۱) ابن سید معز الدین صاحب عرف سید پھول (۱۲) ابن سید شاہ چاند صاحب (۱۳) ابن سید وجہ الدین (۱۴) ابن سید مصطفیٰ صاحب (۱۵) ابن سید عیسیٰ صاحب (۱۶) ابن مخدوم سید شاہ فتح اللہ صاحب عرف شیخ چکنا (۱۷) ابن مخدوم سید عادل الملک صاحب (۱۸) ابن سید عالم الملک صاحب (۱۹) ابن سید عبدالملک کیرامی (۲۰) ابن سید بہاؤ الدین صاحب (۲۱) ابن سید خطیر الدین صاحب (۲۲) ابن سید ظہیر الدین صاحب کہرامی مصنف کتاب فتاویٰ ظہیری (۲۳) ابن سید بدیع الدین صاحب (۲۴) ابن سید شاہ اسماعیل صاحب (۲۵) ابن سید شاہ عثمان صاحب (۲۶) ابن سید بختویہ (۲۷) ابن سید ماہ ویہ صاحب (۲۸) ابن سید عمویہ صاحب (۲۹) ابن سید سیبویہ صاحب ☆ (۳۰) ابن سید محمد صاحب ملقب بہ سید جوز نیشاپوری (۳۱) ابن سید علی صاحب ملقب بہ سید فاضل (۳۲) ابن سید حسین صاحب ملقب بہ سید اکبر (۳۳) ابن سید محمد صاحب ملقب بہ سید دیاج (۳۴) ابن حضرت سید امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا آخر شجرہ مذکورہ بالا یعنی شجرہ سید محمد اسحاق صاحب۔ یہ دونوں شجرے کتاب شجرات طیبات مولفہ سید ظہور الحسن صاحب فروغ سیتا پوری مطبوعہ مطبع امیرالمطالع سیتا پور ۱۳۳۶ھ سے نقل کئے ہیں۔

## پیدائش، بچپن اور تعلیم:

پیدائش بدایوں شریف میں ۲۸ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۳۰ء کو ہوئی جہاں میرے نانا سید محمد اسحاق قدس سرہ بسلسلہ ملازمت بود و باش رکھتے تھے۔ بچپن اپنے وطن مالوف سیتاپور کے محلہ فتن سرائے میں گزرا۔ اس محلے کا نام میری والدہ کے جد مادری کے نام پر ہے۔ بچپن سے ہی بہت ذکی و فہیم تھیں۔ گھڑ سواری کر لیتی تھیں اور سائیکل چلانا جانتی تھی۔ والد محکمہ پولیس کے افسر تھے اس لئے گھڑ سواری کی سہولت تھی۔ ماموں جان سید محمد آفاق نقوی بیان کرتے تھے کہ تمہاری والدہ ننھی سی بچی تھیں اور گھوڑے پر سوار ہو جایا کرتی تھیں۔ ماموں جان نے ہی بتایا کہ جب تمہاری والدہ پانچ چھ برس کی تھیں تو ایک دن بزرگوں کی ہدایت پر محلے کی ناؤں نے انہیں پکڑ کر ان کا ایک کان چھیدا دیا۔ ناؤں دوسرا کان چھیدنا چاہتی تھی کہ تمہاری ماں ہاتھ چھڑا کر صحن میں استادہ نیم کے درخت پر چڑھ گئیں اور اعلان کر دیا کہ جب تک ناؤں گھر میں ہے، نیچے نہیں اتروں گی۔ شام تک درخت پر رہیں۔ جب شام کو والد نے گھر میں آ کر بہلایا، پچکارا تب اس شرط پر اتریں کہ پہلے ناؤں کو اس کے گھر بھیج دیجئے۔ قرآن عظیم کی تعلیم والدہ نے دی اور اسکولی تعلیم مقامی نسواں اسکول میں ہوئی۔ ایک ٹھیلے نما سواری آتی تھی جس کے چاروں طرف پردہ پڑا رہتا تھا۔ اسی میں بیٹھ کر محلے کی بچیاں نسواں اسکول جاتی تھیں۔

## امی کی شادی:

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کا عقد مسنون سیتاپور میں محلہ فتن سرائے کے قدیم خاندان سادات نقویہ کی اولاد یعنی حضرت سید محمد اسحاق صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی علیہا الرحمۃ سے ۲۱ جنوری ۱۹۴۹ء میں ہوا۔ حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ نے اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر تبرگاہ یہاں وہ تحریر پیش کی جا رہی ہے جس میں حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ

کے برادر محترم حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنے برادر عزیز کی شادی کے واقعات اپنی ڈائری میں درج کئے ہیں۔

حضرت سید العلماء کی تحریر من و عن نقل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم مسلمان اپنے اسلاف کی روش جانیں کہ شادی کے معاملات کتنی سادگی سے ادا کئے جاتے تھے۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

۷۸۶

۹۲

۲۰ جنوری ۱۹۴۹ء

۱۰ بجے میں ببا، منشی ایوب علی، حسن میاں، سرتاج دلہن زاہدہ اور بچے وکیل احمد، عبدالحق حجام کیوں سے کاس گنج روانہ ہوئے اور وہاں سے ۳ بجے سیتاپور کو روانگی ہوئی۔ مولیٰ عزوجل بخیر پہنچائے۔ چنانچہ شب میں ۴ بجے سیتاپور پہنچے۔

۲۱ جنوری ۱۹۴۹ء فجر کے وقت ہم سب جا کر مقیم ہوئے۔ زنانے کے لئے وحدانے والوں کا گھر اور مردانے کے لئے کوٹھی صادقی تجویز ہوئی۔ چچا میاں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سید محمد اسحاق صاحب کے یہاں جا کر دوبارہ بارات و چوتھی سے متعلق گفتگو کی، پھر نماز جمعہ میں نے مسجد صادقی میں پڑھائی اور اس کے بعد تھوڑی سی شیرنی منگا کر میلاد شریف پڑھ کر فاتحہ بزرگاں کیا۔ قریب عصر ہمارے یہاں سے جوڑا گیا دلہن کے یہاں اور مغرب کے بعد دلہن کے یہاں سے جوڑا آیا اور پھر ہمارے مدعوئین نثار احمد، نیاز احمد چچا میاں کے ساڑھو وغیرہم کے مجمع میں حسن میاں کو دولہا بنایا گیا اور بارات چلی۔ ۱۰ بجے شب میں برات سید محمد اسحاق صاحب کے دروازے پر پہنچی اور میں نے بوکالت خود و اصالہ سید محمد اسحاق صاحب و حکیم سید آفاق حسین صاحب محبوب فاطمہ بنت سید محمد اسحاق صاحب کا عقد نکاح بعض مبلغ دس ہزار روپیہ مہر مؤخر سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں بن سید آل عبا صاحب کے ساتھ اس طرح پڑھا کہ پہلے ایک مختصر تقریر میں میں نے اپنے خاندان کا تعارف کرایا اور زوج

کانشب پدری و مادری پڑھ کر سنایا اور پھر خطبہ مسنونہ کے بعد عقد پڑھا۔ بعدہ خرے تقسیم ہوئے۔ پھر کھانا کھلایا گیا۔ ۱۱ بجے ہم عروس اور جہیز لے کر واپس ہوئے۔ عروس کو پہلے بپا کی کوٹھی میں اترا دیا پھر گھر لے گئے۔

۲۲ جنوری ۱۹۴۹ء ۱۲ بجے کے قریب برادر عروس سید محمد آفاق صاحب مع کچھ اعزہ آئے اور میں نے انہیں ناشتہ کرایا اور وہ لوگ عروس کو لے کر چوتھی میں گئے۔ پھر ہم سب مرد و عورت بھی عروس کے یہاں مہمان ہوئے۔ چچا میاں کی دولہن اور ان کی بچی بھی تھی۔ بعد ظہر ہم سب واپس ہوئے اور بعد مغرب میں اور حسن میاں دولہن کو گھر لائے اور پھر ہم سب شب کی گاڑی سے وطن کو روانہ ہوئے۔

۲۳ جنوری ۱۹۴۹ء ہم سب ۱۲ بجے دوپہر کے بعد کالج اور قریب دو بجے مارہرہ کے اسٹیشن پہنچے اور پھر بسواری یکہ و بیل گاڑی بفضلہ تعالیٰ گھر آئے اور بپا کی اجازت سے دولہن کو پہلے درگاہ شریف اتارا گیا اور پھر گھر لائے۔

۲۷ جنوری ۱۹۴۹ء جمعرات صبح کو سید سلطان حامد صاحب بریلی سے آ کر بپا کے یہاں مہمان ہوئے۔ آج بپا نے حسن سلمہ کا ولیمہ کیا بکثرت مرد و مستورات نے کھانا کھایا۔ دوپہر کی گاڑی سے سید محمد اسحاق صاحب سیتا پور سے آئے۔

### اولاد:

۱۹۵۰ء میں اللہ تعالیٰ نے اولاد زرینہ سے سرفراز کیا۔ جن کا نام:

(۱) سید محمد جمیل رکھا گیا۔ ولادت مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ زیادہ دن نہیں جئے۔ طفل سالی میں انتقال ہوا۔ ان کی قبر درگاہ برکاتیہ میں شمال کی جانب واقع ہے۔

(۲) سید محمد خالد ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ ولادت ننھیال یعنی سیتا پور میں ہوئی۔ ان کا انتقال بھی طفل سالی میں ہو گیا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ سید محمد خالد اذان کے وقت کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے جیسے مؤذن بوقت اذان رکھتے ہیں۔ ان کے وصال کے دن حضور احسن العلماء سیتا پور میں تھے راہ میں خیر آباد شریف کے مشہور بزرگ مجذوب صفت ولی حضرت مقبول میاں قدس سرہ سے ہوئی۔ حضور احسن

العلماء نے انہیں مسکرا کر سلام کیا۔ مجذوب ولی صفت نے جواب دیا اور کہا: "خر بوزہ کشت جائے۔ تو ہست جائے"

یعنی خر بوزہ کٹ رہا ہے اور تو ہنس رہا ہے۔ حضور احسن العلماء فوراً فتن سرائے اپنی سسرال کی طرف روانہ ہوئے جہاں پہنچ کر علم ہوا کہ ان کے بیٹے سید محمد خالد اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ سید محمد خالد کو بیعت اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ سے حاصل تھی۔

(۳) امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری، صاحب سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔

دو بڑے بھائیوں کے وصال کے بعد امین میاں مدظلہ کی ولادت ۱۶ اگست ۱۹۵۲ء مطابق ذی القعدہ قصبہ کاسکج کے مشہور زمانہ مشن اسپتال میں ہوئی۔ حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ امین میاں صاحب کو بہت چاہتے تھے۔ امین میاں رات کو روتے تھے تو تاج العلماء اٹھ کر بے تابی کے ساتھ اس وقت تک ٹہلتے رہتے تھے جب تک کہ امین میاں خاموش ہو کر سونہ جائیں۔

امین میاں قبلہ کو بیعت و خلافت حضرت تاج العلماء سے حاصل ہے اور حضور تاج العلماء نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے جانشین حضرت احسن العلماء کی وفات کی صورت میں حضرت امین میاں قبلہ کو سجادہ نشین اور متولی درگاہ خانقاہ مقرر کر دیا تھا۔

حضرت امین میاں نے درگاہ معلیٰ کے مدرسے، مدرسہ قاسم البرکات سے تعلیم کی ابتداء کی۔ منشی سعید الدین صاحب نے اردو پڑھائی۔ قرآن عظیم حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ اور حافظ عبدالرحمن عرف حافظ کلو صاحب قدس سرہ سے پڑھا۔ دس پارے حفظ کئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں ایم اے کیا اور وہیں سے میر تقی میر پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اپنا ایم اے کارزلٹ نکلنے سے پہلے شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بحیثیت لیکچرر تقرر ہوا بعدہ کچھ اساتذہ کی اقربا پروری

سے بیزار ہو کر سینٹ جانس کالج آگرہ میں لگ بھگ آٹھ برس درس و تدریس میں گزارے۔ بعدہ علی مسلم یونیورسٹی میں براہ راست ریڈر کے عہدے پر تقرر ہوا۔

حضرت امین میاں قبلہ کو ان کے والد ماجد حضرت سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنی سجادہ نشینی کے دن یعنی ۱۹۵۶ء میں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ بعدہ عرس رضوی کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے حضرت امین میاں صاحب قبلہ کو اپنے دولت کدے پر ڈیوڑھی میں اور پھر منبر رسول پر ایک ہی دن میں تین بار خلافت عطا فرمائی اور لاکھوں کے مجمع کے سامنے وہ جملہ کہا جو مشہور زمانہ ہو گیا۔

”جو کچھ مجھے سرکار ماہرہ مطہرہ سے ملا وہی سب کا سب آپ کو پیش کر رہا ہوں۔“

بعدہ حضور مفتی اعظم ہند نے اپنا جبہ، عمامہ اور تحریری مہر شدہ خلافت نامہ عنایت فرمایا۔ اس عرس رضوی میں حاضر ہونے والے حضرات آج بھی اس منظر کو یاد کر کے ایک عجیب روحانی انبساط کی کیفیت میں خود کو گرفتار پاتے ہیں۔

حضور احسن العلماء نے بطور خاص حضرت امین ملت کو تعویذات لکھنے کی تعلیم دی اور مختلف وظائف اور عملیات کے طریقے تعلیم کئے۔ رب تبارک و تعالیٰ نے حضرت امین ملت کے ہاتھ میں روحانی شفا کا خزانہ عطا فرمایا ہے جس سے لاکھوں بندگان خدا کا بفضلہ تعالیٰ بھلا ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ الحمد للہ

حضرت امین میاں قبلہ صاحبہ تصانیف کثیرہ ہیں۔ چند کتابوں کے نام یہ ہے۔

۱۔ سید شاہ برکت اللہ۔ حیات اور علمی کارنامے۔

۲۔ چہار انواع مصنف حضرت سید شاہ برکت اللہ (ترجمہ ڈاکٹر سید محمد امین)

۳۔ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (ترجمہ ڈاکٹر سید محمد امین) (مصنف

حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ)

۴۔ سراج السالکین مصنف حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ والرضوان

۵۔ میر تقی میر تحقیقی مقالہ اور ان کے مختلف دوادین کی تدوین۔

۶۔ ادب، ادیب اور اصناف

۷۔ قائم چاند پوری۔ حالات اور علمی کارنامے۔

۸۔ شاہ حقانی کا اردو ترجمہ اور تفسیر قرآن

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کے علم اور قلم سے دین و دنیا کے کام لے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت امین ملت مسند برکاتی پہ جلوہ افروز ہو کر سجادہ نشین ہوئے اب تک ہزاروں کی تعداد میں ان کے دست حق پرست پر طریقت و شریعت کا ذوق رکھنے والے بیعت ہو چکے ہیں۔

حضرت امین ملت خانقاہ و درگاہ و مسجد برکاتی و دیگر مساجد و روضہ ہائے خاندان کے متولی ہونے کے ساتھ ساتھ قدیم درگاہ کمیٹی کے قانوناً اور عرفاً منتظم اعلیٰ ہیں۔ حکومت ہند نے درگاہ شاہ برکت اللہ کی قدیمی نذر بصورت پشن گورنمنٹ سے وصول کرنے کے اختیار کو بحیثیت سجادہ نشین حضرت امین ملت کو منظوری دی ہے۔ حضرت امین ملت اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد خانقاہ و درگاہ اور سلسلہ کی ذمہ داریاں بہت ہمت و استقلال کے ساتھ اپنے بزرگوں کی روش پر چلتے ہوئے پوری کر رہے ہیں۔ اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد مختصر سے عرصے میں انہوں نے خانقاہ و درگاہ میں مختلف تعمیراتی کام کرائے۔

حضرت امین ملت کا عقد نکاح الہ آباد کے مشہور سادات گھرانے میں حضرت سید عابد علی صاحب مرحوم و مغفور کی صاحبزادی سید آمنہ خاتون نقوی سے ہوا جو بفضلہ تعالیٰ زیور تعلیم سے بخوبی آراستہ ہیں۔ حضرت امین ملت کے دو صاحبزادے یعنی سید محمد امان میاں اور سید محمد عثمان میاں ہیں۔ ایک صاحبزادی سیدہ امین ہیں۔ یہ سب زیر تعلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک کے صدقے طفیل میں انہیں ایمان کامل، عمر طویل، صحت اور علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

## (۴) سید محمد اشرف (راقم السطور)

راقم السطور اپنے ننھیال سیتاپور میں پیدا ہوا۔ وہیں میرے پیر و مرشد نے تشریف لا کر مجھے بیعت سے مشرف کیا۔ میرا نام میرے تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ نے رکھا۔ بسم اللہ خوانی حضور والد ماجد سید احسن العلماء نے کرائی۔ تعلیم مدرسہ قاسم البرکات درگاہ معلیٰ مارہرہ مطہرہ میں شروع ہوئی۔ قرآن عظیم کا درس حضرت والد ماجد، پھوپھی صاحبہ، سیدہ حافظہ عائشہ خاتون اور سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون اور حافظ عبد الرحمن مرحوم و مغفور نے دیا۔ اردو کی تعلیم منشی سعید الدین صاحب مرحوم اور منشی نصیر احمد صاحب مرحوم نے دی۔ قصبے سے ہائی اسکول کر کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی جہاں گریجویشن اور ایم اے میں بفضلہ تعالیٰ یونیورسٹی میں ٹاپ کیا اور دو گولڈ میڈل تفویض ہوئے۔ سول سروس کے امتحان میں تین بار بیٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور ماں باپ کی دعاؤں کے طفیل ہر مرتبہ کامیاب کیا۔ اب انڈین ریونیوسروس (I.R.S) میں بحیثیت کمشنر انکم ٹیکس دہلی میں تعینات ہوں۔ لکھنے پڑھنے سے دلچسپی ہے۔ ٹوٹی پھوٹی کہانیاں لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کہانیوں کا مجموعہ ”ڈار سے بچھڑے“ اور ناول ”نمبر دار کا نیلا“ منظر عام پر آچکا ہے۔ حمد و نعت و منقبت کا ذوق توفیق دیتا ہے تو اس میدان میں بھی خدمت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہانیوں کا ایک مجموعہ ”باد صبا کا انتظار“ ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔

راقم الحروف کی شادی پروفیسر سید علی اشرف صاحب مرحوم و مغفور سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ کی صاحبزادی سیدہ نشاط اشرف سے ہوئی۔ سیدہ نشاط اشرف نے علی گڑھ گرلس کالج سے ایم ایس سی کیا ہے۔ حضور احسن العلماء کی علالت کے دوران قیام بمبئی کے زمانے میں اس بہو نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی خوب خدمت کی اور دعائیں لیں۔ بفضلہ تعالیٰ دو بیٹے اور ایک بیٹی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ سید نبیل اشرف، سید ناظم اور سیدہ شفا اشرف۔ تینوں بچے ابھی زیر تعلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ایمان، عمر طویل، صحت اور عمل صالح اور علم نافع کی دولت سے نوازے۔ آمین ثم

آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم یہ تینوں بچے اپنے دادا حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔ ان کی والدہ حضرت امین ملت سے بیعت ہیں۔

راقم الحروف کو خلافت و اجازت جملہ سلاسل قدیم و جدیدہ سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں اپنے والد محترم حضرت سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ اور اپنے مشفق تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہیں لیکن خود کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔ خدا تعالیٰ عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ بخیر فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

## (۵) سیدہ قادریہ

عین شب خرقہ پوشی میں پیدا ہوئی۔ بڑی ذہین، خوب سیرت اور خوب صورت بچی تھی۔ بعارضہ چچک ساڑھے چار برس کی عمر میں قصبہ کاسکھ میں اپنے مالک حقیقی سے جاملی۔ ان کی قبر درگاہ برکات تہ کی شمالی سمت کے بائیں چبوترے پر واقع ہے ٹھیک اسی جگہ وہ ہم سب کی نظروں سے بچ کر درگاہ معلیٰ میں جا کر کھیلتی رہتی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی کے صدقے میں اسے جنت کے پھولوں میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

## (۶) سیدہ شمیمہ خاتون:

کراچی میں پیدا ہوئی۔ قرآن عظیم اپنی پھوپھی صاحبہ اور والد ماجد سے پڑھا۔ قرآن عظیم بہت اچھے انداز میں پڑھتی ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے گرلس کالج سے گریجویشن کیا۔

ننھیاں کے عزیزوں کے نقوی سادات کے خاندان میں سید آفتاب احمد نقوی سے شادی ہوئی۔ ماشاء اللہ تین بچے ہیں۔

سیدرزینہ، سید شہاب، سیدہ نور الزہرا

اللہ تبارک و تعالیٰ ان بچوں کو ایمان، صحت، عمر طویل، علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور یہ بچے اپنے ماں باپ کے سائے میں پروان چڑھیں آمین ثم



بجاء الحبيب الامين صلى الله عليه و سلم. ثمينة خاتون حضرت احسن العلماء عليه الرحمة سے بیعت ہیں

(۷) سید محمد افضل

۱۹۶۳ء میں مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن عظیم گھر کے بزرگوں سے پڑھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے L.L.B اور L.L.M کیا اور ۱۹۹۰ء میں I.P.S. میں منتخب ہو گئے گوالیار صوبہ مدھیہ پردیش میں آج کل بحیثیت آئی جی پولیس تعینات ہیں۔ پولیس جیسے محکمے میں ہونے کے باوجود جہاں جہاں تعینات رہے وہاں وہاں لیاقت اور شرافت کا عمدہ معیار پیش کیا مدھیہ پردیش کے تمام پڑے پولیس افسران ان کے نام اور عمدہ کاموں سے واقف ہیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں رجسٹرار رہ چکے ہیں۔

افضل سلمہ کو تقریر کی خداداد صلاحیت ودیعت ہوئی ہے۔ شعر و سخن اور ادب کی دوسری اصناف کا بہت پاکیزہ ذوق ہے۔ ان کے احباب کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان کی شادی حضرت امین ملت کی بیگم کی چھوٹی بہن سیدہ راشدہ خاتون سے ہوئی جو بفضلہ تعالیٰ زیور تعلیم سے آراستہ ہیں۔ ماشاء اللہ ایک بیٹا جس کا نام سید برکات ہے جو خرد سال ہے اور زیر تعلیم ہے۔ اسے بیعت اپنے دادا حضرت احسن العلماء علیہ الرحمٰن سے حاصل ہے۔ چند ماہ قبل ایک بیٹی پیدا ہوئی ہے جس کا نام سیدہ کائنات ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب کے صدقے طفیل میں ایمان، عمر طویل اور صحت و علم کی دولت سے نوازے۔ آمین ثم آمین بجاء الحبيب الامين صلى الله عليه وسلم اور وہ اپنے ماں باپ کے سائے میں زندگی کی ساری بہاریں دیکھیں آمین ثم آمین بجاء الحبيب الامين صلى الله عليه وسلم۔

افضل سلمہ کو حضرت احسن العلماء علیہ الرحمة نے حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست کے سپرد کیا تھا۔ اس کا ذکر آگے مناسب مقام پر آئے گا۔

سید محمد افضل سلمہ کو خلافت و اجازت حضور احسن العلماء علیہ الرحمة سے حاصل ہے۔

(۸) سید نجیب حیدر سلمہ، سجادہ نشین مسند آل احمدیہ نوریہ، خانقاہ برکاتیہ ۱۹۶۷ء میں خانقاہ برکاتیہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن عظیم اپنی پھوپھی سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون سے اور کچھ حصہ اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء سے پڑھا۔ اردو کی تعلیم والدہ ماجدہ نے دی۔

گریجویشن کرنے کے بعد سید نجیب حیدر اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کے ساتھ ہی رہے۔ بڑے بھائی اپنی تعلیم اور ملازمتوں کے سلسلے میں اکثر باہر رہتے تھے لیکن نجیب سلمہ حضور احسن العلم علیہ الرحمة کی زندگی کے آخری برسوں میں مستقل ان کے ساتھ رہے۔ حضور والد ماجد علیہ الرحمة نے ان کی تربیت اس انداز سے کی ہے کہ وہ خانقاہ، درگاہ، اعراس اور جائداد کے معاملات و انتظامات کی نگرانی میں ماہر ہو گئے۔ سلسلے کے مریدین و متوسلین سے ان کا رابطہ زیادہ رہا۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمة نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمة کے دست حق پرست کے سپرد کر دیا تھا۔ سید نجیب حیدر سلمہ برکاتی اور رضوی حلقے میں بفضلہ تعالیٰ بہت مقبول ہیں۔ نجیب سلمہ کو خلافت و اجازت اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ سے حاصل ہے اور ان کی حیات میں ہی جو بیان بیعت سید نجیب حیدر سلمہ کی خداداد صلاحیتوں اور کیفیت جذب کو دیکھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے تھے۔

برادر عزیز سید نجیب حیدر سلمہ کو ہمارے عم بزرگ حضرت وارث پنجتن رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کم عمری سے گود لیا اور ان کو اپنا وارث و ولی عہد و سجادہ نشین اپنی حیات ظاہری میں نامزد کیا۔ ابھی حال میں ان کے چہلم کے دن علماء و مشائخ و عمائدین شہر شرفاے شہر کی موجودگی میں نجیب میاں سلمہ سجادہ عالیہ نوریہ پر متمکن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر، عمل، جمال و کمال میں برکت عطا فرمائے اور ان کے ہاتھوں سے نوری سجادہ کا فیض عام ہو۔

قصبہ مارہرہ میں سید نجیب حیدر سلمہ، بہت مقبول ہیں اور افراد قصبہ ان کو بہت چاہتے ہیں۔ نجیب سلمہ کو خدا تعالیٰ نے دل دردمند کی دولت سے خوب نوازا ہے

اور وہ حتی الوسع بندگان خدا کی ہر جائز خدمت کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مہمان نوازی میں بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ حضرت امین ملت نے درگاہ خانقاہ مسجد کی خدمت اور سلسلے کے فروغ میں ان کی خدمات کے پیش نظر ان کو اپنا نائب سجادہ نشین اور مختار عام مقرر کیا ہے۔ مسجد برکاتی میں جہاں ان کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ۵۴ برس تک خطابت کی خدمت انجام دی اب وہ خدمت سید نجیب حیدر سلمہ کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقریر کا جو ہر عطا کیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں بے تکان تقریر کرتے ہیں اور جب تقریر کرتے ہیں تو ایک عجیب جذب کی کیفیت طاری رہتی ہے جو اپنے محیط میں سامعین کو بھی سمیٹ لیتے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم کے صدقے طفیل میں انہیں ایمان کامل، عمر طویل، عمل صالح اور علم نافع کی دولت عطا فرمائے اور بندگان خدا ان سے یوں ہی فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ علمائے کرام بھی سید نجیب حیدر سلمہ سے بڑی محبت فرماتے ہیں۔

نجیب سلمہ کی شادی اپنی سب سے چھوٹی خالہ کی سب سے چھوٹی بیٹی سے ۱۹۹۴ء میں ہوئی، ان کی بیوی زیور تعلیم سے آراستہ ہے۔ ماشاء اللہ تین بچے ہیں عارفہ بڑی بیٹی ہے اور بیٹے کا نام دادا حضرت کے نام پر سید حسن حیدر رکھا گیا۔ حال ہی میں ایک صاحبزادے پیدا ہوئے ہیں جس کا نام حضرت امین ملت نے حسان حیدر محمد محسن تجویز کیا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں ان بچوں کو ایمان کامل، صحت، عمر طویل، عمل صالح اور علم نافع کی دولت سے خوب خوب نوازے آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دو اولادوں کے انتقال کے بعد حضرت تاج العلماء بہت غمگین رہنے لگے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں انہیں خواب میں بشارت ہوئی کہ محمد میاں غم نہ کریں۔ سید حسن میاں اور محبوب فاطمہ کی نسل چار بیٹوں اور ایک بیٹی سے چلے گی۔ حضرت تاج العلماء نے صبح اٹھ کر یہ خواب گھر والوں کو بتایا۔ الحمد للہ اس بزرگ روحانی پیشوا کا خواب

حقیقت بن گیا۔ مجھ سے یہ واقعہ میرے بزرگوں نے بیان کیا اور ابھی حال میں بجیا (سیدہ حمیری خاتون) نے اسے پھر دہرایا۔

### شعر و ادب کا ذوق:

والدہ مرحومہ کی علمی لیاقت اس قدر تھی کہ ہم بچوں کو بچپن میں اردو لکھنے پڑھنے میں مدد کرتی تھیں۔ بلا مبالغہ ہزاروں اشعار یاد تھے۔ انیس برس کی عمر میں بیاہ کر مارہرہ شریف آئی تھیں۔ یہاں کے خانقاہی اور علمی وادبی ماحول نے ان کے علم و ذوق پر اور جلا کی ہوگی۔ عرس نوری کا مشاعرہ زمانہ قدیم سے ہوتا آ رہا ہے۔ بڑے بڑے شعرا نے اس مشاعرے میں شرکت کو باعث سعادت سمجھا ہے۔ جگر مراد آبادی، علامہ ضیا احمد بدایونی، حضرت احسن مارہروی، جناب دلیر مارہروی، ابراحسی گنوری، نوشہ اکا بری، شفا متھراوی، صدیق مارہروی، طیش مارہروی اور بڑی سرکار میں حضرت سید العلماء سید مارہروی اور حضرت احسن العلماء حسن مارہروی اس مشاعرے میں شریک ہوتے تھے۔ میں دس گیارہ برس کا تھا اور مشاہدہ کرتا تھا کہ مشاعرے سے ایک رات پہلے جد محترم سید آل عبا صاحب، محترم بڑے ابا حضور سید العلماء اور والد محترم حضور احسن العلماء ایک جگہ جمع ہو کر ان غزلوں اور منقبتوں پر بحث کر رہے ہیں جو اگلے دن پڑھی جانے والی ہیں۔ میری کچی پونی تھی۔ ان بزرگوں کے پاس مہبوت بیٹھا ہوتا تھا۔ پھر مشاعرے کا دن آتا۔ خوب اچھا سجا ہوا پنڈال اور اس میں تخت لگا کر شہہ نشین بنائی جاتی تھی۔ زرق برق لباس پہنے شعراء اپنا کلام سناتے۔ سب واہ واہ۔ مکرر ارشاد کے نعرے لگاتے تو بے ساختہ میرا دل چاہتا کہ میں بھی شاعر کی حیثیت سے مشاعرے میں شرکت کیا کروں۔ والد محترم سے عرض کرنے کی ہمت نہیں ہو سکی۔ امی سے کہا کہ میں بھی مشاعرے میں کچھ پڑھوں گا۔ امی مسکرائیں اور کہا۔ ہم لکھ کر دے دیں گے۔ اور انہوں نے یہی کیا۔ مجھے یاد ہے کہ اس سال مصرع طرح تھا.....

یہ اعجاز تجلی ہے کہ پروانے نہیں آتے

”میری“ غزل دیکھ کر بڑے ابا بہت خوش ہوئے حالانکہ حقیقت سمجھ چکے تھے۔

میرے عم محترم سید حسین میاں فرماتے ہیں کہ تمہاری والدہ اکثر منقبت کے دو تین اشعار کہہ کر تمہارے والد کی منقبت میں شامل کر دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس طرح ہم بھی عرس نوری میں شریک ہو گئے۔ بس وہیں سے میری ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ بعد کے زمانے میں میں خود ٹوٹے پھوٹے مصرعے جوڑنے لگا جن کی تصحیح بڑے ابا اور میرے ماموں جان کر دیتے تھے۔ دو تین برس بعد ہی میں اس مشاعرے کی نظامت کرنے لگا۔ ۱۱ برس لگا تا نظامت کی اور اب حضرت یحییٰ میاں صاحب کے کہنے پر پچھلے پچھ برس سے صدارت بھی کر رہا ہوں۔ ماں کی ممتا کے کتنے دور رس نتائج ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ مجھے شعر و ادب کی دنیا میں لانے کا سہرا میری امی کے سر جاتا ہے۔ امی مارہرہ شریف میں اپنے عزیز داروں کی بچیوں کو بھی تعلیم دیتی تھیں۔ میری پھوپھی سیدہ حبیبہ فاطمہ عرف سیدی صاحبہ کو (جو بعد میں مشہور و معروف شاعر عرفان صدیقی کی زوجہ ہوئیں) اردو لکھنے پڑھنے کی مشق امی نے ہی کرائی تھی اور غالباً کچھ فارسی بھی پڑھائی تھی جس کا ذکر وہ عزیز شاگردہ آج بھی فخر سے کرتی ہیں۔

امی کو شعر و ادب سے بہت دلچسپی تھی۔ صورت حال سے متعلق شعر پڑھنے میں انہیں ملکہ حاصل تھا۔ اپنے وقت کی مشہور خواتین ادیبوں سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔ عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر اور واجدہ تبسم سے ان کے ذاتی مراسم تھے۔ واجدہ تبسم کی قدر وہ اس لئے کرتی تھیں کہ واجدہ تبسم نے اپنے شوہر کی بیماری کے بعد صرف قلم کے سہارے اپنے خاندان کی پرورش کی۔ واجدہ تبسم مرحومہ بھی امی کو والہانہ چاہتی تھیں اور والدہ کی دست بوسی کرتی تھیں۔

ایک دن علی گڑھ میں پروفیسر ثریا حسین صاحبہ کے گھر قرۃ العین حیدر نے امی سے باتوں باتوں میں کہا "بھئی محبوب! ہم ادیب و دیب تو ہیں لیکن ہمیں شعر و عریاد نہیں ہوتے" امی نے برجستہ کہا۔ عینی آ پا! ہم ادیب و دیب تو نہیں ہیں لیکن ہمیں شعر و عریاد یاد ہیں۔" یہ برابر کا جملہ سن کر عینی آ پا دیر تک ہنستی رہیں۔

عصمت آ پا مارہرہ آئیں تو امی نے عصمت آ پا کی خواہش کے مطابق دعوت

میں دیہاتی قسم کے کھانے کھلائے۔ امی کی تحریر بے حد خوب صورت تھی۔ عموماً خواتین کی تحریر پختہ اور خوبصورت نہیں ہوتی لیکن امی کی تحریر پختہ، واضح، رواں اور حسین ہوتی تھی۔ ان کے ماموں مشہور ادیب سید رئیس احمد جعفری نے انہیں ۱۹۶۵ء میں ایک سبز رنگ کا پارکر قلم دیا تھا۔ امی خطوط اسی قلم سے لکھتی تھیں۔ خط میں اپنی اولاد کو "عزیز القدر سلمہ" سے مخاطب کرتی تھیں۔ اپنے حقیقی بھانجے سید اختر رضوی عرف گاما کا پتہ لکھنے کے بعد گاما کے بعد "بہادر" کا لفظ بھی لکھ دیتی تھیں۔ انہیں وہ مثل اولاد چاہتی تھیں۔

### گھریلو زندگی:

وہ اپنے شوہر حضور احسن العلماء کے آرام اور مزاج کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ والد گرامی فجر سے بہت پہلے جاگ جاتے تھے اور عبادتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ فجر کی نماز مسجد میں پڑھتے اور واپس آ کر ناشتہ کرتے۔ امی ہی ان کا ناشتہ تیار کرتی تھی اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کے ناشتے میں تاخیر ہوئی ہو۔ میں نے کبھی اپنے والدین کے درمیان تیز کلامی تک نہیں سنی۔ فی زمانہ یہ بات افسانوں جیسی لگتی ہے۔

امی بہت شرم و حیا کی بی بی تھی۔ کسی عزیز نے انہیں میرے والد محترم کے پاس بیٹھے نہیں دیکھا، وہ اس قسم کی باتوں کا بہت لحاظ کرتی تھیں۔ والد گرامی جب علییل ہوتے تو امی ان کی تیمارداری بہت جانکاہی کے ساتھ کیا کرتی تھیں۔ ان سے متعلق زیادہ تر کام خود کرنا پسند کرتی تھیں۔ والد گرامی نے جب دنیا سے پردہ کیا تو دلی کے جے بی پینت اسپتال میں ہم چار بھائیوں کے ساتھ تیمارداری کے لئے امی بہ نفس نفیس موجود تھیں اور والد گرامی کو ان سے بہت تقویت رہتی تھی۔ وفات والے دن، ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق میں نے امی سے عرض کیا کہ پاپا کو ان کے کمرے میں ڈاکٹروں کے ساتھ تنہا چھوڑ دیں۔ امی دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ والد گرامی کو یہ بات اچھی نہیں لگی انہوں نے مجھے سمجھایا کہ تمہاری ماں کے قریب ہونے سے مجھے سہولت

بھی رہتی ہے اور اچھا بھی لگتا ہے۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے امی کو واپس بلا لیا۔  
 امی اپنی اولاد کے آرام و آسائش کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں۔ بچپن میں جب  
 میں سرمائی پرندوں کے شکار کے لئے ساڑھے تین بجے رات کو نکلتا تھا تو وہ تازہ ناشتہ  
 تیار کر کے دیتی تھیں۔ اس سال بھی انہوں نے ہم بھائیوں کے لحاف بنا کر بھیجے۔  
 انتقال سے تین روز پہلے جب برادر عزیز افضل سلمہ ان کے پاس مارہرہ شریف انہیں  
 دیکھنے گئے ہوئے تھے تو میں نے موبائل فون پر افضل سے پوچھا کہ امی کیا کر رہی ہیں  
 ۔ جواب آیا کہ دھوپ میں بیٹھی لحاف میں دھاگے ڈلوا رہی ہیں۔ وہ جاڑے کے موسم  
 میں بے شمار غریبوں کو جڑاؤل خرید کر یا بنوا کر عطا کرتی تھیں۔ ضرورت مند حضرات  
 جاڑوں کا انتظار اس امید پہ کرتے تھے کہ سردیاں پڑیں گی تو امی لحاف یا کمبل بھیج دیں  
 گی۔ وہ عام رواج کے مطابق لحاف یا کمبل کھڑے ہو کر مجمعے میں تقسیم نہیں کرتی تھیں بلکہ  
 ضرورت مندوں کو بلا کر خاموشی کے ساتھ ضرورت کی چیز ان کے حوالے کر دیتی تھیں۔  
 ان کے دل میں محبت و شفقت کا بے کراں دریا موجزن تھا اور اس کا دائرہ اتنا بڑا  
 تھا کہ اس میں صرف اولاد یا اعزہ ہی نہیں بلکہ اہل کنبہ، اہل سلسلہ اور اہل ضرورت  
 سب کے سب سما جاتے تھے۔

اپنے مانیکے کے عزیزوں سے محبت کرنا فطری بات ہے لیکن وہ اپنی سسرال کے  
 عزیزوں سے بھی اتنی محبت اور شفقت سے پیش آتی تھیں کہ سب ان کے ہو کر رہ گئے  
 تھے۔ میرے تایا اور پھوپھیوں کی اولاد سے ان کی محبت مثالی محبت تھی جسے یاد کر کے وہ  
 روتے ہیں۔ میرے عم محترم سید حسین میاں مدظلہ کے آنسو نہیں رک رہے ہیں۔ امی  
 کے وصال پر کہہ رہے ہیں ایسا لگتا ہے جیسے میرے بھائی جان کا ایک بار پھر انتقال  
 ہو گیا۔ امی میرے چچا کو چھوٹے بھائی کی طرح چاہتی تھی اور اس بات سے خوش ہوتی  
 تھیں کہ ان کے بچے اپنے چچا کی ہر طرح سے خدمت کریں۔ وہ اچھی اچھی چیزیں پکا  
 کر چچا کو کھلاتی تھیں۔ اپنی بیماری کے زمانے میں کہتی تھیں کہ ہمارے بیمار ہونے سے  
 حسین میاں دبلے ہو گئے۔ وہ اکثر اس غم کا اظہار بھی کرتی تھیں کہ تمہارے چچا بہت

چھوٹے تھے جب ان کی ماں کا سایہ اٹھ گیا تھا۔ ممکن ہے میری والدہ کی شفقت محترم  
 چچا کی اسی محرومی کا ازالہ کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ میرے چچا کو عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین ثم  
 آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔  
 ایک دن بڑی اماں مرحومہ کے پاس گئیں وہ کچھ مغموم بیٹھی تھی۔ دریافت کیا کہ  
 دولہن بھا بھی آج آپ کچھ مغموم ہیں۔ انہوں نے فرمایا لالی! (والدہ کا گھر کا نام لالی  
 تھا اور مارہرہ میں اس نام سے انہیں صرف والد گرامی، محترم بڑے ابا اور بڑی اماں ہی  
 مخاطب کرتے تھے) بدایوں سے عذرا کا خط نہیں آیا۔ فکر لگی ہے۔ امی یہ سن کر گھر آئیں  
 اور ڈرائیور سے گاڑی تیار کرنے کو کہا اور بڑی اماں کے پاس جا کر کہا کہ آج عذرا  
 (حضور سید العلماء کی بڑی دختر) کو دیکھنے کو ہمارا بھی بہت دل ہے۔ اگر وقت ہو تو  
 آپ بھی چلیں۔ بڑی اماں خوش ہو گئیں اور اگلے دو گھنٹوں بعد وہ دونوں بدایوں میں  
 عذرا باجی کے پاس بیٹھے تھے۔ ایسا ایک بار سے زیادہ مرتبہ ہوا۔ بڑی اماں کی سب  
 بیٹیاں امی کے انتقال پر زار زار روئیں۔ میری پھوپھیوں کی اولاد کو امی مثل اولاد چاہتی  
 تھیں۔ بڑی پھوپھی صاحبہ کی بیٹی کو ان کے بچپن میں قرآن عظیم یاد نہ کرنے پر ان کی  
 والدہ سزا کے طور پر کسی کمرے میں بند کر دیتی تھیں۔ امی ان کی آنکھ بچتے ہی چپکے سے  
 جا کر کندھی کھول دیتی تھیں اور بچی کو آزاد کر دیتی تھیں۔ بڑی پھوپھی صاحبہ کو بھی یقین  
 کامل ہی ہوتا ہوگا کہ جب میں اپنی بچی کو بند کروں گی تو اس کی شفیق موالی جان فوراً  
 جا کر بچی کو آزاد کر دیں گی۔

اپنی دونوں نندوں اور جھانی (میری دونوں پھوپھیاں اور بڑی اماں) کے ساتھ  
 ان کے تعلقات مثال کے طور پر پیش کئے جاتے تھے۔ ان تینوں سے امی کی کسی بات پر  
 بھی ناچاقی تو الگ تیز لہجے میں بھی گفتگو نہیں ہوئی اور یہ معاملہ برس دو برس کا نہیں لگ  
 بھگ ساٹھ سال پر محیط ہے۔ بچپن میں میری نوک جھونک اپنے عم زادوں یا عمہ زادوں  
 سے ہو جاتی تو ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ امی نے اپنے بچوں کی موافقت کی ہو۔ ہمیشہ  
 اپنی اولاد کو ہی ڈانٹا۔ اس وقت یہ بات طبیعت پر بہت گراں گزرتی تھی کہ امی ہمیشہ مجھے

ہی ڈانٹتی ہیں لیکن باشعور ہونے پر سمجھ میں آیا کہ اعلیٰ ظرفی کا تقاضہ یہی ہے کہ اپنی اولاد کو ہی تنبیہ کی جائے۔ اس زمانے میں یہ بات بالکل مفقود ہو گئی ہے۔

معمول سے ہٹ کر اگر کوئی ڈش تیار کرتی تو سب کے ساتھ مل کر کھاتیں۔ میں قسمیہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے انہیں کوئی عمدہ ڈش تنہا کھاتے نہیں دیکھا۔

چھوٹی پھوپھی صاحبہ کی بیٹی یعنی بچیا (سیدہ حمیرا خاتون) سے انہیں بہت محبت تھی اور بہت سی باتوں میں وہ ان سے مشورہ لیتی تھیں۔ بچیا نے ان کے انتقال کے بعد کہا کہ تمہاری امی کے انتقال پر ایسا لگ رہا ہے جیسے میری ماں آج ختم ہوئی ہیں۔ بچیا نے امی کی تندرستی اور بیماری دونوں حالتوں میں بہت خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں اجر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الحبيب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

### پیش قدمی اور حوصلہ:

امی میں پیش قدمی کا جذبہ اور ہمت بہت تھی۔ کچھ واقعات یاد آتے ہیں۔ برادر محترم حضرت امین ملت کا علی گڑھ یونیورسٹی میں داخلہ ہوا تو شروع شروع میں ان کا دل ہاسٹل میں نہیں لگتا تھا اور وہ مارہرہ شریف آ جایا کرتے تھے جس سے تعلیمی نقصان ہوتا تھا۔ والدین اس سلسلے میں فکر مند تھے۔ ایک دن امی نے والد گرامی سے اجازت طلب کی اور اپنے بیٹے سے کہا کہ ہم علی گڑھ میں مکان لے کر تمہارے ساتھ رہیں تو چلو گے۔ اثبات میں جواب ملا تو امی نے ایک یکہ طے کیا اور اس میں خانہ داری کے جملہ لوازمات حتیٰ کہ انگلیٹھیاں اور برادے کی بوری بھی، لدوائے اور ماں بیٹے اسی یکے میں بیٹھ کر 70 کلومیٹر دور علی گڑھ کے لئے عازم ہوئے۔ وہاں رسل گنج میں ایک مکان لے کر گھر داری جمائی تب بیٹے کا دل پڑھائی میں لگا۔ کہتی تھیں کہ اگر بڑا بیٹا تعلیم صحیح طریقے سے حاصل نہ کرے تو اس کے چھوٹے بہن بھائی بھی اسی کا اتباع کرتے ہیں۔ الحمد للہ کہ برادر محترم نے کچھ ہی مدت کے بعد ہاسٹل میں رہنا گوارہ کر لیا اور پھر وہاں سے پی ایچ ڈی تک کی تعلیم حاصل کی اور دیگر بہن بھائیوں

نے بھی عمدہ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع نہیں گنوائے۔

دوسرا واقعہ 1994 کا یاد آتا ہے۔ برادر عزیز سید نجیب حیدر قادری سلمہ کی شادی کا زمانہ تھا۔ ہونے والی دلہن اپنے والدین کے ساتھ سینٹا پور میں تھیں۔ والد گرامی کی صحت کے پیش نظر یہ طے کیا کہ دلہن اور ان کے والدین سب مارہرہ شریف آ جائیں۔ وہیں عقد نکاح اور رخصت عمل میں آ جائے۔ ہونے والی دلہن امی کی حقیقی بہن کی بیٹی تھیں۔ ان لوگوں کے آنے میں کچھ تاخیر ہو رہی تھی۔ والد گرامی چاہتے تھے کہ سب لوگ وقت پر آ جائیں۔ امی فوراً گاڑی میں بیٹھ کر سینٹا پور گئیں۔ پورے خاندان کو بٹھایا، وہاں سے 90 کلومیٹر دور لکھنؤ گئیں۔ وہاں خریداری ہوئی۔ پھر سینٹا پور واپس آئیں۔ سامان لادا اور رات کے تین بجے ہونے والی دلہن اور ان کے والدین اور بہنوں کو لے کر خانقاہ میں داخل ہوئیں۔ میرے والد گرامی سوئے نہیں تھے۔ مجھے پاس بلایا اور ایک ہی جملہ کہا "تمہاری ماں میں بڑا جیتھ ہے۔" ہمارے برج کے علاقہ میں جیتھ بہت زیادہ ہمت کو کہتے ہیں۔

ایک واقعہ اور یاد آیا۔ میں اس وقت علی گڑھ کا طالب علم تھا۔ والدہ رکشے میں بیٹھ کر کچھ خریداری کرنے پر کوٹ گئیں۔ وہاں چوراہے پر ایک سپاہی رکشے والے کو بری طرح ڈنڈے سے مار رہا تھا۔ والدہ نے رکشہ رکوا کر نقاب کے پیچھے سے پوچھا۔ اس غریب کو یہ سزا دینے کا حکم نامہ ہے تمہارے پاس۔ وہ پھر بھی رکشے والے کو مارتا رہا۔ امی نے رکشے سے اتر کر اس کا ڈنڈا چھین کر اس کی پیٹھ پر دو ڈنڈے لگائے۔ اس نے گھبرا کر کہا یہ کیا؟ والدہ نے رکشے والے کی طرف اشارہ کر کے کہا وہ کیا تھا؟ وہ ہکا بکا کھڑا ہوا اور پھر وہاں سے سرک جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

میں چھوٹا سا تھا۔ شاید چھ یا سات برس کا۔ امی کے ساتھ ہم بچے لوگ سینٹا پور جا رہے تھے۔ کاسنج سے پنجر ٹرین ملتی تھی جو براہ بریلی سینٹا پور جاتی تھی۔ میں بچپن میں بہت شوخ اور سیماب پاتا تھا۔ میں نے برتھ پر لیٹ کر کچھ ایسی حرکت کی کہ ہوائی چپل میرے پیر سے نکل کر کھڑکی کے باہر چلی گئی۔ ٹرین اپنی پوری رفتار پر تھی۔ میں ہکا بکا

بیٹھا رہ گیا۔ امی تیزی سے اٹھیں اور میرے دوسرے پیر سے چپل اتاری۔ میں سمجھا شاید اس چپل سے میری خاطر مدارات ہوگی۔ اس سے پہلے کہ میں مدافعانہ پوز میں آتا وہ چپل کھڑکی کے باہر پھینک چکی تھیں۔ میں نے کہا۔ یہ چپل بھی پھینک دی۔ مسکرا کر بولیں۔ ایک چپل کا تم کیا کرتے۔ تمہیں دوسری خرید دیں گے۔ اب جسے ملیں گی دونوں چپلیں ملیں گی۔ ایک چپل کا وہ بھی کیا کرتا۔ آج سوچتا ہوں کہ ایک لمحے کے اندر انہوں نے کتنا صحیح فیصلہ کیا تھا۔

ایک بہت عمدہ واقعہ اور یاد آتا ہے۔

محترم بڑے ابالعی حضور سید العلماء قدس سرہ نے اپنی زوجہ کی چھوٹی بہن کو مثل اولاد سمجھا۔ جب وہ شادی کے قابل ہوئیں تو ان کا رشتہ بدایوں سے آیا۔ وہ اس رشتے کی بابت مشورہ کرنے ہمارے گھر تشریف لائے اور میری مرحومہ پھوپھیوں کو بتایا کہ رشتہ بہت اچھا ہے۔ لڑکا سرکاری ملازم ہے۔ پڑھا لکھا صاحب ذوق انسان ہے۔ عمر مناسب اور شکل و صورت اچھی ہے۔ خاندان بھی مشہور ہے۔ میری پھوپھیوں نے پوچھا اور نسب؟ بڑے ابا نے فرمایا "صلی شیخ صدیقی ہیں" میری پھوپھیاں، اللہ انہیں غریق رحمت کرے، حافظ قرآن تھیں اور بے حد نیک تھیں لیکن نسب کے معاملے میں بیحد سخت تھیں۔ بیک زبان بولیں۔ "بھیا! کیا سادات میں کوئی رشتہ نہیں ملا؟ بڑے ابا قدس سرہ یسین کر خاموش ہو گئے اور مغموں مغموں سے اپنے گھر واپس چلے گئے۔

ظہر کے بعد امی بڑی اماں سے ملنے گئیں اور کیوں کہ بڑے ابا کے سامنے نہیں آتی تھیں تو پکھے کی آڑ میں بیٹھ کر بڑی اماں سے باتیں کرنے لگیں۔ بڑی اماں بھی مغموں تھیں اور اتنا اچھا رشتہ نکل جانے پر افسردہ تھیں۔ امی کو بتایا کہ تمہارے بھائی صاحب نے اس غم میں کھانا بھی نہیں کھایا۔ میرے بڑے ابا میری امی کو سیتا پور سے بہن بنا کر میرے والد کے لئے بیاہ کر لائے تھے اور میری امی کو ان کے گھر کے نام "لٹی" سے مخاطب کرتے تھے۔ امی نے بڑے ابا کو وہیں سے مخاطب کر کے کہا۔ "بھائی صاحب! آج بلبل ہزارداستان (ان کی خطابت کے حوالے سے) خاموش کیوں ہے"۔ اندر

سے آواز آئی۔ لٹی! آج ہم الجھن میں ہیں۔ قیصر (بڑی اماں) نے تمہیں بتایا ہوگا۔ امی نے کہا۔ ہاں بتایا تو ہے اور ہم تب سے سوچ رہے ہیں کہ کائنات کے سب سے بڑے سید کی شادی بھی تو صدیقہ سے ہی ہوئی تھی۔ بس اتنا سننا تھا کہ بڑے ابا مسرور ہو کر بولے۔ "بھئی قیصر! کھانا لاؤ۔ لٹی کے ایک جملے نے ہمارا سارا تردد دور کر دیا اور ہم نے فیصلہ کر لیا کہ سید بی کی شادی عرفان صدیقی سے ہی کریں گے۔ لٹی تم نے دل خوش کر دیا۔ یہ کہہ کر بڑے ابا فوراً مسرت میں آب دیدہ ہو گئے اور گلوگیر آواز میں فرمایا۔ "لٹی تم نے بہت عمدہ بات کہی۔ بہت عمدہ بات کہی" امی نے کہا ہم گھر جا کر دونوں بہنوں کو بھی سمجھا بھالیں گے۔ ان کو بھی یہی مثال دیں گے۔ پھر سب ہنسی خوشی راضی ہو گئے۔

امی کے وصال سے دو دن پہلے برادر محترم حضرت امین ملت مدظلہ ان سے ملنے علی گڑھ سے مارہرہ شریف گئے۔ امی لیٹی تھیں اور کچھ تھکی تھکی سی لگ رہی تھیں۔ برادر محترم نے ان کی خوشی کے لئے کہا۔ امی۔ جلدی سے اچھی ہو کر چلنے پھرنے لگو تو اماں کی شادی کر دی جائے تاکہ تمہاری ایک پوت بہو آجائے۔ امی مسکرائیں اور کہا۔ وہ تو اچھی بات ہے لیکن شادی جب کرنا جب اماں پڑھ لکھ کر اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔

آج سوچتا ہوں کہ امی کا ذہن ہمیشہ مثبت انداز سے کام کرتا تھا خصوصاً اس وقت جب انہیں کوئی فیصلہ لینا ہو یا فیصلہ کن بات کہنی ہو۔  
کچھ عادات مبارکہ:

میرا بچپن سے یہ مشاہدہ ہے اور اس مشاہدے میں بے شمار لوگ شامل ہیں کہ وہ غریبوں، مسکینوں کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ ان سے کسی کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اللہ رب العزت انہیں جو عطا کرتا وہ ضرورت مندوں میں ان کی ضرورت کے مطابق تقسیم کر دیتی تھیں۔

انتقال سے پہلے ان کے پاس کتنے روپے تھے اس بات کا مجھے علم نہیں لیکن

انتقال سے ٹھیک ۲۲ دن پہلے ان کے پاس ستر ہزار روپیوں کا مزید اضافہ ہوا۔ ان کے وصال اور سوگم کے بعد جب ان کا بیگ دیکھا تو اس میں صرف ساڑھے سات سو روپے تھے۔ یعنی صرف بیس دنوں میں انہوں نے کم سے کم انہتر ہزار دو سو پچاس روپے غریبوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کئے۔ بچیا (سیدہ حمیرہ خاتون، میری پھوپھی زاد بہن) بتاتی ہیں کہ محسن میاں سلمہ ولد سید نجیب حیدر سلمہ کی بڑی شادی ہوئی تو اس خوشی میں غریب پڑوسنوں نے گھر آ کر مبارکباد دی اور خوشیوں کے ترانے گائے۔ امی نے انہیں ڈھائی تین ہزار روپے انعام میں دیے۔ پھر محسن میاں سلمہ کو انعام دینے کا ارادہ کیا تو انہیں اپنے بیگ میں پانچ سو روپے بھی یکجا نہیں ملے۔ بچیا سے کہا کہ حمیرہ ہمیں پانچ سو روپے دے دو۔ ہم تمہیں واپس کر دیں گے۔ بچیا نے پانچ سو روپے دیے تب محسن میاں کو ان کا انعام ملا۔ ان کے انتقال کے بعد میں نے بچیا کو امی کی طرف سے پانچ سو روپے کی ادائیگی کی۔ بچیا اس کے لئے راضی نہیں تھیں لیکن کیونکہ امی نے واپس کرنے کا وعدہ کر کے روپے لئے تھے اس لئے میں نے اصرار کر کے بچیا کو راضی کیا۔ اس واقعے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ غریبوں اور ضرورت مندوں کو عطا کرتی تھیں تو اس بات سے بے نیاز ہو جاتی تھیں کہ ان کے پاس کچھ باقی بھی رہے گا کہ نہیں۔ عموماً ان کا پیسہ مندرجہ ذیل کاموں میں صرف ہوتا تھا۔

۱- غریب بچیوں کا بیاہ

۲- نادار طلبہ کی تعلیم

۳- غریبوں کا مکان بنوانا

۴- سردیوں میں لحاف کمبل بانٹنا

۵- غریبوں کا علاج معالجہ

۶- باہر سے آنے والی خواتین کو کرایے کے نام پر عطا کرنا

مندرجہ بالا چھ شقوں میں بلا مبالغہ ہزاروں افراد مستفیض ہوئے۔

کسی کو بے روزگار دیکھتی تھیں تو بے چین ہو جاتی تھیں۔ اپنے بیٹوں میں سے

کسی سے کہہ کر روزگار یا نوکری کا انتظام کراتی تھیں۔ میرے علم ذاتی میں ہے کہ انہوں نے طالب علموں کی مدد کے لئے ایک سال کے اندر ایک ہی طالبہ پر پچاس ہزار سے زیادہ خرچ کئے۔ جب اس کا ذکر ہوا تو انہوں نے اپنے مخصوص لہجے میں فرمایا کہ یہ پڑھ لکھ کر جب کسی قابل ہو جائے گی تو اپنے چھوٹے بھائیوں بہنوں کو بھی پڑھو ادے گی۔

ہم بھائی جب آپس میں بیٹھتے تو اکثر یہ گفتگو کرتے کہ دیکھو آج امی نے فلاں شخص کا یہ مسئلہ حل کر دیا اب کل سے ہی وہ کسی دوسرے مسئلے کی جستجو میں ہلاکان نظر آئیں گی اور یہی ہوتا بھی تھا۔ والد گرامی کے وصال کے بعد ہم بھائیوں نے ان کا ترکہ اپنی امی کی خدمت کے لئے نذر کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ ہم بھائی یا احباب (برادران سلسلہ) ان کی جو خدمت کرتے وہ اس کا 99 فیصد ضرورت مندوں پر خرچ کر دیتی تھیں۔ ان کی ذات پر بمشکل ایک فیصد خرچ ہوتا ہوگا کیوں کہ انہیں کسی چیز کے کھانے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ البتہ اعزہ اور اہل سلسلہ اور اولادوں کے لئے طرح طرح کے کھانے، جب تک صحت رہی، خوب پکاتی تھیں۔ بیمار ہونے کے بعد مددگار خادماؤں سے پکوا کر سب کو کھلانے کا شوق پورا کرتی تھیں۔ اکل و شرب کی حد تک ان کا اکلوتا شوق ٹھنڈا پانی تھا۔ بالکل تلخ پانی۔ وہ بھی گلاس یا کٹورہ بھر کے نہیں، بس چند گھونٹ۔ جہاں تک کھانے کا تعلق ہے، بیماری کے ایام اور دعوتوں کے علاوہ بہت کم لوگوں نے انہیں کھانا کھاتے دیکھا ہوگا۔ کھانا مختصر کھاتی تھیں اور کھانے میں دیر نہیں لگاتی تھیں۔ ہمارے گھر والے اور مارہرہ کی خواتین بڑی حیرت سے کہتی تھیں کہ ہم نے انہیں کبھی کھانا کھاتے نہیں دیکھا۔ دراصل وہ بہت نستعلیق تھیں اور طبیعت میں بہت نفاست تھی۔ وہ اس بات کو سخت ناپسند کرتی تھیں کہ کھانا کھانے میں منہ سے آواز آئے۔ وہ سڑپ سڑپ، کر کے چائے پینے کو بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھتی تھیں۔ ان کے پاس، بیٹھا کوئی شخص اگر ایسا کرتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ وہ آواز کے ساتھ ڈکار لینے والے کو نظروں ہی نظروں میں اور کبھی کبھی مجبور ہو کر زبان سے بھی،

تنبیہ کر دیتی تھیں۔

ان کی پیاری پیاری عادتوں میں ایک یہ عادت بھی تھی کہ وہ ہر خاص و عام کو کھانا کھلا کر خوش ہوتی تھیں۔ والد گرامی کے خادم خاص مرحوم رفیع الدین صاحب عرف میر صاحب، جب ضعیف ہوئے تو والد گرامی نے ان سے کہا کہ آپ کے ضعف کے پیش نظر میں آپ کو ملازمت کے بندھن سے آزاد کرتا ہوں لیکن آپ کو پوری تنخواہ تا حیات ملتی رہے گی۔ میر صاحب رخصت ہو کر اپنے گھر یعنی دوسرے محلے (محلہ چوہنہ) چلے گئے۔ دوسرے دن دروازہ کھولا تو وہ روزانہ کی طرح کھڑے تھے۔ کہنے لگے حضرت صاحب! مجھے ریٹائرمنٹ کیجئے، مجھے اس دروازے کی عادت پڑ گئی ہے۔ والد گرامی نے امی سے مشورہ کیا۔ امی نے کہا انہیں آنے دیجئے لیکن یہ بتا دیجئے کہ ناشتہ وہ ہمارا تیار کیا ہوا ہی کھائیں گے۔ امی روزانہ صبح میر صاحب مرحوم کو بہت عمدہ ناشتہ کراتیں اور اس ناشتے میں مقوی چیزوں کا اہتمام کرتیں۔ میر صاحب اپنے گھر جا کر اپنی بیٹی سے کہتے "دہن بٹیا صبح صبح ایسا اور اتنا ناشتہ کرا دیتی ہیں کہ دن بھر پیٹ میں آج رہتی ہے۔ امی نے ان کے ضعف اور کمزوری کا مقابلہ کرنے کے لئے عمدہ ناشتے کا ہتھیار استعمال کیا اور کامیاب رہیں اور میر صاحب آخر دم تک اپنی ملازمت پر برقرار رہے۔

امی اپنے تمام متعلقین (اور یہ تعداد خاصی بڑی تھی) کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کا خیال رکھتی تھیں۔ گرمیوں کے موسم میں جب گھر کی کھجور کا پھل پکتا تو بہت لذیذ ہوتا تھا۔ میں چھ مہینے برس کا تھا۔ جاگنے کے بعد میں فوراً کھجور کی طرف جاتا اور مایوس ہوتا کہ آج پھر گرے ہوئے پختہ پھل پرندے کھا گئے۔ میں نے امی سے شکایت کی یہ پرندے لوگ تو اڑ سکتے ہیں۔ اڑ کر درخت کے اوپر جا کر کھجور کھایا کریں، جو نیچے گر پڑتی ہیں انہیں کیوں کھا جاتے ہیں۔ اس دن کے بعد سے یہ ہونے لگا کہ جیسے ہی میری آنکھ کھلتی میرے پیٹ پر ایک کٹورا رکھا نظر آتا جس میں گری ہوئی کھجوریں دھو کر رکھی ہوتی تھیں۔ میں جاگتے ہی سب سے پہلے بغیر منہ ہاتھ

دھوئے ان کھجوروں کو صاف کر جاتا۔ اب کون ہے جو صبح کا ذب کے وقت جاگ کر میری خاطر کھجوریں مینے، انہیں دھوئے اور کٹورے میں لا کر میرے سامنے رکھ دے۔ باقی رہے نام اللہ کا۔

امی پالتوں جانوروں کا بھی بہت خیال کرتی تھیں۔ میرے محترم چچا سید شاہ حسین میاں زیدی برکاتی مدظلہ کو کبوتر اور دیگر پرندے پالنے کا بہت شوق تھا۔ اب بھی ہے۔ والد گرامی بھی پرندوں کو بہت چاہتے تھے اور ہم لوگوں سے کہتے تھے کہ اگر کوئی جانور پالا جائے تو اسے ستر بار کھانا دکھایا جائے۔ اس کا علاج یہ نکالا گیا تھا کہ دانہ پانی ہمیشہ پرندوں کے پاس ہی رکھا رہتا تھا۔ جتنا جی چاہے کھاؤ۔ گھر میں سینکڑوں کی تعداد میں مختلف نسلوں کے کبوتر پلے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی امی یہ بھی کرتی تھیں کہ دھندلے میں اٹھیں۔ خاموشی سے کابک سے کبوتر نکالا اور کھلی فضا میں اڑا کر آزاد کر دیا۔ اس دن انہیں بہت طمانیت محسوس ہوتی تھی۔ میرے محترم چچا دن بھر کابکوں کا معائنہ کرتے اور حساب لگاتے کہ آج ایک کبوتر کم ہو گیا ہے۔ پھر وہ مسکرا کر خاموش ہو جاتے تھے۔ اس بات کا ذکر خود صاحب معاملہ نے مجھ سے کیا تھا۔

بڑی اماں کی والدہ یعنی چچی نانی مرحومہ بطور فاطمہ سے امی کو بہت محبت تھی۔ وہ بھی امی کو اپنی چھٹی اولاد کہتی تھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے پاس جتنے روپے تھے انہیں چھ جگہ باندھ کر رکھا گیا تھا۔ ان میں سے ایک پر امی کا نام لکھا تھا۔

جناب سید محمد ساگر صاحب مرحوم کی اہلیہ یعنی ہماری مئی (در اصل تائی) حمیری واسطی سے بھی امی کو بہت لگاؤ تھا۔ امی کے وصال کے بعد حمیری مئی کے لکھے بہت سے تفصیلی محبت بھرے خطوط نکلے جنہیں حمیری مئی نے رات رات بھر جاگ کر لکھا تھا۔ میں نے حال میں انہیں فون کر کے معلوم کیا کہ کیا امی کے لکھے خط آپ کے پاس محفوظ ہیں؟ فرمایا کہ میں انہیں دل و جان سے لگا کر رکھتی تھی لیکن کئی مرتبہ رہائش تبدیل کرنے میں ادھر ادھر ہو گئے۔ اللہ رب العزت حمیری مئی کو زندہ تندرست رکھے۔ آمین بجاہ الحبيب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمارے قبیلے کی خواتین میں غالباً سب



سے بزرگ اب وہی باقی ہیں۔

امی اپنی بہنوں کی اولاد کو بھی بے حد چاہتی تھیں حتیٰ کہ اپنی بڑی بہن سیدہ جلیس فاطمہ کے شوہر حکیم سید آفاق حسین رضوی مرحوم و مغفور کی پہلی بیوی کے بیٹوں اور بیٹی کو بھی بہت مان دیتی تھیں۔ وہ سب امی کو سگی خالہ کی طرح چاہتے تھے۔ اب ان میں صرف اچھی بی باجی باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں زندہ تندرست خوش رکھے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان بھائیوں اور بہن کی اولادیں امی کو لگی دادی اور لگی نانی کہتی ہیں۔ ان سب کے امی سے زندگی بھر بہت پائیدار محبت کے مراسم رہے۔ امی اپنی سب سے بڑی بہن کی بڑی بیٹی بلقیس باجی سے بہت مانوس تھیں۔ اصرار کر کے بلقیس بجیا کا ویزا بنوایا اور سید نجیب حیدر سلمہ کے ساتھ انہیں بلایا۔ جس دن امی کا وصال ہوا اس سے ایک دن پہلے بلقیس بجیا کو ان کے پاس پہنچ جانا تھا لیکن دہلی میں ویزے کی الجھنوں کی وجہ سے نجیب حیدر سلمہ کو رکنا پڑا۔ امی نے اس دن بھی بلقیس بجیا کو یاد کیا اور انتقال سے کچھ دیر قبل بھی یاد کیا۔ بلقیس بجیا ان کے وصال کے بعد مارہرہ پہنچ سکیں اور نجیب حیدر سلمہ بھی۔ میں نے بلقیس بجیا سے امی کی بالیس پر کہا کہ آپ نے تو اپنی خالہ جان کو دیکھ لیا لیکن وہ آپ کے آنے سے چند گھنٹے پہلے ہی رخصت ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ بلقیس بجیا کو زندہ سلامت رکھے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ میرے ننھیالی بہنوں میں اب سب سے بڑی ہیں۔

پچھلے کئی برس سے ہم لوگ امی سے گزارش کرتے تھے کہ عرس قاسمی میں منع کرنے کے باوجود بہت بڑی تعداد میں عورتیں آ جاتی ہیں اور سب تمہیں گھیر کر بیٹھ جاتی ہیں۔ آکسیجن کی کمی کا مرض ہے۔ مجمع میں آکسیجن اور بھی کم مل پاتی ہوگی۔ ہم چاہتے تھے کہ امی عرس قاسمی شریف کے زمانے میں علی گڑھ جا کر قیام کر لیا کریں۔ لیکن ایک بار بھی امی نے ہماری گزارش کو نہیں مانا۔ جب ہم نے بہت ضد کی تب انہوں نے راز کھولا کہ تمہیں کیا معلوم کہ ان میں سے کتنی عورتوں کو ہم کرایہ دے کر رخصت کرتے ہیں۔ ہمیں نہیں پائیں گی تو ہم سے نمل پانے کا رنج بھی ہوگا اور مایوسی

بھی۔ فی زمانہ شاید ہی کسی خانقاہ میں کوئی ایسی پیرانی ماں ہو جو اپنی روحانی اولاد کا اتنا خیال کرتی ہو۔ اَلَا مَاشَاءَ اللہ۔

امی کی ایک خاص عادت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ باغوں سے فصل کے آم (جنس کے آم) آتے تو امی بڑے اور عمدہ پھل ایک طرف چھانٹ کر رکھ لیتی تھیں اور اعزہ یا پڑوس کے گھر میں یہی بڑے اور عمدہ پھل جاتے تھے۔ میں نے بچپن میں کبھی کہا کہ امی سارے بڑے پھل بانٹ دینے پر ہم لوگوں کے واسطے چھوٹے آم بچتے ہیں۔ امی نے فرمایا کہ فصل کی جنس کے جو بھی آم آتے ہیں سب عمدہ ہوتے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے میں چھٹانک آدھی چھٹانک کا فرق ہوتا ہے۔ اب یہ اپنے ظرف کی بات ہے کہ بڑا پھل ہم اپنے گھر رکھتے ہیں یا تحفے میں دیتے ہیں۔ چراغ سے چراغ جلتے ہیں۔ امی کی یہ عادت ان کی اولاد ہی نہیں بلکہ ان کی بہوؤں نے بھی سیکھ لی ہے۔

درگاہ شریف کی مزارات پر چڑھنے والی پاکیزہ چادروں کو امی احتیاط سے رکھتی تھیں اور صرف اہل سلسلہ یا ضرورت مندوں کو عطا کرتی تھیں۔ بازار میں کبھی نہیں بکواتی تھیں۔ وہ اس بات سے بہت خوش تھیں کہ حضرت امین ملت اور رفیق ملت نے اعلان کر کے مریدوں کو ہدایت کی ہے کہ مزارات پر قیمتی کپڑوں کی چادریں چڑھانے کا زیادہ اہتمام نہ کیا جائے بلکہ پھولوں کی چادریں چڑھائی جائیں (جو کم قیمت ہوتی ہیں)۔

امی کے نام سے منسوب جامعۃ البرکات میں لڑکیوں کا ہاسٹل ہے۔ محبوب فاطمہ ہاسٹل۔ امی شدید بیماری کے باوجود جب وہاں لڑکیوں کا میلاد ہوتا تو ضرور جا کر شرکت کرتیں اور مقررہ شیرینی یعنی بوندی کے لڈوؤں کے علاوہ تمام لڑکیوں میں بڑی چاکلیٹ بھی تقسیم کراتیں۔ نعت، منقبت سننے کا بہت شوق تھا۔ اکثر مارہرہ میں ان سے ملنے شہر یا بیرون شہر سے خواتین آتیں تو دریافت کرتیں کہ تم میں سے نعت کون پڑھ سکتا ہے۔ وہ اثبات میں جواب دیتی، امی اس سے دو تین نعتیں سنتی تھیں اور پھر انعام دیتی تھیں۔

کھانا کھانے ہی کی طرح عبادت بھی چھپ کر کرتی تھیں۔ اندرونی دالان میں کتابوں کی الماری کے پیچھے مغربی گوشے میں ان کی چوکی اور جانماز تھی۔ وہاں

کسی کا گزر بھی نہیں تھا۔

مختلف کھانے پکانے کے شوق کا ذکر ہو چکا۔ وہ کچھ چیزیں بہت اسپیشل طریقے سے پکاتی تھیں۔

۱- آلو ٹماٹر کی سبزی

۲- لہسن کا گوشت

۳- کچے قیمے کے شامی کباب

۴- ارد کی دال

۵- چھوٹی مسور کی گھٹی ہوئی دال

۶- دلیہ اور

۷- کھیر

لیکن کھیر کے بارے میں فرماتی تھیں کہ ہم سے اچھی کھیر چھوٹی آپا (چھوٹی پھوپھی صاحبہ) پکاتی ہیں۔

امی روٹی بہت گول اور عمدہ نہیں پکاتی تھیں۔ مارہرہ شریف میں بیلن سے بیل کر روٹی بڑی کی جاتی ہے اور بیلن کی مدد سے اسکا دائرہ متعین ہوتا ہے۔ اودھ میں دونوں ہاتھوں کی ضرب سے روٹی کو بڑا کیا جاتا ہے۔ شاید انہیں روٹی پکانے کی زیادہ عادت بھی نہیں تھی۔ بڑی اماں اور بڑی پھوپھی کی پکائی روٹیوں کی تعریف کرتی تھیں۔ میرے پھوپھی زاد بھائی ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم نے ایتھوپیا افریقہ سے تعریقی خط لکھا:

”تمہاری تو امی تھی اور اب ان کا سایہ شفقت تمہارے اوپر نہیں رہا۔ لیکن میرے لئے بھی ایسا ہی ہے جیسے میری امی ایک بار پھر مجھ سے جدا ہو گئی ہوں۔ ان سے بہت کچھ سیکھا۔ خوش اخلاقی، غصے پر قابو رکھنا، کھانے پینے کے آداب، گفتگو کا سلیقہ، عام گفتگو میں بھی ادبی زبان کا استعمال۔ میں جو کچھ بھی ہوں، جیسا بھی ہوں اس میں ان کا بہت دخل ہے۔ جب تک ان کی صحت اچھی تھی مجھے یاد ہے میں جب

بھی گھر آتا تو خاص میری پسند کے کھانے ممانی جان تیار کرتی یا کرواتی تھیں۔ کئی کھانے ایسے ہیں جو میں نہیں کھاتا تھا۔ لیکن انہوں نے یہ کہہ کر کہ ہم وہی کھانے پکائیں گے، تمہیں اچھے لگیں گے، وہ کھانے انہوں نے تیار کئے اور میں کھانے لگا۔

وہ دنیا سے رخصت ہو گئیں، گھر سونا کر گئیں۔ اب صدر دالان کا کوئی مکین نہیں ہے۔ ان کے دم سے وہ حصہ بھر اپرا رہتا تھا۔ دعا ہے اللہ رب العزت ممانی جان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)۔ انہوں نے اللہ کے مسکین بندوں کا بہت خیال رکھا لہذا وہ تو ہمیشہ سے مغفرت کئے ہوئے لوگوں میں شمار کی گئی ہوں گی۔‘ جس طرح ان کے تعلقات اپنے رشتے کی خوش دامنوں کے ساتھ بہت عمدہ رہے بالکل اسی طرح وہ اپنی بہوؤں کے لئے بھی بہت شفیق تھیں۔ شادیوں کے بعد انہوں نے بہوؤں کو چند روز اپنے پاس رکھا پھر اپنے اپنے شوہروں کے پاس رہنے کے لئے آزاد کر دیا۔ چھوٹی بہو جوان کے ساتھ گھر پہ رہتی تھی، اسے بھی انہوں نے تمام معاملات میں آزادی اور خود مختاری دے رکھی تھی۔ انتقال سے کئی برس پہلے گھر گریہ کی ذمہ داری بھی اسی کے حوالے کر دی تھی۔ وہ سب سے اپنی ہر بہو کی تعریف کرتی تھیں اور یہ تعریف عام انداز میں نہیں ہوتی تھی بلکہ جس بہو میں جو وصف زیادہ ممتاز تھا اس کا ذکر زیادہ تفصیل سے کرتی تھیں۔ ان کی ایک بہو نے انہیں بمبئی سے نظم نما خط لکھا جو امی کے وصال کے بعد ان کے سامان میں سے برآمد ہوا۔ اس خط کے لب و لہجے سے بہت اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی بہو ویں انہیں کتنا چاہتی تھیں۔

اپنی پیاری امی کے لئے

جو کوسوں دور بیٹھی شاید میرے اس خط کا انتظار کر رہی ہوں گی

(عمید پر مارہرہ نہ جانے پر افسوس کرتے ہوئے۔)

بلایا تو ہوتا

دوڑ کر آتی

آواز تو دی ہوتی

پھر دیکھتیں ہمارا تڑپنا

پکارا تو ہوتا

دھیمے دھیمے قدموں سے آتے

آہٹ بھی نہ کرتے

قدموں پر گر جاتے

ماتھے کو چوم لیتے

گلے سے لپٹ جاتے

آنچل کو نہ چھوڑتے

اشرف کی اشرفی تو یہی کرتی

مگر پکارا تو ہوتا۔

سینے سے لگایا تو ہوتا

رشتہ پرانا ہے ہم سے

عجیب اور مضبوط ہے یہ

نہ کا غذا نہ کچے دھاگے کا

جس بندھن کو ستاروں نے بھی دیکھا

اور سلامی دی

چاند نے بھی ماؤں کو مسکرا کر دیکھا

سوچا وہ سب مائیں کب ساس بنیں گی

سمندر نے بھی محبوب کی اشرفی کو

\* علی اشرف کے گھر سے رخصت کیا تھا ایک دن

میں کرسی پر بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھتی

اور یہی سوچتی جاتی

کاش تم نے بلایا تو ہوتا

ہم دوڑ کر آتے

ہم دوڑ کر آتے

تیرے قدموں کو چوم لیتے!

پیار کے ساتھ

نشاط اشرف

\* بہو کے والد مرحوم کا نام

یہ خط آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے لکھا گیا تھا اور امی نے اسے اپنے خاص کاغذات میں محفوظ کر لیا تھا۔

### صبر و ضبط:

امی بے حد صبر و ضبط کی خاتون تھیں۔ امی کسی تکلیف کا ذکر کرنا اپنا عیب سمجھتی تھیں۔ کبھی کبھی ہم لوگ پریشان ہو کر کہتے کہ اگر ہمیں علم ہی نہیں ہوگا تو تکلیف کا تدارک کیسے ہوگا۔ وہ اپنے شوہر حضور احسن العلماء قدس سرہ سے بھی اپنی کسی تکلیف کا ذکر نہیں کرتی تھیں۔

ایک بار وہ والد گرامی کے ساتھ بمبئی سے مارہرہ آرہی تھیں۔ گاڑی نے رفتار پکڑی تو والد گرامی نے اندازہ کیا کہ امی کسی درد کو ضبط کر رہی ہیں۔ درد کو ضبط کرتے وقت امی کا چہرہ نیلگوں ہو جاتا تھا۔ بار بار پوچھنے پر بھی امی نے کچھ نہیں بتایا۔ اکیس گھنٹے کی مسافت کے بعد جب متھرا پہنچے تو امی نے کہا کہ مارہرہ پہنچتے ہی آگرہ جانا ہوگا۔ پیٹ میں اپنڈی سائٹس کی شدید تکلیف ہے۔ راستے میں آپ کو بتا کر پریشان کرنے سے کیا فائدہ ہوتا۔ قصہ مختصر یہ کہ میں اور میری اہلیہ والدہ کو لے کر آگرہ گئے جہاں ڈاکٹر اسوپا نے معائنہ کر کے بتایا کہ اس مرض میں درد ضبط کرنے سے آدمی موت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ آپ لوگ کیس کو بہت بگاڑ کر لائے ہیں۔ بہر حال بفضلہ تعالیٰ کامیاب آپریشن ہوا۔ اہلیہ نے خوب خدمت کی اور وہ صحت یاب ہو کر چند روز میں مارہرہ شریف واپس آ گئیں۔

بڑی اماں مرحومہ نے ایک بار بتایا کہ بیٹا خواتین کی زندگی میں اکثر ایسے مرحلے آتے ہیں جب زور زور سے چلانا ایک فطری امر بن جاتا ہے لیکن تمہاری ماں نے ہر مرتبہ فطرت کے خلاف مظاہرہ کیا اور ہمیشہ اس طرح کے مرحلوں پر خاموشی سے معاملات کو اچھے اختتام تک پہنچایا۔

اپنڈی سائنس کے علاوہ میں نے امی کو مرض الموت کے علاوہ کبھی بیمار نہیں دیکھا 2009 میں ڈاکٹر نے حتمی طور پر تجویز کیا کہ امی کو C.O.P.D ہے یعنی Chronic Obstructive Pulmonary Disease جس میں پھیپھڑے بہت کمزور ہو جاتے ہیں اور ان میں قدرتی طور پر پھولنے، پکپکنے کی صلاحیت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ اس کا کوئی حتمی علاج نہیں ہے۔

کچھ عرصے تک امی کا علاج برادر محترم حضرت امین میاں صاحب کے مکان پر علی گڑھ میں ہوا۔ ان کی بیماری کا سن کر ہم چاروں بھائی ان کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ ایک دن جب وہ کچھ بہتر تھیں تو بہتر علاج کے لئے سب بھائیوں کے مشورے سے انہیں دلی کے مشہور اسپتال سرگنگرام میموریل اسپتال لے آئے۔ وہاں چند دن تک علاج ہوا اور وہ بفضلہ تعالیٰ رو بہ صحت ہو کر علی گڑھ پھر مارہرہ رہنے لگیں۔ کچھ دن اچھی رہیں پھر سانس کی تکلیف بڑھی تو انہیں پہلے علی گڑھ لاکر میڈیکل کالج کے I.C.U میں داخل کیا۔ پھر اگلے دن دوبارہ سرگنگرام اسپتال میں دلی لے جا کر داخل کیا۔ علاج عمدہ ہوا۔ رو بہ صحت ہوئیں۔ ضد کی کہ ہم کو اب مارہرہ پہنچاؤ۔ ڈاکٹروں کی اجازت سے ماہرہ شریف لے گئے۔ وہاں ٹھیک رہیں بس ایک ہی الجھن تھی کہ زیادہ چلنے میں سانس بہت پھول جاتی تھی۔ جب جب وہ اسپتال میں رہیں ان کے بیٹے اکثر انہیں کے پاس رہتے تھے۔ آخری دفعہ میں ہمارے بہنوئی آفتاب احمد نقوی نے بھی آ کر تیمارداری کی۔ اسپتال میں اسپتال کی نرسوں کے علاوہ تین خاتون تیماردار ان کے پاس ہمہ وقت رہتی تھیں، چاہے علی گڑھ ہو کہ دلی۔ دلی میں اہلیہ نے بھی ان کے پاس اسپتال میں رہ کر خوب خدمت کی بلکہ امی یہ کہہ کر روک لیتی تھیں کہ تم رات

میں ہمارے ساتھ رہو گی تو ہمیں تقویت رہے گی۔ علی گڑھ میں اہلیہ حضرت امین میاں ان کی خدمت کرتی تھیں اور ان کے آرام کا ہر لحاظ سے خیال رکھتی تھیں۔ اس درمیان ایک بار برادر عزیز افضل سلمہ اور ان کی اہلیہ امی کو لے کر گوالیار گئے۔ وہاں مختلف قسم کے چیک اپ کرائے۔ یہ دونوں امی کو دیکھنے اکثر آتے تھے۔

میں ہفتے دس دن بعد امی کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ برادر محترم حضرت امین ملت بھی جلد جلد وہاں پہنچ جاتے تھے۔ افضل سلمہ باوجود پولیس کی ضابطے اور پابندی والی نوکری کے امی کے پاس مارہرہ پہنچ جاتے تھے اور دلی میں بھی آ کر رہتے تھے۔ نجیب حیدر سلمہ امی کے دوران قیام مارہرہ میں ہر طرح کی خدمت کرتے اور جب امی دلی یا علی گڑھ کے اسپتال میں داخل ہوتیں تو وہاں بھی آ کر رہتے۔ ان کی اہلیہ تو مستقل امی کے ساتھ ہی رہ کر خدمت کرتی تھیں۔ غرض یہ کہ ہم بھائیوں کا دل ان کی خدمت سے بھرتا نہیں تھا۔

انتقال سے ۳-۴ روز قبل ہی افضل سلمہ انہیں دیکھنے آئے تھے اور دھوپ میں بیٹھ کر لحاف میں تاگے ڈلو اتے دیکھ گئے تھے۔ برادر محترم حضرت امین میاں مدظلہ انتقال سے دور روز قبل انہیں آ کر دیکھ گئے تھے۔ ان کے چہرے، گفتگو اور انداز سے یہ نہیں لگتا تھا کہ وہ دودن بعد مالک حقیقی کے پاس چلی جائیں گی۔ پیر کے دن اسلم برکاتی کو فون کیا تو معلوم ہوا کہ کسی کسی وقت غفلت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ میں نے دلی کے ڈاکٹر سے بات کی اور رات میں ESCORT HOSPITAL جا کر کمرے وغیرہ کا انتظام سمجھا اور فون پر عزیز ی احمد مجتبیٰ صدیقی سے مشورہ کیا۔

انہوں نے علی گڑھ کے ڈاکٹر چغتائی اور ڈاکٹر شاداب سے مشورہ کیا۔ معالج کا کہنا تھا کہ اتنی سردی میں کہیں منتقل نہ کریں۔ کل سارے ٹیسٹ کرائیں۔ ٹیسٹ میں کوئی کمی ہو تو علی گڑھ لے آئیں، یہاں ایک دودن رک کر پھر دلی جائیں۔ ٹیسٹ کا انتظام احمد میاں نے کیا۔ صبح علی گڑھ سے ڈاکٹر کمار کا ٹیکنیشن سارے آلات لے کر مارہرہ گیا اور ٹیسٹ کے لئے خون نکالا۔ امی نے اسلم برکاتی سے کہا کہ اب ہم علی گڑھ یا دلی نہیں جائیں گے۔ اسلم برکاتی نے کہا کہ پھر علاج کیسے ہوگا وہاں اشرف میاں

نے انتظام کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ اب علی گڑھ کے ڈاکٹروں سے کہو کہ مارہرہ کے ڈاکٹر نہال الدین کو دو بتا دیں اسی سے علاج کریں۔

اس سے غالباً ایک دن قبل برادر م عنایت برکاتی کی اہلیہ عزیزہ ترانہ سلمہا امی سے ملنے اور ان کے ساتھ کچھ روز رہنے کا پروگرام بنا کر کانپور سے آئیں تو امی نے فرمایا۔ ترانہ! اب ہم اپنے گھر جائیں گے۔ ترانہ نے کہا یہی تو آپ کا گھر ہے۔ انہوں نے کہا نہیں اپنے گھر جائیں گے وہاں جانے میں کتنا وقت لگتا ہے۔ ترانہ سمجھیں کہ شاید اپنے مائیکے سینٹا پور جانے کے بارے میں کہہ رہی ہیں۔ ترانہ نے بتایا کہ وہاں جانے میں ۴-۵ گھنٹے لگتے ہیں۔ امی نے مسکرا کر درگاہ برکاتیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں اپنے گھر جانے میں صرف دس منٹ لگیں گے۔“ امی کو علم تھا کہ ان کی تدفین درگاہ برکاتیہ میں ہی ہوگی۔

ادھر میں برابر دلی سے علی گڑھ اور مارہرہ فون پر فون کئے جارہا تھا اور حالت جاننا چاہ رہا تھا۔ ساڑھے تین بجے تک ان کی حالت کے بارے میں کوئی مایوس کن بات نہیں سنی۔ میں نے علی گڑھ کے ڈاکٹروں سے گزارش کی ایسا انجکشن لگا دیں کہ وہ ٹھیک ہو جائیں کم از کم اتنی کہ ہم انہیں براہ علی گڑھ دلی لاسکیں۔ ڈاکٹروں نے بہت عمدہ اور طاقت ور انجکشن ڈے کا ڈران اور ڈیری فائلن تجویز کئے جو ہمارے فیملی ڈاکٹر نہال الدین نے انتظام کر کے فوراً لگا دئے۔ انجکشن لگانے کے ۱۵ منٹ بعد سانس میں کچھ افاقہ ہوا اور پھر فوراً ہی تیز تیز سانس چلنے لگی۔ بلقیس بچیا، بہن ثمنینہ کی بیٹی نوری اور نجیب حیدر سلمہ کی بیٹی عارفہ کا نام لیا۔ عارفہ کو ان کے سامنے لایا گیا۔ انہوں نے آنکھیں کھول کر پوچھا ”تم آگئیں“ اس نے جواب دیا۔ جی! میں آگئی۔ پھر کسی نے موقع کی نزاکت دیکھتے ہوئے آب زم زم پلانے کو کہا۔ چھوٹی بوتل آدھی سے زیادہ پی لی۔ گھر کی پرانی خادمہ معراج یسین شریف پڑھ رہی تھی۔ اسلم برکاتی امی کے مزاج کی حساسیت سے واقف تھے۔ سوچا کہ یسین شریف پڑھنا سن کرا می یہ نہ سمجھیں کہ وقت آخر قریب آچکا ہے۔ معراج سے کہا کہ ذرا دور بیٹھ کر آہستہ آہستہ یسین

شریف پڑھو۔ امی نے اسلم بھائی کی سرگوشی سن لی تھی۔ آنکھیں کھول کر اصرار کیا۔ ”نہیں آہستہ آہستہ نہیں، اسے زور زور سے پڑھنے دو“۔ پھر کچھ زیر لب پڑھتے ہوئے ہونٹ بند کئے، پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اس بار آنکھیں دوبارہ نہ کھولنے کے لئے بند کی تھیں۔ سگی بھانجی یعنی چھوٹی بہوان کے سر کے نیچے ہاتھ لگائے بیٹھی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے بدن سہلا رہی تھی۔ اسے علم بھی نہیں ہوسکا کہ امی رخصت ہو چکی ہیں۔ اس نے کہا ڈاکٹر صاحب ذرا بلڈ پریشر دیکھ لیں۔ ڈاکٹر صاحب صبح سے ہی گھر میں موجود تھے۔ قریب ہی سے اٹھ کر آئے، بلڈ پریشر دیکھا اور خاموش ہو کر آنکھیں نم کر لیں۔ کھرام مچ گیا۔ حضرت امین میاں سانس کی تکلیف سن کر علی گڑھ سے چل پڑے تھے، افضل سلمہ گوالیر سے نکل گئے تھے اور سید نجیب حیدر سلمہ دلی سے مارہرہ کے راستے میں تھے۔ میں ٹیلی فون پر برابر رابطے میں تھا۔ کسی کو اندازہ ہی نہیں تھا کہ امی کا انتقال ہو جائے گا۔ انتقال ہونے کے بعد مجھے فون پر بتایا کہ امی کی طبیعت زیادہ خراب ہے، آپ آجائیے۔ میں سب کچھ سمجھ گیا۔ لگا جیسے حلق میں ہاتھ ڈال کر کسی نے کلیجہ مسل دیا ہو۔ تینوں بھائیوں کو امی کے وصال کی صدمہ خیز خبر دینا میرے ہی حصے میں لکھا تھا۔ بچوں کو جمع کر کے مارہرہ کا عازم ہوا۔ جب رات کے دو بجے پہنچا تو گھر بھرا ہوا تھا۔ سارے بھائی اور بہنوں آچکے تھے۔ آنگن میں پہنچ کر حضرت امین میاں اور نجیب حیدر سلمہ سے لپٹ گیا۔ امی کی طرف جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ لیکن وہ چہرہ زیبا دیکھنا تو سعادت کا مرتبہ تھا۔ چادر اٹھائی تو وہ طیبہ، طاہرہ سیدہ ایسے سکون سے لیٹی تھیں گویا سو رہی ہیں۔ پیشانی مبارک اور چہرے پر درد کی ایک باریک لکیر بھی نہیں تھی۔ میں نے ٹٹول کر ان کے قدموں کو محسوس کیا اور ان کا ماتھا چوم لیا۔ چہرے پر موت کی افسردگی کا دور دور تک نشان نہیں تھا۔ اتنی سخت سردی کے باوجود لگ رہا تھا کہ ماتھا گرم ہے۔ چہرے پر ایسی روفق تھی جو عموماً مردہ انسانوں کے چہرے پر نہیں ہوتی۔

رات بھر لوگوں کی آمد لگی رہی۔ قصبے میں شاید ہی کوئی عورت ہو جو نہ آگئی ہو۔ صبح ہوتے ہوتے سینکڑوں انسان اپنی مشفقہ اور اپنی پیرانی ماں کے آخری سفر میں شریک

ہونے آچکے تھے۔ ظہر کے بعد تدفین کا وقت رکھا تھا۔ ۱۲ بجے ہی مجمع ہزاروں تک پہنچ گیا۔ طے کیا کہ نماز جنازہ درگاہ معلیٰ میں پڑھنا ممکن نہیں ہے۔ سماع خانے کا میدان بھی ناکافی لگا۔ تب طے کیا کہ نماز جنازہ گلشن برکات کے وسیع و عریض میدان میں پڑھی جائے گی۔ امی کے بچوں نے اور ان کے بچوں نے سب سے پہلے کاندھا دیا۔ آنگن میں بلا مبالغہ مارہرہ و بیرون مارہرہ کی ہزاروں خواتین جمع تھیں جو امی کے آخری دیدار کو آئی تھیں۔ مجمع کی کثرت دیکھ کر تجویز ہوا کہ خانقاہی بڑے مکان سے ملحق ”امی کے مکان“ (یہ مکان امی کے نام سے ہی منسوب ہے) میں امی کو لے چلیں وہاں تابوت میں بہت بڑے بڑے بانس باندھے گئے اور اب جو درگاہ معلیٰ اور گلشن برکات کی طرف چلے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ تابوت کندھوں سے اوپر اٹھے ہوئے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر ہے۔ خوب بلند اور رواں۔ جیسے وہ تخت شاہی پر سوار ہو کر درگاہ معلیٰ میں سلام کو جا رہی ہیں۔ گلشن برکات میں صف بندی ہوئی۔ حضرت امین ملت مدظلہ نے باری باری تمام بھائیوں سے اجازت لی اور گلوگیر آواز میں نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح ہاتھوں ہاتھوں کبھی کندھوں کندھوں وہ درگاہ معلیٰ میں آئیں۔ ہزاروں کے مجمع کو درگاہ برکات تہ کے باہر ہی روکنا پڑا۔ صرف چند لوگ، سو کے قریب اندر پہنچے۔ راقم حروف اور افضل سلمہ قبر میں اترے۔ اندر کھڑے ہو کر امی کو گود میں لیا جیسے بچوں کو دونوں کلائیوں پر لے کر قریب سے دیکھتے ہیں۔ میرے رشتے کی ایک چچا مرتضیٰ بلگرامی صاحب نے فرمایا ایسے کیجئے، اس طرح کیجئے۔ امی کو گود میں لئے لئے اس عاصی نے گلوگیر آواز میں کہا کہ چچا ہم نے بفضلہ تعالیٰ سینکڑوں افراد کو قبر میں اتارا ہے۔ ہمیں یہ طریقے معلوم ہیں۔ حضرت امین ملت مدظلہ نے فرمایا اب انہیں قبر میں لٹا دو۔ یہ گنہگار بولا کہ جس ماں نے مجھے دو سال تک اپنے سے جدا نہیں کیا اسے میں دو منٹ تو کلیجے سے لگا ہی لوں۔ اوپر کا بند کھول کر کئی بار دیدار کئے۔ وہ سکون سے سو رہی تھیں۔ قبلہ رو کرنے کے لئے چہرے کو چھوا تو وہ ایک خفیف سے اشارے سے قبلہ رو ہو گیا۔ تدفین مکمل ہوئی۔ حضرت امین ملت نے سورہ بقرہ کا پہلا اور آخری رکوع پڑھا۔ فاتحہ پڑھا۔ اذان دی گئی۔ مٹی دینے کا سلسلہ گھنٹوں جاری رہا۔ جم غفیر تھا اس لئے مغربی

کھڑکی کھول کر مٹی کی پرات وہاں رکھ دی گئی۔ ایک خالی پرات رکھ دی گئی اور سینکڑوں افراد نے درگاہ کے باہر سے کھڑکی میں ہاتھ داخل کر کے ایک پرات سے مٹی لے کر دوسری میں ڈالی اور پھر اس مٹی کو قبر میں ڈالا گیا۔ ایسا متعدد بار ہوا۔ مٹی دینے والی دعا کا آواز بلند و در کر رہے تھے برادر عزیز سنی۔ درگاہ معلیٰ سے باہر آئے تو ایسے سینکڑوں چہرے نظر آئے جنہیں مدتوں سے نہیں دیکھا تھا یا سرے سے نہیں دیکھا تھا۔ ممکن ہے قدسیوں کا مجمع ہو۔ بوڑھے بوڑھے لوگ بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی ہوش کی آنکھوں سے نماز جنازہ میں ایسا اتنا بڑا مجمع نہیں دیکھا تھا۔

غیر مسلم حضرات گلشن برکات کے باہر سینکڑوں کی تعداد میں غم کی تصویر بنے کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے آج ”نگرماتا“ دنیا سے سدھار گئیں۔

امی کے وصال سے پہلے ہی قرآن عظیم پڑھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ سویم میں مقامی اور بیرونی ملا کر تقریباً 7000 قرآن عظیم کا ثواب ایصال کیا گیا۔ کلمہ طیبہ کی تعداد لاکھوں تھی۔

ایک عجیب و غریب بات تھی کہ امی رخصت ہو گئی تھی لیکن ان کی روحانیت کا کمال تھا کہ کسی جگہ، کسی وقت موت کی وحشت نہیں محسوس ہوئی۔ جس پلنگ پر ان کا وصال ہوا۔ اسی پلنگ پر رات کو بجیا لیٹیں۔ چاہنے والے افراد کے پرے کے پرے آرہے تھے لیکن موت سے وابستہ سونا پن کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ موت پر ایسی رونق وصال نہ پہلے کبھی دیکھی نہ کسی سے سنی۔

امی رخصت ہو گئیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک داستان ختم ہو گئی۔ لوگ غلط کہتے ہیں۔ داستان تو اب شروع ہوئی ہے۔ ان کی محبتوں، شفقتوں، لمنساری، اخلاق، سخاوت، دل جوئی، دل آسائی کی یاد آفرینی کی داستان اور یہ داستان ہماری زندگی میں کبھی ختم نہیں ہوگی۔

ان کی اولاد اور بہوؤں اور بچوں کے بچوں کے علاوہ جن افراد نے ان کی بہت خدمت کی ان میں مندرجہ ذیل کا نام لے کر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ہر چند کہ انہیں اس شکرے کا انتظار ہرگز نہیں ہوگا۔

- (۱) بحیہ (سید حمیری خاتون - چھوٹی پھوپھی کی بیٹی)
- (۲) عزیز ی احمد مجتبیٰ صدیقی
- (۳) برادر طریقت اسلم خاں رام پوری ثم کان پوری
- (۴) ڈاکٹر نہال الدین، مارہرہ شریف
- (۵) ڈاکٹر چغتائی، میڈیکل کالج، علی گڑھ
- (۶) ڈاکٹر جمیل، میڈیکل کالج، علی گڑھ
- (۷) ڈاکٹر آلوک گپتا، آشنائنگ ہوم، علی گڑھ
- (۸) ڈاکٹر شاداب صاحب، میڈیکل کالج، علی گڑھ
- (۹) خورشید بابی (والدہ کی خادمہ خاص)
- (۱۰) ریحانہ، نرس، علی گڑھ میڈیکل کالج
- (۱۱) ریشما بنت رشید خاں، بستی مارہرہ
- (۱۲) نصر اللہ بھائی کی بھانجی یا بھتیجی از سینٹاپور

ان خواتین و حضرات کے خدمت کے طریقے، جذبے اور مقاصد مختلف ہو سکتے ہیں لیکن میں ان سب کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سویم والے دن کالج کے مشن اسپتال کی ذمہ داران مع متعدد نرسوں کے تشریف لائیں اور میری اجازت لے کر آنگن میں کھڑے ہو کے انہوں نے اپنے طریقے سے تعزیت کی رسم ادا کی۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے کہ اپنی صحت کے زمانے میں، مارہرہ کے دیگر مریضوں کے سلسلے میں ہماری والدہ کا ان سب سے بہت ملنا جلنا ہوتا تھا۔

میں اس مضمون کو ایک مثبت طریقے سے ختم کرنا چاہتا ہوں کہ اے مالک و معبود تو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہماری والدہ کی خوبیوں کا دسواں حصہ بھی ہمیں عطا فرما دے تو یہاں سے وہاں تک ہمارا بیڑا پار ہو جائے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

## تبرکات مشائخ مارہرہ

☆ زمانہ قدیم میں عرس قاسمی کی تقریبات

(حضرت تاج العلماء کے قلم سے)

☆ مواعظ سیدین

(حضرت سید العلماء و حضرت احسن قدس سرہما)

نے اس کی خدمت سے انشاء اللہ العزیز الکریم سعادت حاصل کی۔

یہ عرس شریف بفضلہ تعالیٰ ہر طرح کے لغو و باطل، کھیل تماشوں، باجوں گاجوں، خلاف شرع باتوں اور ناجائز کاموں سے قطعاً پاک و منزہ، اور بحمدہ تعالیٰ صحیح معنی میں جامہ شریعت سے آراستہ اور لباس طریقت سے پیراستہ ہوتا ہے۔ یوں تو محبوبان خدا کا آستانہ مرجع ہر شاہ و گدا ہے۔ فقیر و امیر سبھی حاضر ہوتے اور فیوض و برکات ظاہری و باطنی سے اپنی اپنی استعداد کے موافق اپنا حصہ پاتے ہیں، مگر اس عرس مبارک کی زینت وہ حضرات علمائے کرام و مشائخ عظام اہل سنت و دامت برکاتہم العالیہ اور مخلص خادمان دین و سنت زادت فضائلکم المبارکہ ہوتے ہیں جو روز و شب میں اپنے مقدس بیانون، متبرک و عظمتوں اور اپنی نجی مجلسوں کی گفتگوؤں میں دین اسلام قدیم اور اہل سنت کے مذہب قویم کی تائید و حمایت، شریعت و طریقت کے معارف و مسائل، سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت کریمہ، صحابہ کرام و ائمہ عظام اور خود سید المرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ و سوانح شریفہ کی تعلیم و تلقین، اور ان کے دشمنوں کفار و مشرکین، مرتدین و منافقین، روافض و نیاچرہ و قادیانیہ و لیگ و کانگریس و خاکسار و احرار و غیر ہم خباثت و اشرا و ادران کے کچھ لگوؤں، صلح کلیوں، اور مردان کا نفر نیوں وغیرہم پر رد و طرد کرتے رہتے ہیں، اسلام و سنیت کی یہی تعلیم تلقین دین و شریعت کی یہی حمایت و تائید اور کفر و شرک، بدعت و ردت، جہالت و بطلالت کا یہی رد و طرد اس عرس مبارک کی خصوصی تبلیغ، حقانی شان اور دینی ایمانی روح رواں ہے، جس سے غربائے مسلمین اہل سنت کے دل ایمان و عرفان کے انوار سے چمک اٹھتے اور حیات تازہ پاتے اور مرتدین و مبتدعین مذہبین و منافقین و طلب گاران دنیا حاسدین و معاندین پر اس مختصر تمہید کے مہر کے بعد سینوں پر سانپ لوٹتے اور وہ کفر و بدعت و نفاق و عناد اور غیظ و غضب کے بعد اب اس عرس شریف کی اس سال کی مختصر روداد تاریخ وار ملاحظہ ہو۔

سہ شنبہ ۲۰/ صفر ۱۴۳۶ھ عرس مبارک کا آغاز حسب معمول قدیم درگاہ معلیٰ

## زمانہ قدیم میں عرس قاسمی کی تقریبات

حضور تاج العلماء سراج العرفا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری قدس سرہ کے قلم سے

محترم قارئین! خانقاہ برکاتیہ میں اعراس کی محافل و مجالس زمانہ قدیم سے لے کر، اب تک اپنے معیار اور وقار قائم کئے ہوئے ہیں، اکابر کرام قدس سرہ ہم نے عرس کے جو ضوابط طے کئے، ان میں شریعت مطہرہ کی پابندی اور طریقت کی تمام رسومات مستمرہ کا اہتمام، ہمارے اعراس کا طرہ امتیاز بھی تھا اور خاصہ بھی اور یہ الحمد للہ حسن اتفاق ہے کہ، جنہوں نے ان تمام چیزوں کو بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ نافذ فرمایا، انہیں کے قلم سے عرس کی روداد مجلس ادارت کو حاصل ہوئی بطور تبرک حضور تاج العلماء کی تحریر نزد قارئین ہے۔ ادارہ

حضرت اقدس، قدوة المتصلین، زبدة العارفين، سند الواصلین، واقف اسرار طریقت، عارف رموز معرفت، کاشف استار حقیقت، حامی شرع دین، راد مرتدین و مبتدعین، زینت آرائے مسند غوثیت، تاجدار بزم برکاتی، حضور پر نور مرشد برحق والد ماجد حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن صاحب ملقب بہ شاہ جی قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنابالرضی السرمدی کانیسواں عرس مبارک قاسمی برکاتی قادری حسب معمول قدیم خاندانی خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳/ صفر ۱۴۳۶ھ کو بخیر و برکت تمام منعقد ہوا۔ اور فقیر سرپا تقصیر خادم سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ



برکاتِ حضرت صاحب عرس قدس سرہ کے روضہ مبارکہ میں بعد نماز فجر حلقہ مبارکہ قادر یہ سے ہوا، جس کے بعد مجلس ختم قرآن مجید وہیں منعقد ہوئی۔ اور بفضلہ تعالیٰ متعدد ختم ہوئے اس سے فارغ ہونے کے بعد نوبتِ دن کے قریب پائیں مزار حضور سلطان العاشقین، صاحب البرکات قدس سرہ کی حقیقی سب سے چھوٹی بہن برخوردار مولوی سید حافظ آل مصطفیٰ سلمہ رب تعالیٰ کی والدہ مرحومہ اور حضرت صاحب عرس قدس سرہ کی سب سے چھوٹی محبوب صاحب زادی مغفورہ کے قل شریف کی مجلس شریف ہوئی، یہ مجلس پہلے سے ہی بیانات علمائے کرام کے لیے بہ سلسلہ عرس مبارک ہوتی تھی۔ مگر جب کہ آج ہی کی تاریخ ۲۰ شنبہ ۲۰ صفر ۱۳۶۱ھ قبل طلوع آفتاب ہمشیرہ مرحومہ واصل بحق ہوئیں۔ فقیر نے اس مجلس کو ان کے فاتحہ قل شریف کے لیے خاص کر دیا۔ اس مجلس میں مقامی اور بیرونی نعت خواں حضرات نے نعت شریف پڑھی پھر مکرمی جناب حافظ محمد جان صاحب ناصری بریلوی زاد کرہم نے بیان فضائل مبارک کیا۔ اور نعت شریف پڑھی۔ پھر برخوردار نور البصار سید العلماء مولوی حافظ قاری مفتی حکیم سید آل مصطفیٰ میاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ مسنونہ کے بعد سورہ فاتحہ مبارکہ کی تلاوت کر کے اس کی تفسیر کرتے ہوئے توحید و عبادت اور دین اسلام اور مذہب اہل سنت کی حقیقت اور حقانیت اور سچے مسلمانوں کی تعریف اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم کے فضائل و محامد و ضرورت اطاعت و محبت اور بے دینوں اور بددینوں نصاریٰ و یہود و ہنود و مجوس و غیرہم کھلے کفار و مشرکین اور روافض و نیاچرہ، گاندھویہ، کانگریس اور جناحیہ بھیگیہ، وہابیہ و خاکساریہ و غیرہم مرتدین و مبتدعین پر رد و طرد کامل کی توضیح کی بتایا کہ یہ سورہ مبارکہ جو فاتحہ الکتاب الحکیم ہے۔ بتاتی ہے کہ ایاک نعبد کے مطابق سچے مسلمان اپنی عبادت کے لیے الحمد للہ رب العالمین کو خاص کرتے اور الحمد للہ رب العالمین کے ارشاد کے موافق ان کی ساری حمدیں سب تعریفیں اور نعتیں بھی اسی سبوح و قدوس عم نوالہ کے لیے خاص ہوتی ہیں اور ایاک نستعین کے فرمان کی تعمیل میں وہ اپنی حمایت و نصرت مدد اور اعانت مشکل کشائی

و حاجت روائی بھی اسی قادر مقتدر حاکم مطلق و مالک حقیقی جل جلالہ ہی سے چاہتے ہیں۔ محبوبان خدا حضرات اولیائے کاملین و علمائے عالمین و انبیاء و مرسلین اور ان کے آقا و مولیٰ حضور خاتم النبیین علیہم الصلاۃ والسلام کی بارگاہیں تو خود اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ ہی کی بارگاہیں ہیں، اور خود اسی سورہ مبارکہ میں صراط الذین انعمت علیہم فرما کر خود اس واحد قہار نے ہمیں ان کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے۔ وہ جو شیطان کے جال میں پھنس کر اور مال و جاہ دنیا و ہوا و ہوس نفسانی کے پیچھے لگ کر اگرچہ نام اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بھی حمد کرے اس سے بھی مدد و اعانت چاہے۔ مگر ساتھ ہی اللہ کے دشمنوں نصاریٰ و یہود و مجوس و ہنود و غیرہم کفار و مشرکین اور وہابیہ و روافض و غیرہم، و مرتدین مبتدعین اور ان کے سرغنوں گاندھی و جناح و سرسید و مشرقی و حسین احمد و شبیر احمد و غیرہم کی مدح و تعریف کے گیت گائے۔ ان کو اپنا مقتدا و پیشوا، ہادی و رہنما، کشتی اسلام و مسلمین کا ناخدا، دین و مسلمین کا ناصر و یاور، بلکہ معاذ اللہ معاذ اللہ مبعوث من اللہ، مذکر، روح اعظم و قائد اعظم اور سیاسی پیغمبر اور سیاسی خدا گر تک مانے وہ اس سورہ مبارکہ کے حکم سے ضرور صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے اور ہرگز سچا پکا مسلمان کامل الایمان نہیں اور اس سورہ مبارکہ کے ارشاد: غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کے مطابق سچے مسلمانوں کو اس سے بھی دور و نفور رہنے اور اس سے بھی پناہ مانگنے کا حکم ہے، نام نہاد سنی کانفرس کے بڑے بڑے داعی و منادی جو لیگ خبیث کی کھلم کھلا تبلیغ کر رہے ہیں۔ یہاں سے وہ بھی عبرت پکڑیں کہ وہ بھی مسلمانوں کو دینی و دنیوی خسران و وبال کی طرف بلارہے ہیں، غرض بیان ماشاء اللہ تعالیٰ بہت دل نشین و دلچسپ تھا۔

بعد ختم ہمشیرہ عزیزہ مرحومہ مغفورہ کے مزار پر جو حجرہ قریب مزار حضرت صاحب عرس قدس سرہ میں واقع ہے۔ حاضر ہو کر بعد پنج آیت شریف و شجرہ مبارکہ ان کا فاتحہ قل شریف ہوا اور اندر مکان زنانہ میں بھی پلاؤ وغیرہ تیار کر کر بعد پنج آیت شریف و فاتحہ شیرینی و طعام کی تقسیم ہوئی۔ فقیر نے سورہ یٰسین شریف و دیگر آیات

کریمہ و کلمہ طیبہ و درود شریف و ادعیہ مبارکہ پڑھ کر ان کا بھی ایصالِ ثواب بحکم الملک الوہاب کیا۔

### چادر شریف کا جلوس:

ابتدائے عرس شریف سے آج کے دن برادر دینی و یقینی محترمی ڈاکٹر محمد ایوب حسن صاحب قادری قاسمی دام کریم نایب صدر جماعت اہل سنت مارہرہ مزار شریف پر بہت عمدہ نفیس چادر ہر سال چڑھایا کرتے ہیں، جس کے ساتھ اور مخلصین کی طرف سے بھی چادریں ہوتی ہیں۔ حسب معمول اس بار بھی ان چادروں کا جلوس بعد نماز عصر درگاہ معلیٰ حضرت جد علی سید شاہ عبدالجلیل صاحب قدس سرہ سے اٹھا۔ اور نعت شریف اور منقبت خوانی کے ساتھ عرس شریف کی تبلیغی شان یعنی حمایت دین و سنت و رد اہل کفر و بدعت و بطلان کا بیان بھی نمایاں کرتے ہوئے قصبہ کا گشت کر کے سات بجے شب کے خانقاہ عالیہ میں آیا۔ جا بجا اہل جلوس کی خاطر تواضع چائے وغیرہ سے مخلصین اہل سنت نے کی۔ یہاں پہنچ کر حضرت صاحب عرس قدس سرہ کی حویلی سجادگی اور دولت سرانے زنانہ کے سامنے کچھ اور نعت و منقبت خوانی ہوئی۔ اور پھر حاضر درگاہ معلیٰ ہو کر چادریں مزار مقدس پر چڑھائی گئیں اور بعد پنج آیت شریف نیاز ہوئی۔

### مجلس مبارک:

اس کے بعد درگاہ معلیٰ میں صحن رو بروئے مزار اقدس میں مجلس میلاد مبارک و وعظ کا انعقاد ہوا۔ اول بیرونی اور مقامی نعت شریف پڑھنے والوں نے نعت شریف پڑھی۔ حضرت مولانا حافظ قاری محمد محبوب علی خاں صاحب قادری رضوی دامت فضا کھم المبارکہ نے آیہ کریمہ لَقَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَتِلَاوَاتُ كُرْآنِہِ كِی تَفْسِیْرُ سَے اپنا بیان آغاز فرمایا۔

چهار شنبہ ۲۱ صفر ۱۳۶۶ھ حسب معمول صبح نوبے کے قریب مجلس مبارک

میلاد و وعظ درگاہ روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ منعقد ہوئی۔ اور دو بجے دوپہر کے قریب۔

اس کو چروپور ضلع گوئڈہ کے طلباء اور دوسرے مقامی اور بیرونی نعت خاں صاحبوں نے پڑھی۔

### بیان حضرت شیریشہ اہل سنت:

مولانا محمد خلیل خاں صاحب کے بیان کے بعد شیریشہ اہل سنت حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد حشمت علی خاں صاحب دامت برکاتہم المبارکہ نے زیر آیت کریمہ ”لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ“ الآیہ۔ بیان میلاد مبارک مختصر مگر نہایت جامع اور زوردار و دل نشیں فرمایا۔

### جماعت اہل سنت کا جلسہ علماء:

بعد نماز ظہر جماعت اہل سنت مارہرہ کا جلسہ علماء ہوا، اور جملہ علمائے کرام، حاضرین، اراکین مرکز علمائے اہل سنت نے شرکت فرمائی۔

### گاگر شریف کا جلوس:

بعد نماز مغرب گاگر شریف کا جلوس درگاہ معلیٰ کلاں سے بہت شان و شوکت و خیر و برکت کے ساتھ حسب معمول اٹھا۔ اور درود و سلام و نعت شریف و منقبت خوانی جس کے ضمن میں رد اعداء، مخالفان دین کفار و مشرکین مرتدین و مبتدعین بھی ہوتا جاتا تھا۔ قصبہ کا گشت کر کے نو دس بجے رات کے قریب خانقاہ عالیہ برکاتیہ میں آیا۔ اور حضرت صاحب عرس قدس سرہ کی حویلی سجادگی اور محل سرانے زنانہ کے دروازہ کے سامنے کچھ دیر ٹھہرا۔ اور وہاں بھی نعت شریف و منقبت خوانی ہوئی۔ پھر یہاں سے حاضر درگاہ معلیٰ ہو کر گاگر میں مزار اقدس پر چڑھائی گئیں اور بعد پنج آیت شریف فاتحہ خوانی ہوئی۔

### مجلس مولود شریف:

اس خانوادہ عالیہ میں عرس کے آخری دن کی مجلس قل شریف کی مجلس

اور شب ماقبل کی مجلس۔ حضرت صاحب عرس قدس سرہ کے مولود کی مجلس کہلاتی ہے۔ چنانچہ آج ۲۲ صفر کا دن گزار کر شب میں حضرت مرشد برحق صاحب عرس قدس سرہ کی مولود کی مجلس شریف بعد مغرب منعقد ہوئی۔ اول فقیر کی حویلی سجادگی قدیم خاندانی میں بیرونی و مقامی نعت خواں حضرات نے نعت شریف پڑھی اور درگاہ معلیٰ برکاتیہ و مسجد مقدس برکاتی و روضہ مبارکہ قاسمی میں حافظ شمس الحسن صاحب اور دوسرے کارکنان عرس شریف نے چراغوں اور گیس اور لیمپ اور فانوس وغیرہ سے خوب روشنی کر دی۔

### خرقہ پوشی:

پھر نو بجے شب کے قریب حسب معمول خاندان حویلی سجادگی کی جانب راست میں فقیر سراپا تقصیر نے اکابر کرام سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متبرک خرقہ اور کلاہ اور سیلی و عمامہ جو اس وقت کے لیے مخصوص ہیں پہنے اور اس متبرک لباس کی برکتیں انشاء اللہ تعالیٰ و بکرمہ عم نوالہ و بفضل رسولہ و جمیع اولیائے امت علیہ و علیہم و علی آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ والسلام لیے ہوئے بڑے مجمع کے ساتھ جس میں نعت شریف و منقبت پڑھی تھی، درگاہ معلیٰ و مزار اقدس حضور مرشد برحق قدس سرہ پر حاضر ہوا۔ اور فقیر نے اندرون روضہ مبارکہ حجرہ کے دروازے بند کر کے حسب معمول خاندانی پنج آیت شریف پڑھ کر فاتحہ عرض کیا اور اپنے اور تمام دین و طریقت کے سنی بھائی بہنوں کے لیے حصول ایمان و امان و استقامت و خیر و برکت و عزت و صحت و جملہ مقاصد جائزہ دینیہ و دنیاویہ کے لیے بارگاہ عزت میں حضرت صاحب عرس قدس سرہ و جملہ حضرات مرشدان کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و حضور اقدس سید المجتہبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و علیہم و سلم کے وسیلہ سے دعائیں کیں۔

### مجلس وعظ شریف:

بیرون روضہ مقدسہ صحن درگاہ معلیٰ میں مجلس وعظ منعقد ہوئی۔ مزار مقدس

پر فاتحہ خوانی و دعا اور کچھ دیر مراقبہ کے بعد فقیر بھی باہر آ کر اس مجلس میں شامل ہو گیا۔ اول نعت خوانان مقامی و بیرونی نے نعت شریف پڑھی۔

### مولانا عبید الرحمن صاحب کا بیان:

پھر مولانا المحترم سید عبید الرحمن صاحب حسنی دامت فضا مکھم نے زیر آیہ کریمہ قد جاء کم من اللہ نور و آیہ کریمہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا بہت مشر و مفصل و مدلل بیان فرمایا۔ دین و سنت پر استقامت کی ضرورت اور اس کی برکتیں دل نشین پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مبارک اور برگزیدہ پیش روؤں کی دارین میں کامیابی و کامرانی فلاح و صلاح و غلبہ کا راز اسی تصلب و استقامت میں پوشیدہ تھا۔ یعنی وہ اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و محبت میں نہایت پختہ اور مضبوط تھے اور اپنی زندگی کے ہر لمحے اور اپنی سانس کی ہر آمد و شد (آنے جانے) کو انہوں نے اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمائے اور بتائے ہوئے ان کے محبوب طریقوں کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ ان کے دشمنوں، مخالفوں، معاندوں سے قطعاً بیزار و بری تھے تو وہ کامیاب و کامراں تھے اور بعد کے دعویدار ان اسلام جس قدر تصلب و استقامت سے الگ ہوتے گئے کامیابی و کامرانی ان سے دور ہوتی گئی اور اغیار و کفار ان پر مسلط ہو گئے۔

### مولانا سید حسن میاں صاحب کا بیان:

پھر برخوردار سعادت آثار مولوی حافظ قاری احسن العلماء سید حسن میاں سلمہم اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر کی تفسیر میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم کے فضائل غظیمہ و محامد جلیلہ اور ضرورت و اہمیت، اطاعت و محبت سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرورت اتباع شریعت و حمایت سنت اور بدعت اور رد و ہابیہ دنیا چہرہ و روافض و لیگ و کانگریس وغیرہم مرتدین و مبتدعین پر مشتمل بیان بہت مدلل و دل نشین کیا۔

### مولانا عبدالسلام صاحب کا بیان:

مولانا حافظ سید حسن میاں صاحب سلمہم کے بیان کے بعد مولانا حافظ عبدالسلام صاحب قادری رضوی فتح پوری دام کرمہم نے انہیں مقاصد دینیہ کی مزید توضیح و تشریح پر مشتمل بیان فرمایا۔ ماشاء اللہ خوب حمایت سنت فرمائی۔ اور اہل بدعت و بطالت کا رد واضح فرمایا۔

### مولانا حافظ سید آل مصطفیٰ میاں صاحب کا بیان:

مولانا عبدالسلام صاحب کے بیان کے بعد مولانا حافظ قاری حکیم سید شاہ آل مصطفیٰ میاں صاحب سلمہم نے سورہ فاتحہ مبارکہ کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے اتباع شریعت مطہرہ اور سورہ سیرۃ ظاہر و باطن میں سچی کامل اطاعت و غلامی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام جہاں و جہانیاں سے زائد حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو محبوب رکھنے کی ضرورت و اہمیت بتائی اور روشن کیا کہ جو آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سچا پکا فرماں بردار محبت و مخلص غلام ہے وہ اپنے آقائے کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے دشمنوں، معاندوں، تمام اگلے اور پچھلے کفار و مشرکین مرتدین و مبتدعین سے حتیٰ الوسع قطعاً دور و نفور رہتا ہے۔ جو ایک طرف سردار دو جہاں علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی محبت و غلامی کا دعویٰ کرے دوسری طرف ان کے دشمنوں، مخالفوں، معاندوں کی مدح و تعریف کے گیت گائے ان کو اپنا مقتدا و پیشوا، رہبر و رہنما محبوب قائد اعظم اور بڑا پرہیزگار روح اعظم وغیرہ وغیرہ سے بڑے القاب و خطاب سے سرائے، ان سے گھال میل الفت و محبت رکھے وہ ضرور اپنے دعویٰ ایمان اور غلامی و محبت آقائے دو عالم علیہ الصلاۃ والسلام میں جھوٹا اور کھوٹا ہے۔

ایک بجے دوپہر کے قریب مجلس شریف تمام ہوئی۔

برادران دین و طریقت نے نذرانہائے عرس شریف پیش کیے۔ اور فقیر کے مکان زنا نہ و مطبخ عرس مبارک سے تقسیم طعام قل شریف جاری رہی۔

ڈیڑھ بجے دوپہر کے قریب حسب معمول مسجد مبارک برکاتی میں نماز جمعہ پڑھی، جماعت سے ادا ہوئی۔ اور بعد نماز درگاہ معلیٰ میں فاتحہ بزرگان کرام حسب معمول ہوا۔ یہ فاتحہ ہر جمعہ کو ہوتا ہے۔ اور حضرت مرشد برحق قدس سرہ کا قائم فرمودہ حضرت کی یادگار حسن ہے۔

### غسل مزار مبارک:

اس فاتحہ کے بعد بر خوردار، نورالابصار مولوی حافظ قاری حکیم سید آل مصطفیٰ میاں سلمہم کے زیر اہتمام اس خادم اور دوسرے حضرات علماء و صالحین، حاضرین عرس شریف نے مزار شریف کے عرق گلاب سے غسل کی رسم ادا کی۔

### زیارت آثار متبرکہ:

نماز عصر کے بعد حسب معمول قدیم خاندانی زیارت آثار متبرکہ کرائی گئی۔ ان آثار متبرکہ میں تین موئے شریف حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں، جن میں سے ہر ایک کے ساتھ روایات قدیم خاندانی وابستہ ہیں۔ ان میں سے ایک کی سند بھی ”مرات حسن بے مثال“ میں حضرت مولانا محبوب علی خاں صاحب دامت فضا نکم نے طباعت و اشاعت فرمادی ہے۔ اور ایک ایک موئے مبارک حضرت امام حسین و حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ و حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ اور ایک نعل مبارک اور ایک نقش قدم مبارک حضور آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور ایک پارچہ سنگ خیبری جس سے اس وقت بھی ظہور کرامت مرتضوی ہے اور ایک خرقة مرتضوی جو اس خانواہ عالیہ کا خرقة سجادگی ہے اور چھ منکے یعنی دان ہائے تسبیح عطیہ غوثیہ جن کی روایت خاندان برکات میں درج ہے اور کلاہ مبارک حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب السلسلۃ العالیۃ البرکاتیہ ہے انہیں تبرکات کی زیارت سرکار کلاں کے اعراس مبارکہ میں قدیم سے ہوتی چلی آتی ہے۔

یہ تبرکات مع اور کثیر تبرکات کے سو برس کے قریب عرصہ سے مسجد مقدس برکاتی

کی ایک الماری میں مقفل ہیں، وہاں سے برآمد اور مرتب کر کے ایک چوکی پر رکھ کر برخوردار نور الابصار حافظ قاری سید حسن میاں سلمہم اپنے سر پر اٹھا کر ایک جلوس کے ساتھ جس کے آگے آگے نعت شریف و صلاۃ و سلام پڑھا جا رہا تھا، اول درگاہ معلیٰ میں لے گئے۔ اور وہاں نعت شریف و صلاۃ و سلام پڑھے جاتے ہوئے اول مردوں میں زیارت ہوئی۔ پھر وہاں سے اسی طرح جلوس کے ساتھ محل سرائے زنانہ حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ تک لائے اور اندر محل سرائے زنانہ میں خاندانی مستورات کے ذریعہ مستورات نے زیارت کی اور بعد زیارت پھر آثار تبرکہ مسجد مقدس میں لا کر رکھ لیے گئے اور گاہگروں میں جو شکر اور بتائے تھے ان میں اور اضافہ کر کے عمدہ ٹھنڈا شربت تیار کر کے نیاز حضرت صاحب عرس قدس سرہ کے مزار پر ہو جانے کے بعد حاضرین کو تقسیم کر دیا گیا۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ عرس شریف جس کے ساتھ جماعت اہل سنت مارہرہ کا سالانہ نواں اجلاس بھی شامل تھا، بخیر و برکت و عافیت تمام انجام کو پہنچا۔ دعا ہے مولیٰ کریم عم نوالہ ان باخیر و برکت اجتماعات کو دن و رات چوگنی خیر و برکت و خلوص و للہیت کامیابی و بامرادی کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھے۔ اور شرف قبول بخشے۔ آمین بجاہ حبیبہ علیہ الصلاۃ والسلام و علی آلہ و اصحابہ و علینا و بہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

## مواعظ سیدین

### قارئین!

حضرات سیدین کی تقاریر کو کیسٹ سے سن کر صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کا سلسلہ رسالہ ”اہل سنت کی آواز“ کی نشاۃ ثانیہ سے اب تک الحمد للہ جاری ہے، بلکہ حضور احسن العلماء قدس سرہ کی مواعظ حسنہ کی تعداد تو الحمد للہ اتنی ہو گئی کہ وہ کتابی شکل اختیار کر گئی جو بہ عنوان ”طریقہ احسن“ دارالاشاعت برکاتی سے شائع ہو چکی ہے۔ اس سال حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں رحمۃ اللہ علیہ کی صلح حدیبیہ پر ایک معرکہ الآرا تقریر شامل اشاعت ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اسے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا گیا تو وہ ایک رواں نثری شاہ کار کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ حضور سید العلماء کے وعظ اور خطاب کا یہ بھی ایک رنگ تھا۔ وہ جب کسی تاریخی واقعہ پر وعظ فرماتے تو ان کا رنگ منفرد ہوتا اور حق تو یہ ہے کہ وہ اپنے ہر رنگ میں منفرد و ممتاز تھے۔ دوسری تقریر حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو فضائل اولیائے کرام سے متعلق ہے۔ حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے وعظ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ بہت سارے موضوعات کو ایک عنوان کے تحت بیان فرما دیا کرتے تھے۔ دیکھنے اور سننے والے اس بات کے شاہد ہیں کہ حضور احسن العلماء کے وعظ و ارشاد کے سطر سطر سے قرآن کریم و احادیث مبارکہ کی عکاسی و غمازی ہوا کرتی تھی۔ اولیائے کرام کے تذکرے اور حکایات حضرت والا کے مرغوب ترین موضوع تھے۔ بالخصوص مشائخ مارہرہ کا جب تذکرہ کرنے پر آتے تو محسوس یہ ہوتا تھا کہ کسی نے خاندان برکات کے باب روشن کر دیئے۔ ان دونوں تقاریر کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کے لیے جامعہ اشرفیہ کے فارغ التحصیل عالم دین اور اب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طالب علم مولانا رضاء المصطفیٰ مصباحی اور مولانا عبدالقیوم مصباحی نے بے حد محنت کی۔ ادارہ ان کے شکریے کے ساتھ ان کے روشن مستقبل کے لیے دعا گو ہے۔

## صلح حدیبیہ

حضور سید العلماء سید شاہ آلِ مصطفیٰ سید میاں قدس سرہ

الحمد لله نحمدہ و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، و من يضلل الله فلا هادي له، و نشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له، و نشهد أن سيدنا و مولانا محمداً عبده و رسوله بالهدى و دين الحق ارسله، و صلى الله تعالى و سلم و بارك عليه و على آله و أصحابه اجمعين۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشطين الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم  
لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيُغَيِّظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝ (الف: ۲۷، ۲۸، ۲۹)

صدق الله العلي العظيم، وبلغنا رسوله المولى النبي الكريم،  
ونحن على ذلك لمن الشاهدين ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (الأحزاب: ۵۶)  
اللهم صل على سيدنا محمد و على آله وبارك و سلم۔

وعدہ کے مطابق آج سیرت پاک، صاحبِ لولاک، احمد مختار، محبوب پروردگار سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم کے مبارک گوشے میں سے ”صلح حدیبیہ“ اور ”فتح مکہ“ آپ کے سامنے ان شاء اللہ تعالیٰ پیش کروں گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم کا مدینہ میں تشریف لائے ہوئے چھٹواں سال ہے یعنی سن ۶ ہجری، ذی قعدہ کا مہینہ ہے یعنی دونوں عیدوں کے بیچ والا مہینہ، جسے ہمارے یہاں خالی کا مہینہ بھی کہتے ہیں۔ حضور اقدس سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم ایک خواب دیکھتے ہیں، آپ کو شایید یہ معلوم ہے، آپ نے عقائد کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواب وحی الہی ہوا کرتے ہیں اور ان کو جو خواب میں دکھایا جاتا ہے وہ صرف خیال اور تخیل نہیں ہوتا بلکہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

حضور والا صلی اللہ علیہ و سلم نے صبح کو اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مجمع میں تشریف فرما ہو کر حسب معمول اُن سے دریافت فرمایا: کیا تم میں سے آج کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ سب نے عرض کیا ”لا“، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم، نہیں حضور والا نے فرمایا: تو آج ہم نے ایک خواب دیکھا ہے اور ہم نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ہم قربانیوں کے جانور اور اپنے ساتھیوں کو لے کر احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کو حاضر ہوئے ہیں اور ہم نے کعبۃ اللہ کا طواف کیا ہے، صفا و مروہ میں ہم دوڑے ہیں اور وہاں ہم نے اپنی قربانیاں پیش کی ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، جو چھ برس سے مکہ معظمہ کے دیدار اور کعبہ محترمہ کی زیارت سے محروم تھے، اُن کو جب یہ اتنی سی بات معلوم ہوئی تو وہ مسرت میں بھرپور ہو گئے

اب انھوں نے اصرار کیا کہ بس حضور والا اہتمام فرمائیں، ان کے اصرار پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور لے کر، احرام باندھ کر، مکہ مکرمہ کا ارادہ فرمایا۔ ایک روایت میں سات سو (۷۰۰) آدمی اور روایت صحیح میں پندرہ سو آدمی (۱۵۰۰) حضور والا کے ہمراہ تھے۔ ان سب کے ساتھ قربانیوں کے جانور تھے جن کے گلوں میں قربانی کی نشانی پڑی ہوئی تھی۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف رواں اور دواں ہیں، حضور والا جب موضع ”عطفان“ میں پہنچے تو مکہ مکرمہ کی طرف سے آنے والا قریشیوں کا ایک قاصد ملا جس کا نام ہے ”بشر بن سفیان“ اس نے آ کر یہ پیغام دیا کہ پہلے تو آپ یہ بتائیے کہ آپ کس نیت سے مکہ جا رہے ہیں۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا: کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ ہم سب احرام باندھے ہوئے ہیں اور ہمارے ساتھ قربانی کے جانور ہیں، میں جنگ اور لڑنے کی نیت سے کعبہ نہیں جا رہا ہوں بلکہ کعبہ کا اکرام کرنے اور کعبہ کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں۔ آج ہم چھ برس سے کعبہ کی زیارت نہیں کر سکے ہیں۔ بشر بن سفیان نے کہا: لیکن قریش نے آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے آپ کو مکہ سے باہر نکال دیا، اب دوبارہ ہم آپ کو مکہ میں داخل ہونے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی مار ہو ان پر، کہ ان کو جنگ کھا گئی ہے، لڑائی ان کے پیٹ کے اندر بیٹھ گئی ہے، وہ کتنے نادان ہیں۔ ارے مجھے حرم میں تنہا کیوں نہیں چھوڑ دیتے یا تو یہ ہوگا کہ عرب کی لڑائیوں میں، میں ختم ہو جاؤں گا تو بھی ان کا مقصد برآئے گا یا سارا کا سارا عرب مسلمان ہو جائے گا تو بھی یہ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ اور اگر وہ یہ سمجھیں کہ میں ان کے ڈراوے اور دھمکاوے سے اپنے مولیٰ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ کے نام کا ڈنکا بجانا بند کروں، تو میں عمر بھر جہاد کرتا رہوں گا جب تک کہ میں اپنے مقصد کو پورا نہ کر لوں، لہذا ان سے جا کے کہنا کہ میں اس وقت لڑنے کے لیے نہیں بلکہ کعبہ کی زیارت کے لیے آ رہا ہوں۔ بشر بن سفیان نے جا کر یہ پیغام سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہنچا دیا۔ اور

حضور والا! ان کے جانے کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو موضع ”ذی سوا“ تک قریشی آگئے ہیں، ہم میں تم میں کوئی ایسا ہے جو ہمیں ایسے راستے سے لے جائے کہ جس سے قریشیوں سے سامنا نہ ہو۔ ایک صاحب نے کہا: ”اُنا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ میں حضور کو ایسے راستے سے لیے چلتا ہوں کہ راستے میں قریشیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اور وہ پہاڑوں کی دشوار گزار گھاٹیوں، نیچے اونچے غاروں میں نکالتا ہوا سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے چلا جس سے حضور والا اور ساتھیوں کو سخت مشقت اور محنت اٹھانا پڑی۔ جب یہ راستہ طے ہو گیا اور حضور والا میدان میں آئے تو آپ نے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا: سب کے سب مل کر پڑھو ”نستغفر اللہ ونتوب الیہ“ اللہ ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں اور ہم تیری طرف رجوع لاتے ہیں، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک آواز میں پڑھا ”نستغفر اللہ ونتوب الیہ“ اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اور ہم تیری طرف رجوع لاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ: دیکھو موسیٰ کے لوگوں اور میرے لوگوں میں یہی فرق ہے۔ موسیٰ نے اپنے لوگوں سے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا کہا ہوا، جب یہ کہا تھا کہ دیکھو جب تم داخل ہونا ”ارض مقدس“ میں تو حِطَّة حطہ کہتے ہوئے داخل ہونا۔ ”حطہ“ کے معنی تھے استغفار، ”حطہ“ کے معنی تھے اللہ سے بخشش مانگنا لیکن یہودی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروکار بڑے ضدی، متبرد تھے۔ انھوں نے بجائے حطہ کہنے کے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے ”حِطَّة حطہ“ کہتے ہوئے، وہ داخل ہوئے۔ حِطَّة کے معنی یہ ہیں، اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور حنطہ کے معنی یہ ہیں کہ: اللہ ہمیں گہیوں عطا فرما کہ اللہ سے بجائے معافی اور بخشش مانگنے کے وہ مذاق اڑانے کے لیے گہیوں مانگ رہے تھے مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو چالیس سال کے لیے جنگلوں کے اندر گمراہ کر دیا اور وہ جنگلوں میں گھومتے پھرے۔ برخلاف اس کے میرے ساتھی، میں نے ان سے کہا ”نستغفر اللہ ونتوب الیہ“ تو انھوں نے فوراً میرے کہنے کا اتباع کیا

اور سب نے یک زبان ہو کر کہا: ”نستغفر اللہ و نتوب الیہ“ اور اس کے بعد ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون سا مقام ہے جہاں پر ہماری اوٹنی بیٹھ گئی۔ اوٹنی کے بیٹھنے کے ساتھ ہی ساتھیوں نے کہا ”نُحَلَّأ“ ہے یعنی اب یہ اوٹنی یہاں سے نہیں اٹھے گی، یہ اوٹنی اڑ گئی ہے۔ یہاں پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اوٹنی کو اڑنے کی عادت نہیں ہے بلکہ یہاں پر یہ کعبہ کی تعظیم کے لیے بیٹھ گئی ہے۔ جس رب نے کل حبشیوں کے ہاتھیوں کو بٹھا دیا تھا جو کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے، اسی رب کے حکم سے یہ اوٹنی یہاں بیٹھ گئی ہے۔ لہذا اب آپ لوگ یہاں پر اتر پڑیے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اترنے کو تو ہم اتر جائیں لیکن یہاں ایک اندھا کنواں ہے جس کے اندر پانی نہیں ہے اور ہم لوگ پندرہ سوانسان ہیں اور پندرہ سوانسانوں کے قربانی اور سواری کے جانور بھی ہیں اگر ہم اس بے پانی میدان میں اتر گئے تو ہمیں پینے، وضو، غسل اور اپنے جانوروں کو پلانے کے لیے پانی کہاں سے ملے گا۔ اس مقام پر روایتیں دو آتی ہیں: ایک روایت میں حضور والا نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اپنے صحابی کو دیا اور کہا کہ جاؤ اس اندھے کنویں میں اترو جس کے اندر مطلقاً پانی نہیں رہا ہے۔ آپ اس کے پیندے میں جا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ہمارے اس تیر کو گاڑ دینا پھر دیکھنا پانی کی کیاریل پیل ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ صحابی گئے، کنویں کے اندر اترے اور انھوں نے جا کر کنویں کے سوکھے ہوئے پیندے میں حضور والا کے تیر کو گاڑ دیا۔ جیسے ہی تیر پیندے میں گاڑا گیا ایسا معلوم ہوا کہ جیسے زمین نے اپنا پردہ پھاڑ دیا ہے اور اس میں سے پانی اُبلا شروع ہو گیا۔ دوسری روایت یوں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس تھوڑا پانی ہے، صحابہ نے عرض کیا اور تو پانی نہیں ہے مگر آپ کی چھوٹی مشک میں تھوڑا سا پانی ہے فرمایا: لے آؤ ہمارے پاس، مشک لائی گئی، حضور والا نے لکڑی کے بڑے پیالے میں اس پانی کو اوندھا کیا اور حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ اس میں

حضور نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا داہنا ہاتھ پانی کے اندر رکھ دیا۔ جابر فرماتے ہیں: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور والا کی انگلیوں کے بیچ میں سے پانی جوش مار رہا تھا اور ہم لوگ دیکھ رہے تھے اور سیراب ہو رہے تھے۔ ہم نے اپنی مشکیں اور پکھالیں بھریں، ہم نے اپنے پانی کے برتن بھرے، ہم نے پانی پیا، وضو کیے، غسل کیے، اپنے جانوروں کو پانی پلایا اور اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا: اب یہ پانی لے جا کر تم اس کنویں میں ڈال دو اور یاد رکھو! اب یہ کنواں قیامت تک کبھی سوکھے گا نہیں، حضرت جابر سے کسی نے پوچھا اس پانی سے فائدہ لینے والے آپ لوگ اُس دن کتنے تھے۔ حضرت جابر نے کہا ہم تو پندرہ سو ہی تھے لیکن مجھے یقین ہے کہ جس رنگ ڈھنگ کے ساتھ وہ پانی حضور والا کے ہاتھوں میں سے اُبل رہا تھا اگر ہم پندرہ سو کے بجائے پندرہ ہزار ہوتے تب بھی وہ پانی ہم سب کو کافی ہوتا۔ یہ حدیبیہ کا کنواں ہے اور آج بھی جدہ سے جب آپ مکہ کو روانہ ہوں تو مکہ کے قریب یہ مقام پڑتا ہے اور وہاں پر یہ کنواں ہے، اور اب تک اس کا پانی کبھی سوکھتا نہیں، حالاں کہ پتھروں کے اندر جو کنویں اور باؤڑیں ہوتی ہیں خصوصاً عرب کے کنویں، وہ سخت گرمی میں سوکھ جاتے ہیں لیکن چوں کہ اس کنویں کے اندر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے کا پانی پڑا ہوا ہے لہذا یہ پانی کبھی نہیں سوکھتا۔ ”الحمد لله رب العالمین“ آپ کے خادم نے بھی اس پانی سے وضو کیا ہے اور عصر کی نماز حدیبیہ میں پڑھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ پانی مجھے تھوڑا پینے کو بھی ملا ہے۔ اس مقام پر جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے تو قریش کی طرف سے پھر ایک قاصد حضور کے پاس آیا۔ ان کا نام تھا ورقہ بن بدیل خزاعی۔ انھوں نے حضور سے آ کر پھر پوچھا کہ آپ مکہ کس لیے جا رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا: تم سے پہلے تین سفیر تمہارے آچکے ہیں اور میں تینوں سے کہہ چکا ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرے ساتھ لڑائی کا کوئی سامان نہیں ہے۔ میں قربانی کے جانور ساتھ لیے ہوئے ہوں اور میں قربانی کے جانور لے کر مکہ کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں، میں لڑنے کے لیے



نہیں جا رہا ہوں۔ بدیل نے کہا کہ یہ سب صحیح ہے لیکن قریش اب آپ کو دوبارہ مکہ میں لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہر حال جاؤ اور اُن کو جا کر میرا پیغام پہنچاؤ، اُن کے یہ بھی، یہاں سے واپس ہو گئے۔ اور جب انھوں نے قریش کو پیغام پہنچایا تو قریش نے کہا کہ تم ایک جاہل آدمی ہو تم سے بات کرنا نہیں آتی ہے، بیٹھ جاؤ یہاں پر۔ اور اس کے بعد قریش نے اپنا تیسرا سفیر عروہ بن مسعود ثقفی نام کا، وہ پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ وہ آئے، اور انھوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر وہی بات کہی کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور کیوں جا رہے ہیں؟ حضور نے فرمایا: کتنی مرتبہ تمہیں بتاؤں کہ میں کیوں جا رہا ہوں، میں کعبہ کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں۔ کعبہ کا طواف کروں گا، وہاں پر ہم سب اپنا سرمونڈائیں گے اور اپنی قربانیوں کے جانوروں کو ذبح کریں گے۔ کیا کعبہ کے اوپر وہ حق جو تم لوگوں کا ہے کیا وہ میرا حق نہیں ہے؟ کیا کعبہ میرے دادا نے نہیں بنایا؟ کیا بانی کعبہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا تمہارے ہی باپ ہیں کیا وہ میرے باپ نہیں ہیں؟ کیا میں قریشی نہیں ہوں؟ کیا میں ہاشمی نہیں ہوں؟ کیا مکہ اور کعبہ کے اوپر میرا حق نہیں ہے؟ تم نے دشمنوں پر کبھی کعبہ کو بند نہیں کیا، لیکن افسوس یہ ہے کہ تم میرے اوپر کعبہ کو بند کر رہے ہو۔ عروہ بن مسعود نے کہا کہ: سنئے! یہ جو آج چند اپنے ساتھ مدینہ کے گھسیاروں کو لے کر آ گئے ہیں اگر لڑائی پڑی، قریش جیتے جی کھالیں پہنے ہوئے تیاری کر کے باہر نکل آئے ہیں مرد و عورت سب، لڑائی اگر تکڑی پڑی تو یہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور آپ تنہا رہ جائیں گے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق عقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے۔ انھوں نے فرمایا: ”یا عدو اللہ امصص بظلم اللات“ لات کی بظلم چوس جا کر۔ کیا ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ بن مسعود نے کہا حضور والا یہ کون بولا؟ یہ کس نے مجھے گالی دی؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا ذرا پہچان کر

دیکھو! یہ ابن ابی قحافہ ابوبکر ہیں، دیکھا اس نے، اور کہا ابوبکر تمہارے کچھ احسان میرے اوپر نہ ہوتے تو میں اس کا تمہیں جواب دیتا۔ عرب کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ اپنے مقابل سے بات کرتے تھے تو داڑھی پر ہاتھ ڈال ڈال کر بات کرتے تھے جیسا کہ ہم لوگ جب اپنے جاننے والے سے بات کرتے ہیں تو زانو کے اوپر ہاتھ، ارے بھئی سنو! سنو! یا کبھی کاندھے کو پکڑ کر بات کرتے ہیں، ارے بابا سنو! سنو! عرب کا قاعدہ یہ تھا کہ جب وہ مقابل سے بات کرتے تھے تو داڑھی پر ہاتھ رکھ کر سنو! سنو ہماری بات۔ عروہ بن مسعود اپنے قاعدے کے مطابق سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا، مغیر بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرہ پہنے ہوئے موجود تھے، انھوں نے کہا: اودشمن خدا اپنے ہاتھ ریش مبارک سے ہٹا لے ورنہ یاد رکھنا کہ یہ ہاتھ دوبارہ تیری جیب میں جانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ چون کہ وہ زرہ پہنے ہوئے تھے لہذا یہ پہچان نہ سکا، کہنے لگا یہ کون بولا؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے چچیرے بھائی مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ بہت جزبہ ہوا اور اس کے بعد کہنے لگا اچھا میں جا کر قریش سے سارا حال کہہ دیتا ہوں۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ یہ یہاں سے واپس ہو گیا۔ قریش میں جب یہ پہنچا تو کہا: میرے دوستو! سننے اور سمجھنے کی چیز ہے۔ سب سے پہلے جا کے قریش نے جب ان سے پوچھا کہو کہ تم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ تو میں کہہ رہا ہوں انھوں نے کہا کہ تم نے محمد کے لوگوں میں کیا دیکھا؟ ہمیں یہ بتاؤ کہ محمد کو اصحاب محمد میں تم نے کیسا دیکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ باریک وسلم۔ دیکھو! قریش پوچھ رہے ہیں کہ تم نے ان کو ان کے صحابہ میں کیسے دیکھا، اس کا سیدھا جواب یہ تھا کہ جو کچھ عروہ نے دیکھا تھا بتا دیا ہوتا، یہ جواب نہیں دیتے عروہ، عروہ کہتے ہیں کہ دیکھو میں تمہارا وہی بھائی ہوں جو یہاں سے گیا تھا، میں وہاں مسلمان نہیں ہوا ہوں بلکہ جیسا گیا تھا تمہارے دین پر ہی واپس آیا ہوں۔ مجھے آپ بتائیے کہ یہ سوال کا کیا جواب ہوا۔ کوئی آدمی سوال کرے ریسمن کا اور آدمی جواب دے آسمان کا، کوئی آدمی سوال

کرے کھیت کا اور جواب ملے کھلیان کا، کوئی آدمی سوال کرے آم کا جواب ملے املی کا، تو یہ سوال کا جواب ہی کیا ہوا۔ وہ تو یہ پوچھ رہے ہیں کہ تم نے اصحاب محمد میں محمد کو کیسا دیکھا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ ان کی کیا شان دیکھی؟ اس کے بجائے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں وہاں سے مسلمان ہو کر نہیں آیا ہوں بلکہ تمہارے دین پر جیسا تھا ویسا ہی واپس آ گیا ہوں تو اس سوال اور اس جواب میں ربط کیا ہوا۔ ابھی تم سمجھے نہیں، بات اصل میں یہ ہے کہ وہ جو جواب دینے والا تھا وہ جواب سے اس کو خود یہ فکر ہو گئی تھی کہ اگر کہیں میں نے پہلے سے اپنی پوزیشن کو صاف نہ کیا تو قریش کو یہ گمان گزر جائے گا کہ میں بھی وہاں جا کے مسلمان ہو آیا ہوں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ غصے میں آ کر میری گردن ہی مار دیں۔ لہذا اس نے پہلے اپنی پوزیشن صاف کی کہ میں مسلمان نہیں ہوا ہوں، میرے جواب سے یہ مت سمجھنا کہ میں مسلمان ہو کر ان کی طرف داری میں جواب دے رہا ہوں بلکہ میں نے جو دیکھا ہے وہی کہہ رہا ہوں اور اس کے بعد اس نے کہا، اب سنو! اپنے سوال کا جواب اے معشر قریش! میں نے روم کی بادشاہت دیکھی ہے اور شہنشاہ روم کا میں نے دربار دیکھا ہے۔ میں ایران گیا ہوں اور میں نے نوشیرواں کسریٰ ایران کا دربار بھی دیکھا ہے۔ میں حبشہ گیا ہوں اور میں نے نجاشی بادشاہ حبشہ کا بھی دربار دیکھا ہے۔ اس وقت دنیا میں یہ تین بڑی بھاری سلطنتیں ہیں میں تینوں کے درباروں میں..... سب ان کے درباریوں میں ان کی شان و شوکت دیکھ چکا ہوں مگر اے معشر قریش! میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں، میں تمہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو بات میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اصحاب میں دیکھی وہ میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ میں نے دیکھا یہ کہ جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے پاتا۔ اُس پانی کو لینے کے لیے ان کے صحابی جھپٹ پڑتے ہیں اور ایسے جھپٹتے ہیں، ایک دوسرے پر ایسا گرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تلوار چل جائے ان میں آپس میں، یہاں تک کہ جب وہ کلی کا پانی تھوکتے ہیں تو کلی کا پانی ان کا، زمین پر نہیں گرنے پاتا بلکہ لوگ اسے

اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ کوئی اسے اپنے منہ پر ملتا ہے اور کوئی اسے پی جاتا ہے، کوئی اپنے سینے پر ملتا ہے اور جب وہ محفل میں بیٹھے ہوتے ہیں اور لوگ ان کے سامنے ہوتے ہیں تو اس طرح سے بیٹھتے ہیں ”کانما علی رؤسہم الطیور“ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں جب اصحاب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب بیٹھے ہوتے ہیں اپنے ساتھیوں میں تو بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھیوں کے سروں پر ویسی چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں، یہ عرب کا محاورہ ہے دیکھو اگر اس وقت دس بارہ چڑیاں اڑتی ہوئی آئیں اور ہمارے تمہارے سروں پر بیٹھ جائیں تو پھر تم کیا کرو گے؟ بالکل اپنے بدن کو سمیٹ لو گے، پھر تم سانس لینے کی بھی کوشش نہیں کرو گے تم کو یہ خیال ہوگا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ چڑیاں اڑ جائیں۔ یہ محاورہ عرب کا ہے جب آدمی ادب کی انتہا کر دیتا ہے، خاموشی کی انتہا کر دیتا ہے ”کانما علی رؤسہم الطیور“ بالکل سنجیدگی اور متانت کو انتہا پر پہنچا دیتا ہے تب عرب کہتے ہیں ”کانما علی رؤسہم الطیور“ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا میں نے ایسا دیکھا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہ اگر تم ان سے لڑنے کے لیے گئے تو اے معشر قریش تمہاری..... تمہیں جیتا نہیں چھوڑیں گے اور میں نے دیکھا ہے کہ وہ لڑنے کے لیے نہیں آئے ہیں، ان کے پاس قربانی کے جانور ہیں اور وہ سب احرام باندھے ہوئے ہیں۔ وہ کعبہ کی زیارت کے لیے آرہے ہیں لہذا میں گزارش کرتا ہوں کہ کعبہ ان کے لیے کھلا ہوا چھوڑ دو وہ آئیں گے، کعبہ کا طواف کریں گے۔ کعبہ میں اپنی قربانیاں کر کے سر موٹا آئیں گے اور اس کے بعد امن کے ساتھ واپس چلے جائیں گے۔ قریشیوں نے کہا اچھا تم بیٹھو، ہم اس معاملے کو ابھی چھوڑتے ہیں۔ اور پھر سفارت کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بنو خزاعہ میں کا ایک آدمی قریش کے پاس پہلا سفیر بنا کر بھیجا اور وہی پیام کہ میں اکرام بیت کے لیے آیا ہوں، حج کے لیے آیا ہوں، لڑائی کے ارادے سے مکہ میں نہیں آ رہا ہوں لیکن جب یہ پہنچے تو ان کو (سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ان کو اپنا اونٹ دیا تھا بیٹھنے کے لیے) قریشیوں نے گرفتار کر لیا۔ ان کے اونٹ کو قتل کر دیا اور ان کو گرفتار کر کے کوٹھری میں بند کر دیا۔ تب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عمر! اب تم جاؤ! مکہ اور ہمارا پیام پہنچاؤ! مکہ والوں کو، حضرت عمر بن خطاب نے کہا حضور والا مکہ میں اب میرے قبیلہ کا کوئی باقی نہیں ہے جو میری حمایت کرے اور سرکارِ دو عالم میں اب میری اور مکہ والوں کی کیسی چلی ہوئی ہے نہ وہ مجھے برداشت کر سکتے ہیں اور نہ میں انھیں برداشت کر سکتا ہوں۔ سفیر تو ایسا ہونا چاہیے کہ جو ان تک کم از کم آپ کا پیغام تو پہنچا سکے۔ میں ایک ایسا آدمی آپ کو عرض کرتا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو آپ کا پیغام بڑے عمدہ طریقے سے پہنچائے گا اور وہ ہیں عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کا بہت بڑا قبیلہ وہاں موجود ہے۔ ابوسفیان سردار مکہ خود ہی ان کا قریبی عزیز ہوتا ہے، اور ان کے حمایتی بہت ہیں کیوں کہ ان کے پاس مال بہت تھا۔ لہذا انھوں نے مکہ والوں کی مالی مدد بہت کی ہے۔ ان کی تجارت میں ان کی امداد بہت کی ہے مکہ والوں پر ان کا احسان ہے لہذا وہ حضرت عثمان پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیج دیا، حضرت عثمان مکہ پہنچے تو ابان بن سعید بن عاص نے انھیں اپنی پناہ میں لیا اور حضرت عثمان نے اپنا پیغام، سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام، قریش تک پہنچا دیئے، قریشیوں نے کہا خصوصاً ابوسفیان نے اے بھائی عثمان! آپ تو ہمارے بھائی ہیں آپ ہمارے برادر ہیں ”بسم اللہ“ آپ کے لیے کعبہ کھلا ہوا ہے، ہم قربانی کے اونٹ مہیا کریں گے آپ کے لیے، آپ بڑے اطمینان سے کعبہ کا طواف کیجیے، قربانی کیجئے، اپنا سر مونڈوائیے، اور ٹھنڈے ٹھنڈے واپس ہو جائیے، آپ کے دوست اور ان کے ساتھیوں کو اب دوبارہ مکہ میں داخل ہونے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور میرے دوست اور احباب اور میرے

دینی بھائی، وہ مکہ کی زیارت سے محروم رہ جائیں اور میں ان کی ناہوت میں مکہ کا طواف کر کے چلا جاؤں یہ مجھ سے متصور نہیں ہے۔ میں ہرگز نہیں جاؤں گا، میں ہرگز، مکہ کا طواف بغیر ان کے کروں گا؟ اور اس کے ساتھ قریشیوں نے حضرت عثمان کو روک لیا اور ادھر مسلمانوں میں یہ خبر ہو گئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں نے اپنے بڑے غصے کا اظہار کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریشیوں کے پچاس سفیر ہمارے پاس آئے لیکن ہم نے مان اور عزت کے ساتھ انھیں رخصت کیا اور ہمارا ایک سفیر وہ بھی عثمان جیسا حلیم الطبع انسان گیا اور انھوں نے اسے شہید کر دیا۔ حضور والا نے ایک کبکیر کے درخت، ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر مسلمانوں سے بیعت لی، مسلمان جوق در جوق آتے تھے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے تھے، بیعت کاے پر ہو رہی تھی؟ دو چیزوں پر کہ ہم اللہ کے راستے میں جنگ کریں گے اور ہماری ہر چیز اللہ و رسول کی رضا مندی پر قربان کر دی جائے گی جب مکمل ہو گئی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے اس بیعت کے متعلق آیات کریمہ نازل فرمائیں:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (الفتح: ۱۸)

اللہ تبارک و تعالیٰ ان مسلمانوں سے راضی ہو گیا جو اے پیارے محبوب! آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔ آج جو یہ قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی شجروں میں بیعت ہوتی ہے یہ بیعت کا سلسلہ بھی اسی سے وابستہ ہے اور پیر اپنے مریدوں کو جو شجرہ دیتے ہیں، ”شجرہ“ کے معنی درخت کے ہیں وہ شجرہ بھی اسی شجرہ سے لیا گیا ہے جو کبکیر کے درخت کے نیچے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی۔ اللہ نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (الفتح: ۱۰)

اے پیارے محبوب! جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، جو لوگ آپ سے مرید ہو رہے ہیں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ سے مرید ہو رہے ہیں۔ ید اللہ فوق ایدیہم یہ جو ظاہر میں آپ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر رکھ دیا ہے یہ آپ کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت میں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر رکھا ہوا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سب سے بیعت لے چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا: میرا عثمان یہاں موجود نہیں ہے میں جانتا ہوں وہ شہید نہیں ہوئے ہیں لہذا میں عثمان کی بیعت لیتا ہوں اور اسے اس بیعت سے محروم نہیں کرنا چاہتا یہ کہہ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہذہ ید عثمان“ یہ ہاتھ عثمان کا ہے اور یہ کہہ کر اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے ملایا فرمایا ”ہذہ بیعة عثمان“ اسی لیے سیدنا عثمان غنی ذوالنورین، جامع القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخر کیا کرتے تھے کہ اے لوگو تم نے اپنے اپنے ہاتھوں سے بیعت کی ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، لیکن میں نے حضور والا سے حضور والا کے ہاتھ پر حضور والا ہی کے ہاتھ سے بیعت کی ہے اور اس کو ”بیعت عثمانی“ کہا جاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ حضرت عثمان شہید نہیں ہوئے ہیں وہ گرفتار کر لیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی قریشیوں کی طرف سے سہیل بن عمرو نامی یہ آخری سفیر بھیجا گیا کیوں کہ قریشیوں کو اس بات کا پتہ ہو گیا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بار تنہا نہیں آئے ہیں پندرہ سو ساتھی ہیں اگر بات بگڑ گئی تو لڑائی زبردست چھڑ جائے گی۔ سہیل بن عمرو آیا، جیسے ہی وہ نمودار ہوا سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! یہ جو آدمی آ رہا ہے صلح کا پیغام لے کر آ رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں، یہ عین، غین، دیو کے بندے، کٹ ملے کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”علم غیب“ نہیں تھا، اپنے پیٹھ پیچھے کی خبر نہ تھی دیکھو اس سے پہلے آپ پچاس آدمی آ چکے ہیں قریش کی طرف سے پیغام لے کر وہی ایک پیغام لیکن حضور والا نے کسی کو دیکھ کر یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ اس لیے آ رہا ہے یا اس لیے آ رہا ہے لیکن سہیل بن عمرو جو حقیقت

میں صلح کا پیغام لے کر آ رہے تھے سرورِ عالم نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا: یہ آدمی صلح کا پیغام لے کر ہمارے پاس آیا ہے اور حقیقت یہی تھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور والا کو علم غیب عطا فرمایا تھا، اس اللہ کے عطیہ سے حضور والا نے پہچان لیا کہ یہ خالی نہیں آ رہا ہے، معمولی پیغام لے کر نہیں آیا ہے بلکہ پیغام صلح لے کر آیا ہے، سہیل بن عمرو پہنچ گئے اور انھوں نے کہا کہ قریش آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا سبحان اللہ! جنگ میں پہل بھی تو انھوں نے ہی کی تھی میں نے تو ان سے جنگ نہیں کی ہے، انھوں نے جنگ میں پہل کی تھی تو اگر وہ صلح کرنے کے لیے تیار ہیں، میں بھی صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اللہ اکبر سہیل بن عمرو نے دیکھا کہ اس وقت طبیعت بہت نرم ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، تو کہا: مگر ایک بات ہے کہ صلح کی شرائط ہماری طرف سے پیش کی جائیں گی اور وہ آپ کو قبول کر لینی ہوں گی۔ حضور والا نے فرمایا صلح کی جو شرائط تم پیش کرو گے اُسے ہم قبول کر لیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ جانتے ہیں جلالی مزاج کے انسان تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عمر کو حضرت موسیٰ کا جلال دیا گیا ہے اور ابوبکر کو حضرت ابراہیم کی مہربانی دی گئی ہے وہ تو ”جلال موسوی“ کی تجلی تھی حضرت عمر میں، جلدبلا گئی، جلدبلا گئے حضرت ابوبکر کے پاس پہنچ کر کہنے لگے: یا ابا بکر ألسنا المسلمین؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا ”بلی“ یا عمر یہ کیا نئی بات لے کر آ گئے تم، کہا: پھر یہ بتاؤ کیا ألیس رسول اللہ؟ کیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کہا بے شک ہیں۔ کیا ألیسوا بمشركین؟“ کہا: کیا قریش مشرک نہیں ہیں؟ کہا: بیشک وہ مشرک ہیں کہا: پھر کیا بات ہے کہ ہم دین میں اتنی ذلیل شرطوں پر صلح کر رہے ہیں اور یہ کہہ کر حضرت عمر آگے بڑھ گئے اور انھوں نے یہی مکالمہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دہرا دیا۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا: اے عمر! قسم ہے اس رب کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا میں وہ کرتا ہوں جو میرا رب ارشاد

فرماتا ہے۔ میرے رب نے یہی کہا ہے اور میں یہی کر رہا ہوں اور اے عمر سنو! جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، حضرت عمر فرماتے ہیں مجھے بڑی شرمندگی پیدا ہوئی جب میں نے اپنے آقا کے سامنے اس لہجے میں بات کی۔ فرماتے ہیں ایک عمر تک میں نے اپنے اس دن کے لہجے کے بدلے میں نوافل پڑھتا رہا کفارے کے لیے، میں صدقے دیتا رہا کفارے کے لیے، میں روزے رکھتا رہا کفارے کے لیے اور جب میں نے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے لیے یہ سن لیا کہ عمر جنت میں جائے گا تب مجھے اطمینان ہوا کہ میری وہ خطا معاف کر دی گئی ہے۔ سرورِ عالم نے فرمایا: علی مرتضیٰ کو بلاؤ۔ ایک بڑے مزے کی بات بتا رہا ہوں، درود شریف کا ایک نعرہ لگائیے، حضرت علی مرتضیٰ حاضر ہوئے۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا علی قلم، دوات اپنا سنبھال لو، اور صلح نامہ کا مضمون لکھو، حضرت علی مرتضیٰ کا غدقلم دوات سنبھال کر بیٹھے فرمایا سرورِ عالم نے لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم علی مرتضیٰ نے لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم جیسے ہی بسم اللہ لکھی، سہیل بن عمرو کہنے لگا اے جناب..... یہ کیا لکھ دیا آپ نے الرحمن الرحیم، یہ آپ کے دو الرحمن الرحیم خداؤں کو ہم نہیں مانتے، ہم صرف اللہ کو مانتے ہیں یہ الرحمن الرحیم دو اور خدا کہاں سے آگئے۔ آپ کو صلح نامے کا عنوان وہی لکھنا پڑے گا جو قریشی لوگ لکھتے ہیں ہم اپنے خطوں میں ”باسم اللہم“ لکھتے ہیں یہ آپ اپنا کاٹ دیجیے اور اس کی جگہ باسم اللہم لکھ دیا جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! سہیل جیسا کہتا ہے ویسا ہی کر دو۔ حضرت علی مرتضیٰ نے الرحمن الرحیم کاٹ دیا اور اس کی جگہ باسم اللہم لکھ دیا کہا اس کے آگے لکھو

هذا ما قالها عليه محمد رسول الله جیسے ہی علی مرتضیٰ نے یہ لکھا هذا ما قالها عليه محمد رسول الله بس فوراً سہیل پھر بول پڑا کہنے لگا کیا لکھا آپ نے؟ واہ صاحب واہ! محمد رسول اللہ لکھ دیا اور اس پر ہم دستخط کریں گے، ارے بس یہی تو ہمارا ان کا جھگڑا ہے اگر ہم انھیں رسول مانتے ہوتے تو کیا کعبہ سے ہم انھیں روک دیتے ہماری ان کی لڑائی تو یہی ہے کہ یہ اپنے آپ کو رسول اللہ کہتے ہیں، تم انھیں رسول اللہ

سمجھتے ہو۔ اور ہم انھیں رسول اللہ نہیں سمجھتے نہیں صاحب لکھئے هذا ما قالها عليه محمد بن عبد الله یہ وہ صلح نامہ ہے جو عبد اللہ کے صاحبزادے محمد کی طرف سے ہے۔ اے علی ”انا محمد رسول الله و محمد بن عبد الله“ میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبد اللہ بھی ہوں لہذا محمد کے ساتھ ”رسول اللہ“ کو کاٹ دو اور اس کے آگے اسم عبد اللہ لکھ دو۔ مولیٰ علی نے اپنا قلم روک لیا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! حضور میں نے اللہ کے نام کے آگے الرحمن الرحیم کاٹ دیا لیکن میں آپ کے نام نامی واسم گرامی کے آگے سے لفظ رسول اللہ نہیں کاٹ سکتا۔ میں رسول اللہ کا لفظ اپنے ہاتھ سے نہیں کاٹوں گا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح نامہ ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ تم جانتے ہو کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امی ہیں، نبی امی ہیں، حضور والا کو لکھنے پڑھنے پر قدرت نہیں ہے مگر مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے معجزہ کے طور پر حضور والا کو اس وقت لکھنے کی قدرت عطا فرمائی اور حضور والا نے اپنے ہاتھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے لفظ رسول اللہ کو قلم زد کر دیا اور اس کی جگہ ابن عبد اللہ لکھ دیا۔ یہ بات تو اپنی جگہ پر ہے یہاں پر ایک بات ذہن میں رکھنے کے لائق ہے تمہیں معلوم ہے کہ علی مرتضیٰ جنہوں نے اسم جلالت ”اللہ“ کے سامنے سے الرحمن الرحیم کاٹ دیا لیکن اسم رسالت کے ساتھ انھوں نے ”رسول اللہ“ کو کاٹنا گوارا نہیں کیا، تو یہ علی مرتضیٰ کا رویہ تمہاری سمجھ میں آیا یا نہیں آیا ہوگا اس کو سمجھ لو تو بڑی بات سمجھ لو گے۔ بات یہ ہے کہ لکھنے والے علی مرتضیٰ ہیں، علی مرتضیٰ کے باپ کا نام ہے ابوطالب۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام ہے عبد اللہ اور ابوطالب عبد اللہ دونوں ایک ماں باپ کے سکے بھائی ہیں گویا کہ مرتضیٰ علی کہہ رہے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! علی مرتضیٰ نے جب آپ کو محمد رسول اللہ کر کے پہچانا ہے محمد بن عبد اللہ کر کے نہیں پہچانا ہے، محمد بن عبد اللہ کر کے اگر علی مرتضیٰ پہچانیں تو علی اور آپ بھائی بھائی ہو جائیں گے میں چھوٹا بھائی اور آپ بڑے بھائی۔ ہم نے آپ کو بڑا بھائی نہیں سمجھا ہے ہم نے تو آپ کو اللہ کا

رسول سمجھا ہے۔ اللہ اکبر! میرے دوستو! ذرا سوچو، ذرا خیال کرو، علی مرتضیٰ جو واقعتاً سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھوٹے بھائی ہیں انھیں یہ حق تھا کہ وہ یہ کہتے کہ میں رشتے میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں لیکن علی مرتضیٰ نے عمر بھر کبھی آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھائی کہہ کر نہیں پہچنوا یا ہمیشہ کبھی حضور والا کو ایسا الاخ کہہ کر آواز نہیں دی، بھائی جان کہہ کر آواز نہیں دی، ہمیشہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ کہا اور یہی سنت تھی ان کے صاحبزادے حضرت سیدنا عباس علم دار کر بلائے معلیٰ کے اندر انھوں نے بھی بھائی جان سیدنا امام حسین، عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدائش سے لے کر اور بڑے ہونے تک، یہاں تک کہ جب وہ شہید ہو کر گرے ہیں اور حضرت سیدنا امام نے ان کا سراپنہ زانو پر رکھا ہے اس وقت بھی انھوں نے جو آواز دی تھی وہ یہ کہہ کر آواز دی تھی اللہ اکبر ”مولای ادرکنی“ میرے مولیٰ مجھے آ کر دیکھ جائیے میں شہید ہو کر گر رہا ہوں، میرے آقا آئیے اور مجھے دیکھ جائیے اللہ اکبر! جب سرکارِ امام عالی مقام نے ان کا سر رکھا اپنے زانو پر اور دیکھا کہ اب وہ تیار ہو چکے ہیں، وداع ہونے والے ہیں، اپنی جان کو وہ سپرد کرنے والے ہیں مولیٰ تبارک و تعالیٰ سے ان کی شہادت واقع ہونے والی ہے، تب امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا عباس! عمر بھر تم نے ہمیں بھائی کہہ کر نہیں پکارا اب تم جنت کو جا رہے ہو ایک مرتبہ پہلی اور آخری مرتبہ ہمیں بھائی کہہ کر پکارو! اس وقت حضرت عباس نے بڑی حزیں آواز میں ادب کے ساتھ کہا ”اخوی الکریم“ میرے بزرگ بھائی اور اتنا کہتے ہی انھوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی تو حضرت علی مرتضیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں ابن عبد اللہ کیسے لکھو میں اگر ابن عبد اللہ آپ کو سمجھتا تو میں آپ کو مان کیسے دیتا؟ پھر آپ میرے بھائی ہوتے میں آپ کا ایک بھائی ہوتا ہم دونوں برابر کے ہوتے اور برابر والے ایک دوسرے کو مان نہیں دیتے۔

اور اس پر یقین کیجئے کہ یہ شرائط ایک نبی ہی کر سکتا ہے ایک بادشاہ نہیں کر سکتا، ایک فرماں روا نہیں کر سکتا، ایک دنیا کا حاکم نہیں کر سکتا یہ تو کوئی ایسا ہی کر سکتا

ہے کہ جس کو اس کی جڑیں اللہ نے علم بغیر بتا رکھی ہوں تو ان شرائط کے اوپر آگے نتیجہ کیا آنے والا ہے۔ آج ہم شرائط کرتے ہیں دو فرماں روا، دو ملک آپس میں صلح کرتے ہیں ان کی سیاسی صلح ہوتی ہے اس میں شرائط انسانی دماغ ایجاد کرتا ہے لیکن ناکام ہو جاتے ہیں۔ آج بار بار دونوں ملک یہ کہہ رہے ہیں معاہدہ تاشقند ناکام ہو جاتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حدیبیہ میں معاہدہ کیا تھا جس پر عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا بڑا ..... اس کے دل میں دھڑکل پیدا ہو گئی تھی تو یہ معاہدہ خلیج سطح پر کیا جا رہا ہے۔ مگر آپ دیکھئے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہی فتح مکہ کی بنیاد ثابت ہوتا ہے اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ دنیا کی سیاست نہیں بلکہ اللہ کی سیاست کے نبی تھے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ درود شریف کا نعرہ بلند کیجئے اللھم صل وسلم وبارک علیہ اب آپ دیکھئے: یہ جو معاہدہ کتنی خلیج سطح پر ہو رہا ہے، کیا آپ سمجھ سکتے ہیں؟ کیا کوئی ایسا فریق بھی ہوگا جس کو اتنا دبا کر معاہدہ کیا گیا ہو۔ معاہدہ یوں ہو رہا ہے کہ قریش کے اور ہمارے درمیان دس برس تک جنگ بند رہے گی نمبر ایک۔ ان دس برسوں کے اندر دونوں امن و امان کے ساتھ رہیں گے نمبر دو۔ نمبر تین یہ ہے کہ ان دس برسوں میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی نہیں کی جائے گی اور اس کے بعد جناب والا تیسرا، چوتھا نمبر یہ ہے کہ جو قبیلہ یا قوم چاہے وہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دے اور جو قوم، جو قبیلہ چاہے وہ قریش کا ساتھ دے۔ جب دونوں قبیلے علاحدہ علاحدہ ہو کر ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے تو یہ بھی دونوں آپس میں نہیں لڑیں گے اور باقی بات تو وہ تو ظاہر میں اتنی نیچی تھی۔ ظاہر میں وہ تو گویا اتنی ذلیل کہی گئی تھی، بڑی گندی تھی۔ سچ بات یہ ہے کہ کوئی مجبور سے مجبور سلطنت بھی، ہاری سے ہاری سلطنت بھی اسے برداشت نہیں کر سکتی سوائے نبی کے وہ اللہ کی طرف سے غیب کی خبر جانتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس ظاہری ذلت کے اندر باطنی عزت چھپی ہوئی ہے۔ آخری شرط یہ تھی کہ ان دس برس کے اندر اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر مکہ سے حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے گا تو حضور والا اسے مکہ واپس کر دیں گے، اپنے پاس نہیں رکھیں گے اور اگر کوئی شخص سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسلمان مرتد ہو کر اسلام چھوڑ کر مکہ جائے گا تو مکہ والے اسے واپس نہیں کریں گے۔ آپ بھی دیکھیں، آپ نے اس شرط کو دیکھا، یہ شرط ہے دلوں کو جلا دینے والی ہے، یہ شرط قلوب میں ہیجان پیدا کر دینے والی ہے، یہ شرط دماغوں کو الٹ دینے والی ہے، یہی وہ شرط تھی جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیلا اٹھے تھے یہ کہہ کر ”ا لست برسول اللہ“ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ ”ا لسننا بمسلمین“ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ”ا لیسوا بمشرکین“ کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ تو حضور والا نے فرمایا تھا: اے عمر! جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے ہو، صلح نامہ مرتب ہوا اور اس کے اوپر مسلمانوں اور مشرکین دونوں کی گواہیاں ہو گئیں۔ ایک ایک نقل دونوں کے واسطے مرتب کر دیئے گئے اور سہیل بن عمرو جیسے ہی صلح نامے کو اس نے پلیٹ کر اپنی تلوار کے میان میں رکھا ہی تھا کہ دیکھا کہ سامنے ان کا لڑکا ابو جندل پیروں میں بیڑیاں پڑیں، قیدیوں کی طرح گھسیٹے ہوئے یہ مسلمان ہو گئے تھے مکہ میں پیروں میں زخم پڑے ہوئے، چلے آ رہے ہیں۔ ان کو ان کے باپ نے قید کر دیا تھا مگر جب انھوں نے سنا کہ سرورِ عالم حدیبیہ پر تشریف فرما ہیں تو اس کی قید سے فرار ہو گئے اور بیڑیاں اور ہتھکڑیاں توڑتاڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی یہ خدمت میں آئے سہیل بن عمرو کھڑا ہوا اور اس نے اپنے بیٹے کے منہ پر طمانچہ رسید کیا اور کہنے لگا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارے تمہارے درمیان میں عہد ہو چکا ہے کہ اگر کوئی مکہ سے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آئے گا تم اسے نہیں لو گے واپس کر دو گے میرے بیٹے کو اب واپس کر دیا جائے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو جندل ہمارے اور ان کے درمیان عہد نامہ ہو چکا ہے اور ہمارے دین میں عہد کر کے غداری کرنا جائز نہیں ہے لہذا تم واپس ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بے دینوں میں واپس کر رہے ہیں تاکہ میرا دین تباہ کر دیا جائے۔ حضور والا

نے ارشاد فرمایا: نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے لیے راستہ نکالے گا اور خداے تبارک و تعالیٰ تمہارے دین کو بچائے گا۔ ابو جندل کو ان کے باپ کے سپرد کر دیا اور وہ مکہ کو واپس ہو گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا لوگو! اب یہاں پر اپنے سرمونڈ واڈالو اور سرمونڈا کر قربانیاں کر ڈالو، قربانیاں کرو اور اس کے بعد سرمونڈا ڈالو۔ اب نہیں اٹھتا کوئی قربانی کرنے کے لیے، اور نہ سرمونڈا آنے کے لیے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا میں نے ابھی تم سے کہا تھا کہ قربانی کر کے سرمونڈا ڈالو لیکن کوئی بھی نہیں اٹھتا، سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پیشانیوں پر بل پڑے ہیں، آنکھوں سے حسرت ظاہر ہے، وہ تو کعبہ کی زیارت کرنے کے لیے آئے تھے۔ حضور والا خیمہ میں تشریف لے گئے ساتھ میں ہیں ام المومنین ام سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا، باری ان ہی کی ہے ارشاد فرمایا: ام سلمیٰ میں نے آج تک مسلمانوں کو اپنے حکم میں دیر کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ پہلا موقع ہے مسلمان میرے حکم میں دیر کر رہے ہیں، عرض کرنے لگیں۔ اللہ اکبر! بھئی بات یہ ہے، اتنے بڑے کی بیوی ہیں اور اللہ کے رسول کی بیوی ہیں، خاتم النبیین کی بیوی ہیں، مسلمانوں کی ماں ہیں، ان کی عزت میں شریک ہیں آخر انھیں بھی فیض الہی سے کچھ پر تو ملا ہی ہوگا۔ چنانچہ ام سلمیٰ نے کہا حضور والا بات یہ نہیں ہے کہ مسلمان حضور کے نافرمان ہیں، مسلمان نافرمان نہیں ہیں مگر اس صلح سے ان کے دل ٹوٹ گئے ہیں وہ تو پکا ارادہ لے کر چلے تھے بڑے شوق میں کہ ہم کعبہ کی زیارت کریں گے کعبہ کی زیارت کرنے کے بجائے انھیں نیچی سطح پر صلح کرنی پڑی ہے ان کے دل ٹوٹ گئے ہیں۔ اب میں ایک بات عرض کرتی ہوں حضور باہر تشریف لے جائیں کسی مسلمان سے کچھ نہ کہیں بلکہ یہ کریں کہ اپنی قربانی کر کے اور اپنا سر مبارک حضور مونڈ والیں، پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر آتے ہیں۔ حضور والا اپنی قربانی دیتے ہیں اور اس کے بعد اپنا سر مبارک مونڈا اتے ہیں۔ جیسے ہی حضور نے قربانی دی اور اپنا سر مبارک مونڈا دیا بس چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے

سرمونڈانے کے لیے، ان میں سے بعض نے صرف بال کتروائے اور اکثر نے ان میں سے سرمونڈا دیا۔ حضور والا نے دعائیں دیں الہ العالمین! سرمونڈانے والوں پر اپنی رحمت نازل فرما، پھر اس کے بعد عرض کیا: الہ العالمین سرمونڈانے والوں پر اپنی رحمت نازل فرما تو جنہوں نے خالص بال کتروائے تھے انھوں نے عرض کیا وعلی المقصرین یا رسول اللہ اور جنھوں نے بال کتروائے ہیں ان کے لیے بھی تو، پھر حضور نے فرمایا اے اللہ سرمونڈانے والوں، یہاں تک کہ تیسری مرتبہ میں کہا ”وعلی المقصرین یا اللہ“ اور مقصرین کے واسطے بھی۔ یہاں سے پھر قافلہ اب دوبارہ مدینہ کو واپس ہوا۔ حدیبیہ کی صلح یہاں آ کر ختم ہو جاتی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین۔

## عظمت محبوبانِ خدا

احسن العلماء، سراج الاصفیاء، سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم و الہ واصحابہ  
واتباعہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین - اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید ”إِنَّ أَوْلِيَاءَهُ  
إِلَّا الْمُتَّقُونَ“ صدق اللہ مولانا العظیم وبلغنا رسولہ  
المولی النبی الکریم ونحن علی ما قال ربنا تبارک و  
تعالی من الشاہدین والامنین والمطمئنین والمؤقنین  
وبہ نستعین صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ  
 واصحابہ اجمعین۔

یٰٰایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً - اللّٰھم

صل علی سیدنا و شفیعنا و مولینا محمد باریک وسلم۔

نظراک چمن سے دوچار ہے، نہ چمن چمن بھی نثار ہے  
عجب اُس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے  
وہی جلوہ شہرِ بشہر ہے، وہی اصل عالم و دہر ہے  
وہی بحر ہے وہی لہر، وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے  
نظراک چمن سے دوچار ہے، نہ چمن چمن بھی نثار ہے



عجب اُس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے  
 نہ حجاب چرخ و مسج پر، نہ کلیم و طور نہاں مگر  
 جو گیا ہے عرش سے بھی اُدھر، وہ عرب کا ناقہ سوار ہے  
 نظر اک چمن سے دو چار ہے، نہ چمن چمن بھی نثار ہے  
 عجب اُس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے  
 کوئی جان بس کے مہک رہی، کسی دل میں اس سے کھٹک رہی  
 نہیں اس کے جلوے میں یک رہی، کہیں پھول ہے کہیں خار ہے  
 نظر اک چمن سے دو چار ہے، نہ چمن چمن بھی نثار ہے  
 عجب اُس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے  
 وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبح کا  
 وہ شہید لیلیٰ نجد تھا، وہ ذبح تیغ خیار ہے  
 نظر اک چمن سے دو چار ہے، نہ چمن چمن بھی نثار ہے  
 عجب اُس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے

اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہ پرتو ہوتے ہیں، ان کی کرامات  
 پرتو ہیں معجزات انبیاء کی، علیہم الصلوٰۃ والسلام، حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ  
 والسلام جب اپنے ماننے والوں بنی اسرائیل کو لے کر چلے اور فرعون نے پیچھا کیا،  
 فرعون نے پیچھا کیا، اللہ اکبر! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبیوں،  
 اپنے رسولوں، اپنے محبوبوں، اپنے چاہنے والوں کی کیسے کیسے مدد فرمائی ہے؟ وہ فرعون  
 کا گھوڑا آگے بڑھتا ہی نہیں تھا پانی کو دیکھ جھک رہا تھا، آگے نہیں بڑھتا تھا، حضرت  
 سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، ان کو حکم ہو چکا تھا وہ اپنا کام کر چکے تھے ”اِنَّ  
 اضْرِبَ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اِثْنَا عَشْرَةَ عَيْنًا“ (الاعراف: ۱۶۰) بارہ  
 راستے ظاہر ہو گئے، بارہ پگڈنڈیں بن گئیں، اللہ اکبر! سمندر میں ایک عصا پڑنے سے،  
 ایک عصاے کلیم پڑنے سے، اللہ اکبر! کبھی تو یوں اس کی کرامت ظاہر ہوئی، کہ فرعون

کی لٹھیوں، رسیوں کے مقابلے میں کبھی یوں کر کے پھینک دیا، حضرت موسیٰ کلیم علیہ  
 الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس ڈنڈے کو زمین پر ڈالا وہ ایک مہیب اثر دہا کی شکل میں  
 ظاہر ہوا، اس نے سب رسیوں کو نگل لیا اور پھر جیسے ہی سرکار نے ہاتھ لگایا، پھر وہ  
 ڈنڈے کا ڈنڈا تھا، اس کی جو نسبت تھی سرکار موسیٰ سے، علیہ السلام، تو اللہ تبارک و تعالیٰ  
 کی بارگاہ میں اس کا مرتبہ ایسا بڑھا کہ جب وہ کوہ طور پر اپنی معراج میں حاضر ہوئے  
 اپنے رب کے حضور میں، تو موسیٰ کا مزاج پوچھنے سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے عصا  
 کا مزاج پوچھا، فرمایا: موسیٰ تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے؟ اللہ اکبر! سیدھے ہاتھ  
 میں کیا تھا موسیٰ کے؟ بولو! (سامعین: عصا تھا) عصا تھا نہ، تو حضرت موسیٰ کا مزاج  
 نہیں پوچھا، وہ موسیٰ کا مزاج بھی جانتا ہے اور جانتا تھا، اور عصا کو بھی جانتا تھا کہ وہ  
 اُن کے سیدھے ہاتھ میں ہے، بولو بھئی! جانتا تھا کہ نہیں جانتا تھا وہ (سامعین: جانتا  
 تھا) وہ عالم الغیب والشہادہ ہے یا نہیں ہے؟ اس پرتو ہمارے سامنے والے بھی بظاہر تو  
 بہر حال متفق ہیں کہ اللہ عالم الغیب والشہادہ ہے، اللہ کے بارے میں متفق ہیں اس  
 بات پر کہ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے، اللہ اکبر! تو پھر یہ پوچھنے کے معنی کیا تھے کہ  
 تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے؟ اسے نہیں معلوم تھا کہ سیدھے ہاتھ میں کیا ہے؟  
 بائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اللہ! اللہ! حضرت جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض  
 کیا: ”هِيَ عَصَايَ“ یہ میرا ڈنڈا ہے، یہ میری لٹھی ہے، بہت اچھا۔ آپ مجھ سے  
 پوچھیں، میں ہاتھ میں کتاب دے دوں اور کہوں کہ کیا ہے بھیا یہ؟ میں کہہ دوں کہ  
 کتاب ہے، یہ جواب ختم ہو گیا، جواب ختم ہو گیا، اب میں کہوں اردو میں لکھی ہے یا  
 روشنائی سے لکھی ہے یا باہر سے آئی ہے، تو یہ تو بالکل زائد بات ہو جائے گی، آپ سے  
 یہ پوچھا گیا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ کہتے کتاب ہے، رسالہ ہے، اخبار  
 ہے، خط ہے، بات ختم ہو گئی، نہیں! پوچھ رہا ہے پوچھنے والا، موسیٰ کیا ہے تمہارے ہاتھ  
 میں؟ عرض کر رہے ہیں: ”هِيَ عَصَايَ“ ایک سوال کا پہلا جواب، ”هِيَ  
 عَصَايَ“ (طہ: ۱۸) میرا ڈنڈا ہے، بات ختم ہو جانا چاہیے تھی، ایک سوال کا ایک ہی

جواب عرض کرتے ہیں ”اَتَوَسَّطْنَا عَلَيْهَا“ (طہ: ۱۸) میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں ”وَأَهْمَشْ بِهَا عَلَيَّ غَنَمِي“ (طہ: ۱۸) اور اپنی بھیڑ بکریوں کے لیے اسی ڈنڈی کے ذریعے پیڑوں سے پتے جھاڑتا ہوں، ایک سوال کے دو جواب ہوئے اور پھر عرض کرتے ہیں: ”وَلَيَّ فِيهَا مَارِبٌ أُخْرَى“ (طہ: ۱۸) اور اس میں میرے لیے اور بھی بہت سے کام ہیں، بہت کام آتا ہے میرے، یہ ایک سوال کے تین جواب ہوئے۔ یہی کام کیا تھا روح غزالی نے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جب معراج میں حاضر ہوئی ہے روح غزالی، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم نے پیش کیا، سامنے رکھا، کہا: یہ ہیں بھائی موسیٰ، ہماری امت کے علما میں سے ہونے والے ایک عالم، ان کی روح تمہارے سامنے ہم لائے ہیں یہ روح مبارک حضرت امام محمد بن محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی۔

حضور والا! سلام و دعا کے بعد قاعدہ ہے: آنے والے سے نام پوچھا جاتا ہے اس کا، حضرت موسیٰ پوچھتے ہیں ”مَا اسْمُكَ“ اے روح! تمہارا کیا نام ہے؟ اے آنے والی روح! کیا نام ہے تمہارا؟ جب تم دنیا میں جاؤ گے، تمہارا کیا نام رکھا جائے گا؟ ارے صاحب! موسیٰ تو موسیٰ ہیں، علیہ الصلاۃ والسلام، اللہ اکبر! خواجہ تو خواجہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غوث اعظم تو غوث اعظم ہیں، اللہ اکبر! ان کی امت کے جلیل القدر عالم کا جو ہے معاملہ یہ ہے کہ عالم ارواح میں ہیں ابھی جسم کا لبادہ نہیں پہنا ہے لیکن انھیں معلوم ہے کہ جب میں دنیا میں پیدا ہوں گا تو میرا نام محمد بن محمد بن محمد غزالی ہوگا۔ (نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، حضور احسن العلماء) ہم تو ان روایات کے رکھنے والے ہیں، ان کو سینے سے لگائے پڑے ہیں، سمجھ گئے آپ، ٹوٹ پھوٹ سے کچھ نہیں ہوتا، کوئی فرق نہیں پڑتا، درود شریف اللھم صل علی سیدنا ونبینا وشفیعنا ومولانا محمد وعلی آل سیدنا ونبینا وشفیعنا ومولانا محمد وبارک وسلم۔ بہت مشہور شعر ہے، بہت مشہور شعر ہے اقبال کا:

باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم  
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا  
چچین و عرب ہمارا، چچین و عرب، لوگ بعد میں اس کو نہیں پڑھتے، بھول گئے ہیں، جان کر بھول گئے ہیں۔

چچین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا  
ارے مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا  
یہ بھی پڑھتے رہو، یہ زبانوں پہ نہیں آتا، میں نے ہندوستان میں سنا نہ  
پاکستان میں سنا۔ کہیں زبانوں پہ نہیں آتا۔

چچین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا  
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا  
یہ حد دی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارا دین آفاقی ہے، ہمارا رسول آفاقی ہے، ہماری کتاب جو ہے آفاقی ہے، ہمارے اولیا آفاقی ہیں۔ ہم محصور ہو کر کسی کوٹھری میں تھوڑی بند ہو کر بیٹھیں گے، چچین و عرب ہمارا، سچ کہا ہے، سچ کہا ہے اقبال نے:

چچین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا  
مسلم ہیں ہم وطن ہے، سارا جہاں ہمارا  
اب جب ان کے اوپر نام نہاد قومیت غالب ہوئی، تب لوگوں نے وہ دوسرا ترانہ لکھا جو آج بھی پڑھا جاتا ہے میں اس کو نہیں پڑھوں گا، یاد ہے مجھے وہ بھی۔ ہاں صاحب درود شریف پڑھ لیجیے: اللھم صل علی سیدنا، نبینا، شفیعنا ومولانا محمد وبارک وسلم۔ تو عرض کر رہے ہیں، روح غزالی نے عرض کیا: انھوں نے نام پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ حافظ صاحب میرے پاس آئے، حافظ صاحب سے میری ملاقات ہوئی، پہلی ملاقات مان لو ہوئی، یہ میرے لیے اجنبی تھے، تو ہم نے کہا کہ بھیا، قبلہ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کا اسم شریف کیا ہے؟ آپ کا شہ نام کیا ہے؟ کس نام سے لوگ آپ کو یاد کرتے ہیں؟ تو حافظ صاحب کہیں گے مجھے شریف احمد

برکاتی کہتے ہیں، تو یہیں پر جواب ختم ہو گیا۔ اپنے والد مرحوم کا نام اور دادا مرحوم کا اور پرداد مرحوم کا تو یہ نہیں بتائیں گے نہ، ہاں! تو حضرت روح غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتی ہے کہ میرا نام محمد، میرے باپ کا نام محمد، میرے دادا کا نام محمد، ایں، بتائیں گے نہ، اللہ اکبر! تو سرکار موسیٰ فرماتے ہیں: اے روح غزالی میں نے صرف آپ کا نام پوچھا تھا یہ پورا شجرہ نسب تو نہیں پوچھا تھا کہ باپ کا نام کیا ہے؟ دادا کا نام کیا ہے؟ کہا: اے حضور! آپ کے رب نے آپ کی معراج میں تو صرف یہ پوچھا تھا کہ سیدھے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے ایک سوال کے تین جواب دیے تھے، اگر میں عرض کر رہا ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ ارشاد فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ اکبر! اس جلیل القدر اس موسیٰ کی جس کے متعلق قرآن فرماتا ہے ”وَكَانَ مُوسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا“ موسیٰ ہماری بارگاہ میں بڑی عزت والا، بڑی عظمت والا ہے، وہ صاحب عصا، وہ صاحب ید بیضا، وہ صاحب توریت، وہ ایسا جلالی، اللہ اکبر! کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنی معراج پہ جارہے ہیں، سنتے ہیں کہ کوئی اونچی آواز میں رب سے مناجات کر رہا ہے، اللہ اکبر! فرمایا: جبریل یہ کون ہیں کہا: ”ہو موسیٰ ینادی ربہ“ یہ موسیٰ ہیں جو اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا: رب کے حضور میں اتنی اونچی آواز کے ساتھ؟ عرض کیا: رب جانتا ہے، ان کے مزاج میں حدت ہے رب جانتا ہے، ان کے مزاج میں گرمی ہے، وہ جلالی ہیں، اللہ اکبر! بڑے جلال والے ہیں، اللہ اکبر! ارے سعدی کہتا ہے..... ہم تمہارے ناز اس لیے اٹھاتے ہیں کہ تم ہو ہی اس قابل کہ تمہارے ناز اٹھائے جائیں کیا کسی اُدو، بدھو، خیرو، تھو کے ناز اٹھائے جاتے ہیں؟ ناز تو معشوقوں کے اٹھائے جاتے ہیں، ناز محبوبوں کے اٹھائے جاتے ہیں، ناز چہیتوں، پیاروں کے اٹھائے جاتے ہیں، ناز حسنینوں کے اٹھائے جاتے ہیں، خوب صورتوں کے اٹھائے جاتے ہیں، ٹیڑھی، بانگی ٹوپی رکھنے والوں کے جوہے ناز اٹھائے جاتے ہیں اللہ اکبر! درود شریف: اللھم صل علی سیدنا و نبینا و شفیعنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و نبینا و شفیعنا و مولانا محمد و باریک

وسلم۔ وہی تو کہہ گئے امیر خسرو، کھڑے ہوئے ہیں جمنا کے اس تٹ پر، کھڑے ہوئے ہیں جمنا کے اس تٹ پر، اپنے مرشد کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں، کون ہیں ان کے مرشد؟ سلطان المشائخ محبوب اولیا، خواجہ محمد بدایونی المعروف بنظام الدین اولیا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، پیرو مرید دونوں کھڑے ہیں، اس تٹ کے اوپر جو ہے کچھ لوگ اپنے اپنے..... اپنی اپنی عبادت گاہوں میں اپنے اپنے طریقے پر پوجا پاٹ کر رہے ہیں اللہ اکبر! سرکار کی نظر اٹھتی ہیں، سرکار سلطان المشائخ کی نگاہیں اٹھتی ہیں، فرماتے ہیں: ”خسرومی بنی ہر قوم راست را ہے و قبلہ گاہے“۔ اے خسرو! دیکھتا ہے ہر قوم کے لیے ایک راستہ ہے اور ایک اس کا قبلہ ہے اور ایک اس کا جوہے وہ طریقہ ہے اس کے مطابق وہ جوہے جس کو سمجھتا ہے اس کی جوہے یاد کرتا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو سامنے والے تٹ پر کیا ہو رہا ہے اللہ اکبر! نہیں دیکھا، اس طرف نہیں دیکھا، بلکہ پھر اپنے شیخ کے چہرے کی طرف نظر کی، اتفاق ہی تھا کہ سرکار کے سر مبارک پر جو کلاہ مبارک لگی ہوئی تھی، کلاہ تتری جو پہنے ہوئے تھے جس کا یہ پچھلا حصہ اور اگلا دونوں کٹے ہوئے ہوتے ہیں کیا سمجھے آپ؟ اسے کلاہ تتری کہتے ہیں۔ جی ہاں! سارے بزرگ خواہ چشتیہ ہوں یا قادریہ ہوں سب اسی طرح سے۔ میں ابھی اُس دن کتاب پڑھ رہا تھا، بزرگان مارہرہ، مشائخ مارہرہ کی ٹوپی شریف وہ اسی طریقے کی ہوتی تھی کہ اگلا حصہ بھی بریدہ ہوتا تھا اور پچھلا حصہ بھی دریدہ ہوتا تھا اللہ اکبر! اب اس کے اوپر دریدہ کیوں ہوتا تھا؟ اور بریدہ کیا ہوتا تھا؟ اس پر گفتگو کرنا مجھے مقصود نہیں اللہ اللہ۔ سلطان المشائخ ٹوپی اوڑھے ہوئے ہیں وہ ذرا ترچھی ہو گئی ہے سر مبارک پر، ہو جاتا ہے، ہو جاتا ہے، بے خبری میں حالاں کہ یاد رکھو ترچھی ٹوپی لگانا، وہ شریف آدمیوں کی نشانی نہیں ہے، اتنی بات بتانا ضروری ہے میرے لیے۔ وہ بانکوں کی جو ہے نشانی شریفوں اشرفوں کی نشانی نہیں ہے۔ بلکہ اب کیوں بتاؤں میں کہ کیا کس کی نشانی ہے؟ ٹیڑھی ٹوپی نہیں لگانا، ہمیشہ سیدھی ٹوپی لگانا چاہیے، ہمیشہ سیدھی ٹوپی لگانا چاہیے یہ یاد رکھیے۔ جب رام پوری کیپ چلا کرتی تھی تو اس میں حامد کیپ تھی، نواب

حامد علی خاں کے نام پر اور ایک رضا کیپ تھی رضا کیپ جو ہے بانکی ہوتی تھی لہذا شریف گھرانوں میں، ہم نے کبھی نہیں پہنی، ہم نے ہمیشہ حامد کیپ پہنی، ہماری ماں نے ہمیشہ ہم بچوں کے لیے ہمیشہ حامد کیپ منگائی، کبھی بھی رضا کیپ نہیں منگوائی وہ ٹیڑھی ہوتی تھی اس کی کٹنگ جو ہے ٹیڑھی ہوتی تھی اور یہاں یہ ٹیڑھ کا تو کوئی سوال ہی نہیں، ٹیڑھ کے ٹیڑھے نہیں ہیں..... الحمد للہ دین ہمارا سیدھا، ہماری کتاب سیدھی، ہمارا رسول سیدھا، ہمارا راستہ سیدھا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ (الفاتحہ: ۷) وہی راستہ اگر سیدھا نہ ہوتا۔ شہدا کا راستہ وہ نہ ہوتا، صالحین امت کا راستہ وہ نہ ہوتا، صدیقوں کا راستہ وہ نہ ہوتا۔ شہدا کا راستہ وہ نہ ہوتا، صالحین امت کا راستہ وہ نہ ہوتا، سیدھا ہے بھی تو ان سب کا راستہ ہے اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خدا کا پسندیدہ راستہ ہے۔ اللہ اکبر! درود پاک: اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد و بارک و سلم۔ ہم بھول کی بھلیوں میں بیٹھنے والوں کو نہ چھیڑیں شیش محل کے رہنے والے، تم اگر اینٹ پھینکو گے تو ہماری ذرا سی کہیں سے چھپریا، چھپریا وہ جو ہے، وہ کچھ نیچے اوپر ہو جائے گی اور جو کہیں سے پھر اس کا ”ری ایکشن“ ہوا تو شیش محل کے رہنے والے اچھی طرح یاد رکھیں کھیل کھیل ہو جائے گا شیش محل (سامعین: بے شک، بے شک) شیشے کا محل ہے نہ، اس کے تار و پود بکھر جائیں گے۔ درود پاک: اللہم صل علی سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد و بارک و سلم۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر اترنے والے قرآن نے ارشاد فرمایا: ”إِنْ أُولِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ“ (الانفال: ۳۴) یہ اللہ کے اولیا نہیں ہوتے ہیں مگر پرہیزگار، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے اولیا نہیں ہوتے ہیں مگر ہوا پر اڑنے والے، یا پانی پر چلنے والے، یہ کچھ نہیں فرمایا، یا آگ کو کھانے والے، نہیں ایسی کوئی بات نہیں فرمائی، ایسی کوئی نشانی نہیں بتائی، ایسی کوئی علامت نہیں بتائی کہ اولیا وہ ہوتے ہیں جو ہوا پر اڑتے ہوں، حالاں کہ

اولیا کی چیلوں نے، ان کی جو ہے کھڑاؤں نے، انہی خواجہ کی کھڑاؤں نے، انہی غوث اعظم کی کھڑاؤں نے اللہ اکبر! وہ کمال کر دکھایا ہے۔ اللہ اللہ، ان کی لکڑی کی کھڑاویں اڑ رہی ہیں اور جدھر فرمایا اسی کی طرف گئی ہیں، جس کو سزا دلوانا مقصود تھی اسی کو انھوں نے سزا دی ہے، یہ سب تاریخ کے اندر موجود ہے۔ درود پاک پڑھیں: اللہم صل علی سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد و بارک و سلم۔ لیکن ارشاد فرمایا: ”إِنْ أُولِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ“ (الانفال: ۳۴) نہیں ہیں اس کے اولیا مگر متقی و پرہیزگار۔ یعنی تقویٰ و پرہیزگاری یہ سب سے بڑا شعار ہے، یہ سب سے بڑی پہچان ہے، یہ سب سے بڑی علامت ہے، اللہ اکبر! حضرات اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چاہے ان میں خواجہ ہوں یا ان میں حضرات ائمہ دوسرے ہوں یا سرکارِ غوث اعظم ہوں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنایہ تقویٰ ہی کی طاقت تو تھی، یہ تقویٰ ہی کی قوت تو تھی اللہ اکبر! کہ چند اپنے درویشوں کو لے کر ساتھ آئے تھے وہاں سے، اور آج وہ سلطان الہند ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایسے دور نامساعد میں بھی جو بفضلہ تعالیٰ وہ آج بھی ہمارے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں، حالاں کہ آج ہمارے دل بہت ٹوٹے ہوئے ہیں۔ آج ہمارے دل جو ہیں بہت ٹوٹے ہوئے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر سے جو ہے اطمینان پاتے ہیں قلوب: ”أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ“ (الرعد: ۲۸) یاد رکھو! جب کبھی دل کے اوپر کوئی غبار آئے، دل پر جب کوئی الم ورنج چھائے، جب دل میں کوئی درد پیدا ہو، فوراً قرآن لے کر بیٹھ جاؤ، قرآن کی تلاوت جو ہے شروع کر دو، نوافل پڑھنا شروع کر دو، اللہ کا ذکر کرنا شروع کر دو اللہ اکبر! اور بڑا آسان طریقہ اس نے ہمیں تعلیم فرمادیا۔ قرآن بھی کہاں تک پڑھیں گے؟ نماز جو ہے کہاں تک پڑھیں گے؟ اور صاحب! جو فرائض پڑھیں، اللہ ہم کو توفیق دے، نوافل پڑھیں، اللہ ہم کو توفیق دے، ہم سے تہجد پڑھوائے، اللہ ہم کو توفیق دے، لیکن کہاں تک تہجد بھی پڑھیں گے؟ کہاں تک تہجد بھی پڑھیں گے؟ اللہ اکبر! تو پھر سوال جو ہے یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے ”فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ“ (البقرہ: ۱۵۲) تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا

(سامعین: بے شک، بے شک) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا، تو کب تک یاد کریں؟ کیسے کیسے یاد کریں؟ کتنا کتنا یاد کریں؟ کہاں کہاں یاد کریں؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے تو ارشاد فرمایا حدیث میں: ”جعلتك ذكرا من ذكري، من ذكرك ذكرفي“ (الشفا: الباب الاول في ثناء اللہ تعالیٰ، ص ۷۱، ج ۱) اے پیارے! صلی اللہ علیک وسلم ہم نے اپنے ذکروں میں سے تمہیں ایک ذکر بنا دیا تو جس نے تمہیں یاد کیا اس نے ہمیں یاد کیا (سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ، بے شک) جس نے تمہارا نام لیا اس نے ہمارا نام لیا، بڑا آسان طریقہ ہے، اللہ اکبر! جب کبھی دل پر غم والم ہو ”الصلاة والسلام عليك يا رسول الله، الصلاة والسلام عليك يا نبی اللہ“ بلکہ جو چاروں طرف سے آج کل آتے ہیں باندھے ہوئے، کہتے ہیں: دلی سے ہم آ رہے ہیں، ہم کسی سے کچھ لیتے نہیں ارے تم اور کسی سے کیا لو گے، تمہارا تو آتا ہے سب حساب و کتاب، ہمیں تو سب معلوم ہے، ہمارے پاس سب ثبوت موجود ہو چکے ہیں کہ کہاں کہاں سے آتا ہے؟ تم کسی اور سے جو ہے کیا لو گے، تم ہمارے دل و ایمان کی دولت لوٹنے کے لیے آتے ہو، دیکھو! یاد رکھو! جب کبھی تم سے کوئی باہر کا آدمی جو اجنبی ہو تمہارے لیے، جس کو تم نہ پہنچانتے ہو، جو تمہیں پر دیسی دکھائی دیتا ہو، کوئی بھی ہو، اس سے کہو ہاں بھئی ذرا سن لو بیٹھ کے اطمینان سے ہمیں بھی کلمہ یاد ہے، ہم بھی کلمہ پڑھتے ہیں، ہم بھی کلمے پر ایمان رکھتے ہیں، ہمارا کلمہ شروع ہوتا ہے ”الصلاة والسلام عليك يا رسول الله، الصلاة والسلام عليك يا نبی اللہ، الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله بحق لا اله الا الله محمد رسول الله، صلی اللہ علیہ وسلم“، ذرا یہ کلمہ پڑھ کر سنا! خدا کی قسم ایسا معلوم ہوگا جیسے شہد کی مکھی کے چھتے میں سے جب شہد نکال لیا جائے اور خالی وہ موم رہ جاتا ہے یا جیسے تھال یا تمباکو کے بٹوے میں سے بقول مولانا احسن مارہروی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے کہتے تھے میاں ہم مصنوعی دانت استعمال کرتے ہیں، تو بیٹے ذرا بتاؤ تو سہی جب ہمارے دانت لگے ہوتے ہیں ہمارا منہ کیسا دکھتا ہے اور جب ہمارے دانت ہم نکال دیتے ہیں تو ہمارا

منہ کیسا دکھتا ہے، میں نے کہا صاحب آپ ہی بتائیں آپ ہمیں بتائیں تو بولے! دیکھو بیٹا جب ہم دانت لگائے ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے بٹوے میں چھالیہ تمباکو دونوں بھرے ہوئے ہیں اور جب دانت نکال دیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے چھالیہ تمباکو دونوں نہیں ہیں خالی بٹوہ ہے، خالی بٹوے کو بند کر دو، بند تو جب بھی ہوگا، بند تو جب بھی ہوگا۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ تم نے یہ کلمہ پڑھا اور کسی کی پیشانی پر بھوں پر جو ہے شکن بگڑی سمجھ لو کہ یہ مریض ہے میں پہچان بتائے دے رہا ہوں: ”الصلاة والسلام عليك يا رسول الله“ بحث نہیں کرنا ہے، کسی سے مناظرہ نہیں کرنا ہے، ہم تو مناظرہ نہیں کر پائیں گے، مناظرہ چھوڑ دو مناظرہ کرنے والوں کے لیے، مناظرہ چھوڑ دو علما کے لیے، بحث و مباحثہ چھوڑ دو کلمہ سناتا ہوں، کلمہ ہی سننا چاہتے ہونا تو سنو! کلمہ الصلاة والسلام عليك يا رسول الله، الصلاة والسلام ہر گھر اسی کی تبلیغ کرو، ہر گھر اسی کی تبلیغ کرو، میرے کانوں میں بات آئی ہے اگر وہ بات حقیقت ہے تو میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ گھر گھر اس بات کی تبلیغ کرو کہ ہم سے جو ہے ہمارا یہ سنی برکاتی کلمہ سن لو الصلاة والسلام عليك يا رسول الله، الصلاة والسلام عليك يا نبی اللہ، الصلاة والسلام عليك يا حبيب الله بحق لا اله الا الله محمد رسول الله تم کہو گے صاحب لا اله الا الله محمد رسول الله آپ نے نہیں پڑھا یہ سب کیا جو ہے وہاں ارے بے وقوفوں! ہم وہ پڑھ رہے ہیں بظاہر لا اله الا الله محمد رسول الله کے الفاظ کے ساتھ ہمیں حکم نہیں ملتا قرآن میں، کہ یہ کلمہ پڑھنا ہے لیکن فرماتا ہے: ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ (الاحزاب: ۵۶) اور صرف یہی نہیں کہ خالی سبھی کو حکم دینا بلکہ اپنا طریقہ بتانا ہے، بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اللہ اکبر! تو اے ایمان والو! تم بھی جو ہے صلاة وسلام بھیجا کرو، رسول پر صلوا علیہ وسلموا تسلیما معلوم یہ ہوا کہ ہمارا یہ کلمہ جسے ہم نے پڑھ کر سنایا ہے اس کا جواب بتائی حصہ ہے جہاں سے کلمہ شروع ہوا، جہاں سے یہ کلمہ شروع ہوا، وہ ہے الصلاة والسلام اللہ کے

رسول کے اوپر، جنہوں نے وہ کلمہ سکھایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وہ نہ ہوتے تو یہ کلمہ ہوتا ہمارے پاس؟ وہ نہ ہوتے دین ہوتا؟ ارے محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم ان کا دامن پکڑ کے جو کلمہ پڑھا جائے گا اسی پر تو معاملہ بنے گا، ورنہ کلمہ تو اللہ کا، کلمہ اللہ کی وحدانیت کا، اللہ کی قدرت کا، ابلیس منکر نہیں تھا اللہ کی قدرت کا، ابلیس منکر نہیں تھا اس نے سجدہ عبادت سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ سجدہ محبت سے انکار کیا تھا (سامعین بے شک، بے شک، بے شک) داغ سجدہ تو بنا، مشتاق نظامی کہتے ہیں:

داغ سجدہ تو بنا داغ محبت نہ بنا

داغ سجدہ تو بنا ارے صاحب! ایک وقت کی خدا نہ کرے اللہ نہ کرے توفیق نہ ملی، نماز نہ پڑھی، لیکن نمازی بننے کے لیے تنہائی میں کہیں بیٹھ گئے اور خوب رگڑا ماتھے کو، دس پانچ بیس پچیس بار، کچھ نہ کچھ تو نشان آ ہی جائے گا مان لو بڑے نمازی ہیں، ان کی تہجد بھی نہ چھوٹی، صائم الدہر اور قائم اللیل ہیں، رات رات بھر کھڑے ہو کر جو ہے پڑھتے ہیں اور دن دن بھر جو ہے روزہ رکھتے ہیں جی ہاں! لیکن اس میں دم نہیں ہوگا اس نشان ہے اور وہ جو نشان ہے وہ پیشانی پر ہوا وہ جو نشان ہے سجدے کا، سجدہ عبادت کا نشان، لیکن مشتاق نظامی کہتے ہیں، داغ سجدہ تو بنا، داغ سجدہ تو بنا، داغ محبت نہ بنا، داغ محبت یہاں نہیں بنتا ہے، محبت کے نقوش یہاں نہیں ابھرتے ہیں، محبت کے نقوش یہاں ابھرتے ہیں۔ (سامعین: بے شک) محبت کے نقوش یہاں ابھرتے ہیں (غالباً دل کی طرف اشارہ کیا ہوگا) اور پھر اس پر آتے اللہ اکبر وہاں سے جو ہے جب جمپ Jump لگاتے ہیں وہاں سے جب بڑھتے ہیں تو پھر اس پر آتے ہیں اور پھر دوسرے بھائیوں تک پہنچتے ہیں۔ درود پاک اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا شفیعنا و مولانا محمد و باریک وسلم۔ تب حضرت امام غزالی کی روح نے کہا آپ نے بھی ایک سوال کے تین جواب اپنے رب کی خدمت میں عرض کیے تھے، ارشاد فرماتے ہیں: روح غزالی بات

ایسی ہے کہ ہم نے جب یہ محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ نے سب سے پہلے ہمارے عصا کی خیرت پوچھی تو اس سلسلے میں ہم نے اپنی گفتگو کو طویل کر دیا، تاکہ جتنی بھی دیر تک ہم اپنے رب کے حضور میں رہ سکیں، تو کہا: ارے سرکار تو آپ اپنے رب کے حضور میں زیادہ سے زیادہ حاضر رہنا چاہتے تھے اور میں آپ کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ حاضر رہنا چاہتا تھا، اس لیے میں نے اپنے جو ہے کلام کو طول دیا۔ (سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ) آپ نے اس لیے ایک سوال کے تین جواب دیے اور میں نے اس لیے ایک سوال کے تین جواب دیے، تو بات کیا ہوئی تھی؟ میرے سرکار نے ارشاد فرمایا ہے: حدیث میں ہے: ”علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل“ میری امت کے علما ایسے ہیں جیسے انبیاء بنی اسرائیل، اس کی بہت ہی جو ہیں تفسیریں آتی ہیں یہ کاف جو تشبیہ کا ہے کیوں ہے؟ اس کی تفصیل جو ہے آپ کو بیان کرنا نہیں ہے بس وہی جناب موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا خیال مجھے آ گیا انھوں نے یہ کہا ہے علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل اور یہی کہہ کر فرمائش کی، کہ آپ نے کہا میری امت کے علما ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، لہذا جو ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ آپ کی امت کے علما میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں، جن کی وجہ سے سرکار نے فرمایا کہ وہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں، اس لیے روح غزالی کو پیش کیا۔ محمد بن محمد بن محمد غزالی بڑے زبردست فلسفی تھے، بڑے زبردست منطقی تھے، نری فلسفہ، نری منطق ہی میں ساری عمر گزر کر رہ گئی، بس ایک مرتبہ اللہ کو انقلاب لانا ہوتا ہے جب جو ہے ہیر پھیر کرنا ہوتا ہے، وہ تو اس کے ہاتھ میں اس کے قبضہ قدرت میں ہے، ہر جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے، اس جان کے سارے افعال، سارا کردار اور ساری حرکات جو ہے اس کے قبضہ قدرت میں ہے، اللہ اکبر! سب عجیب و غریب طریقے سے جو ہے ان کا رخ پھیرا یہ آج امام حمزہ الاسلام کہلاتے ہیں، آج امام حمزہ الاسلام کہلاتے ہیں، حجت ہیں اسلام کی امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ، معمرین کے امام ہیں، مفسرین کے امام ہیں، محدثین کے امام ہیں، خواب کی

تعبیر دینے والوں کے امام ہیں، فلاسفہ اور منطقیوں کے جو ہیں امام ہیں اللہ اکبر! ایک بار درود شریف: اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا شفیعنا و مولانا محمد و باریک وسلم۔ خواجہ تشریف لائے اپنے اپنے چاہنے والوں اور اپنے ساتھیوں اور اپنے درویشوں کی جو ہے قبریں بناتے ہوئے راستے میں تشریف لائے، وہاں سے طے کر کے چلے تھے، وہاں سے طے کر کے چلے تھے، یاد رکھو! ہمیشہ کہ افراد باطل کے زیادہ ہوتے ہیں، افراد جو ہیں یعنی نفری جسے کہتے ہیں گنتی، وہ باطل کی زیادہ ہوتی ہے اور باطل جب کبھی بھی آیا ہے حق کے مقابلے میں حق و باطل کی تاریخ اٹھا کر دیکھو، حق و باطل کی تاریخ اٹھا کر دیکھو اگر دیکھ سکتے ہو تو اس میں تمہیں قدم قدم میں یہی ملے گا کہ باطل جب کبھی حق کے مقابلے میں آتا ہے تو اپنی پوری طاقت کے ساتھ آتا ہے (سامعین: بے شک) جو کچھ بھی اس کے پاس ہے، جو کچھ بھی وہ بل دکھا سکتا ہے، جو کچھ بھی طاقت اکٹھا کر سکتا ہے، جو کچھ بھی فورس (Force) لاسکتا ہے اور پورے کے مقابلے میں آتا ہے، لیکن نفری، باطل کی ہوتی ہے زیادہ اور وزن جو ہے وہ بولو! (سامعین: حق کا) حق کا زیادہ ہوتا ہے، بس ایک مرتبہ، ایک مرتبہ دیکھو ایسا ہوتا ہے تم سوچ رہے ہو گے کہ آج جو ہو رہا ہے دیکھو ایسا ہی، میں مثال میں بتاؤں، درود پاک پڑھو: اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا شفیعنا و مولانا محمد و باریک وسلم۔ جس وقت سورج نکل رہا ہوتا ہے، آج تو سورج نکل چکا، اوپر آسمان پر چڑھ رہا ہے، کل اس کا تجربہ کر لینا جس وقت نکل رہا ہو یہ اس میں سے، آنکھ گڑونا، خوب دیکھ سکو گے بہت چیزوں کا چہرہ دیکھ سکو گے، کیوں کہ ابھی اس پر کچھ غبارات ہیں، کچھ بخارات ہیں، اٹھ رہا ہے، ابھی نکلا ہے، ابھی طلوع ہوا ہے مشرق میں، شہنشاہ خاور، یہ شہنشاہ مشرق، اس نے اپنا مکھڑا دکھایا ہے، ابھی نقاب اٹھائی ہے، ذرا دیکھو تو سہی، ذرا آگے ہوتا تو کیا ہے، بس تھوڑی دیر میں، ایک مرتبہ جب اس کی وہ نورانی اور تیز کرنیں جو ہیں اور تیز ہوتی ہیں تو وہ سارے بخارات چھپ جاتے ہیں، وہ سارے بخارات اور سارے

غبارات سب جو ہیں بالکل ایسے ہو جاتے جیسے صابن میں سے سب داغ نکل جاتا ہے اور جیسے چشمے میں سے شیشے میں سے جو ہے نظر جو ہے پار ہو جاتی ہے، ایسے وہ فنا ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد سورج ہی سورج ہوتا ہے۔ بولو بھائی! کیا آپ میں سے کسی میں ہمت ہے بڑے سے بڑے آنکھ والے میں، بڑے سے بڑے نوجوان میں کہ سورج سے ذرا آنکھ ملا لے (سامعین: نہیں) اور اگر حماقت سے ملائے گا تو کیا نتیجہ ہوگا، سورج کا کچھ بگڑے گا (سامعین: نہیں) سورج کا کچھ خرچ ہوگا (سامعین: نہیں) اپنی آنکھیں چلی جائیں گی، اللہ محفوظ رکھے، تب صاحب جو ہے کبھی ایسا ہوتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے ہمیں کہ باطل جو ہے وہ ہم پر جو ہے سبقت لے گیا لیکن یاد رکھو ہمیشہ ”قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا“ (بنی اسرائیل: ۸۱) آپ کہہ دیجیے، سچائی آئی اور باطل بھاگا اور باطل تو ہمیشہ کا بھگوڑا ہے (سامعین: بے شک، بے شک) باطل کی قسمت ہی پر بھاگنا لکھا ہوا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ لہذا اپنے دلوں کو چھوٹا نہیں کرنا ہے، ہاں ایک بات میں برابر کہتا چلا آ رہا ہوں، چاہے خواجہ کا یوم خواجہ ہو، یا یوم غوث اعظم ہو یا یوم رسول اکرم ہو، اللہ اکبر! یا یوم صدیق ہو یا کوئی سا عرس و محفل ہو، میں ہمیشہ کہتا آ رہا ہوں اور ہمیشہ یہی بتاتا چلا آ رہا ہوں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم میں فرمایا: ”الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ“ (الانعام: ۸۲) وہ جو ایمان لاتے ہیں اور پھر اپنے ایمانوں پر ظلم و زیادتی کی ملوثی نہیں کرتے، ایسے ظلم و زیادتی کی ملوثی و امتزاج نہیں ہوتا، اور سن لو ایک بات کہ حدیث نے فرمایا: ”البادی اظلم“ یہی قانون وقت کہتا ہے، یہی فوج داری کا قانون کہتا ہے جو پہل کرے گا وہ زیادہ جو ہے مجرم ہے قانون کی نگاہ میں (سامعین: بے شک) جو پہل کرے گا وہی زیادہ جو ہے مجرم ٹھہرے گا۔ جو شروع کرے گا کسی ظلم، کسی فتنہ کو وہی جو ہے زیادہ مجرم ٹھہرے گا، لہذا جب کبھی بھی جو ہے ایسے ماحول سے واسطہ پڑے، میرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، میرے ہی رسول نہیں ہیں وہ سب کے رسول ہیں، جنہوں نے ان کو رسول مانا

ہے ان کے بھی رسول ہیں اور جنھوں نے ان کے رسول ہونے سے انکار کیا ہے ان کے بھی جو ہیں رسول ہیں (سامعین: بے شک، بے شک) اللہ اکبر! ان کے بھی رسول ہیں، (سامعین: بے شک) ایک آتا ہے، ایک آتا ہے جو ان کو رسول نہیں مانتا تھا، ہاتھ میں اس کے وہ جانور ہے، جس کا نام ہے ”گُوہ“ سنا ہوگا ”گُوہ“ کی کھال (سامعین: مضبوط) بڑی مضبوط ہوتی ہے صاحب، اللہ اکبر! دادا جوتے پہنے تو صاحب کہیں پالش کرانے کی نوبت آئے پوتے کے سال میں۔ اتنی چمک دمک گُوہ کی کھال کہلاتی ہے، بڑی مضبوط ترین کھال ہوتی ہے، وہ گُوہ اس کے ہاتھ میں زندہ گُوہ تھی، سرور عالم ﷺ کی نظر اعرابی یعنی دیہاتی پر پڑی، تو اس دیہاتی نے کہا محمد (ﷺ) (سامعین: ﷺ) یہ گُوہ جو میرے ہاتھ میں ہے جسے عربی میں ”ضَب“ کہتے ہیں، کیا کہتے ہیں (سامعین: ضَب) ہاں! دال، بے، زبر ”دَب“ نہیں، (سامعین: ضَب) ضا د ہے، ضا د، +ب = ”ضَب“ جو ”ولا الضالین“ میں جو ”غیر المغمضوب علیہم“ میں ہے، ضا د، ”ضَب“ ضَب کہتے ہیں، کا ہے کو کہتے ہیں (سامعین: گُوہ کو) گُوہ کو کہتے ہیں۔ اچھا صاحب تو اس نے کہا، اس دیہاتی نے، کہ اگر یہ گُوہ ابی دے دے تمہاری کہ تم خدا کے رسول ہو، تم سچے ہو، تو میں ابھی تم پر ایمان لے آتا ہوں، سرکار نے خطاب فرمایا، اب اس اعرابی سے کوئی بات نہیں کی، ان دیہاتی گاؤں کے رہنے والے سے کچھ نہیں کہا، فرمایا: ”ایہا الضَب“ اے گُوہ! ایں، جیسے ہم آپ کو پکاریں، ہمارا نام، آپ کا نام لے کر، یا آپ کے کسی عہدے سے، آپ کے کسی پوسٹ سے ہم آپ کا نام لے کر آپ کو پکاریں آپ ہمیں پکاریں تو ہم جی ہاں یس سر! کہتے ہیں کہ نہیں کہتے (سامعین: جی، جی) فرماتے ہیں ”ایہا الضَب“ اے گُوہ، عرض کرتی ہے لبیک و سعدیک یا رسول اللہ (سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ) ایں (سامعین: سبحان اللہ) جیسے آج ہمارے حاجی جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ چلن کی اوٹ سے کسی نے ذرا سی جھلک دکھائی ہے اور یہ سارے دیوانے جو ہیں بڑھے ہوئے چلے جا رہے ہیں لبیک و سعدیک اللہم لبیک و سعدیک اللہم لبیک و

سعدیک۔ کسی نے بلایا ہے، کوئی بلا رہا ہے اور چلا جا رہا ہوں۔ کوئی، کوئی بلا رہا ہے، چلا جا رہا ہوں میں۔ اللہ اکبر! تو ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ضَب، یہ بتا کہ میں کون ہوں؟ اور تیرا مالک کون ہے؟ کہا مالک میرا وہ ہے جو آپ کا مالک ہے، میرا خالق وہی ہے جو آپ کا خالق ہے (سامعین: واہ، واہ) آپ خدا کے رسول ہیں اللہ اکبر! وہ فوراً گر پڑتے ہیں قدموں کے اوپر، اور قدموں پر گر کر جو ہے وہ اعرابی ایمان لے آتا (سامعین سے رونے کی آواز) وہ اعرابی ایمان لے آتا ہے۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ اس کے بھی رسول ہیں جو انھیں نہیں مانتے تھے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم (سامعین: بے شک) ان کی مکی زندگی اور ان کی مدنی زندگی دونوں ہمارے سامنے ہے، کاش! کہ ہم رسول کی سیرت سے جو ہے فائدہ اٹھاتے رسول کی سیرت کا مطالعہ کرتے (کیسٹ میں آواز نہیں ہے) ہماری جتنی بھی اس وقت کی جو بھی مادی طاقتیں ہیں، وہ بظاہر بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں ہمارے ان حضرات اسلاف کرام سے، ان کے پاس کیا پیسہ نہیں تھا ان کے پاس بڑے بڑے محل نہیں تھے ان کے پاس نوکر چاکر نہیں تھے ان کے پاس یہ لونڈی غلام نہیں تھے اور ان کے پاس اشرفیاں اور ہیرے نہیں تھے لیکن ایک بہت بڑی چیز تھی کیا قرآن فرماتا ہے ”وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ“ اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے، اللہ پر بھروسے کی طاقت جو ہے وہ بہت بڑی چیز ہے اور اگر آپ سب پوچھتے ہیں تو وہی سب سے بڑا حربہ تھا، وہی سب سے بڑی طاقت تھی، وہی سب سے بڑا ہتھیار تھا ہوگا بھی! ہمارا رب اللہ ہے جب تک جو ہے وہ نہیں چاہے گا اس وقت تک جو ہے وہ کبھی موت ہم کو نہیں آئے گی، کبھی موت ہم کو نہیں چھوئے گی، اور جب وہ چاہ لے گا تو کوئی بچانے والا بچا نہیں پائے گا۔ درود شریف اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آل سیدنا شفیعنا و مولانا محمد وبارک وسلم۔ بہت لمبی چوڑی بات کرنا نہیں ہے، آج یوم خواجہ ہے لہذا ہم یہاں سے یہ عہد کر کے اٹھیں۔ پہلی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے دین و ایمان پر مضبوطی سے قائم رہیں گے۔ وہ اثاثہ اور وہ



ترکہ جو ہمیں اپنے بزرگوں سے ملا ہے اپنے مورثوں سے ملا ہے، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کو ہم دانتوں سے جو ہے پکڑ کر رکھیں گے اور اس کے بعد دوسری بات جو ہے وہ یہ ہے کہ کسی حالت میں بھی کچھ بھی ہو ہم اپنے ہوش و حواس کو خیر آباد نہیں کہیں گے، اپنے ہوش و حواس پر جو ہے اپنا کنٹرول رکھیں گے، جذبات میں آکر کبھی کوئی ایسا کام جو ہے نہیں کریں گے جس سے خدا نہ خواستہ اپنی بھی عافیت تنگ ہو اور اپنے والوں کی بھی عافیت تنگ ہو اور تیسری یہ بھی میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے ہاتھ سے جو ہے ہم کوئی اقدام کسی کے ساتھ کوئی ایسا اقدام جو قانون وقت کی نگاہوں میں جو ہے جرم ہو، اس کے بھی کرنے سے ہم جو ہے جہاں تک بھی ہم سے ممکن ہوگا برداشت کریں گے جیسا کہ ہم برداشت کرتے چلے آئے ہیں، صبر سے کام لیں گے لیکن کبھی ایسی ویسی کوئی بات نہیں کریں گے جو ہمارا بھی نام جو ہے معاذ اللہ بلیک لیسٹ (Black List) میں جو ہے لکھ جائے، بولو بھئی! بلیک لیسٹ کا نام تو سنا ہوگا؟ (سامعین: ہاں) بلیک لیسٹ میں نام لکھ جائے اللہ تبارک و تعالیٰ ارے میاں یہاں خدا نہ خواستہ نہ بھی لکھا لیکن اگر کسی پر ظلماً ہاتھ اٹھایا تو وہاں کی لسٹ میں نام لکھ جائے گا (سامعین: بے شک) وہاں لسٹڈ (Listed) ہو جاؤ گے، اللہ اکبر! اور پھر اس لسٹ میں سے نام کاٹنے والا پھر کوئی نہیں ہے (سامعین: بے شک) یہاں تو نام کٹ جاتے ہیں، یہاں تو نہ جانے کیا کیا ہو جاتا ہے، اس دنیا میں نہ جانے جو ہے کیا کیا ہو جاتا ہے اب تو منہ دیکھ کے، نام سن کے، فیصلے ہوتے ہیں صاحب (سامعین: جی) کچھری کورٹ میں انصاف تو عدل تو بہت بڑی چیز ہے، اب تو انصاف کے بھی لالے ہیں یار، عدل تو بہت بڑی چیز ہے، عدل تو یہ تھا اللہ اکبر! کہ اسلام کا وہ جنرل (General) اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین و بارک وسلم اللہ اکبر! فوج کا رسالہ کھڑا ہوا ہے، جار ہے ہیں مجاہدین، حضور والا صف بندی کر رہے ہیں، صف بندی کر رہے ہیں، اللہ اکبر! یہ سپہ سالار لشکر اسلام جیسے اسلام کی صف بندی کر رہا ہے ایک چھوٹی سی چھڑی میرے سرکار کے ہاتھ میں۔ آج بھی آپ دیکھتے ہیں کمانڈر

چیف (Cheif Commander) کے ہاتھ میں چھوٹی چھڑی ہوتی ہے، ہمارا چیف آرمی (Cheif army) اسلام جو ہے وہ گویا کہ لازم و ملزوم ہے اس وردی کے ساتھ چھڑی ہونا وہ ایک چھوٹی سی چٹھی ہوتی ہے اللہ اکبر! سرکار جو ہے اس سے جو ہے کہتے ہیں بھی تھوڑا سا تم آگے، تھوڑا سا تم پیچھے، بھی تو ڈسپلن میں آپائیں گے، بھی تو ایک لائن میں آپائیں گے ہاں، ایک پٹی جو ہے تب ہی تو ہو پائے گی جب ایک صف ملے ہوئے بیٹھے ہوں گے اس میں کسی صاحب کو ذرا سی وہ اچک کر کچھ لگ گئی ذرا سی سرکار کے ہاتھ سے وہ چٹھی سے سیدھا کر رہے تھے، لگ گئی انھوں نے فوراً فوراً کہا: العوض العوض یا رسول اللہ میں بدلہ چاہتا ہوں، بولو! کیا خیال ہے؟ کس سے کہہ رہے ہیں؟ کس سے کہہ رہے ہیں آپ العوض العوض؟ اللہ اکبر! کیا ان کے بھوؤں پر شکن پڑی اللہ کے رسول کی۔ فرمایا ٹھیک ہے، آؤ ہم تمہارے سامنے کھڑے ہیں، یہ چٹھی موجود ہے، تم اپنا بدلہ لے لو کہا: ایسے نہیں حضور، میرے تو بدن پر جبہ نہیں تھا، زرہ نہیں تھی، ننگا بدن تھا اوپر کا، جب حضور کی چٹھی میرے لگی فرمایا اچھا ٹھہر واپنا کرتا مبارک اتار دیتے ہیں۔ بس دیوانوں کی طرح آگے بڑھ کر جو ہے مہر نبوت کو چوم لیتے ہیں (سامعین: سبحان اللہ) اور عرض کرتے ہیں اے حضور بدلہ لینا کس کو تھا، یہاں تو مہر نبوت کو بوسہ دینا تھا۔ (سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ، نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، خاندان برکات، خولجہ کا ہندوستان)۔ اب آپ کو معلوم ہے اللہ اکبر! کہ یہ کتابوں میں لکھی ہوئی باتیں رہ گئیں ہیں کہ ہم جیسے دوچار جو ہیں، وہ اب رہ گئے ہیں، اپنی چل رہی ہے گاڑی جب تک چلا رہے ہیں اور کچھ آپ کے کانوں میں باتیں پڑ جاتی ہیں، ورنہ اب کوئی ڈالنے والا بھی یہاں نہیں ملے گا۔ باتوں کا بتانے والا بھی کوئی نہیں ملے گا۔ یہ تھا عدل، یہ ہے عدل فرماتا ہے ”إِعْدِلُوا - وَلَوْ كَانَتْ ذَا قُرْبَىٰ“ عدل کرو! اے ایمان والو! عدل سے کام لو، گو وہ اس کی چپیٹ میں تمہارا کوئی خونی رشتہ دار ہی کیوں نہ آتا ہو، جس سے تمہارا اپنا ریلیشن (Relation) ہو (سامعین: سبحان اللہ) بولو! آج ہوتا ہے کچھ ایس (سامعین: نہیں) یہ بڑی بڑی لمبی چوڑی باتیں کرنے

والے یہ آج کل کے جو ہیں ارباب حل و عقد، بہت لمبی باتیں کرتے ہیں جب صف جوڑ کر بیٹھتے ہیں، اور اس کے بعد پھر کیا ہوتا ہے وہی وکیل صاحب زیادہ جانتے درود پاک پڑھ لو! اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا شفیعنا و مولانا محمد و باریک وسلم۔

خواجه نے ہمیں ایک راستہ بتا دیا خواجه نے ایک ڈگر جو ہے ہم کو دے دی کہ کبھی بھی تمہارا سر جو ہے وہ کسی کے سامنے نہیں جھکے گا ان شاء اللہ، اللہ چاہے گا اگر اللہ کے رسول کے بل بوتے پر کسی بات کی قسم کھا لو تو وہ فرماتا ہے کہ: میں اپنے بندے کے ساتھ وہی برتاؤ فرماتا ہوں جس کی وہ مجھ سے امید رکھتا ہے (سامعین: بے شک، سبحان اللہ، سبحان اللہ) آیا کچھ سمجھ میں، اور ان خرقہ پوشوں پہ جو گدڑی پوش ہیں یہ بظاہر جن کے گھڑے لگی ہوتی ہیں۔ حضرات اولیائے کرام کی، ان کے دامنوں میں اپنے آپ کو چھپا لو خواجه کے دامنوں میں اپنے آپ کو چھپا لو، غوث اعظم کے دامنوں میں اپنے آپ کو چھپا لو، یعنی دامنوں میں چھپانے کا مطلب یہ ہے وہ کردار تمہارا ہونا چاہیے، وہ گفتار تمہاری ہونا چاہیے، گفتار ہو تو وہ جو گفتار غوث اعظم کو پسند ہے، کردار ہو وہ جو خواجه اعظم کو پسند ہے، انشاء اللہ تعالیٰ تو وہ اپنے دامنِ رحمت میں جب تمہیں چھپالیں گے، اور جب ان کے دامنِ رحمت میں چھپے ہو گے تو میرے سرکار مولانا حسن میاں فرماتے ہیں کہ ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی۔ نعت کا شعر ہے۔

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی ارے وہ کس کو ملے جو تیرے دامن میں چھپا ہو (سامعین: سبحان اللہ، سبحان اللہ) وہ کس کو ملے جو تیرے دامن میں چھپا ہو۔ بس مجھے یہی بات جو ہے عرض کرنا ہے اور پھر کل تو ان شاء اللہ تعالیٰ جمعہ ہے اور جو کوئی بھی زندہ رہا آپ سے ملاقات ہوگی، جو کچھ ہم عرض کرتے ہیں جس نیچ اور جس اسلوب سے ہم اپنے مخصوص انداز کے مطابق جو کچھ بھی بتاتے ہیں وہ آپ کو معلوم ہی ہے اور اسی کے مطابق جو ہے کل بھی ہوگا، چلو اب کھڑے ہو جاؤ صلاۃ و سلام.....

## گوشہ مضامین

ارشادات و نصائح حضور نوری میاں

خانوادہ برکات: خدمات جلیلہ کے آئینے میں

اہل سنت و جماعت کی شیرازہ بندی میں خانقاہ برکاتیہ کا کردار

خاندان برکات اور خانوادہ قادریہ بدایوں

خاندان برکات اور خانوادہ رضا کے روحانی رشتے

فیضان مارہرہ مطہرہ اور دامن جامعہ اشرفیہ

پیرخانے کی کہانی مرید کی زبانی

جامعہ البرکات کا دس سالہ سفر

## ارشادات و نصائح حضور نوری میاں

(تلخیص: سراج العوارف فی الوصایا والمعارف)

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری، الجمع الاسلامی، مبارک پور

جانشین خاتم الاکابر، نور العارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ خاندان برکات کے بڑے بابرکت اور صاحب فیض بزرگ گزرے ہیں، انھیں چشم و چراغ خاندان برکات تک کہا گیا۔ خاتم الاکابر، حضور سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کے نبیرہ تھے اور حضرت سید شاہ ظہور حسن علیہ الرحمہ کے صاحب زادے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے آپ سے بھی روحانی فیض اور خلافت کی سند حاصل کی، شہزادہ اعلیٰ حضرت، سرکار مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ کو براہ راست آپ سے بیعت و خلافت حاصل ہوئی۔

حضور نوری میاں صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۱۹ شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء بروز پنج شنبہ ہوئی۔ تاریخی نام مظہر علی اور لقب میاں صاحب ہے۔ بچپن ہی سے فیض روحانی کی طلب میں لگ گئے تھے، اور جد امجد خاتم الاکابر کی توجہات نے آپ کو روحانی منازل طے کرائے۔ خانقاہ برکاتیہ اور سلسلہ برکاتیہ کے فیوض و برکات کو آپ نے خوب خوب عام کیا، مجاہدہ و ریاضت میں یکتاے روزگار تھے۔ اصلاح باطن کا جوہر آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ روحانی مجاہدات میں اوقات گزارنے کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ دی۔ آپ کی بعض تصانیف پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تقریظات بھی ہیں اور اعلیٰ

حضرت نے آپ کی شان میں منقبت کے اشعار بھی کہے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین      سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین  
وارستہ پائے بستہ دام ابوالحسین      آزاد نار سے ہے غلام ابوالحسین  
بوے کباب سوختہ آتی ہے مے کشو      چھلکا شراب چشت سے جام ابوالحسین

(حدائق بخشش)

ماہ سیما ہے احمد نوری      مہر جلوہ ہے احمد نوری  
نور والا ہے احمد نوری      نور والا ہے احمد نوری  
رشد و ارشاد کا ترے سر پر      آج طرہ ہے احمد نوری  
گل بغداد کی مہک میں بسا      بھینا بھینا ہے احمد نوری  
نور احمد مجھے بھی چمکادے      نام تیرا ہے احمد نوری  
اتنا کہہ دے رضا ہمارا ہے      پار بیڑا ہے احمد نوری  
(مشرقستان قدس)

”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“ آپ کی بڑی پر نور تصنیف ہے۔ تصوف و سلوک اور اصلاح باطن کے تعلق سے بڑے قیمتی ارشادات اس کتاب میں منضبط ہیں۔ انسان کی اسلامی زندگی کے لیے جو باتیں ضروری ہیں سرکاری نور میاں نے حسن اختصار کے ساتھ اس میں پرودیا ہے۔ اصل کتاب فارسی میں تھی، اس کا سب سے پہلے اردو میں ترجمہ حضرت مفتی محمد خلیل خاں برکاتی مارہروی نے کیا پھر اس کا دوسرا سلیس ترجمہ جانشین احسن العلماء حضرت امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے۔ اول ترجمہ مکتبہ جام نور، دہلی سے اور دوسرا الجمع المصباحی، مبارک پور سے شائع ہو کر قارئین کی روحانی پیاس بجھا رہا ہے۔ مگر ڈھائی سو صفحات پر پھیلی ہوئی اس کتاب کا مطالعہ ہر ایک کے لیے مشکل ہے اور اس کے بعض مباحث بھی اذق ہیں، اس لیے ناچیز راقم الحروف نے اس کی تلخیص پیش کرنے

کی سعادت حاصل کی ہے، شاید یہ سعی سرکار نور میں قبول ہو کر باعث نجات ہو جائے۔  
**تمام فرائض سے اہم فرض:**

تمام فرائض سے اہم اور اول فرض یہ ہے کہ ہر مسلمان کے عقیدے مذہب مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق ہوں کہ حق انھیں میں منحصر ہے اور تمام اولیاء کرام، اکمل الاولیاء سیدنا صدیق اکبر اور امام الاولیاء سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر اس وقت تک اور اس وقت سے لے کر حضرت امام مہدی بلکہ ان کے بعد کے دور تک، اسی مذہب پر قائم و ثابت قدم رہے اور اسی پر گامزن رہیں گے اور کیوں نہ ہو جب کہ حدیث شریف میں فرمایا کہ ”جس نے جماعت مسلمین کو ایک بالشت بھر چھوڑا اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار دیا“

بے ادب بے نصیب ہیں، جو اپنی نفسانی خواہشات کے باعث جماعت اہل سنت و جماعت سے خلاف کرتے ہیں، اور پھر لطف یہ کہ اپنی نادانی سے سنیت کا دم بھرتے ہیں، اور طرفہ تماشایہ کہ اپنے معانوں اور حاشیہ برداروں پر یہ واضح کرتے ہیں کہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی راہ و روش وہی ہے جس پر ہم ہیں۔ مسلمان یاد رکھیں کہ ان کی کتابوں، کتابوں کے دیباچوں اور تقریروں میں جو مواد، مضامین علمائے اہل سنت کی موافقت میں ملتے ہیں وہ سب تقیہ اور زمانہ سازی پر محمول ہیں، اس لیے کہ ان کی خلوتوں اور تنہائیوں میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ان کے دعوؤں کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ کہنا چاہیے کہ ان کا طور طریق بالکل منافقوں جیسا ہے جو آغاز اسلام میں ان کا رہا، اور ہم عزت و جلال خداوندی کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم، ہمارے مشائخ اور تمام ہی اولیاء کرام ظاہر و باطن میں، خلوت و جلوت (کھلے چھپے) ہر حالت میں مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہے ہیں، اسی پر قائم ہیں اور اسی پر ان شاء اللہ تعالیٰ قائم و ثابت قدم رہیں گے۔ اسی پر ہم زندہ رہے اور اسی پر وفات پائیں گے، اور اسی پر بروز حشر اٹھائے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص ہماری اور ان کی نسبت اس کے برخلاف

کہتا ہے وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) اور مفتری ہے۔ ہم اور ہمارے مشائخ اور تمام اولیاء الہی دنیا و آخرت میں اس سے اور اس کے افترا (بہتان طرازی) سے بے زار، بے زار، بے زار اور ہزار بار بے زار ہیں۔ جو موجود ہیں وہ غیر موجودین تک یہ بات پہنچادیں۔ (سراج العواف)

یہاں حضور سید شاہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمہ نے اجمالاً مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے، آپ کی عقائد اہل سنت و جماعت کے بیان میں ایک کتاب ہے ”العسل المصفی“ جو عام فہم بھی ہے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے بلکہ اس کو طبع کروا کر مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہیے، تاکہ مسلمان عقائد میں پختہ ہوں اور گمراہوں کی گمراہی سے بچیں۔

### دوسرا اہم فرض:

دوسرا فرض یہ ہے کہ تمام اعمال جوارح (اعضا کے اعمال) کونیکوں کے اکتساب، شریعت کے اتباع اور سنت نبویہ کی اقتدا کا آئینہ دار بنائیں اور یقین مانیں کہ ہر وہ روش جو اس راہ سے مخالف اور دور دور ہے، لا واللہ ہرگز خدا کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی جانب لے جانے والی ہے۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کایں راہ کہ می روی بہ ترکستان ست محال ست سعدی کہ راہ صفا تو اس رفت جز در پے مصطفیٰ اے خانہ بدوش گنوار! مجھے قوی اندیشہ ہے کہ تو کعبہ تک نہیں پہنچ پائے گا، اس لیے کہ تو جو راہ چل رہا ہے وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ ترکستان کی طرف جاری ہے۔ اے سعدی یہ بات محال و ناممکن ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیے بغیر ستھر راستہ تو چل سکے۔

ہاں! کچھ ایسے بھی خدا ناک ترس انسان موجود ہیں جو شیطان کے اغوا (گمراہ گردی) کا شکار ہو کر بے باکانہ جرأت اختیار کرتے اور شریعت مطہرہ کو فضول اور بے

ضرورت سمجھنے لگتے ہیں، ان کا گمان فاسدیہ ہے کہ حقیقت، خلاف شریعت ہے یا یہ کہ شریعت وصول (پہنچنے) کا آلہ و ذریعہ ہے اور آدمی جب واصل ہو گیا اور حق تک پہنچ گیا تو اب شریعت کی کیا حاجت؟

ایسی ناپاک ذہنیتوں کا جواب، اس جواب سے بہتر نہیں دیا جاسکتا جو حضرت سیدنا وسید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، آپ سے کہا گیا کہ ایک گروہ یہاں ایسا ہے جو کہتا ہے کہ شریعت منزل تک پہنچنے کے لیے ایک راستہ ہے اور ہم جب منزل تک پہنچ چکے، اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟ اس پر آپ نے فرمایا، جہاں تک پہنچنے کا تعلق ہے وہ سچ کہتے ہیں یعنی واقعی پہنچ گئے لیکن کہاں تک جہنم تک پہنچ گئے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

**تیسرا فرض:**

تیسرا فرض ہے، قلب و باطن کا رذیل عادتوں سے متخلیٰ یعنی خالی اور جمال باطن کا اخلاق جمیلہ کے زیورات سے متخلیٰ یعنی آراستہ ہونا۔

جب کہ ناواقف و بدفہم سمجھتا ہے کہ جب ہم نے نماز روزہ وغیرہ (فرائض و واجبات) ادا کر لیا تو شریعت کے احکام کی تعمیل (بجا آوری) ہو گئی اور یہ نہیں جانتا کہ شریعت مطہرہ نے جس طرح نماز روزے کو فرض اور ریادزنا کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح اخلاص و تواضع، وفا و صفا (تقویٰ و طہارت) اور اخلاق فاضلہ کو فرض اور ریاد نکبر، عہد شکنی و بدباطنی وغیرہ عادات رذیلہ کو حرام ٹھہرایا ہے، تو ان اخلاق حسنہ اور عادات قبیحہ سے واقف ہونا اور بحکم شریعت ان پر عمل پیرا رہنا یہ بھی شریعت کا جزو اعظم اور اتباع شریعت ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اول قسم کے اعمال کا تعلق جو ارح اور انسان کے اعضاے بدنی سے ہے اور دوسری قسم کے احوال کا تعلق انسان کے باطن سے ہے، تو جب تک ان دونوں کی شریعت کے تازیانے سے سرزنش نہ کرو گے تمہیں حق نہیں کہ اتباع شریعت کا دعویٰ کر سکو۔ (سراج العوارف)

**چوتھا فریضہ:**

چوتھا فریضہ یہ ہے کہ اپنے دل کو شرک خفی کے آثار سے دور رکھا ہے۔ یہی تمام مرادوں کی مراد، اسی مقصد اعظم کے حصول کے لیے صوفیوں نے ایک راہ مقرر کی ہے جس کا نام سلوک ہے اور یہی راستہ منزل تک پہنچاتا ہے، اسی کا نام تصوف ہے۔

شرک خفی کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا: اللشرك اخفى من ديب النمل “ (شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ باریک اور پوشیدہ ہے) (سراج العوارف)

اور شرک خفی میں بڑا نام ریا کا ہے۔ اس سے بچنے کی پوری کوشش ہونی چاہیے۔ بڑے متقی اور صاحبان علم اس میدان میں شکست کھاتے نظر آتے ہیں اور یہیں سے رضاے الہی کا امتحان ہوتا ہے کہ بندہ جو کچھ بھی کرتا ہے محض رضاے خداوندی کے لیے کرتا ہے یا بندگان خدا کو دکھانے اور خوش کرنے کے لیے۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

مذکورہ بالا چوتھے ارشاد کے بعد حضور نوری میاں علیہ الرحمة والرضوان ایک نہایت ہی جامع نصیحت یوں رقم فرماتے ہیں۔

الغرض! تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت مطہرہ تمام ہی علوم کو محیط و شامل ہے اور ہر وہ چیز جو اس کے احاطے سے خارج ہے، وہ بالیقین مذموم و باطل ہے۔ آزاد پسند، آوارہ گرد اور نفس و شیطان کے قید و بند میں گرفتار بے راہوں نے نعرے لگانے، بد خوئی سے پیش آنے، سر کے بال کمر تک بڑھانے، داڑھی منڈوانے، ریشم پہننے، مزامیر پر قوالیاں سننے اور فاحشہ عورتوں کے ناچ دیکھنے کو راہ سلوک قرار دیا ہے اور احکام شرع کا مذاق اڑانے، علمائے شریعت کی تحقیر اور ان سے دشمنی کرنے، حلول و اتحاد پر اعتقاد رکھنے اور ”انی انالہ“ (کہ میں ہی اللہ ہوں) کے نعرے لگانے کو کمال تصوف کا نام دیا ہے۔

بوقت صبح شود بھجو روز معلومت

کہ باکہ باخته عشق در شب دیبجور

(صبح قیامت کو روز روشن کی طرح یہ بات تجھ پر عیاں ہو جائے گی کہ رات کے اندھیرے میں یعنی دنیا میں کس سے عشق بازی کی تھی) (سراج العوارف: ۲۵، مترجم جام نور دہلی)

### نصیحت و وصیت کی تابشیں:

حضور نوری میاں سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب ”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“ میں بڑے قیمتی نصائح اور ضروری وصایا سپرد قلم فرمائے ہیں۔ ذیل میں انھیں جواہر عالیہ سے چند قیمتی موتی انتخاب و اختصار کے ساتھ ہدیہ قارئین و نذر تحنین کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ رب عزوجل ناچیز ناقل حروف اور احباب طریقت و اصحاب محبت کو ان نصائح پر عمل کرنے کی اور کار بند رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

### مذہب اہل سنت پر ثابت قدم رہیں:

ایمان و اسلام کو قبول کرنے کے بعد مذہب اہل سنت و جماعت پر ثابت قدم رہیں اور حنفی مسلک و قادری مشرب کے مطابق اپنا ظاہر و باطن آراستہ و پیراستہ رکھیں یعنی بالفاظ دیگر اپنا ظاہر شریعت غرا (روشن و تاب ناک شریعت) کے موافق اور باطن طریقت عالیہ کے مطابق بنائیں، شریعت میں امام اعظم ابوحنیفہ کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد رہیں اور طریقت میں حضور پر نور حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبع و فرماں بردار بنیں، تمام احکام اسلام کی تعمیل و پیروی اپنے اوپر فرض جانیں، علما، فقرا کا ادب ملحوظ رکھیں۔

نماز پنج گانہ کے لیے مسجد کی حاضری اور نماز باجماعت اختیار کریں، خصوصاً والدین اور اپنے شیخ طریقت اور علوم دینیہ کے اساتذہ اور ان کی اولاد کی خدمت گزاری میں کوشش کرتے رہیں۔ اپنے شیخ طریقت کو اپنے زمانے کے تمام مشائخ سے اپنے حق میں برتر و بالا جانیں، اپنے آپ کو تمام مخلوقات الہی سے ذلیل و بے قدر

سمجھیں اور ہمیشہ ہمیشہ تواضع پسند اور منکسر المزاج رہیں۔ (سراج العوارف، لمعہ اولیٰ) اپنے شیخ طریقت سے متعلق حضور نوری میاں کی یہ وصیت و نصیحت قابل توجہ ہے۔ جب تک اپنے شیخ طریقت کو اپنے حق میں سب سے بلند و بالا نہ سمجھے گا مدارج سلوک پر پہنچنا اور سلسلے کے فیوض و برکات سے متمتع ہونا مشکل ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ بات بھی بہت زیادہ لائق توجہ ہے کہ یہ حکم مسترشد کے لیے اس کے حق میں ہے نہ کہ ہر ایک کے حق میں۔ آج کل مشربی تعصبات زیادہ تر اسی وجہ سے جنم لیتے ہیں کہ مرید لوگ اپنے شیخ کو علی الاطلاق سب پر فوقیت دیتے اور ہر ایک کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ بھی اس کے شیخ کو جملہ مشائخ زمانہ پر فوقیت دے، اور بعض پیر بننے والے حضرات بھی اس قول کا مطلب نہیں سمجھتے اور اپنے مریدین کو اس غلط بات پر شہ دیتے رہتے ہیں اور فتنہ و فساد کا بازار گرم رکھتے ہیں تاکہ ان کی پیروی مریدی چلے اور جیب گرم ہوتی رہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے غلط تصورات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

### پیر کیسا ہو؟

شریعت محمدیہ کی جملہ اقوال و افعال میں اتباع اور احکام طریقت کی بجا آوری کے بعد ایسے پیر کے ہاتھ پر بیعت ہوں جس میں یہ تین شرطیں خوب اچھی طرح دیکھ لیں:

- ۱- وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہو۔
  - ۲- شریعت مطہرہ کے احکام پر کار بند ہو۔
  - ۳- اس کا مسلک بھی صحیح ہو، یعنی اسلام میں مذہب اہل سنت و جماعت کا پابند ہو۔
- بظاہر شریعت کا اتباع کرتا ہو اور طریقت میں کسی ایسے شیخ کا مرید ہو جس کا سلسلہ صحیح و ثابت ہو۔ یہ نہ ہو کہ کسی ارادت و بیعت اور خلافت کے بغیر خود بخود بلا اجازت شیخ دوسروں کو مرید کر کے اور لوگوں کو فریب دے کر اپنے ارادت مندوں میں پروتا ہو۔

الہی ہمیں ہمارے اعمال کی شامت سے بچا۔ (آمین)

لہذا خوب واضح رہے کہ ایسے شیخ کے ہاتھ پر، جو ان شرائط پر پورا اترتا ہو۔ بیعت کے بعد اس کے پاس حاضر رہ کر، کچھ روز قیام کریں اور مجاہدہ باطن کی طرف متوجہ ہوں پھر اس راہ کی طرف حصول نسبت بلکہ منصب خلافت پانے کے بعد بھی ہمیشہ ہمیش یاد الہی میں مشغول رہیں اور خدا سے بجز خدا کچھ اور طلب نہ کریں کہ جب خدا مل گیا تو خودائی ہاتھ آگئی، ہر چیز مل گئی، اس لیے کہ ماسوی اللہ کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے وہی ہے یعنی تنہا وہی ہے (کہ وجود اسی کے لیے ہے باقی سب ظلال و پرتو) ”الا کل شیء ما خلا اللہ باطل“ (سنن ابواللہ کے سوا جو کچھ ہے سب بے کار ہے، باطل ہے) پھر اس سے اس کے غیر کی طلب بے فائدہ و لا حاصل ہے۔ تو ایک لمحہ ایک آن، مولیٰ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہیں اور ایک سانس بھی بیکار نہ جانے دیں اور خود کو یاد الہی میں (اس طرح) مشغول رکھیں کہ کسی اور کام کی فرصت ہی نہ پائیں۔

(سراج العوارف، لمحہ اولی)

حتی الامکان جہاں تک بس چلے اپنے خاندان کے شیخ کی غلامی نہ چھوڑیں اور اپنے پیر کے علاوہ ان کے ہم سر، ہم عصر پیروں سے سروکار اس باب میں نہ رکھیں۔ جب تو ایک پیر کے ہاتھ پر (جو جامع شرائط ہے) بیعت کر لی تو دوسرے پیر کی طرف نظریں نہ دوڑا، تاکہ تو ہر جائی نہ مشہور ہو جائے ”الا ماشاء اللہ“ (کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں) یہ وصیت اگرچہ باعتبار عموم الفاظ عام ہے لیکن اس کا خصوصی تعلق درگاہ مارہرہ شریف کے خاندان برکات کی اولاد سے ہے۔

(سراج العوارف - ص: ۲۹ مترجم)

### تحصیل علم دین کی تاکید:

بقدر ضرورت کتاب و سنت سے علم دین کی تحصیل میں پوری پوری جدوجہد کریں، اور اس فریضے کو دوسرے تمام امور پر مقدم رکھیں۔ اس سے فراغت پا کر پھر طریقہ باطنی یعنی سلوک تصوف کے میدان میں قدم رکھیں۔ اس لیے کہ جاہل صوفی اور ناواقف عبادت گزار، شیطان کا مسخرہ (مذاق) ہے اور ناکارہ اور ناقابل قبول۔

اس کے علاوہ درجات کی ترقی، مراتب کی بلندی اور نکات کی دریافت اس راہ میں صرف عالم دین کو حاصل ہوتی ہے۔ جاہل کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور وہ جلوہ سامانی اور نکتہ بینی کہ صاحب علم سا لک کو میسر آتی ہے، کسی بے علم کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ ہاں مشیت ایزدی شامل حال ہو اور مولا تعالیٰ اسے اپنے فضل سے نواز کر، کسی مرتبہ اعلیٰ تک پہنچا دے اور کسی صاحب علم کا ہم مرتبہ وہم پایہ بنادے تو یہ محال و ناممکن تو نہیں البتہ اس کا وقوع بہت نادر ہے، اور نادر معدوم کی مانند ہے۔

(سراج العوارف - ص: ۳۰)

### اولیائے الہی میں سے اگر کوئی نظر آئے:

اولیائے الہی میں سے اگر کوئی نظر آئے تو تمہارا دست عقیدت ہو اور اس کا دامن۔ اس کے ساتھ نیاز مندی سے پیش آئیں، اور اس کی خدمت کو دارین کی سعادت جانیں، لیکن اس مقام پر اپنا قدم پوری پوری ہوشیاری اور ممکن آگاہی کے بعد اٹھائیں، اس لیے کہ اس دور میں کام کی اصلیت مفقود (غائب) ہے اور ظاہری ہم جنسی موجود۔ کسی کی چرب زبانی اور شیریں بیانی پر فریفتہ نہ ہوں کہ اللہ والے ہر دور میں کبریت احمر (سرخ گندھک) سے زیادہ نایاب ہوتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے دام فریب میں گرفتار ہو جائیں۔ لہذا گوشہ عافیت میں بیٹھ کر عبادت الہی میں مشغول رہیں اور آنے جانے والے کی حسبِ مقدرت اگرچہ جو کی روٹی ہی میسر آئے تو اضع و خدمت کریں، سائل کو حتی المقدور محروم نہ لوٹائیں اور اپنے ذاتی کام کے لیے کسی دنیا دار کی چا پلوسی، خوشامد نہ کریں، نہ اس کی ہاں میں ہاں ملائیں، کارساز حقیقی ہی کام بناتا ہے۔ دوسرے کی ایسی حاجت پیش آجائے خصوصاً اپنے دینی و یقینی بھائیوں کی تو ظاہر داری کے طریقے مثلاً خوشامد وغیرہ کو عمل میں لائیں اور اپنی مقدرت بھر (طاقت بھر) حتی الامکان اس میں کوشاں رہیں، اگرچہ اس میں اپنا نقصان اور ضرر ہو، اسے پس پشت نہ ڈالیں کہ حکم یوں ہی ہے، اور اے میرے بھائیو! اس کام میں تم پر کوئی وبال و عتاب نہ ہوگا۔ (یعنی دوسروں کے لیے مانگنے میں تم پر کچھ مواخذہ نہیں)

## زمانہ حال کے محکموں سے روگردانی:

آیت کریمہ: ”اطيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ“ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو) کے معنی پر مطلع اور واقف ہونے کے بعد اپنی خصوصیتوں (جھگڑوں) کی اصلاح اور مقدمات کے تنازع کو نبٹانے کے لیے زمانہ حال کے محکموں کی طرف رجوع نہ ہوں، بلکہ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت کی طرف رجوع ہوں اور اپنے تنازع ان کی بارگاہوں میں پیش کریں جیسا کہ دوسری آیت میں آیا۔ ”فردوہ الی اللہ“

عقیدے میں تصلب کی تعلیم:

اپنے دین و عقائد حقہ پر ایسے سخت اور مضبوط رہیں کہ دوسرے متعصب سمجھیں اس لیے کہ دین حق میں تصلب (سختی) مقبولیت کی علامت ہے اور محمود و پسندیدہ اور دین باطل میں غلو بدعتی کی نشانی اور مذموم و ناپسندیدہ ہے۔

## جامع نصیحتوں کے پھول:

- ۱۔ فقر و مساکین سے انس و محبت اختیار کریں۔
- ۲۔ دنیا دار امر اور اہل دولت سے دور بھاگیں اور ان سے پرہیز کریں۔
- ۳۔ فاسقوں، فاجروں اور بے باک کافروں مشرکوں سے خود کو دور رکھیں۔
- ۴۔ نیز غیر مسلموں اور شرک پسندوں سے دور بھاگیں کہ بری صحبت مقناطیس اور لوہے کی مانند ہے۔ یعنی بری صحبت بد سیرتوں کو اس طرح کھینچتی ہے جیسے مقناطیس لوہے کو۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ

(آل عمران: ۳-۲۸)

(ایمان والے مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں)

اس آیت کریمہ پر ہمیشہ عمل پیرا رہیں تاکہ ہلاکت کے کھنور سے نجات پائیں۔

۵۔ دنیاوی حاکموں بادشاہوں اور فرماں رواؤں سے اگرچہ نیک عادل ہوں دور دور رہیں اس لیے کہ فقیروں کا دولت مندوں سے اختلاط وہم نشینی مہلک زہر کے مانند ہے، اس کا ایک گھونٹ بھی ہلاک و تباہ اور عارف کے دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔

برادر عزیز!

اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا فرمائی مگر روز پیدائش سے کبھی اس کی طرف نہ دیکھا لہذا مخلوق خدا پر بھی اپنے خالق کی فرماں برداری لازم ہے۔ دنیا سے دل نہ لگائیں اور بالکل اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ دنیا داروں سے خلط ملط نہ رکھیں اور ان سے مانوس نہ ہوں مگر اسی قدر کہ حق تعالیٰ کے لیے ہو اور شریعت محمدیہ اس کی اجازت دے تو ایسی حاجت شرعیہ کے وقت بقدر حاجت معاملہ رواجائیں کہ یہ دنیا داری نہیں۔

یہ ایسے ہی ہے کہ غربا و مساکین کے لیے مال کا روک لینا یا سفر حج کے انتظام اور حقوق اللہ کی ادائیگی مثلاً زکوٰۃ وغیرہ میں دینے یا حقوق العباد مثلاً اہل و عیال کے نفقہ اور ذوی القربی (قریبی لوگوں) اور یتیموں مسکینوں کی مالی امداد یا خود اپنے قابل قلیل تر خوارک کے لیے مال جمع کرنا کہ یہ فرض ہے اور کہیں واجب، کہیں مستحب اور کہیں موافق سنت، یہ ہرگز دنیا داری نہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

چہست دنیا از خدا غافل بدن

نے قماش و نفرہ و فرزند و زن

(دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل رہنا نہ گھر کا ساز و سامان نہ چاندی نہ اہل و عیال) القصۃ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں غفلت و تساہل نہ برتیں کہ یہی غفلت عین دنیا ہے اور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ، لہذا اس سے ہمیشہ نفرت ہی چاہیے۔

## خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک:

خلق خدا کو تکلیف نہ پہنچائیں تاکہ خود ایدانہ پائیں، یعنی خلق خدا کو تکلیف دینے کا انجام خود ہی برا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے ”الراحمون یرحمہم



الرحمن، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء“  
رحم کرنے والوں پر خدائے رحمن رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر وہ رحم فرمائے گا جس کی حکومت آسمان میں ہے۔ (ابوداؤد - ترمذی)  
”ارجوا ترحموا“ تم اوروں پر رحم کرو دوسرے تم پر رحم کریں گے۔

تمام عزیز واقارب، یتامی و مساکین اور غریب الوطن اشخاص، زن و فرزند بلکہ ہر صاحب ایمان اہل اسلام مرد و عورت کے حقوق جیسا کہ خدا و رسول نے مقرر فرمائے ہیں ان کی نگہداشت اور ان کے ساتھ احسان و مدارات کا سلوک کریں۔ خود کو پسندیدہ اخلاق مثلاً محبت و اخلاص موافقت و مروت وغیرہ سے آراستہ کریں، اور بری عادتوں مثلاً بغض و عناد، نفاق و دورخی، غرور و تکبر، کذب و زنا اور لواطت جیسی بے ہودہ حرکتوں سے اپنا دامن پاک صاف رکھیں تاکہ صفات ملکوتی آشکارا ہوں اور حیوانی بہیمی اور شیطانی خصلتیں زائل و ناپید۔

گناہ صغیرہ و کبیرہ سے پرہیز کریں اور صغیرہ پر اصرار سے بچیں کہ گناہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ بن جاتا ہے۔

نیز دین میں نوپید بدعتوں سے کہ اصول شرع کے خلاف ہوں بچتے رہیں کہ ایسی بدعتوں میں ملوث رہنے والے فاسق سے بھی بدتر ہیں ان کے پیچھے نماز حلال نہیں۔ عرس میں تلاوت قرآن کریم و قراءت حدیث، درود شریف اور کلمہ طیبہ کے ورد اور ذکر الہی کے علاوہ کوئی اور چیز بدعات سیئہ سے نہ ہونی چاہیے اور جیسا کہ اب ہمارے زمانے میں بدعات رواج پا رہی ہیں ایسی کوئی چیز ہرگز نہ کریں۔ مثلاً بے غرض و فضول روشنی کی کثرت، آتش بلندی اور ناجائز وغیرہ مشروع مزامیر اور قوالوں کا اہتمام خصوصاً جب کہ سننے والے نااہل ہوں، اس کو ہرگز ہرگز روانہ رکھیں۔ اسی طرح دوسرے بے جا صنفوں سے بحکم قرآنی:

”کلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المفسرفین“

(کھاؤ پیا اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک وہ فضول خرچ کرنے والوں

کو محبوب نہیں رکھتا) اعراض کریں اور جس چیز کی شرعاً اجازت نہیں انھیں یک لخت چھوڑ دیں۔

### نماز اور اوراد و وظائف:

خانقاہ و درگاہ کے اوراد و وظائف، تلاوت قرآن مجید اور قراءت درود شریف خصوصاً دلائل الخیرات و حصن حصین و حرز یمانی، حزب البحر، اسمائے الربعین و دعائے بخ و غیرہ کو خاندان برکات کے معمولات کے مطابق ہمیشہ کے لیے اپنا معمول بنائیں۔ مسجد کی حاضری ترک نہ کریں اور پنج گانہ نمازیں باجماعت ادا کریں اور ذکر و شغل اور مراقبہ وغیرہ پر کاربند رہیں، اور خاندان برکات کو ہرگز پس پشت نہ ڈالیں۔ اپنا ظاہر شریعت مطہرہ کے موافق اور اپنا باطن صوفیہ کرام کی مانند بنائیں اور ہرگز ہرگز نماز باجماعت اور رمضان المبارک کے روزے ناغہ نہ کریں اور بلا عذر شرعی انھیں نہ چھوڑیں۔

### مشائخ کا احترام، اکابر کے ساتھ حسن سلوک:

☆ اپنے شیخ طریقت کی تعظیم و تکریم بلکہ شیخ کی اولاد، ان کے بھائیوں، قرابت داروں، غلاموں، خدمت گاروں اور ان کے ہم وطنوں کا احترام و اکرام اپنے اوپر لازم جائیں۔

☆ اسی طرح اپنے والدین اور اساتذہ سے پیش آئیں، حتی الامکان ان سے احسان کا سلوک کریں اور اپنے حق میں ان سے دعائیں لیں۔ یوں ہی جو عمر، علم و عمل میں اپنے سے بڑا ہو اس سے آگے نہ چلیں جب تک کہ کوئی ضرورت نہ ہو مثلاً نماز باجماعت کی تکبیر اولیٰ جاتی ہو تو اجازت ہے۔

☆ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے قریب اور گناہ و نافرمانی سے دور رہیں۔ خصوصاً غیبت، یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنے کے گناہ سے پوری طرح پرہیز کریں کہ یہ بدترین گناہ ہے اور اس کے لیے سخت تر وعید ہیں۔

## مطالعہ کتب کی عادت ڈالیں:

حدیث، تفسیر اور فقہ و اصول اور تصوف و سلوک وغیرہ شرعی علوم کی کتابوں کے مطالعہ کو اپنی عادت بنائیں، ان سے مناسبت پیدا کریں اور اپنے روز و شب کے اکثر اوقات کو ان میں مصروف رکھیں، شریعت و طریقت میں اپنے آپ کو محض مقلد سمجھیں اور ان دونوں دل پذیر طریقوں میں اپنے دعویٰ اجتہاد سے دور سے دور تر رہیں۔

## غوث اعظم کی غلامی نہ چھوڑیں:

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غلامی کسی نہج پر نہ چھوڑیں کہ سات پشت سے مارہرہ شریف کا یہ خاندان برکات حضرت غوثیت مآب کے خاندان سے نسبت غلامی رکھتا ہے اور ہم سب غوث اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ کے پروردہ اور موروثی غلام ہیں اور حضور غوثیت مآب کو تمام اولیاء اللہ کا صدر نشین و پیشوا مانتے ہیں، اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء اللہ پر خواہ وہ سابقین میں ہوں یا معاصرین میں، حاضرین میں ہوں خواہ غائبین میں ایک گونہ فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے۔ قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ (سراج العوارف، لمعہ اولیٰ)

اس کی پوری اور شان دار بحث کتاب مستطاب ”سراج العوارف شریف“ میں دیکھی جائے، اس سلسلے میں جو اعتراضات ہیں کتاب مذکور میں ان کے جوابات بھی ہیں۔

یہ کتاب مبارک لمعات سبعہ (سات تابشوں) یعنی سات نورانی اسباق پر مشتمل ہے۔ اب تک صرف لمعہ اولیٰ کی تلخیص پیش ہو سکی۔ قلت صفحات کی غرض سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ مزید تابشوں کی تلخیص بھی آئندہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

## خانوادہ برکات: خدمات جلیلہ کے آئینے میں

(حضرت شاہ برکات اللہ قدس سرہ سے زمانہ حال تک)

ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی

خانوادہ برکات کا نسلی و نسبی تعلق سادات زیدیہ سے ہے، اس لیے اس میں سادات کرام کی سبھی خاندانی و نسلی خصوصیات کا ہونا ناگزیر ہے، پھر یہ خانوادہ سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک ہے، اس لیے اس کا نور علی نور ہونا بھی یقینی ہے۔ تمام افراد خانوادہ خصوصاً صاحبان سجادہ ان تمام خوبیوں کے حامل رہے ہیں، جو معیاری اور مثالی ہیں۔ علم و عمل ہو یا تحریر و تقریر، تقویٰ و پرہیزگاری ہو یا رشد و ہدایت اور تبلیغ و ترسیل کے فرائض، انسان دوستی، دردمندی اور خدمت خلق کے جذبات اس خانوادہ کے افراد، خصوصاً صاحبان سجادہ میں قدرے مشترک رہے ہیں۔

ان سب کی تفصیلات ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہیں۔ یوں بھی حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز سے قبل کے بزرگوں میں بھی بہت سے نفوس قدسیہ رشد و ہدایت کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور صاحبان قلم و کتاب بھی ہوئے ہیں اور انھوں نے ایسا علمی سرمایہ چھوڑا ہے جو سرمایہ افتخار ہے۔

درس و تدریس کے سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے قبل تعلیمی اداروں اور تعلیم گاہوں کا ایسا رواج نہ تھا جیسا ۱۸۵۷ء

کے انقلاب کے بعد شروع ہوا۔ اس دور میں دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت کے لیے مدارس قائم کیے گئے اور جدید یا مغربی تعلیم کے فروغ کے لیے اسکول، کالج کا قیام لازمی ہوا۔ اس سے قبل علما و صوفیا مساجد اور خانقاہوں میں ہی درس و تدریس کا نظم کرتے تھے اور طالبان علم اور خصوصاً صاحبزادگان و جانشین سجادہ کوزیور علم سے آراستہ کرتے تھے تاکہ وہ آئندہ اپنے فرائض منصبی کو بحسن و خوبی ادا کر سکیں۔

موجودہ دور کے حالات اور عصری تقاضوں کے پیش نظر خانقاہ برکاتیہ کے صاحبان سجادہ نے جدید طرز کی تعلیم گاہوں اور ادارہ سازی کی طرف توجہ کی ہے اور ”البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی“ کے زیر اہتمام، تعلیم کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں اور اس میدان میں سعی بلیغ فرما رہے ہیں جو نہ صرف لائق صد ستائش بلکہ قابل تقلید بھی ہے۔ خدا کرے کہ عدم تقلید کے علم بردار، دعوے دار بھی کم سے کم اس میدان میں ان کی تقلید کر ہی لیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ علمی و قلمی اور تعلیمی میدانوں میں اس خانوادے کی خدمات ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہیں اور ایک مقالہ اس کی حد بندی نہیں کر سکتا، اس لیے صرف حضرت شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے اب تک کی جانے والی خدمات جلیلہ کا ایک اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے۔

#### ۱- حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ العزیز: (۱۰۷۰ھ-۱۱۴۲ھ)

سلطان العاشقین، حضرت سیدنا صاحب البرکات قدس سرہ العزیز اس خانوادے کے گلہائے سرسبد میں ہیں، اسی لیے آپ کے بعد یہ خانوادہ اور سلسلہ آپ سے منسوب ہو کر برکاتی کہلاتا ہے۔ علم و عمل، تقویٰ و پرہیزگاری اور رشد و ہدایت کے تو آپ آفتاب و مہتاب تھے ہی، آپ کی تحریری و قلمی خدمات بھی لائق صد ستائش ہیں۔ آپ کثیر المطالعہ تھے۔ قرآن و حدیث و فقہ، منطق و فلسفہ اور تصوف کے علاوہ آپ نے عربی، فارسی اور سنسکرت کے کلاسیکی ادب کا بھی عمیق مطالعہ کیا تھا۔ گیتا، اپنیشد اور ہندو فلسفہ پر آپ کی گہری نظر تھی۔ تصنیف و تالیف اور شعر گوئی کی صلاحیت

خداداد تھی۔ عربی، فارسی کے علاوہ آپ نے مقامی زبانوں ہندی، برج اور اودھی میں بھی اشعار کہے ہیں۔ ان باتوں کی شہادت پروفیسر مسعود حسین خاں اپنی مشہور کتاب ”مقدمہ تاریخ زبان اردو“ میں اس طرح دیتے ہیں:

”عہد عالمگیر کے مشہور مصنف سید شاہ برکت اللہ بھٹی مارہروی کو ہندی، فارسی اور عربی پر کامل عبور تھا۔ تصوف سے لبریز انسانیت کے پیغام کو انھوں نے دوہوں اور کبتوں کے ذریعہ پہنچایا۔“

آپ کی تحریری و قلمی خدمات کی شاہد آپ کی درج ذیل تصانیف ہیں۔

#### ۱- رسالہ چار انواع:

فارسی میں تحریر ۱۸ صفحات پر مشتمل یہ مختصر رسالہ ہے جس میں سچے صوفی کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ یہ چار ابواب میں منقسم ہے۔ پہلے باب میں صوفی کے روزے، نماز، حج اور زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ دوسرے میں طعام و منام اور گفتگو و ملاقات کا تذکرہ ہے۔ تیسرے میں سماعت، بصارت، سخاوت، قلت کلام اور خاموشی اختیار کرنے کا ذکر ہے۔ چوتھے اور آخری باب میں درویش، فقیر، عوام و خواص، عابد و سالک اور کامل جیسی اصطلاحات کی متصوفانہ تشریح ہے۔ آخر میں صاحبزادگان اور جانشینوں کے لیے مفید پند و نصائح ہیں۔

اس رسالہ کا اردو ترجمہ پروفیسر سید محمد امین اور شریف احمد خاں صاحب کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے جسے ۱۹۸۸ء میں کراچی سے شائع کیا گیا۔

#### ۲- رسالہ سوال و جواب:

اس مختصر رسالے میں سوال و جواب کی شکل میں مسائل تصوف کی تشریح کی گئی ہے۔ عوام کو مخاطب بنایا گیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مارہرہ شریف کی خانقاہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

#### ۳- عوارف ہندی:

اس کے دو نسخے پائے جاتے ہیں۔ ایک خانقاہ مارہرہ مطہرہ میں ہے اور دوسرا

خدا بخش لائبریری، پٹنہ میں ہے۔ پٹنہ کا نسخہ ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مقامی محاورات و ضرب الامثال کی عارفانہ انداز میں تشریح کی گئی ہے۔

۴- دیوان عشقی:

حضرت والا واردات قلبی کا اظہار جب فارسی اشعار کی صورت میں کرتے تھے تو عشقی تخلص اختیار فرماتے تھے۔ ان کا کلام، عارفانہ اسرار و رموز اور متصوفانہ افکار و نظریات کی ترجمانی کرتا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بھی خانقاہ شریف میں موجود ہے۔

۵- ترجیح بند:

یہ ایک مخصوص صنف سخن ہے جس میں شاعر واردت قلبی کا اظہار کرتا ہے حضرت والا کا ترجیح بند بھی قلمی صورت میں خانقاہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۶- مثنوی ریاض العاشقین:

۵۰۱/ اشعار پر مشتمل یہ مثنوی رعنائی خیال اور قلمی مصوری کا شاہ کار ہے۔ تمثیلات کے ذریعہ طالب عشق کو منزل مقصود کا پتہ دیا گیا ہے۔

۷- سیم پرکاش:-

(۱۱۰۹ھ/ ۱۶۹۸ء) حضرت والا برج بھاشا میں بھی پتہ تخلص کے ساتھ دوہوں اور کبتوں کی صورت میں واردات قلبی کا اظہار فرماتے تھے۔ عشق حقیقی کی مختلف کیفیات اور تصوف کے اسرار و رموز کو شعری پیکر میں ڈھالا گیا ہے۔ حضرت امین ملت کے مطابق یہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں دوسو چھ دوہے (اشعار) ہیں۔ دوسرے حصے میں ایک سو بارہ کبت (نظمیں) ہیں۔ تیسرے اور آخری حصے میں پانچ ریتختے اور دس دوہے ہیں۔ اس مجموعے کو پنڈت لکھی دھردہلوی نے مرتب کر کے ۱۹۴۳ء میں زیور طبع سے آراستہ بھی کرایا تھا۔ اس کے قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔

سلاست و سادگی کے ساتھ محاسن شعری کا خاص خیال رکھا گیا۔ حمد و نعت و منقبت

پر مشتمل یہ کلام تقریباً تین سو سال بعد بھی تروتازہ اور اسی لذت و کیفیت کا حامل ہے جو اس دور میں محسوس کی گئی ہوگی۔

۸- وصیت نامہ:

حضرت والا نے اپنے آخری وقت میں صاحبزادگان و صاحب سجادہ کو مفید وصال و نصائح فرمائے تھے جو تحریری شکل میں خانقاہ عالیہ کے ذخیرہ کتب میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اپنی تالیف ”بہترین کملا کی وصیتیں“ میں انہیں شامل کیا ہے۔

حضرت موصوف کی ان تصانیف کے علاوہ چند اور رسائل بھی پائے جاتے ہیں جیسے: ”بیاض باطن، بیاض ظاہر، رسالہ تفسیر سورہ فاتحہ، روائح، واردات التوحید، ارشاد السالکین، عقائد صوفیاء، رسالہ معمول، اشارہ ہندی“ وغیرہ، ان میں سے بیش تر قلمی صورت میں موجود ہیں۔

۲- حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ: (۱۱۳۱ھ-۱۱۹۸ھ)

حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ صاحب علم و فضل، کثیر المطالعہ اور ذخیرہ کتب کے بڑے شائق تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی کتب خانے میں تقریباً ۱۶ ہزار کتب جمع کی تھیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی تصنیفات کو بہت پسند فرماتے تھے اور طلبہ کو ان کا درس بھی دیتے تھے۔ خود بھی صاحب تصنیف و تالیف تھے، کاشف الاستار، فیض الکلمات، مثنوی الفاتیہ، قصیدہ گوہر بار کے علاوہ متعدد بیاضیں، اعمال و اوراد و اشغال پر مشتمل تحریر فرمائیں۔ ایک مختصر رسالہ بسلسلہ عقائد بھی تحریر فرمایا تھا۔ عینی تخلص کے ساتھ فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ اکثر تصنیفات قلمی صورت میں خانقاہ کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

۳- حضرت سید شاہ محمد حقانی قدس سرہ: (۱۱۴۵ھ-۱۲۱۰ھ)

آپ حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ جملہ علوم سے غیر معمولی شغف تھا، نیز تعمیرات کا بڑا ذوق تھا۔ خانقاہ برکاتیہ کی اکثر

عمارتیں آپ ہی کے ذوق تعمیر کا نتیجہ ہیں۔ تاحیات مجرور ہے۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر قرآن بزبان اردو بنام ”عنایت رسول کی“ خاصے کی چیز ہے۔ لباب الاخبار کا ترجمہ ”نعت رسول کی“ کے عنوان سے کیا۔

حضرت امین ملت نے مفتی محمد ارشاد ساحل شہر امی کی معاونت سے اسے تفسیر حقانی، کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

۴- حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ: (۱۱۶۰ھ-۱۲۳۵ھ)

آپ حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ حصول علم کا بڑا ذوق تھا۔ جملہ علوم پر آپ کو اچھی دسترس حاصل تھی۔ طب یونانی میں بھی بڑا درک تھا۔ تصنیف و تالیف کی طرف کم توجہ رہی۔ پھر بھی ”آئین احمدی“ کے نام سے ۳۴ یا ساٹھ جلدوں میں ہر علم و فن کا خلاصہ مرتب کرایا تھا۔ ان کی بیشتر جلدیں ضائع ہو گئی ہیں۔ چند خانقاہ کے کتب خانے میں اب بھی مخطوطے کی شکل میں موجود ہیں۔

”آداب السالکین“ کے عنوان سے آپ کی ایک تصنیف مطبوع شکل میں بھی موجود ہے۔ اس کے دو اردو ترجمے ہوئے ہیں۔ پہلا ترجمہ حضرت تاج العلماء قدس سرہ کے قلم سے ہے جو ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا تھا۔ اب جدید تقاضوں کے پیش نظر اور زبان و بیان کے موجودہ طرز و اسلوب کے مطابق اس کا دوسرا ترجمہ حضرت امین ملت نے کیا ہے جو ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ یہ کانپور اور کراچی سے کئی بار شائع ہو چکا ہے۔

اس کا موضوع نام ہی سے ظاہر ہے۔ یہ سالکین کے لیے ایک ہدایت نامہ ہے کہ انھیں کس طرح اپنے شب و روز گزارنے چاہئیں۔ یہ مختصر رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مختصراً بارہ آداب بتائے گئے ہیں اور فنانی الشیخ، فنانی الرسول اور پھر فنانی اللہ کے منازل کی تشریح ہے۔ دوسرے باب میں شب و روز کے آداب اور ذکر و فکر کی ترتیب ہے۔ تیسرے اور آخری باب میں ذکر و شغل اور حضوری قلب کے فوائد بتائے گئے ہیں۔

۵- حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ: (۱۲۵۵ھ-۱۳۲۴ھ)

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے بہت اہم بزرگوں میں سے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے آپ کی شان اقدس کے متعلق کہا ہے.....

”برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین

سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین“

آپ کو جملہ علوم و فنون پر کامل عبور حاصل تھا۔ اور ادونوائف بھی کثرت سے معمولات میں شامل تھے۔ رشد و ہدایت اور صاحب سجادہ ہونے کے فرائض آپ کے تمام اوقات کار کو مصروف رکھتے تھے بایں ہمہ آپ نے بہت سی علمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

(۱) العسل المصفیٰ فی عقائد اباب سنتہ المصطفیٰ:

مختصراً سلیس اردو میں عقائد اہل سنت بیان فرمائے ہیں۔ یہ رسالہ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

(۲) سوال و جواب:

ایک سوال اور اس کے جواب کی صورت میں مسئلہ تفصیل پر شافی و کافی گفتگو فرمائی ہے۔

(۳) اشتہار نوری:

اس مختصر تحریر کے ذریعہ اہل ندوہ کی امداد و اعانت سے اہل سنت کو روکنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے مضمر اثرات کی نشانی دہی کی گئی ہے۔

(۴) تحقیق التراویح:

بیس رکعت تراویح کے اثبات میں یہ مختصر رسالہ تحریر کیا گیا ہے۔

(۵) دلیل الیقین من کلمات العارفین:

یہ رسالہ بھی تفضیل کے موضوع پر ہے اور حضرات شیخین کرام کی عظمت و فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

(۶) عقیدہ اہل سنت محاربین جمل و صفین و نھر وان:

موضوع نام سے ہی ظاہر ہے، اس میں جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نھر وان کے شرکاء کے متعلق اہل سنت کے افکار و آرا کو پیش کیا گیا ہے۔

(۷) لطائف طریقت کشف القلوب:

یہ رسالہ مبارکہ سلوک کی ابتدائی منازل کی نشان دہی کرتا ہے۔

(۸) النور والہواء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء:

عربی زبان میں تحریر یہ رسالہ احادیث کی اسناد سے بحث کرتا ہے نیز سلاسل اولیا اور ان کے پیش کردہ اوراد و وظائف کی نشان دہی کرتا ہے۔

(۹) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف:

بزرگان طریقت کے وصایا اور معارف کے گنجینہ کو یکجا کر کے اسے انتہائی مفید و نافع شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے دو اردو ترجمے ہوئے ہیں۔ پہلا ترجمہ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد خاں صاحب برکاتی مارہروی کا ہے جو متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ مکتبہ جام نور نے اسے ’شریعت و طریقت‘ کے نام سے شائع کیا ہے۔ دوسرا ترجمہ خود امین ملت مدظلہ نے کیا ہے۔ یہ بھی کانپور اور کراچی سے کئی بار شائع ہو چکا ہے اور زبان و بیان کے اعتبار سے نقش اول سے بہتر ہے۔

(۱۰) الجفر:

علم جفر کا ایک قاعدہ اردو زبان میں پیش کیا گیا ہے۔

(۱۱) النجوم:

علم نجوم پر مفید رسالہ ہے۔

(۱۲) تخیل نوری:

حضرت نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے عربی، فارسی اور اردو اشعار و واردات

قلبی کا مجموعہ ہے۔ تخیل نوری کے اردو کلام پر اس راقم آئٹم نے بھی خامہ فرسائی کی ہے جو اہل سنت کی آواز، اکتوبر ۲۰۰۳ء، میں ص ۲۸۸-۲۹۶ شائع ہوئی ہے۔

ان کے علاوہ اوراد و وظائف پر مشتمل تقریباً اتنے ہی رسائل اور بھی ہیں جو خاص اہل ذوق کی تسکین خاطر کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

۶- حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن ابوالقاسم قدس سرہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۷ھ)

علم دین کے وارث و امین تھے۔ دینی و علمی ذوق بھی بہت بلند تھا۔ اوائل عمر میں نہ کر سکے تو جوان الصمدی میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی تھی۔ مصروفیات کثیرہ کے باوجود علمی و قلمی کاموں کے لیے وقت نکال لیتے تھے اور عصری مسائل سے باخبر ہونے کے ساتھ ان پر اظہار خیال بھی فرماتے تھے۔ نام و نمود سے دور و نفور رہتے تھے اس لیے تصانیف دوسروں کو عطا فرمادیتے تھے جو ان کے نام سے شائع ہو جاتی تھیں۔ پھر بھی متعدد رسائل یادگار ہیں، جنہیں آپ کے بلند اقبال اور اہل علم و فضل صاحبزادے حضرت تاج العلماء نے شائع کیا تھا۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) مفاد و ضات طیبہ (۱۳۵۴ھ):

آپ نے اپنے دور کے اکابرین، علماء و صلحاء کے نام جو خطوط ارسال فرمائے تھے انہیں آپ کے صاحبزادے حضرت تاج العلماء نے مذکورہ عنوان سے مرتب کرا کے شائع کیا تھا۔ اس میں ۱۶۶ مکاتیب ہیں۔

(۲) گلدستہ چمنستان سنیت:

یہ آپ کے ان مختصر مضامین کا مجموعہ ہے جو عصری موضوعات پر مشتمل ہیں اور لاہور کے ”پیپہ اخبار“ میں نیز کچھ دوسرے اخبارات میں بھی شائع ہوئے تھے جیسے: ”آسانی“۔ ورعیان ہمدردی اسلام کی ”خیالی ترقی“۔ کیا محمدؐ کا لُج علی گڑھ باعث ترقی اسلام ہے؟۔ ”پیروان سرسید و ہمدردان محمدؐ کا لُج، کی خدمت میں ضروری عرض۔“ ”مجرد دعویٰ“۔ ”مسلمانوں کی افسوس ناک حالت،“۔ ”مسلمانوں کی ترقی کے اسباب کیا ہیں؟ کیا علی گڑھ یونیورسٹی کا قیام سبب ترقی اسلام ہے؟“۔ مسلمانوں کے

تنزل کے اسباب کے سوالات کے جواب، اسلام کی بزبان حال مسلمانوں سے شکایت، ”روح اسلام پر حمد“ انجمن خدام کعبہ وغیرہم۔ چونکہ یہ مضامین اخبارات کے لیے ہوتے تھے اور عموماً کسی رد عمل یا جواب میں ہوتے تھے اس لیے مختصر اور جامع ہوتے تھے۔ انھیں حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے یکجا کر کے اور ان پر مفید حواشی تحریر کر کے مطبع صبح صادق سینٹاپور سے طبع کرا کے دارالاشاعت برکاتی سے شائع کیا تھا۔

### (۳) کرامات سترے میاں قدس سرہ:

اس رسالہ میں حضرت سترے میاں قدس سرہ کے حالات و کرامات بیان کیے گئے ہیں۔

### (۴) رسالہ رد القضاء من الدعاء فی اعمال دفع الوباء:

اس رسالہ میں اس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ دعائیں قضا و قدر کے فیصلوں اور وباؤں و بلاؤں کو بھی ٹال دیتی ہیں۔

### (۵) مجموعہ سلاسل منظوم:

شجرہ ہائے سلسلہ کو منظوم فرمایا تھا اور اسے مذکورہ نام سے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔

### (۶) مجموعہ کلام:

کبھی کبھی نعت و مناقب میں بھی فکر فرماتے تھے اور واردات قلبی کا اظہار بصورت نظم کرتے تھے۔ اسے مجموعے کی شکل میں یکجا کیا گیا تھا۔

### (۷) رسالہ اعمال و تفسیر:

اپنے موضوع پر مختصر و جامع رسالہ ہے۔

آپ کو علوم دین کی ترویج و اشاعت کا بھی بڑا خیال رہتا تھا۔ آپ نے کوشش کر کے بہت سے لوگوں کو حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے پر راغب کیا اور دینی تعلیم کے حصول کا جذبہ پیدا کیا۔ ظاہری و باطنی اصلاح و تربیت کی سعی بلیغ فرمائی۔ ریاضت و مجاہدہ، تصلب فی الدین اور اتباع سنت میں اکابرین کے متبع تھے۔

### ۷- حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قدس سرہ: (۱۳۰۲ھ-۱۳۳۰ھ)

آپ حضرت سید شاہ محمد اسلمیل حسن ابوالقاسم قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ عین عالم جوانی میں صرف ۲۸ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہو گیا لیکن اس مختصر مدت میں ہی مطبوعہ شکل میں اور چند رسائل غیر مطبوعہ آپ کی یادگار ہیں۔

### (۱) عقائد نامہ منظوم:

(۱۳۲۲ھ) اس میں ۳۶۱ اشعار ہیں تمام ضروری عقائد کو سادہ و سلیس زبان اور انداز میں نظم کیا گیا ہے۔ ابتدائی اشعار اس طرح ہیں:

کرے حمد خالق کی اپنے بیاں زبان بشر میں یہ طاقت کہاں  
یہ مخلوق احقر فقیر و ذلیل وہ خالق قوی و غنی و جمیل  
ہمیشہ سے ہے اور رہے گا ہمیش پئے کچھ نہ کھائے نہ کم ہو نہ بیش  
آخری اشعار میں فرماتے ہیں۔

رسالہ عقائد کا کرتا ہوں ختم ترے ہاتھ ہے میری عقبیٰ میں شرم  
غنی تو ہے اور ہے کریم و قدیر ترے در پہ بیٹھا ہوا ہے فقیر  
کرم اور رحمت سے اس کو نواز تو منہم ہے قادر ہے اور بے نیاز  
اکثر اشعار بہت مؤثر، دل گداز اور صحیح عقائد کو ظاہر کرنے والے ہیں اسی لیے پڑھنے والا ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اختصار و ایجاز، سادگی و سلاست اور روانی و برجستگی ان کی اہم خصوصیات ہیں۔

### (۲) رسالہ مباحث امامت:

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے شائع ہوا تھا۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل اس رسالے میں چھ فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔ فصل اول امامت و اقتدار کی شرائط بیان کرتی ہے۔ دوسری فصل میں نماز پڑھنے اور پڑھانے کی تراکیب بیان کی گئی ہیں۔ تیسری فصل ان حضرات پر روشنی ڈالتی ہے جن کی امامت بہتر و اولیٰ ہے۔ چوتھی فصل میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کی اقتداء میں نماز بلا کراہت جائز و صحیح ہوتی ہے۔ پانچویں فصل ان ائمہ پر

روشنی ڈالتی ہے جن کی امامت نماز کو مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی بنادیتی ہے۔ چھٹی فصل میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جن کی اقتداء میں نماز ہر حال فاسد ہو جاتی ہے۔ خاتمے میں مساجد کی تعظیم و تکریم پر زور دیا گیا ہے۔

(۳) طرد المبتدعین عن مجلس المسلمین:

مختصر رسالہ ہے۔ اس میں احادیث و آیات اور صحابہ و تابعین و ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ارشادات سے یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ بد مذہب بے دین، مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھانے کے ہرگز اہل نہیں ان سے مجالس و عظ و اشاعت اسلام کی امیر کرنا مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچانا ہے۔

ان تین مطبوعہ کتب کے علاوہ آپ کی قلمی کاوشوں میں ایک مسدس بھی ہے جو مشہور نعت یا جیسی سیدی روحی فداک، یہ تضمین ہے، اس میں ۱۱ بند ہیں۔ بعض عصری معاملات و مسائل پر آپ نے بشکل مکتوب اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے مثلاً رد قادیانیت پر ایک طویل مضمون آپ نے خط کی صورت میں لکھا ہے اسی طرح کئی تحریریں دھرم پال آریہ کے رد میں اور کئی مکتوب حمایت دین مبین میں بھی پائے جاتے ہیں۔

اگر زندگی نے وفا کی ہوتی اور وقت نے مہلت دی ہوتی تو یقیناً آپ کی تحریری و علمی صلاحیت شاندار صورت میں سامنے آتی اور تبلیغ و اشاعت کے وہ کارہائے نمایاں ظہور میں آتے جو آپ کے نام و کام کو سلسلہ آل برکات میں مزید روشن و تابناک بناتے، بہر حال صرف اٹھائیس سال کی عمر میں ہی آپ نے جو کچھ کیا وہ لائق تحسین ہے۔

۸- حضرت سید شاہ اولاد در رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ (۱۳۰۹ھ-۱۳۷۵ھ)

”تاج العلما، مورخ خاندان برکات“

”تاج ولایت تاج العلما

آپ کا رتبہ اونچا محکم“

گلشن برکات کے سدا بہار پھولوں میں سے بہت نمایاں اور خوشبودار پھول

ہیں۔ آپ نے ۶۶ سال کی عمر میں گوں ناگوں قسم کی بیماریوں، پریشانیوں اور فرائض منصبی کی اہم ذمہ داریوں کے باوجود درجنوں علمی و تحریری یادگاریں چھوڑی ہیں۔ جنہوں نے انھیں ’تاج العلما اور مورخ خاندان برکات کے گراں بہا اور معزز خطابات کا حقدار بنایا۔ ان کے علمی کارنامے یقیناً ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہیں، یہاں اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

حضرت تاج العلما قدس سرہ کی علمی و قلمی خدمات:

حضرت تاج العلما قدس سرہ کی حیات مبارکہ گوں ناگوں مصروفیات کے ساتھ دینی، علمی، تبلیغی، سیاسی، سماجی اور اصلاح و تربیت کی خدمات سے عبارت تھی۔ انھوں نے اس دنیا میں بہت طویل عرصہ بھی نہیں گزارا۔ قمری حساب سے ان کی حیات ظاہری صرف ۶۶ سال اور شمسی حساب سے ۶۴ سال پر محیط رہی۔ بایں ہمہ انھوں نے کثیر علمی و قلمی نگارشات کا عطیہ بطور یادگار چھوڑا۔ شرف ملت سید محمد اشرف صاحب کے مطابق ”خاندان برکات میں شاید ہی کسی بزرگ نے ان سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہوں۔“ (اہلسنت کی آواز، ص ۹۸ / اکتوبر ۲۰۰۳ء) ان کی مصنفہ، مؤلفہ، مرتبہ اور مترجمہ کتب و رسائل کی تعداد تقریباً ۴۲۲ ہے۔ خود مصنف علام نے ”تاریخ خاندان برکات میں اپنی مصنفہ و مؤلفہ کتب کے نام دیئے ہیں اور ان کی تعداد ۳۳۳ بتائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تحریر کی بعد بھی آپ تقریباً ۴۶ سال تک حیات ظاہری میں اور اس عرصہ میں بھی تصنیف و تالیف کا شغل جاری رہا ہوگا۔ تحقیق کے مطابق آپ کی مصنفات و مؤلفات و مترجمات کی تعداد ۴۲۲ تو یقینی ہے۔ ان کے علاوہ آپ کی کتاب ”مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری“ کے آخر میں برکاتی دارالاشاعت کی مختصر فہرست کتب شائع کی گئی ہے۔ جن کے مصنفین کا نام نہیں دیا گیا ہے لیکن آثار و قرائن بتاتے ہیں کہ ان میں سے اکثر کے مصنف بھی حضرت تاج العلما ہی ہیں۔ ان کی تعداد ۹ ہے۔ اس طرح آپ کی مصنفہ و مؤلفہ کتب کی تعداد ۴۲۲ سے بھی زائد ہو جاتی ہے۔



آپ کے موضوعات بھی مختلف و متضاد ہیں۔ انھیں مذہبی و متصوفانہ، علمی و ادبی اور سیاسی و سماجی زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مذہبی کتب عقائد، مناظرہ، فقہ، تصوف، اخلاقیات وغیرہ پر ہیں علمی و ادبی کتب تاریخ و تذکرہ، ترجمہ، شعروادب، تنقید اور مکاتیب وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ سیاسی و سماجی کتب عصری موضوعات اور سیاست وقت کا احاطہ کرتی ہیں اور عصری موضوعات پر روشنی ڈالتے ہوئے قوم و ملت کی رہنمائی کے اصول و ضوابط بھی پیش کرتی ہیں۔ ان سب کا ایک اجمالی جائزہ پیش خدمت ہے۔

### ۱- مذہبی و متصوفانہ موضوعات پر کتب:

(۱) القول الصّحیح فی امتناع الکذب الصّحیح:۔ وہابی عقائد میں امکان کذب باری تعالیٰ بھی ایک عقیدہ ہے۔ ان کے خیال میں چونکہ اللہ ہر شے پر قادر ہے اس لیے اس کے جھوٹ بولنے کا بھی امکان ہے ورنہ اس کی قدرت کامل نہ ہوگی۔ برصغیر میں شاہ اسماعیل دہلوی نے غالباً پہلی بار اس کا کھل کر اظہار کیا۔ اس کے برعکس اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ ایک مسلمہ عیب و برائی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب و برائی سے پاک ہے اس لیے امکان کذب نہیں ہے اور اسے مانا جائے تو اس کی ہر بات مشکوک ہو جائے گی۔ حضرت والا نے اس کتاب میں اس عقیدے کی قباحت پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب عقائد و مناظرے پر مشتمل ہے۔

(۲) رسالہ مختصرہ در اثبات واجب الوجود:۔ یہ مختصر رسالہ اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے اور عقائد پر مشتمل ہے۔

(۳) بحث الاذان:۔ اذان کا بیرون مسجد ہونا ضروری ہے۔ دور رسالت و دور شیخین میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی۔ دور عثمانی میں آبادی اور کاروبار زندگی بڑھ جانے کی بنا پر جمعہ کے وقت میں ایک اذان ناکافی سمجھی گئی اس لیے ایک اور اذان کا اضافہ کیا گیا جو نہ صرف بیرون مسجد بلکہ آبادی اور بازار میں ہوتی تھی تاکہ لوگ اپنی مشغولیات میں منہمک رہنے کے

بجائے جمعہ کی نماز کے لیے وقت پر پہنچیں۔ بعد کے ادوار میں تساہل اور امر ا کی تن آسانی نے جمعہ کی دوسری اذان کو مسجد کے اندر اور خطیب کے محبہ کے سامنے شروع کر دیا۔

یہ سلسلہ صدیوں تک چلتا رہا۔ اعلیٰ حضرت نے سنت کے مطابق اذان ثانی کو بیرون مسجد شروع کرایا اور اس کی ضرورت و اہمیت کے فتاوے جاری کیے۔ علمائے بدایوں اور رامپور وغیرہ نے اس کی مخالفت کی۔ جلد ہی یہ بحث علمی و مذہبی بحث نہ رہ کر شخصیات کی انا کا سوال بن گئی اور مخالفت برائے مخالفت سے ہوتے ہوئے مقدمہ بازی تک پہنچ گئی۔ حضرت تاج العلماء نے علمائے بدایوں سے پڑھا تھا لیکن اس معاملہ میں حق پر اعلیٰ حضرت ہی تھے اس لیے انھوں نے کھل کر اعلیٰ حضرت کا ساتھ دیا، ان کے موقف کی تائید کی بلکہ اس کی حمایت میں یہ رسالہ تحریر کیا۔ یہ فقہ کے موضوع پر اور مناظرانہ انداز کا ہے۔

(۴) شانی جواب پر کافی ایرادات:۔ اذان ثانی کے مسئلہ پر بدایوں، رامپور وغیرہ کے علما اعلیٰ حضرت کے موقف کے مخالف تھے۔ انھوں نے اس موقف کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ حضرت والا نے ایک تردیدی کتابچے کا محاسبہ اس رسالہ میں کیا ہے۔ اس طرح یہ فقہ کے ساتھ بڑی حد تک مناظرانہ انداز کا ہے۔

(۵) بدایونی تحریر کے شانی جواب:۔ یہ رسالہ بھی بدایونی موقف کے برعکس اعلیٰ حضرت کے موقف کی حمایت میں ہے۔ بدایونی تحریر کا رد و جواب پیش کرتا ہے۔ اس طرح بڑی حد تک مناظرانہ نوعیت کا ہے۔

(۶) نماز پڑھنے اور پڑھانے کا طریقہ:۔ (۱۳۳۴ھ) کسی معتقد کی فرمائش پر آپ نے نماز پڑھنے اور امامت سے متعلق مسائل و طریقے کو آسان زبان میں تحریر فرمایا ہے۔ یہ رسالہ مسائل فقہ اور عبادات سے متعلق ہے۔

(۷) خیر الکلام فی مسائل الصیام: (۱۳۳۵ھ) رمضان، روزہ اور تراویح و اعتکاف سے متعلق مسائل پر مشتمل یہ رسالہ بھی فقہ اور عبادات کے ضمن میں آتا ہے۔

- (۸) لبر بان القوی علی عدم جواز التراویح خلف الصبی: - نماز تراویح نابالغ کی امامت میں صحیح نہیں ہے۔ اس کے عدم جواز پر مشتمل یہ رسالہ بھی فقہ و عبادات کے ضمن میں آتا ہے۔
- (۹) تفہیم المسائل بارسال الرسائل: - یہ رسالہ بھی مسائل فقہ پر مشتمل ہے۔
- (۱۰) مجموعہ فتاویٰ: - حضرت والا سے جن دینی امور و مسائل پر سوالات کیے گئے اور خدمت عالی میں استفا پیش کیے گئے، ان پر جو فتاویٰ آپ نے صادر فرمائے انھیں کو یکجا و مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے۔
- (۱۱) ذکر میلاد مبارک و تفصیل تبرکات خاندانی: - یہ دو الگ الگ تالیفات حضرت سید شاہ اولاد رسول احمدی قدس سرہ کی ہیں جنھیں حضرت تاج العلماء نے ترتیب جدید، تصحیح و اہتمام کے ساتھ دارالاشاعت برکاتی سے ۱۳۵۳ھ میں شائع کیا اور تاریخی نام ”ذکر میلاد مبارک رکھا“۔ اسی تاریخ سے مصنف قدس سرہ کا سال وصال ہوتا ہے۔
- (۱۲) بہترین کملاء کی وصیتیں: - اس رسالہ میں اکابرین خاندان برکات کے وصایاے کریمہ کے فارسی متن کو اردو ترجمے کے ساتھ مرتب کر کے ۱۳۵۴ھ میں شائع کیا گیا۔ اس رسالے سے نہ صرف اکابرین محترم کی وصیتوں پر روشنی پڑتی ہے بلکہ بہت سے دینی امور بھی واضح ہو جاتے ہیں۔
- (۱۳) سبع سنابل شریف کا ترجمہ: - تاریخ خاندان برکات میں آپ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد کی قلمی کاوش ہے۔ اس کے متعلق حضرت سید آل رسول حسنین میاں نظمی صاحب نے ”مصطفیٰ سے مصطفیٰ حیدر حسن تک“ ص ۴۱ میں معلومات فراہم کی ہیں۔
- (۱۴) پاک وصایا مقدسہ: (۱۳۵۹ھ) سیدنا حاتم اصم قدس سرہ کے وصایا مبارکہ کا ترجمہ ہے۔ اس کے متعلق بھی معلومات کا فقدان ہے۔ یہ رسالہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے کتب خانے میں مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی نے دریافت کیا ہے۔

- ۲- علمی و ادبی موضوعات پر کتب:
- (۱) حاشیہ بر رسالہ خلاصۃ المنطق بدایونی: - منطق کے موضوع پر آپ کی اہم قلمی کاوش ہے۔
- (۲) تاریخ خاندان برکات: - (۱۳۲۹ھ) اس کتاب میں خاندان برکات کا تفصیلی تذکرہ اور تاریخ ہے۔
- (۳) اصح التواریخ: - یہ کتاب بھی سادات زید یہ اور سلسلہ برکاتیہ کے ان بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے جو حضرت صاحب البرکات سے پہلے ہوئے ہیں۔
- (۴) اکمل التاریخ پر ایک تنقیدی تبصرہ: - اکمل التاریخ، پر آپ نے ناقدانہ نظر ڈالی ہے اور اس کی خوبیوں و خامیوں کی نشان دہی کی ہے۔
- (۵) نور مدائح پر ایک تنقید نظر: - یہ آپ کی علمی و تنقیدی کتاب ہے جو آپ کی ناقدانہ بصیرت کا اظہار کرتی ہے۔
- (۶) خزانہ واقعات عجیبہ: - عجیب و غریب واقعات کو یکجا و مرتب کر کے تذکرہ تیار کیا گیا ہے۔
- (۷) تذکرہ حضرت فقیر عالم قدس سرہ: - حضرت تاج العلماء نے اپنے برادر اکبر حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قادری برکاتی کا تذکرہ بڑے ہی دل سوز انداز میں لکھا ہے جن کا عین عالم جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔
- (۸) مفاوضات طیبہ: - (۱۳۵۴ھ) حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کے خطوط آپ نے مرتب کر کے اور ان پر ضروری و مفید حواشی کا اضافہ کر کے شائع کیے تھے۔
- (۹) گلدستہ چمنستان سنیت: - (۱۳۵۴ھ) حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ نے مختلف اوقات میں عصری موضوعات پر مختصر مضامین لکھ کر اخبارات میں شائع کرائے۔

(۱۰) مجموعہ مکاتبات: - حضرت تاج العلماء اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی

کے درمیان مسئلہ خلافت، ترک موالات اور گاندھی کی پیشوائی کے موضوع پر طویل مراسلاتی گفتگو ہوئی۔ دونوں کے مکاتیب کو خود حضرت تاج العلماء نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ ان خطوط کے مطالعہ سے اس تحریک اور اس دور کے سیاسی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱۱) ترجمہ آداب السالکین: - مشہور کتاب ”آداب السالکین“ کا آپ نے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا تھا۔

(۱۲) مجموعہ مضامین: - آپ نے مختلف اوقات میں عصری موضوعات پر مضامین لکھتے تھے۔ ان متفرق مضامین کو یکجا و مرتب کر کے شائع کیا گیا تھا۔

(۱۳) شوکت اسلام: - بشکل مدرس اسلامی عقائد، اعمال اور اخلاق کی تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ معاصر مذہبی و سیاسی حالات کا شرعی نقطہ نظر سے جائز لیا گیا ہے۔

(۱۴) مثنوی: - روزہ اور رمضان المبارک کے فضائل و مناقب مثنوی کی ہیئت میں بیان کیے گئے ہیں۔

### ۳- سیاسی و سماجی موضوعات پر کتب:

حضرت تاج العلماء کی سیاسی و سماجی کتب کا جائزہ لینے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے ان سیاسی و سماجی حالات پر روشنی ڈالی جائے جنہوں نے ان کیب کا تصنیف و تالیف کی ضرورت اُجاگر کی۔

بیسویں صدی کا نصف اول عالمی سیاست اور خصوصاً برصغیر کی سیاست میں طوفان وزلازل لے کر آیا تھا۔ اس صدی کی دوسری دہائی میں وہ بین الاقوامی جنگ شروع ہوئی جسے پہلی عالمگیر جنگ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس جنگ کے نتیجے میں برطانیہ و فرانس اور ان کے حواری فرید طاقتور ہو کر اُبھرے۔ ریاست ہائے متحدہ

امریکہ بھی اپنے خول سے باہر نکلا اور دراصل اسی کی مدد نے برطانیہ و فرانس کو فاتح اور جرمنی و ترکی کو شکست و ریخت سے دوچار کیا۔ عالم اسلام اور عظیم خلافت عثمانیہ ٹکڑوں میں بٹ گئے۔ عالم اسلام کی بیشتر علاقے برطانیہ، فرانس اور یورپ کی دوسری طاقتوں کے قبضے میں آ گئے۔ نوجوان ترکوں نے برائے نام خلافت عثمانیہ کو بحر روم میں غرق کر کے ترکی کو مغربی طرز کی جمہوریہ بنا دیا اور عربوں کی بے وفائی اور یہود و نصاریٰ کی رفاقت کی بنا پر عالم اسلام سے تقریباً ناتہ ہی توڑ لیا۔ مشرق وسطیٰ کے بیشتر مسلم ممالک برطانیہ و فرانس کے قبضے میں چلے گئے۔ فلسطین میں اسرائیل کا ناسور پیدا کیا جانے لگا اور بالآخر ۱۹۴۸ء میں فلسطین کی ناجائز تقسیم کر کے اس کے ایک بڑے حصے پر ”اسرائیل“ قائم کر دیا گیا۔

بیسویں صدی کا آغاز ہندوستان کے لیے بھی ہيجان انگیز سیاسی حالات لے کر آیا تھا۔ برصغیر نے پہلی جنگ عظیم میں بڑھ چڑھ کر انگیزوں کی اس امید میں مدد کی تھی کہ جنگ کے بعد انھیں داخلی خود مختاری پا ”ہوم رول“ مل جائے گا لیکن جنگ کے بعد انھیں ”رولٹ ایکٹ“ کا تحفہ ملا جس نے ان کو حاصل مراعات قواعد کا بھی خاتمہ کر دیا۔ جب اس پر احتجاج ہوا تو بدلے میں جلیال والا باغ کا قتل عام ہوا۔ پورے پنجاب میں مارشل لا لگا دیا گیا اور ہزار ہالگوں کو داخل زنداں کر دیا گیا۔ ہندوستانیوں نے عدم تعاون یا ترک موالات کا رویہ اپنایا تا کہ انگریزی حکومت بے دست و پا ہو کر رہ جائے اور یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو جائے۔

برصغیر کے مسلمان بھی اس دور میں جوش و جذبات اور نا عاقبت اندیشی کی سیاست میں پیش پیش رہے۔ اس دور میں ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباری فرنگی محل، محمد علی جوہر اور شوکت علی جیسے شعلہ بیان اور جوش و جذبات کو برا بیچتے کرنے والے رہنما سامنے آئے جنہوں نے اپنی پرجوش تقاریر سے مسلمانوں کو شعلہ جوالا بنا دیا۔ اس دور میں ”تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک امامت“ اور پھر کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کے لیے الگ وطن بنانے کی تحریکیں زور و شور کے ساتھ چلیں اور نتیجتاً مسلمانوں کو

بحیثیت مجموعی سخت نقصان و ہزیمت پہنچانے کا باعث بنیں۔

اسلام میں 'خلافت راشدہ یا خلافت علی منہاج نبوت صرف تیس سال تک چل سکی۔ اس کے بعد خلافت عضو کا دور دورا ہوا۔ پہلے ایویوں نے پھر عباسیوں نے پھر عثمانیوں نے بنام خلافت حکومت کی۔ ان خاندانوں کے حکمران خود کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہلاتے رہے لیکن یہ سب حقیقتاً قیصر و کسریٰ کی نقل کر رہے تھے۔ ان کا اسلامی اصولوں اور اس کی ریاست و امارت سے برائے نام ہی تعلق تھا بلکہ ان میں سے کچھ تو اپنے سیاہ کارناموں کی بدولت اسلام کے خوش نما چہرے کے داغ اور باعث ننگ و عار ہیں۔

انیسویں صدی عیسوی میں سلطنت عثمانیہ اندرونی بد نظمی و طوائف الملوکی اور یہودی سازشوں کی بدولت حقیقتاً مرد بیمار بن گئی تھی۔ اس کے خلاف سازشوں اور اسے نقصان پہنچانے میں روس، برطانیہ اور فرانس پیش پیش تھے اس لیے اس نے جرمنی سے دوستی کر لی اور پہلی جنگ عظیم میں اسی کا ساتھ دیا، لیکن بد قسمتی سے جرمنی اور ترکی وغیرہ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ نتیجہ میں جرمنی کے ساتھ ترکی کو بھی سخت نقصان اٹھانے پڑے۔ سلطنت عثمانیہ کے حصے بحرے کر کے فاتحوں نے آپس میں تقسیم کرے۔ مرکز خلافت قسطنطنیہ پر بھی فاتح افواج کا کنٹرول ہو گیا اور ترکی کا وجود ہی خطرے میں پڑ گیا۔ خلیفۃ المسلمین ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گئے۔ وہ وہی کر رہے تھے جو برطانیہ و فرانس وغیرہ چاہتے تھے۔

چوں کہ اتحادیوں کی فتح کے بعد تمام اسلامی ممالک مصر، شام، عراق وغیرہ عرب ممالک پر برطانیہ اور فرانس کا قبضہ ہو گیا تھا اور خود مرکز خلافت انھیں کے کنٹرول میں تھا اس لیے تمام اسلامی دنیا میں یہ محسوس کیا گیا کہ اب خلافت کا وجود خطرے میں ہے، اس کی حفاظت کے لیے کوشش ہونی چاہیے۔ اس کا احساس برصغیر کے کچھ مسلمانوں کو زیادہ ہی تھا۔ ان کے طالع آرفا اور رہنمائی و قیادت کے طلب گار لیڈروں نے اس مسئلہ کو مذہبی مسئلہ بنا کر مسلمانوں کے جذبات کو براہیختہ کیا اور تحفظ

خلافت کے نام پر طوفان بردوش سیاست اور ہنگامہ آرائی شروع کی جو بالآخر برصغیر کے مسلمانوں کے لیے اجتماعی طور پر مضروبے مصرف ثابت ہوئی اور ان کی توانائیوں کے زیاں کا سبب بنی۔

بہر حال خلافت کے تحفظ کے لیے خلافت کمیٹی وجود میں آئی جس کے محرک مولانا عبدالباری فرنگی محلی، محمد علی جوہر، شوکت علی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ تھے۔ ایک مرکزی خلافت کمیٹی کے ماتحت صوبائی اور علاقائی خلافت کمیٹیاں قائم ہوئیں۔ جلد ہی اس نے ایک ہمہ گیر سلیسی جماعت کی حیثیت اختیار کر لی۔ چونکہ اس کے رہنمازبردست اور شعلہ بیاں مقرر تھے اس لیے انھوں نے اپنی طلاقت لسانی سے اس مسئلہ کو ہر مسلمان کا مسئلہ بنا دیا۔ خلافت کے تحفظ کے لیے عام لوگوں میں بڑا جوش و ولولہ پیدا ہو گیا اور اس کی بقا کے لیے عام مسلمان اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ علی برادران کی والدہ 'بی اماں' کی شرکت نے تحریک خلافت کو عورتوں تک پہنچا دیا اور ”بولیں اماں یہ شوکت علی کی۔ جان بیٹا خلافت یہ دیدو“ کے گیت نے ہزاروں ماؤں کو اپنے نونہالوں کو حقیقت میں قربان کرنے پر آمادہ کر دیا۔

اس تحریک میں گاندھی جی کی قیادت میں ہندوؤں کی شرکت نے تحریک کو اور بھی زیادہ ہمہ گیر اور دراصل جدوجہد آزادی ہند کی تحریک بنا دیا۔ عام ہندو مسلمان خلافت کا مطلب حکومت کے خلاف آواز اٹھانا سمجھتے تھے۔ آج بھی عام لوگ خلافت کا مطلب مخالفت کرنا سمجھتے ہیں۔

گاندھی جی کچھ ہی عرصہ قبل جنوبی افریقہ سے واپس آئے تھے وہ ہندوستانی سیاست میں اپنا مقام بنانے کے لیے کوشاں تھے۔ وہ احتجاجی اور عوامی سیاست کے حامی تھے اور عوام کو سیاسی معاملات میں شریک کر کے سڑکوں پر لانا چاہتے تھے جبکہ اس وقت تک کانگریس پارٹی اس قسم کی سیاست سے کوسوں دور تھی، تحریک خلافت ایک عوامی تحریک کے روپ میں ابھر رہی تھی۔ گاندھی جی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ”مسلمان بھائیوں“ کی ہمدردی میں تحریک خلافت سے منسلک اور عوامی احتجاج میں

شریک ہو گئے۔ تحریک کے بانیوں اور رہنماؤں نے یہ محسوس کیا کہ ہندوستان عوام کو مذہب کی راہ سے با آسانی تسخیر کیا جاسکتا ہے۔ پس ”مسٹر ایم کے گاندھی، بیرسٹر اٹلا“ سوٹ وٹائی اتار کر اور دھوتی باندھ کر ”مہاتما گاندھی“ بن گئے۔ ”مسٹر محمد علی آکسن“ اونچی باڑھ کی چاند تارے والی ٹوپی اور شیر وانی پہن کر، داڑھی رکھ کر ”مولانا محمد علی جوہر، بن گئے۔ مسٹر شوکت علی علیگ بھی کرکٹر سے مولانا شوکت علی ہو گئے۔ ان سب نے ترکوں کی حمایت و اعانت کے نام پر زبردست چنندہ کیا، پورے ملک کے طوفانی دورے کیے اور ملک میں بنام خلافت ہیجان پیدا کر دیا۔ گاندھی جی نے خلافت کے اسٹیج سے ہی عدم تعاون یا ترک موالات کا فلسفہ پیش کیا۔ خلافت کی جذباتی قیادت نے نہ صرف اسے قبول کر لیا بلکہ اس کے حق میں قرآن و حدیث سے اسناد بہم پہنچا کر پانچ سو علما کے دستخطوں نے اس کے وجود کا فتویٰ بھی صادر کر دیا۔ اب ان کے مطابق انگریزی حکومت سے عدم تعاون از روئے اسلام فرض تھا اور اس کا انکار یا اس کے خلاف آواز کفر کے مترادف۔

عدم تعاون کا مطلب یہ تھا کہ انگریزی حکومت سے کسی طرح کا تعاون نہ کیا جائے۔ سرکاری نوکریاں چھوڑ دی جائیں اور سرکاری اداروں میں تعلیم حاصل نہ کی جائے۔ اس طرح کاروبار حکومت ٹھپ ہو جائے گا اور انگریز یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اگرچہ یہ پروگرام کانگریس کی طرف سے بھی شروع کیا گیا تھا مگر ہندوؤں سے کہیں زیادہ مسلمانوں نے اسے اپنایا۔ مسلمان سرکاری ملازمتوں اور تعلیم گاہوں میں پہلے ہی بہت کم تھے، اب برائے نام رہ گئے۔

مسلمانوں نے خلافت کے تحفظ اور ترکوں کی امداد کے لیے غیر معمولی دریادلی کا مظاہرہ کیا۔ لاکھوں روپیہ چنندہ جمع ہوا۔ جس کا عشر عشر بھی ترکوں تک نہیں پہنچا۔ ہاں تحریک کے رہنماؤں نے خوب عیش کیے، دورے کیے۔ ان کے خود خلافت کی بھیک مانگنے لندن اور پیرس تک گئے۔ رہنمایان خلافت کو مخاطب کرتے ہوئے۔ اسی موقع پر

علامہ اقبال نے ”دریوزہ خلافت، کے عنوان سے یہ تاریخی قطعہ کہا تھا۔ اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے تو احکام حق سے نہ کرے وفائی نہیں تجھ کو تاریخ سے آگاہی کیا خلافت کی کرنے لگا تو گرائی خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے مسلمان کو ہے ننگ وہ پادشاہی

(بانگ درا)

بہر حال چندے سے بمبئی میں ایک ”خلافت ہاؤس، تعمیر ہوا جو غالباً اب بھی علی برادران کے ورثاء کے تصرف میں ہے۔ اس چندے کی وجہ سے آپسی تنازعے اور جھگڑے بھی خوب ہوئے۔ حساب کے تقاضوں پر کہہ دیا گیا کہ وہ تو اللہ کے یہاں دیں گے۔ ادھر برصغیر کے مسلمان خلافت کے تحفظ کے لیے ماہی بے آب بنے ہوئے تھے تو ادھر عرب رہنما اپنے تعلقات برطانیہ و فرانس کے ساتھ استوار کرنے میں لگے ہوئے تھے اور اپنی اپنی علاقائی حکومتیں قائم کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ خود مرکز خلافت میں نوجوان ترک اور تجدید پسند طبقہ شروع سے ہی نظام خلافت کے خلاف تھا۔ انھوں نے اپنی جدوجہد سے اتحادی طاقتوں کو مجبور کیا کہ وہ ترکی کے آزاد وجود کو تسلیم کریں اس مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد انھوں نے ۳ مارچ ۱۹۲۳ء کو ”خلافت، کو ختم کر کے ترکی کو مغربی طرز کی جمہوریہ قرار دے دیا اور برائے نام نظام اسلام کو خیر باد کہہ کر ترکی کو مغربی اصول و ضوابط کے مطابق ڈھالنے اور اس کے تعمیر نو کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے عربوں کی بے وفائی اور نصاریٰ نوازی سے بددل ہو کر علم اسلام سے ہی تعلق توڑ لیا۔ دراصل وہ طبقہ بجائے خود اسلام سے دور و نفور ہی تھا۔ اس بہانے سے اس نے نظام اسلام سے ہی قطع تعلق کر لیا اور خود کو پوری طرح مغرب کے رنگ میں رنگ لیا۔

اس صورت حال نے تحریک خلافت کے رہنماؤں کے پیروں کے نیچے سے زمین نکال دی اور وہ بے دست و پا ہو کر رہ گئے۔ جس نام پر ان کی دکان سیاست

چمک رہی تھی وہی کا عدم ہو گیا تو پھر کس بنیاد پر اور کس منہ سے قوم کے سامنے آتے لہذا یہ سب بھی رفتہ رفتہ پردہ خفا میں چلے گئے۔ بہر حال اس سے یہ اندازہ تو لگایا ہی جاسکتا ہے کہ یہ رہنما کس قدر کوتاہ اندیش، واقعات علم سے بے خبر اور ترکوں و عربوں کے خیالات و احساسات اور عزائم سے نابلد تھے۔ یہ لوگ محض اندھے جوش میں ایک ایسی چیز کا مطالبہ کر رہے تھے جو ناقابل حصول ہو چکی تھی اور اس شجر خلافت کی آبیاری کے لیے بے چین تھے جس کی جڑ کھولی ہو چکی تھی، تنے کرم خوردہ ہو کر بے جان ہو چکے تھے۔ شاخیں اور پتیاں سوکھ چکی تھیں اور جس کا ثمر آ رہا تھا وہ ناب ناممکنات میں سے تھا۔

تقریباً اسی دور میں ابوالکلام آزاد نے تحریک نظم جماعت و امامت اور پھر ہجرت شروع کر رکھی تھی۔ نظم جماعت کا مطلب یہ تھا کہ تمام مسلمانوں کو ایک مربوط و مستحکم اکائی کی حیثیت سے ہونا چاہیے اور ایک امام کے ماتحت رہ کر زندگی گزاری جائے اور اپنے اجتماعی فیصلے کرنے چاہئیں۔ انھوں نے اپنے اخبارات اور زور بیان کے ذریعہ اس کا خاصہ پروپیگنڈا کر رکھا تھا۔ وہ ہر ممکن طریقہ سے امام کا تقرر چاہتے تھے۔ پروفیسر مشیر الحق کے مطابق ”مولانا آزاد کے ذہن میں اپنی امامت کا خیال شروع ہی سے تھا۔ وہ مذہب کے سہارے اس سیاسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ امامت کے منصب میں سیاسی اور مذہبی دونوں ہی قسم کے اقتدار پوشیدہ تھے اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کسی طور اس منصب کو حاصل کر لیں تاکہ اہم سیاسی مواقع پر پورے اطمینان کے ساتھ کسی مرحلے تک پہنچ سکیں۔“

(”ایوان اردو، دہلی- آزاد نمبر ص ۱۰۳، دسمبر ۱۹۸۸ء)

جب تمام تر زور بیان کے باوجود ان کی انفرادی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں تو انھوں نے جمعیۃ العلماء ہند کے پلیٹ فارم سے یہ کوشش کی کہ امام الہند کا تقرر ہو جائے اور خود ان کے سوانح نگار عبدالرزاق ملیح آبادی کے مطابق ”مولانا اپنی ذات سے زیادہ کسے امامت کا حقدار سمجھ سکتے تھے؟“ (کرآد ص ۴) اس ضرورت کو یوں تو بہت سے لوگ محسوس کرتے تھے لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ امام کا تقرر

یا انتخاب کس طرح ہو اس لیے کہ اس وقت تقریباً نصف درجن افراد اس کے طلب گار یا حقدار ہو سکتے تھے اور یہ انتخاب یا تقرر نئے خلفشار کو جنم دے سکتا تھا اس لیے بقول پروفیسر مشیر الحق ”جب بھی“ امیر الہند، کا مسئلہ جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں پیش ہوا تو اسے یا تو کورم کی کمی کی بنا پر ملتوی کرنا پڑا یا پھر مزید ”غور و خوض“ کے لیے اٹھا رکھا گیا۔“ (ایوان اردو- آزاد نمبر، ص ۱۰۳، دسمبر ۱۹۸۸ء)۔

آزاد صاحب اپنے مجوزہ امام کو کس قدر با اختیار اور آمر مطلق بنانا چاہتے تھے۔ ان کے درج ذیل خیالات سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

”قرآن و سنت کے ماتحت اس کے جو احکام ہوں، ان کی بلاچوں و چراغیوں و اطاعت کریں۔ سب کی زبانیں گوئی ہوں۔ صرف اسی کی زبان گویا ہو۔ سب کے دماغ بیکار ہو جائیں۔ صرف اسی کا دماغ کار فرما ہو۔ لوگوں کے پاس نہ زبان ہو نہ دماغ، صرف دل ہو جو قبول کرے، صرف ہاتھ پاؤں ہوں جو عمل کریں۔“ (مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب، ص ۱۴۸ بحوالہ تحریک نظم جماعت، ابوسلمان شاہ جہاں پوری، ص ۳۰، بار اول ۱۹۸۸ء شاہین بک سینٹر، دہلی)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آزاد صاحب کو بحیثیت امام گوشت پوست کے ایسے انسان درکار نہیں تھے جو صاحب رائے ہوں، تنقیدی صلاحیتیں رکھتی ہوں اور کسی بات کے مثبت و منفی پہلو پر گفتگو کرنے کے اہل ہوں بلکہ روبرو جیسی ایسی مشینوں کی ضرورت تھی جو بلاچوں و چراغیوں حکم بجالاتی ہیں۔ اسلام نے تو کسی کو بھی ایسے حقوق و اختیارات نہیں دیئے ہیں۔ قرآن و سنت کا ذکر کر کے انھوں نے امام کی آمریت و مطلق العنانیت پر کسی قدر پردہ ڈالنے کی کوشش ضرور کی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کسی بات کے قرآن و سنت کے موافق ہونے کا فیصلہ صرف امام ہی کر سکتا ہے یا ہر صاحب الرائے اور قرآن و سنت پر نظر رکھنے والا؟ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ان کے یہاں امام کے ساتھ مجلس شوریٰ کا کہیں ذکر نہیں ہے جب کہ مجلس شوریٰ اسلامی مزاج اور اس کی ہدایت کے عین مطابق اور ناگزیر جزو ہے جو امام کو مطلق العنان بننے سے روک سکتی ہے۔

بہر حال امام کی حیثیت سے ان کا انتخاب تو نہ ہو سکا لیکن ان کے معتقدین نے از خود انھیں ”امام الہند“ لکھنا شروع کر دیا اور اس طرح ان کی انانیت کی تسکین کا سامان فراہم کر دیا۔ آج بھی کچھ لوگ ان کے نام کے ساتھ امام الہند لکھتے ہیں۔

امامت کے ساتھ ہی انھوں نے ہجرت کا شوشہ بھی چھوڑا تھا۔ ان کے مطابق ہندوستان میں حکومت و اقتدار تو پہلے ختم ہو چکا تھا اب ایمان بھی خطرے میں تھا لہذا امام کے ہاتھ پر ہجرت کی بیعت کر کے ہجرت ناگزیر ہو گئی تھی۔ مسلمانوں کو کسی مسلم ملک کی طرف ہجرت کرنی چاہیے۔ اس بہکاوے میں آ کر کچھ لوگوں نے اپنے گھر بار زمین جائیداد ادا کرنے پر فروخت کر کے افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ افغانوں نے ان کے ساتھ انتہائی سردمہری کا سلوک کیا بلکہ ان کے قافلوں پر یہ آواز کسے۔ ”بزن این ہندیاں را، این دزدانند۔“ (ماروان ہندوستانیوں کو، یہ چور ہیں۔) (تحریک خلافت، قاضی عدیل عباسی، ص ۱۳۶)

انجام کار یہ مہاجرین اپنا سب کچھ لٹا کر افتاں و خیراں واپس آئے لیکن یہاں سے تو وہ اپنا سب کچھ فروخت کر کے گئے تھے اس لیے تباہی و بربادی ان کا مقدر بنی البتہ فتویٰ باز علماء کو ضرور تسکین ہوئی ہوگی۔ ایسے ہی موقع کے لیے اقبال نے کہا تھا۔

☆ سیاسی رہنماؤں کو یہ یقین تھا کہ ہندوستانیوں اور خصوصاً مسلمانوں پر مذہب اور مذہبی علماء کا بہت گہرا اثر ہے اگر علماء کی مدد اور حمایت حاصل ہو جائے تو مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ حامی و مددگار ہو سکتا ہے اسی مقصد کے لیے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے ہی مذہبی علماء کی خدمات حاصل کیں۔ اس سلسلے میں اولیت بہر حال کانگریس کو حاصل رہی۔

۱۹۱۹ء میں جمیعۃ العلماء ہند کے نام سے دیوبندی ملک کے علماء کی ایک جماعت کی تشکیل ہوئی۔ اس نے شروع سے ہی کانگریس کی معاون و مددگار کی حیثیت سے کام کیا بلکہ بعض معاملات میں تو اس نے کانگریس کی پالیسیوں اور

پروگراموں کو مذہبی رنگ اور مذہبی لبادے میں پیش کیا اسی لیے اکبر الہ آبادی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا:

یہ کانگریسی اسلامی ملاپتاؤں میں تم کو کیا ہیں

گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمہ ہیں

بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی مذہبی و مسلکی ہم آہنگی کے باوجود کہا تھا:

”علمائے کرام مجھے معاف فرمائیں، میں صاف کہتا ہوں کہ ان کے نزدیک کونسلوں اور اسمبلیوں کی شرکت کو ایک دن حرام اور دوسرے دن حلال کر دینا ایک کھیل بن گیا ہے۔ اس لیے کہ ان کی تحلیل و تحریم حقیقت نفس الامری کے ادراک پر تو مبنی ہے نہیں محض گاندھی جی کی جنبش لب کے ساتھ ان کا فتویٰ گردش کرتا ہے“

(مسئلہ قومیت: ص ۸۱، بار اول ۱۹۶۲ء)

کانگریس اور مسلم لیگ میں ابتداً ہم آہنگی اور اتحاد و یکسانیت رہی لیکن رفتہ رفتہ اختلافات کی خلیج بڑھتی رہی اور بالآخر دونوں ایک دوسرے کی مد مقابل اور حریف بن گئیں، وجہ یہ تھی کہ کانگریس مسلمانوں کے کسی بھی مطالبہ پر سنجیدگی سے غور کرنے اور ماننے پر آمادہ نہ تھی۔ اس کا ایک ہی اعلان تھا کہ تمام ہندوستانی خواہ ان کا مذہب کچھ بھی ہو ایک قوم ہیں، آزادی کے بعد مکمل جمہوریت اور مساوات ہوگی اس لیے کسی طبقے کے الگ مطالبات نہیں مانے جا سکتے۔ ادھر مسلم لیگ نے مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کا علم بلند کیا اور ان کے مطالبات و تحفظات کے لیے پر زور انداز سے آواز اٹھائی یہاں تک کہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن۔ پاکستان کا نعرہ بلند کرای۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے اس مطالبہ کی حمایت دی۔ برطانوی حکومت بھی ایک حد تک تقسیم چاہتی تھی اور آخر میں کانگریس نے بھی یہ محسوس کیا کہ مطالبہ پاکستان کو مان کر مسلمانوں کے جھگڑے سے نجات پائی جا سکتی ہے۔ نتیجہ میں ۱۹۴۷ء میں آزادی کے ساتھ ہی ملک تقسیم ہوا۔ پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ بے پناہ

کشت و خون ہوا۔ لاکھوں مارے گئے، لاکھوں خانماں برباد اور نقل مکانی کا شکار ہوئے۔ بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول کے سیاسی و سماجی حالات کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے۔ یہی دور حضرت تاج العلماء قدس سرہ کے شعور شباب اور کہولت کا تھا۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر گوشہ نشین سجادے اور پیر نہ تھے بلکہ ان سب حالات پر نہ صرف ان کی گہری نظر تھی بلکہ ان کے متعلق ایک واضح رائے، خیال اور نظریہ بھی تھا جس کا اظہار انھوں نے اپنی کتب و رسائل میں کیا ہے، انھوں نے تحریک خلافت کی برخود غلط اور پر جوش سیاست کی مخالفت کی اور اس کے خلاف تحریری اظہار خیال کیا، وہ گاندھی جی اور مولویوں کی سیاست اور ان مضر کارناموں کے بھی بہت خلاف رہے جو بہر حال مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچانے والے تھے۔ انھوں نے مسلم لیگ کی پر جوش سیاست اور مطالبہ پاکستان کی بھی بھرپور مخالفت کی۔ وہ پاکستان کے قیام کو مسلمانوں کی کامیابی نہیں پسپائی سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمان پاکستان لے کر برصغیر کے ایک کونے میں سمٹ گئے تو باقی ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہزار ہا مساجد، مقابر، خانقاہیں و درس گاہیں برباد ہو جائیں گی اور یہ ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ اسی لیے انھوں نے نہ صرف پاکستان کے قیام کی مخالفت کی بلکہ مسلم لیگ کی پالیسیوں اور پروگراموں کی بھی بخیں اودھیڑیں اور ان کی اغلاط کو اجاگر کیا۔ غرض یہ کہ سیاست حاضرہ پر ان کی گہری نظر اور بصیرت پر مبنی رائے تھی جس کا اظہار انھوں نے مندرجہ ذیل کتب و رسائل میں کیا ہے:

#### ۱- گاندھیوں کا اعمال نامہ:

حضرت والد نے گاندھی کو اپنا رہنا و پیشوا ماننے والوں کو گاندھیوں سے تعبیر کیا ہے اور اس رسالہ میں انکے اعمال اور اقوال و افعال کا محاسبہ کیا ہے۔

#### ۲- رسالہ در مغالطات گاندھویہ:

گاندھی اپنے بیانات اور اقوال کے ذریعہ کس طرح عام لوگوں خصوصاً مسلمان کو مغالطوں میں مبتلا کر رہے تھے، اسی کا جائزہ اس رسالہ میں لیا گیا ہے۔

#### ۳- لیڈروں کا کارنامہ:

اس رسالہ میں لیڈروں کے ان کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کے ذریعہ وہ سیدھے سادھے بھولے بھالے لوگوں کو بے وقوف بناتے اور انھیں اپنے دام میں پھانتے ہیں۔

#### ۴- تحقیقات الشرعیہ فی رد خیانات الگاندھویہ:

گاندھی اپنی میٹھی باتوں اور بظاہر مسلم دوستی کے رنگ میں کس طرح عام مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگ رہے تھے اور کس طرح خلاف شرع باتوں کا ارتکاب کر رہے تھے، اس کا جائزہ تحقیقی نقطہ نظر سے اور شریعت کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

#### ۵- حق کی فتح مبین:

اس رسالہ میں بھی گاندھی کے سحر سے مسحور لوگوں پر تنقید کے ساتھ حق و باطل کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور باطل پر حق کی فتح مبین کو ظاہر کیا گیا ہے۔

#### ۶- فتنہ ارتداد اور ہندو مسلم اتحاد:

ہندوؤں کی کئی جماعتوں نے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے اور انھیں ہندو بنانے کا پروگرام زور و شور سے چلا رکھا تھا۔ ”شدھی سنگھنیں“ یہی کام انجام دے رہا تھا۔ حضرت والد نے اس رسالہ میں اس امر پر اظہار خیال کیا ہے کہ ارتداد کی کوششوں کے ہوتے ہوئے ہندو مسلم اتحاد کا خواب کس طرح شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے؟

#### ۷- قرآنی ارشاد اور ہندو مسلم اتحاد:

اس دور میں ہندو مسلم اتحاد کے نعرے زور و شور سے لگائے جا رہے تھے۔ حضرت والد نے اس رسالہ کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ اس سلسلہ میں قرآن مجید کیا کہتا ہے۔ کیا ہندو مسلم اتحاد ممکن ہے؟ کیا قرآن اس کی اجازت دیتا ہے؟

#### ۸- کیا نان کو آپریشن شرعی ترک موالات ہے؟

پہلی جنگ عظیم کے بعد کانگریس اور اس کے رہنماؤں نے حکومت سے نان کو آپریشن کا پروگرام چلایا تھا۔ اس رسالہ کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس پروگرام



کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس پروگرام کو شرعی ترک موالات کہا جاسکتا ہے؟

۹- برکات مارہرہ ومہمانان بدایوں؟

تحریک خلافت کے دور میں ایک بحث یہ بھی تھی کہ عثمانی خلفاء کیا حقیقی خلفاء ہیں؟ کیا خلیفہ کے لیے قریشی ہونا شرط نہیں ہے؟ ایک بدایونی عالم مولانا حبیب الرحمن صاحب مارہرہ تشریف لائے تھے، ان سے حضرت تاج العلماء نے مابین عصر ومغرب اس موضوع پر مباحثہ کیا، اسی کی روداد اس رسالہ میں درج کی گئی ہے۔

۱۰- العذاب الاکبر لمنافع ذبح البقر:

جدوجہد آزادی اور کانگریس و مسلم لیگ کی دوستی کے دور میں ایک زبردست تحریک یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ دوستانہ ومصالحانہ تعلقات قائم رکھنے کے لیے گائے کی قربانی سے اجتناب کرنا چاہئے بلکہ از خود اس پر پابندی لگا دینی چاہئے حضرت والا نے اسی تحریک کے خلاف یہ رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کے نتائج وعواقب پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۱- انسداد قربانی گاؤں کے متعلق مسلم لیگ کارپوریشن اور مذہبی نقطہ نظر سے اس پر تنقید:

مذکورہ بالا تحریک کی حمایت میں مسلم لیگ نے بھی ایک تجویز پاس کر کے قربانی گاؤں پر پابندی لگانے کی حمایت کی تھی، اس کی تجویز پر حضرت والد نے مذہبی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی ہے اور اس کا جائزہ لیا ہے۔

۱۲- مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری:

۱۳۳۸ھ ایک وقت تھا کہ کانگریس اور مسلم لیگ ہم خیال اور دوست جماعتیں تھیں، یہاں تک کہ دونوں کے اجلاس بھی ساتھ ساتھ ہوئے تھے پر اختلاف ہوئے تو اس نوعیت کے کہ دونوں میں بعد المشرقین ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے کی سخت مخالف بلکہ درپہ آزار ہو گئیں، اسی دور میں مسلمانوں کی مسلم لیگ میں دلچسپی بڑھی اور ان کی بڑی تعداد مسلم لیگ حامی ہو گئی اسی بنا پر مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ ہونے کی دعوے دار بن گئی لیکن یہ مکمل سچ نہیں تھا۔ مسلمانوں کے بہت سے

طبقے اور جماعتیں اس دعوے کی نفی کرتی تھیں اور وہ نظریاتی اعتبار سے مسلم لیگ سے الگ تھیں، ان کا اپنا نظریہ اور نقطہ نظر تھا، جب مسلم لیگ نے تقسیم ہند کی تجویز پر زور دیا تو انھوں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی یہاں تک کہ کانگریس کے تقسیم پر راضی ہو جانے کے باوجود وہ اس کی مخالف رہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان کی آواز صدا بصحر اٹا بت ہوئی اور تقسیم ہو کر رہی۔

مسلم لیگ کے دعوؤں اور نظریات کے مخالفین میں حضرت والد اور ان کے متبعین بھی تھے اس رسالے میں مسلم لیگ کے دعوؤں کی قلعی کھولی گئی ہے اور اس کی تقسیم کی تجویز کے نتائج وعواقب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۳- طرد مغالطہ لیگ (۱۳۵۸ھ):

یہ رسالہ بھی مذکورہ بالا رسالہ کی ہی توسیع اور اس کے خیالات کا عکاس ہے۔ اس میں بھی ان مغالطوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور انھیں آشکارا کیا گیا ہے جن میں مسلم لیگ کے رہنما جذباتی نعروں اور جذباتی باتوں اور دعوؤں کے ذریعہ عام اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو مبتلا کر رہے تھے۔

۱۴- خطبہ صدارت جماعت انصار الاسلام:

اعلیٰ حضرت اور رہنمایان اہلسنت نے سنی مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے خصوصاً اور عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ”جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی تھی، اس کے کئی ذیلی شعبے اور تنظیمیں بھی تھیں۔ جماعت انصار الاسلام اسی کی ایک تنظیم تھی جس کا قیام ۱۳۳۹ھ میں عمل میں آیا تھا۔ اس کا پہلا اجلاس بریلی میں منعقد ہوا تھا۔ اس کی صدارت کے لیے اعلیٰ حضرت اور دیگر رہنمایان اہل سنت نے حضرت تاج العلماء کا نام تجویز کیا تھا۔ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حضرت نے نہ صرف اجلاس کی صدارت قبول کی بلکہ ۶۰ صفحات پر محیط نہایت پر مغز اور بہترین تجاویز پر مشتمل خطبہ صدارت بھی پیش کیا۔ اس میں حسب ضرورت ذیلی سرخیاں اور مفید معلوماتی حواشی ہیں۔

خطبہ صدارت مطبوع صبح صادق نیشاپور سے طبع ہو کر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے شائع ہوا تھا۔

ان ۴۲ کتب و رسائل کے علاوہ برکاتی دارالاشاعت کی مختصر فہرست کتب سے ان درج ذیل نوکتوں کے نام معلوم ہوتے ہیں جن پر مصنف و مؤلف کا نام نہیں لیکن آثار و قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بیشتر حضرت والد کی ہی قلمی کاوش ہیں، ان کے نام اور موضوع درج ذیل ہیں:

- ۱- رہنمائے مسترشدین تصوف
- ۲- رموز حمزہ (قصیدہ غوثیہ کی فارسی شرح) تصوف
- ۳- اخلاق کی تعلیم اخلاقیات
- ۴- شموع الانوار فقہ
- ۵- رویت ہلال کافوتی فقہ
- ۶- دیوبندیوں کا پاکیزہ فوٹو گراف مناظرہ
- ۷- لاہور کا مناظرہ مناظرہ
- ۸- تحریک امارت شرعیہ پر ایک نظر تنقید
- ۹- سیرت کمیٹی کا اسلام تنقید

مذکورہ کتب کے علاوہ حضرت والد نے طویل مقالات و مضامین بھی قلم بند کیے تھے۔ ان میں ”العلم“ سید الشہداء امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی جدہ الکریم۔ حالات سراپا فیوض و برکات، و مصطفیٰ جان رحمت کی حیات مبارکہ۔ مفید شرعی ہدایت، وغیرہ۔

اس دور میں دور کے لوگوں سے رابطہ، ملاقات اور افہام و تفہیم کا بڑا ذریعہ خطوط ہی تھے۔ حضرت والد نے بھی اپنے احباب، علماء و صلحاء اور مریدین کو صد ہا خطوط لکھے تھے جو مکتوب نگار کی علمیت و قابلیت و کردار پر روشنی ڈالتے ہیں اور جنہوں نے اس دور میں زبردست خدمات انجام دی تھیں۔

حضرت تاج العلماء نے اپنی متعدد اور گوں ناگوں مصروفیات اور نثری کاوشوں کے ساتھ ذوق شعری کا بھی مظاہرہ کیا تھا، شعر و شاعری ان کا مقصود بالذات نہیں بلکہ اپنے واردات قلبی و احساسات و تاثرات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اسی لیے نثر کے مقابلے میں نظم بہت کم اور مختصر ہے بہر حال ان کے یہاں جمالیاتی ذوق موجود تھا اور اسی نے انہیں شعر کہنے پر مجبور کیا تھا، ان کا کلام سادگی و پرکاری، جوش و جذبات، روانی و برجستگی کا نمونہ ہے، ایک مثنوی روزہ رمضان کے فضائل و مناقب میں ہے اور ایک مسدس ”شوکت اسلام، کے نام سے ہے“ ان کے علاوہ حمد و نعت اور مناقب ہیں، اپنے دادا حضرت سید شاہ محمد صادق اور اعلیٰ حضرت قدس سرہا کی منقبت میں بھی اشعار ہیں۔ ان کے علاوہ ”چادر“، ”چادر گل“ نجدی دور کے مظالم کی دردناک داستان وغیرہ آپ کی نظمیں ہیں، نمونہ کلام یہ ہے:

مورن علم و حیا شاہ محمد صادق      منبع صدق و صفا شاہ محمد صادق  
نذر لایا ہے عقیدت کی فقیر قاسم      ہو قبول اس کو عطا شاہ محمد صادق

☆☆☆

شمع بزم اولیاء احمد رضا      نور چشم اتقیا احمد رضا  
دین احمد کا مجدد بالیقین      سچا عبدالمصطفیٰ احمد رضا  
علم تیرا بحر ناپیدا کنار      ظل علم مرتضیٰ احمد رضا

۹- حضرت سید بشیر حیدر آل عبا زیدی قادری (۱۸۹۲ء-۱۹۸۶ء)

حضرت سید بشیر حیدر آل عبا خاندان برکات کے وہ فرزند راہ جہند ہیں جنہوں نے دینی علوم کے ساتھ جدید علوم اور خصوصاً اردو ادب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں کارہائے نمایاں انجام دے کر اپنا مقام بنایا، آپ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ آپ اس خانوادہ عالیہ کے نامور فرزند ہونے کے ساتھ حضرت سید شاہ ابوالقاسم شاہ جی میاں قدس سرہ کے داماد اور حضرت سید العلماء و احسن العلماء کے والد محترم ہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے گریجویشن کرنے کے بعد وہیں پوسٹ ماسٹر جنرل کے

مشیر خاص رہے۔ آواز بہت عمدہ پائی تھی اس لیے برسہا برس ریڈیو کے براڈ کاسٹر رہے۔ انھیں کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ ان کی لسانی، ادبی اور تنقیدی صلاحیتوں کا اعتراف کیا جاتا تھا، اس دور کے نامور ادباء مثلاً رشید احمد صدیقی، عبدالمجید ریا آبادی، پطرس بخاری وغیرہ ان کے بڑے معترف تھے اور ان کی کتابوں پر دیباچے اور مقدمے لکھنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

وہ غالباً اس خانوادے کے پہلے فرزند ہیں جنھوں نے اردو ادب کی طرف توجہ کی، اور یہی ان کا امتیاز خاص ہے، انھوں نے آوارہ کے قلمی نام سے مزاح نگاری کی اور مختلف طبقات کے نقشے اور خاکے انھیں کی زبان اور انداز میں پیش کیے۔ ذاتی زندگی میں بھی ان کے یہاں طنز و مزاح اور آزاد روی عروج پر تھی۔ انھوں نے سیکڑوں خاکے، انشائیے، ڈرامے اور ادبی مضامین تحریر کیے۔ ان میں سے کچھ ہی کو کتابی شکل میں شائع ہونے کا موقع ملا۔ یہاں بھی ان کی افتاد طبع مانع ہوئی، انھوں نے کبھی اپنی تحریروں کو باقاعدگی سے محفوظ نہیں رکھا۔ پھر بھی ان کے تین مجموعے شائع ہوئے۔

#### ۱- اپنی موج میں:

اس دور کے ہندوستان کے مختلف طبقوں کی قلمی تصویر اور خاکے خوبصورت انداز اور اسی زبان میں پیش کیے ہیں، ۳۶ خاکے یقیناً ہر طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں مثلاً تنبوی، مقدمے باز، زمین دار، کبوتر باز، بیڑ باز، مصاحب، رکاب دار، بانگے وغیرہ۔

#### ۲- بے پرکی:

اسی کا موضوع قصہ گوئی ہے۔ قصہ گوئی کی روایت اور انداز یعنی بات میں سے بات پیدا کرنے کا فن اس میں عروج پر نظر آتا ہے۔

#### ۳- میرا فرمایا ہوا:

یہ انشائیوں اور تاریخی ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً سو ڈرامے اور یک یا لی ڈرامے غیر مطبوع اور منتظر اشاعت ہیں۔

یہ ان کی زندگی کا ایک رخ تھا، دوسرا مذہبی اور روحانی رخ بھی تھا۔ وہ کپکے متصلب سنی، گمراہوں و بے دینوں سے دور و نفور اور علم دین اور موز معرفت سے کما حقہ واقف تھے۔ حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین نوری قدس سرہ سے بیعت تھے اور حضرت سید ابوالقاسم شاہ جی میاں سے اجازت و خلافت بھی پائی تھی، آخری عمر میں ہمہ تن اسی طرف راغب تھے۔ ان کی دعاؤں میں بڑی تاثیر تھی۔ تقریباً ۹۴ سال کی طویل عمر پا کر مارہرہ مقدسہ میں ہی انتقال کیا اور احاطہ درگاہ عالیہ میں مدفون ہوئے۔

#### ۱۰- حضرت سید العلماء سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ

(۱۳۳۳ھ-۱۳۹۴ھ)

حضرت سید بشیر حیدر آل عبا زیدی قادری کے فرزند اکبر تھے۔ حضرت تاج العلماء کے زیر تربیت رہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے طب یونانی کی تکمیل کی اور کچھ عرصہ تک طبیب کی حیثیت سے مطب بھی کیا، حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی قادری کے شاگرد رشید رہے، عمیق مطالعہ و علم نے محدث، مفسر، مفتی، خطیب، شاعر اور مدبر سیاست داں بنایا اور وہ بھی بے نظیر آل انڈیا سنی جمعیت العلماء آپ کی شاندار تنظیمی صلاحیت کی آئینہ دار ہے۔ خطابت اور ذکاوت و ذہانت کی بدولت ہر محفل میں میر محفل نظر آتے تھے۔ وعظ و تقریر کے اس قدر پروگرام رہتے تھے کہ تحریرو تصنیف کے لیے وقت نکالنا تھا۔ پھر بھی درج ذیل تصانیف اس میدان میں بھی ان کی مہارت کو ظاہر کرتی ہیں۔

#### ۱- فیض تنبیہ:

اعلیٰ حضرت کے قصیدہ معراجیہ کافنی جائزہ اس تصنیف کا موضوع ہے۔

#### ۲- نئی روشنی:

ایک دینی و اصلاحی ناول ہے۔

#### ۳- مقدس خاتون:

یہ بھی ایک دینی و اصلاحی ناول ہے جسے اہلسنت کی آواز، جلد چہارم میں

ایڈٹ کر کے شائع کیا تھا۔ ۸۶ صفحات پر مشتمل اس ناول میں حسن و عشق کے جذبات پر مذہبی وابستگی کو غالب کیا گیا ہے۔ زبان و بیان پر لکھنوی انداز غالب ہے۔ کردار کی مناسبت سے زبان و بیان اختیار کیا گیا ہے۔

۴۔ خطبائے صدارت:

حضرت سید العلماء نے متعدد کانفرنسوں اور خصوصاً آل انڈیا سنی جمعیت العلماء کے اجلاس میں خطبہ صدارت پیش کیے۔ ان میں عصری مسائل اور قومی قیادت کی ذمہ داریوں کا احاطہ بڑے جامع اور بلیغ انداز میں کیا گیا ہے چونکہ یہ خطبات مطبوعہ شکل میں ہوتے تھے اس لیے پوری تیاری اور جامعیت کے حامل ہوتے تھے۔

اپنے جذبات و احساسات اور واردات قلبی کا اظہار وہ نظم میں بھی کرتے تھے۔ ان کی نعت و مناقب بھی خاصے کی چیز ہیں۔

۱۱۔ حضرت احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی قدس سرہ۔

(۱۳۴۵ھ-۱۴۱۶ھ)

آپ حضرت سید بشیر حیدر آل عبا زیدی قادری کے دوسرے صاحبزادے اور حضرت تاج العلماء کے بعد خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین ہوئے اور اس منصب پر تقریباً ۴۰ سال تک فائز رہے۔ علوم دینی پر حاوی، حافظ و قاری، مفتی و فقیہ اور سحر بیان مقرر و خطیب تھے۔ گویا ناگوں مصروفیات کی وجہ سے تحریر و تصنیف کے مواقع عنقا تھے پھر بھی رشد و ہدایت اور تبلیغ و تقریر میں سے کچھ وقت نکال کر اپنے درج ذیل تحریریں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱۔ تشریح اہل اللہ فی تفسیر ما اہل بہ لغير اللہ :

یہ ایک استفتا کا مفصل جواب ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ محض غیر اللہ کا نام لینے سے کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی۔ آپ نے علمائے متقدمین کے حوالوں کے علاوہ خود قرآن کریم اور احادیث نبوی سے اپنے جواب کو مدلل کیا ہے۔

۲۔ دوائے دل:

بمبئی کے علاقے اندھیری کے وہابیوں نے اہل سنت کے معروف عقائد پر اعتراضات کیے تھے جس کے مدلل جواب حضرت والا نے اس عنوان سے تحریر فرمائے۔

۳۔ ۱۳۷۳ھ کے تبلیغی دورے:

تقریباً تین ماہ تک جاری رہنے والے تبلیغی دوروں کی روداد آپ نے اپنے قلم سے تحریر فرمائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان دوروں کی فتوحات کیا ہیں۔ کس طرح سلسلہ برکاتیہ اور مسلک اہل سنت کو فروغ حاصل ہوا ہے۔

۴۔ مدائح مرشد:

حضرت سید ابوالقاسم المعروف بہ شاہ جی میاں کے عرس مقدس کے مواقع پر جو مدائح و مناقب حضرت والا کی شان اقدس میں پیش کیے جاتے تھے، انھیں حضرت سید احسن العلماء نے مرتب کر کے شائع کرایا۔ اس کے متعدد ایڈیشن ظہور میں آئے۔

۵۔ مختلف مضامین:

آپ نے مختلف مواقع پر ضرورت وقت کے مطابق مضامین و مقالات بھی تحریر فرمائے تھے جو اہل سنت کی آواز کے علاوہ مختلف سنی رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔ یہ تمام مضامین یکجا و مرتب کر کے شائع کیے جائیں تو یقیناً بڑے مفید اور خاصے کی چیز ثابت ہوں گے۔

۶۔ اہل سنت کی آواز کا احیاء:

حضرت تاج العلماء نے اپنے دور میں اہل سنت کی آواز کا اجراء فرمایا تھا جس کا مقصد مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور سلسلہ برکاتیہ کا فروغ تھا۔ عصری مسائل پر روشنی اور رہنمائی اس کا امتیاز تھا۔ حضرت تاج العلماء کی معاونت حضرت سید العلماء و حضرت احسن العلماء فرماتے تھے۔ لیکن حضرت تاج العلماء کے بعد بعض وجوہ کی بنا پر یہ رسالہ جاری نہ رہ سکا۔ حضرت احسن العلماء کو اس کا بڑا افسوس

اور احساس تھا۔ حالات سازگار ہوتے ہی آپ نے ۱۹۹۳ء میں اس کا احیاء فرمایا اور عرس قاسمی کے موقع پر اسے سالنامے کی صورت میں شائع کرنے کی بنا ڈالی۔ تب سے اب تک یہ ہر سال شائع ہو رہا ہے۔ اس کی سترہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ گذشتہ کئی سال سے یہ کسی خاص موضوع پر ضخیم مجلہ ہوتا ہے جس کے صفحات کی تعداد ۶۰۰-۵۰۰ سے زیادہ ہی ہوتی ہے۔

## ۱۲- حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمیں مدظلہ

(ولادت: ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء)

حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمیں حضور سید العلماء کے فرزند ارجمند ہیں۔ ۶ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ بمطابق ۴ اگست ۱۹۴۶ء کا س گنج ضلع ایٹہ کے ایک چھوٹے سے قصبے میں آپ کی ولادت ہوئی۔ روایت کے مطابق خانقاہ کے مکتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، قرآن حافظ کلو سے اور فارسی اپنے عم محترم احسن العلماء سے پڑھی۔ پرائمری تعلیم ہاشمیہ ہائی اسکول ممبئی سے حاصل کی، انٹر میڈیٹ ایم جی ایچ ایم انٹر کالج سے کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ ملیہ اسلامیہ دلی میں داخلہ لیا اور وہاں سے اسلامک اسٹڈیز انگلش لٹریچر میں بی۔ اے کیا۔ یو پی، ایس سی کے آئی ایس امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

حضور سید العلماء کے بعد ان کی جگہ درگاہ سید شاہ برکت اللہ کے سجادہ نشین ہیں۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کا قد کافی اونچا ہے۔ تقریباً تین درجن کتابیں منظر عام پر آ کر خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ عربی، فارسی، اردو ہندی، انگلش، گجراتی، سنسکرت اور مراٹھی زبانوں کے تکلم پر قادر ہیں۔ اشعار کہنے کا ذوق ورثہ میں ملا ہے۔ کلام کی زبان نہایت سادہ، شگفتہ اور مہذب ہونے کے باوجود پراثر ہے۔ نعت مصطفیٰ میں پ بازاری الفاظ استعمال کرنے کے سخت مخالف ہیں۔ اعلیٰ حضرت

علیہ الرحمہ کے بعد محفلوں میں آپ کا کلام سب سے زیادہ سنا اور سنایا جاتا ہے۔ اردو ہندی کے کئی نعتیہ دیوان آ کر قبول عام ہو چکے ہیں۔ سنسکرت، انگلش زبان میں بھی ایک ایک نعت آپ نے کہی ہے۔ آپ کی علمی و قلمی نگارشات مندرجہ ذیل:

(۱) نظم الہی:

یہ انگلش زبان میں سورہ بقرہ کی تفسیر جو برطانیہ اور ملاوی کے کئی مدارس کے سلیپس میں شامل ہے۔

(۲) کلام الرحمان:

یہ ہندی زبان میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان کے مشہور زمانہ ترجمہ قرآن کنز الایمان اور خزائن العرفان کا ہندی ترجمہ ہے۔

(۳) مصطفیٰ جان رحمت:

یہ سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عمدہ کتاب ہے۔

(۴) گھر آگن میلاد:

عورتوں کے لیے لکھی گئی میلاد مصطفیٰ صلی اللہ وسلم ہر حشو و زوائد سے خالی عمدہ کتاب ہے۔

(۵) مصطفیٰ سے آل مصطفیٰ تک

(۶) مصطفیٰ سے مصطفیٰ رضا تک

(۷) مصطفیٰ سے مصطفیٰ حیدر حسن تک

(۸) کیا آپ جانتے ہیں (اردو، ہندی):

یہ اسلامی معلومات کا بڑا بیش بہا ذخیرہ ہے، کئی مدارس میں داخل نصاب ہے، حوالوں کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

(۹) دفاع اعلیٰ حضرت

(۱۰) دفاع سبع سنابل

(۱۱) شرح قصیدہ بردہ (اردو، ہندی، انگلش)

امام شرف الدین بوسیری کے مشہور زمانہ قصیدہ بردہ کی شرح ہے۔

(۱۲) کتاب الصلوٰۃ (انگلش)

(۱۳) چھوٹے میاں

(۱۴) ذبح عظیم

(۱۵) گستاخی معاف (ہندی مضامین کا مجموعہ)

(۱۶) قرآنی نماز بمقابلہ مانکرو فونی نماز (اردو، ہندی)

(۱۷) فضل ربی (اردو، ہندی سفرنامہ)

(۱۸) نئی روشنی (ہندی ترجمہ)

(۱۹) عمر قید (گجراتی سے ترجمہ)

(۲۰) آگ گاڑی (گجراتی سے ترجمہ)

(۲۱) لولو (ناول)

(۲۲) تہتر میں ایک (ہندی میں ترجمہ)

(۲۳) شان نعت مصطفیٰ

(۲۴) مدائح مصطفیٰ

(۲۵) تنویر مصطفیٰ (نعتیہ دیوان)

(۲۶) فرمان مصطفیٰ (نعتیہ دیوان)

(۲۷) نوازش مصطفیٰ (نعتیہ دیوان)

(۲۸) بعد از خدا نعتیہ دیوان جو آپ کے سارے دواوین کا مجموعہ بھی ہے

(۲۹) اسرار خاندان مصطفیٰ

کاروان علمی و تصنیفی رواں ہے امید کہ اور بھی گراں قدر تصنیفات، قیمتی نگارشات زینت نگاہ بنیں گی۔

۱۳۔ حضرت امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی مدظلہ  
(ولادت: ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء)

حضرت احسن العلماء قدس سرہ العزیز کے فی الوقت سب سے بڑے صاحب زادے ہیں۔ جن کی ولادت ۱۶ اگست ۱۹۵۲ء (ذی القعدہ ۱۳۷۱ھ) میں ہوئی۔ درگاہ معلیٰ کے مدرسے قاسم البرکات سے تعلیم کی ابتدا کی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اردو ادب میں ایم۔ اے کیا اور یہیں رہ کر میر تقی میر پر تحقیقی کام کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ کچھ عرصہ شعبہ اردو میں لکچرر بھی رہے پھر آگرہ کے سینٹ جونز کالج میں بحیثیت لکچرر تقرر ہوا۔ جہاں تقریباً آٹھ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں بحیثیت ریڈر واپس تشریف لائے اور اب پروفیسر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں جو یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم کی درس و تدریس کا سب سے بڑا منصب سمجھا جاتا ہے۔ حضرت تاج العلماء نے بچپن میں ہی بیعت و خلافت سے نوازا دیا تھا۔ پھر حضرت احسن العلماء اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہم الرحمۃ والرضوان نے بھی خلافت و اجازت کے فروغ میں مصروف ہیں ہزاروں بندگان خدا آپ کے ذریعہ داخل سلسلہ ہو رہے ہیں۔ درگاہ عالیہ برکاتیہ کی سجادہ نشینی اور تولیت کی ذمہ داریاں ان سب پر مستزاد ہیں۔

ان گوں ناگوں مصروفیات میں بھی آپ تحریر و تصنیف کے لیے وقت نکال لیتے ہیں جس کا ثبوت آپ کے متعدد تصانیف ہیں۔

۱۔ سید شاہ برکت اللہ۔ حیات اور علمی کارنامے:

۱۱۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں آپ نے سادہ و سہل زبان اور انداز میں حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے حالات زندگی اور علمی کاموں کا جائزہ لیا ہے۔ خصوصاً پیچ پرکاش، کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔

## ۲- ترجمہ سراج العوارف:

حضرت سید شاہ ابوالحسن نوری قدس سرہ کی مشہور تصنیف ہے جسے اردو میں ترجمہ کر کے آپ نے افادہ عام کے لیے وقف کیا ہے۔ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل اس ترجمے کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں اور اہل ذوق کی ضیافت طبع کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔

## ۳- آداب السالکین:

یہ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کی تصنیف لطیف ہے جس کا پہلا ترجمہ حضرت تاج العلماء نے کیا تھا اور متن فارسی کے ساتھ ۱۹۳۵ء میں شائع کیا تھا۔ یہ ترجمہ اپنی زبان اور انداز کے ساتھ قدرے اجنبی ہو گیا ہے اس لیے حضرت امین ملت نے عصری تقاضوں اور زبان کو پیش نظر رکھ کر اس کا جدید ترجمہ کیا ہے جو چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ انھوں نے مخصوص اصطلاحات اور مقامات کی تشریح و توضیح بھی کی ہے اس لیے اس کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

## ۴- چہار انواع:

یہ حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ کی تصنیف ہے جسے حضرت امین ملت نے شریف احمد خاں صاحب کی معاونت سے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

## ۵- میر تقی میر:

یہ آپ کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر آپ کو سب سے بڑی سند ڈاکٹریٹ یاپی، ایچ ڈی عطا ہوئی۔

## ۶- ادب، ادیب اور اصناف:

اردو ادب کی اصطلاحات و اصناف پر یہ آپ کا علمی کارنامہ ہے۔

## ۷- قائم چاند پوری حالات اور علمی کارنامے:

اردو کے نامور شاعر و ادیب قائم چاند پوری کے حالات زندگی اور ان کے علمی کارناموں، شاعری و تذکرہ نگاری پر آپ نے بھرپور انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

## ۹- شاہ حقانی کا اردو ترجمہ و تفسیر قرآن مجید:

خانوادہ برکات کے نامور فرزند سید شاہ محمد حقانی (۱۱۲۵ھ - ۱۲۱۰ھ) نے ترجمہ تفسیر قرآن ”عنایت رسول کی“ عنوان سے کیا تھا۔ حضرت امین ملت نے مفتی محمد ارشاد ساحل شہرامی کی معاونت سے اسے جدید انداز میں مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ وہ ابھی بہت سے علمی و ادبی کام انجام دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی مصروفیات اس قدر ہیں کہ ان کی تکمیل جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

## عالم اسلام کی چند اہم و بااثر شخصیات میں شمار:

بلاشبہ خانوادہ برکات کے چشم و چراغ، درگاہ عالیہ برکاتیہ کے جانشین و صاحب اجازت و خلافت بزرگ ہیں، ہزار ہا بندگان خدا آپ کے توسط سے سلسلہ برکاتیہ میں شامل ہوتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ عالمگیر سطح پر ہے۔

جارج ٹاؤن یونیورسٹی امریکہ نے ایک سروے کرا کے عالم اسلام کی ۵۰۰ بااثر اور اہم شخصیات کا انتخاب کیا ہے، اس میں حضرت امین ملت کو ان کے اثر و رسوخ اور اہمیت و فضیلت کی بنا پر چوالیسویں مقام پر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ سروے رپورٹ بجائے خود اہمیت کی حامل ہے اور آپ کے مقام بلند کی مظہر ہے۔  
در اصل یہ آپ کی ان عظیم خدمات اور خدمت خلق کا اعتراف ہے جو بتوفیقی انجام پذیر ہو رہی ہیں۔

## ترویج علم سے غیر معمولی شغف اور البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کا قیام:

اپنے خانوادے کی دیرینہ روایت کے عین مطابق حضرت امین ملت کو بھی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کا شغف جنون کی حد تک ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جنون کے بغیر کوئی بھی کام معراج کمال کو نہیں پہنچتا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے اپنے برادران عزیز سید محمد اشرف، سید محمد افضل، سید محمد نجیب کے علاوہ خالہ زاد بھائی سید اختر ظہیر رضوی المعروف بہ گامابھائی۔ اور بھانجے ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی جیسے مخلص

رفقا و اعزاء کی معاونت سے ۱۹۹۵ء میں ”البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی رجسٹرڈ کرائی، اس کے نام پر انوپ شہر روڈ علی گڑھ میں وسیع و عریض قطععات آراضی خرید کر رجسٹرڈ کرا کے اور البرکات کے اداروں کی منصوبہ سازی کی۔ ۲۰۰۲ء میں اس کے اداروں اور ان کی عمارتوں کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ تبھی سے تعلیم و تعمیر کا سلسلہ جاری ہے“

☆ سب سے پہلے وزیر منزل - میرس روڈ علی گڑھ ”البرکات پلے اینڈ لرن سینٹر“ کے نام سے بچوں کا ایک اسکول قائم کیا گیا جو اب بھی البرکات کی اصل عمارتوں سے دور اس علاقے کو تعلیمی خدمات فراہم کر رہا ہے۔

☆ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام فی الوقت البرکات سینٹر سکندری اسکول (بوائز) البرکات قادریہ اسکول (گرلس)، البرکات انسٹی ٹیوٹ آف منجمنٹ اسٹیڈیز (ایم - بی - اے کی تعلیم کا ادارہ) البرکات انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن (بی - ایڈ کی تعلیم کا ادارہ) البرکات جامعہ ہمدرد اسٹڈیز سینٹر (بی - بی - بی - اے) کی فاصلاتی تعلیم کا ادارہ جس کا الحاق جامعہ ہمدرد ہلی سے ہے، کام کر رہے ہیں اور تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

☆ اسلامیات کی جدید انداز میں تعلیم و تحقیق کا ادارہ البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، قیام کے عمل سے گزر رہا ہے۔

☆ سماج کے کمزور اور غریب بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے برائے نام فیس پر البرکات آفٹرنون اسکول جولائی ۲۰۱۱ء سے شروع کیا گیا ہے۔ طلباء کو یونیفارم اور فیس سوسائٹی کی جانب سے مہیا کرائی جا رہی ہے۔

☆ ان کے علاوہ پیرامیڈیکل کورسز، میڈیکل کالج اور انجینئرنگ کالج کا قیام بھی زیر غور ہے۔ دراصل البرکات کے اداروں کو یونیورسٹی کا درجہ دلانا مقصود ہے لیکن ان تمام منصوبوں اور خوابوں کی تکمیل وقت اور سازگار حالات کی منتظر متقاضی ہے۔ محنت، لگن یقین محکم و جذبہ صادق یقیناً منزل مقصود تک پہنچائیں گے۔

☆ طلباء و طالبات کے قیام کے لیے ہوسٹل کا بھی نظم کیا گیا ہے۔

۱- پیمنٹ پر کاش ہوسٹل سکندری اسکول کے طلباء کے لیے مخصوص ہے۔

۲- البرکات گاما بھائی ہوسٹل میں بڑی کلاسز اور پروفیشنل کورسز کے طلباء قیام پذیر ہیں۔

۳- البرکات محبوب فاطمہ گرلز ہوسٹل طالبات کے لیے مخصوص ہے۔

ان سبھی ہوسٹلوں میں قیام و طعام کا بہترین انتظام کیا گیا ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہوسٹلوں اور تمام اداروں میں اسلامی ماحول اور مسلم تہذیب کو نمایاں رکھنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے اور طلباء و طالبات کو تمام جدید سہولیات مہیا کرائی جاتی ہیں۔ طلباء و طالبات کی تربیت، علاج و معالجہ اور صحت کی حفاظت کا معقول تر انتظام بھی کیا گیا ہے۔

☆ البرکات کے تمام اداروں اور کمپس کو خوبصورت چہار دیواری سے مشخص و مربوط کر دیا گیا ہے۔ کمپس میں بہت ہی شاندار خوبصورت اور وسیع و عریض مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے سب سے اہم بات یہی ہے کہ البرکات کی تمام عمارتیں اور مسجد اس قدر شاندار اور دیدہ زیب ہیں کہ دیکھنے والے دیکھتے ہیں رہ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ البرکات کے اداروں اور ان کے حسن انتظام نیز تعلیم و تربیت نے نہ صرف علی گڑھ میں بلکہ ملک کے دور دراز علاقوں میں بھی اپنا مقام بنالیا ہے اور دور دور کے طلباء یہاں کھینچے چلے آ رہے ہیں۔

☆ علی گڑھ سے باہر کی دنیا کو بھی البرکات، کی برکات سے متمتع کرنے کی کوشش بھی جاری ہے۔ مرکز برکات مارہرہ شریف کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مارہرہ پبلک اسکول ۲۰۰۳ء سے شاہ سید محمد نجیب صاحب کی قیادت میں کام کر رہا ہے۔ وہیں کے قدیم مدرسہ قاسم البرکات کو بہتر بنانے اور وہاں قرأت و تجوید کا خصوصی نظم کیا جا رہا ہے۔

☆ جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں مجلس برکات، کا قیام عمل میں آیا ہے جس کا مقصد



درس نظامی کی کتب پر مفید حواشی تیار کرانا اور جدید انداز میں ان کے ترجمے و تفسیر کا انتظام کرنا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے ترجمے و حواشی کے لیے اغیار کے کاموں پر انحصار ختم ہو۔ اس اہم کام کا ایک مرکز علی گڑھ میں بھی زیر غور ہے۔

☆ البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے جذب اور کام سے متاثر ہو کر ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے برکاتی حضرات اس کارواں میں شامل ہو رہے ہیں اور اپنے اپنے علاقے میں اسی بینر کے تحت ادارہ سازی کر رہے ہیں، مہاراشٹر کے ایک مقام کرلا میں البرکات ملک محمد اسلام اسکول، قائم کیا گیا ہے۔ سورت (گجرات) میں البرکات پبلک اسکول قائم ہوا ہے کانپور میں البرکات کمپیوٹر سینٹر کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جے پور (راجستھان) میں البرکات کی شانے قائم کرنے کے لیے وسیع و عریض زمین خریدی جا چکی ہے۔ کانپور میں بھی اس مقصد کے لیے زمین کی فراہمی کی کوششیں جاری ہیں۔

وہ دن دور نہیں انشاء اللہ الرحمن اس چراغ سے بہت جلد بہت سے چراغ روشن ہونگے اور ہر طرف علم و فن کا چراغ ہوگا اور چار سو برکاتی پرچم لہرائے گا اور یہ سب کچھ حضرت امین ملت مدظلہ کی کامیاب قیادت میں ہوگا۔

### ۱۳۔ حضرت شرف ملت سید شاہ محمد اشرف قادری برکاتی دام اقبالہ

(ولادت: ۱۳۷۴ھ)

آپ حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے موجودہ صاحبزادگان میں دوسرے صاحبزادے ہیں۔ جن کی ولادت ۸ جولائی ۱۹۵۷ء کو بمقام سیتاپور، ننھیال میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مارہرہ شریف میں ہی ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخل ہوئے جہاں سے بی اے (آنرز) اور پھر ایم۔ اے امتیاز کے ساتھ پاس کیے اور گولڈ میڈل سے نوازے گئے۔ مقابلہ جاتی امتحانات میں حصہ لیا۔ انڈین ریونیوسروس (IRS) کے لیے منتخب ہوئے اور ترقی کرتے

ہوئے فی الوقت محکمہ انکم ٹیکس میں چیف کمشنر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں۔ دنیاوی اعتبار سے بڑے منصب پر فائز ہونے کے باوجود خانوادے کے اثر و امتیازات سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا ہے۔ دینی مزاج۔ علماء و مشائخ کا احترام، عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بزرگان دین کا احترام، تواضع و انکساری، خلوص و محبت اور سنجیدگی و بردباری جیسی صفات حسنہ آپ کی شخصیت و کردار کا جزو لاینفک ہیں۔

حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے ولادت کے بعد ہی بیعت سے مشرف کر دیا تھا والد محترم حضرت احسن العلماء اور حضرت سید العلماء نے جملہ سلاسل کی خلافت و اجازت مرحمت فرمائی تھی لیکن آپ بوجہ انکسار داخل سلسلہ نہیں فرماتے ہیں۔ حضرت اشرف کو اردو ادب اور تصنیف و تالیف سے بھی خاص شغف ہے، کہانیاں اور ناول لکھنے کے علاوہ شاعری بھی کرتے ہیں خصوصاً نعت و مناقب کی طرف توجہ فرماتے ہیں، کہانیوں کے دو مجموعے۔ باد صبا کا انتظار اور ڈار سے نکچڑے، شائع ہو چکے ہیں۔ نمبردار کا نیلا، اور میرامن قصہ سنو، ناول کی صورت میں زیور طبع آراستہ ہو چکے ہیں۔ نعتیہ مجموعے۔ ”صلو علیہ وآلہ“ کے عنوان سے خوش ذوق سامعین کی ضیافت طبع کا سامان فراہم کرا چکا ہے۔ ان کے علاوہ درجنوں علمی و ادبی مضامین، غزلیں اور نظمیں منتظر طباعت ہیں۔ آپ کی متعدد کہانیوں کے ترجمے دوسری زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

علوم کی ترویج و اشاعت کا خاندانی وصف بھی آپ میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے آپ نائب صدر ہیں اور اس کی منصوبہ سازی و ادارہ سازی میں آپ حضرت امین ملت کے شانہ بشانہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آخر میں اس امر کا ایک بار پھر اعادہ ضروری ہے کہ اس مقالے میں خانوادہ برکات کی صرف ایک شاخ اور اس کے بھی چند چندہ شخصیات کی خدمات جلیلہ کا ہی احاطہ کیا جاسکا ہے۔ تمام شخصیات اور ان کی علمی و ادبی خدمات کے تذکرے کے لیے تو ایک ضخیم کتاب بھی کفایت نہیں کرے گی۔ اس کے کئی حصے درکار ہوں گے۔ اللہ جسے تو فیق اور وقت و حالات ارزانی فرمائے گا، وہی یہ خدمت انجام دے گا۔ (انشاء اللہ العزیز)

## اہل سنت و جماعت کی شیرازہ بندی میں خانقاہ برکاتیہ کا کردار ارکان ثلاثہ کی خدمات کے حوالے سے

مولانا ساجد علی مصباحی و مفتی قطب الدین رضا مصباحی

ہندوستان کی ممتاز ترین خانقاہوں میں ایک معتبر نام ”خانقاہ برکاتیہ“ کا ہے، جو صوبہ اتر پردیش میں ضلع ایٹھ کے مشہور و معروف قصبہ ”مارہرہ مطہرہ“ میں واقع ہے۔ یہ خانقاہ ۱۱۱۸ھ میں سلطان العاشقین صاحب البرکات حضور سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ (۱۰۷۰ھ/۱۱۳۲ھ) نے قائم کی تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ خانقاہ ہمیشہ عوام و خواص اور علما و مشائخ کا مرکز و مرجع رہی ہے۔ جہاں اپنے وقت کے نامور ارباب علم و فضل اور ممتاز ترین اصحاب زہد و تقویٰ نے اپنی جبین عقیدت جھکائی اور وہاں کے اکابر کی سیادت و قیادت اور روحانی فیوض و برکات سے ان کے بے چین دلوں نے تسکین پائی ہے۔ اس خانقاہ کی عظمتوں کو دیکھ کر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ پکارا ٹھے:

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا  
بول بالے مری سرکاروں کے

اکابر خانقاہ برکاتیہ کی طرف اساطین شریعت و معرفت کے دلوں کی کشش بلا وجہ نہ تھی، مذہب و ملت کا درد رکھنے والے خاصان خدا نے انھیں یوں ہی اپنا مرشد و قائد نہیں مانا، بلکہ سچائی یہ ہے کہ انھوں نے اپنی حقیقت شناس دور بین نگاہوں سے مشائخ و مرشدین خانقاہ برکاتیہ کے اندر استقامت و تصلب فی الدین اور الحب فی اللہ

والبغض فی اللہ کے جلوے دیکھے، نسب و حسب پر فخر و مباہات سے گریز اور مصائب و آلام پر صبر و تحمل کا مشاہدہ کیا، سیاسی بصیرت اور فکری پختگی کے ساتھ امت مسلمہ کے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھانے کا ہنر، منتشر جماعت کو یکجا کرنے کی سچی ٹرپ، پچھڑتے ہوؤں کو ملانے کا جذبہ اور بدکنے والوں کو اپنانے کا فن دیکھا تو ان کے اسیر ہو گئے اور بسر و چشم ان کو اپنا مرشد و رہنما اور قائد و سردار تسلیم کر لیا۔

نور بخش عالم ہے بارگاہِ مارہرہ  
فرد ہے زمانے میں خانقاہِ مارہرہ  
کیا مقام رفعت ہے اور کوئی کیا جانے  
اہل معرفت جانیں عز و جاہِ مارہرہ  
کھکشاں اجالوں کی مجھ سے بھیک مانگے گی  
آ تو جائے ہاتھ میں گردِ راہِ مارہرہ

(میکائل ضیائی)

امت مسلمہ کی تعمیر و ترقی، ان کی فلاح و بہبود اور جماعتی شیرازہ بندی کے لیے قائدین کے اندر علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کے ساتھ سیاسی بصیرت، فکری پختگی اور خیالات کی بلندی لازمی ہے۔ اس زاویے سے جب ہم خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے علما و مشائخ کی طرف نظر کرتے ہیں تو وہ بڑے منفرد اور ان کے کارنامے انتہائی ممتاز نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کی پریشانی، زبوں حالی اور ان پر نازل ہونے والی مصیبتیں ان کو مضطرب اور بے چین کر دیتی ہیں اور وہ قوم مسلم کو انتشار و افتراق سے بچانے اور ان کے مصائب و آلام کو دور کرنے کی فکر کرنے لگتے ہیں۔

تقسیم ہند کا زمانہ مسلمانوں کے لیے بڑا پر آشوب، پر فتن اور پر خطر تھا، پورے ملک کی فضا بے چینی کی شکار تھی۔ مسلمانوں کا افتراق و انتشار اپنے نقطہ عروج پر تھا اور وہ مختلف طبقات میں بٹ گئے تھے۔ سیاسی سطح پر دو بڑی جماعتیں تھیں: کانگریس اور مسلم لیگ۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا تھا جو جمعیۃ علما ے ہند کے پرچم

تلیے جمع ہو کر کفر کی بالادستی اور کافروں پر مکمل اعتماد کا یقین دلانے لگا اور کانگریس کا مکمل حامی اور ہم نوا بن گیا اور حکمران انگریز کے سامنے یہ دعویٰ پیش کیا کہ مسلمانوں کی اکثریت ہمارے ساتھ ہے، لہذا مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں ہماری ہی بات تسلیم کی جائے اور ہمیں ہی پوری قوم مسلم کا نمائندہ مانا جائے۔ مسلمانوں کے لیے علاحدہ کسی وطن کی ضرورت نہیں ہے، ہم ہندوستانیوں کے ساتھ شیر و شکر کی طرح رہیں گے اور ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اور اپنی مرضی اور اختیار سے ہم ہندوؤں کے ہر حکم پر گردن اطاعت خم کرتے رہیں گے۔

دوسرا طبقہ مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو کر یہ نعرہ لگا رہا تھا ”سینے پر گولی کھائیں گے، پاکستان بنائیں گے“ دونوں حلقوں میں اتنا شدید اختلاف ہوا کہ اگر مرید مسلم لیگی ہے اور پیر کانگریسی، تو مرید نے اپنے پیر سے ترک تعلق کر کے شجرہ واپس کر دیئے کو فخر کی بات سمجھا اور اگر مرید کانگریسی (جمعیۃ العلما کا) ہے اور پیر مسلم لیگی تو اس نے بھی پیر کو چھوڑ کر اپنی انا کی تسکین کا سامان پیدا کیا۔

تیسرا طبقہ وہ تھا جو مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کا مخالف تھا اور تقسیم ہند کے لیے کسی قیمت پر تیار نہ تھا۔ اس طبقہ میں تاج العلما حضرت علامہ سید اولاد رسول محمد میاں، سید العلما حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی، حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، فقیہ اعظم ہند شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، مولانا شاہ سراج الہدیٰ گیواوی اور احسن العلما سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں (علیہم الرحمۃ والرضوان) شامل تھے۔

ان حالات میں تاج العلما حضرت علامہ سید اولاد رسول محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ نے امت مسلمہ کی رہنمائی اور جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی میں بہت ہی نمایاں اور تاریخی کارنامہ انجام دیا۔ حضرت سید العلما اور حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ علیہما بھی اس پورے سفر میں ان کے دوش بدوش رہے۔ اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ ان حضرات کی سب سے پہلی کوشش یہ رہی کہ ان تحریکوں کی مسلم ہمدردی کے نعروں کو

سمجھوں کے سامنے عیاں کر دیا جائے تاکہ مسلمان ان کے زہریلے اثرات سے اپنے کو محفوظ رکھ سکیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ کانگریس کی حمایت کرنے والی نام نہاد مسلم جماعت نے ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند کیا جس کے نتیجے میں وہ لوگ شعائر دین کے ترک پر بھی آمادہ ہوئے، مذہبی مراسم پر قانونی پابندی بھی تسلیم کی، انھوں نے اپنے ذاتی مفادات اور سرخروئی کی خاطر اپنے غیر مسلم سربراہ کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا، جس کی انتہا یہ رہی کہ وہ کفر و شرک کا بھی امتیاز کھو بیٹھے۔

چنانچہ مولوی عبدالماجد نے مسٹر گاندھی کے بارے میں کہا:

”خدا نے ان کو ہمارے واسطے مڈرگر بنا کر بھیجا ہے۔ قدرت نے

ان کو سبق پڑھانے والا مڈرگر بنا کر بھیجا ہے۔“

(فتح دہلی، ۲۴ نومبر ۱۹۲۰ء، بحوالہ مصمصام سنت و گلوئی گاندھویت، ص: ۳، مصنفہ مولانا حشمت علی)

مولوی عبدالباری فرنگی محلی نے کہا:

”ان کو اپنا رہنما بنا لیا جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں، میرا

حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے :

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت

رفیق و نثار بت پرستی کردی

(گاندھی کا فیصلہ مصنفہ حسن نظامی، مطبوعہ دہلی، بحوالہ حق کا خنجر)

ظفر الملک نے کہا:

”اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔“

(دبدبہ سکندری، رام پور، یکم نومبر ۱۹۲۰ء)

حضرت تاج العلما نے ان کفریات کا سخت نوٹس لیا، ان کے زہریلے اثرات سے لوگوں کو باخبر کرنے کے لیے آپ کی کئی ایک تحریریں منظر عام پر آئیں، جن کے ذریعہ آپ نے ان ضمیر فروشوں کے اقوال کا سخت محاسبہ کیا۔ اسی طرح آپ

نے ”رسالہ در مغالطات گاندھویہ“ اور ”الاحتیقات الشرعیہ فی رد خباثات گاندھویہ“ تحریر فرمایا، جن میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس کا جائزہ لیا کہ گاندھی کس طرح اپنے بیانات و اقوال کے ذریعہ مسلمانوں کو مغالطوں میں مبتلا کر رہے تھے اور اپنی بیٹھی باتوں سے لوگوں کو پھانس رہے تھے اور خلاف شرع باتوں کا ارتکاب کروا رہے تھے۔

حضرت تاج العلماء نے مسلم لیگ کا بھی حقیقی چہرہ لوگوں کے سامنے پیش کیا، اس وقت مسلمان نہایت جذباتی انداز سے اس تحریک سے جڑ رہے تھے۔ اس کے مفسدات پر لوگوں کی نظریں نہ تھیں۔ ان کی حمایت محض اس جذبہ کے تحت تھی کہ یہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ لوگ اس حد تک جنونی کیفیت سے دوچار تھے کہ محمد علی جناح کو سیاسی نبی اور قانونی پروردگار کہا جانے لگا۔ کسی نے کہا:

تیرے رخ سے پرتو شبیر و شبر آشکار

تو سیاست کا نبی قانون کا پروردگار

حضرت تاج العلماء نے ان اسلام مخالف نظریات سے اپنے سنی مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے مسلم لیگ اور اس کے ہم نواؤں کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے ”مسلم لیگ کی بخیہ دری“ اور ”طرہ مغالطہ لیگ“ تصنیف فرمائی جس میں تحریک کے خیالات و نظریات اور ان کے نتائج و عواقب پر روشنی ڈالی گئی۔

یہاں سنجیدگی سے سوچنے کی چیز یہ ہے کہ ان بدتر حالات میں اگر مسلمانوں کی رہنمائی کا سامان نہ کیا جاتا تو جماعت اہل سنت بالکل ٹوٹ کر رہ جاتی، اہل سنت و جماعت کا امتیاز ختم ہو کر رہ جاتا، سادہ لوح لوگ نام نہاد قائدین کے بلند بانگ دعووں اور نعروں کے زیر اثر آہی جاتے، ایسے پر آشوب ماحول میں حضرت تاج العلماء اور دیگر علمائے اہل سنت نے ایمان و عقیدہ و عمل کی حفاظت کے ساتھ اہل سنت و جماعت کو جوڑنے کی جو کوششیں کیں وہ ان کے دفتر فضائل کا ایک زریں حصہ ہے۔

واضح ہو کہ حضرت تاج العلماء نے ان نازک ترین حالات میں جماعت اہل سنت کی رہنمائی اور شیرازہ بندی کے لیے صرف تحریری سطح ہی پر کام نہیں کیا بلکہ اس

مقصد کے پیش نظر آپ نے ”مرکزی جماعت اہل سنت مارہرہ شریف“ کی بنا بھی ڈالی جس کے بانی صدر تاج العلماء حضرت علامہ سید اولاد رسول محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ، سکریٹری سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ اور نائب صدر احسن العلماء حضرت علامہ سید مصطفیٰ حیدر حسن رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس کے قیام اور کارکردگی کے حوالے سے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کا یہ اقتباس پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے:

”ایک طرف گاندھی کے مسلم نما بھگت کا نگرلیس کے اسٹیج سے

مشرک غلامی کی دعوتیں دے رہے ہیں تو دوسری طرف جٹا کی

امت مسلم لیگ کے دل فریب پردے میں جینا رافضی مرتد کو

قائد اعظم، قائد ملت اسلامیہ، محبوب راہ نما، پیسبر سیاست،

سیاست کا نبی، قانون کا پروردگار بلکہ سیاسی خدا گر بنا کر پیش

کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ مجدد اعظم کا

پڑھایا ہوا سبق دلوں نے بھلادیا، اشخاص و افراد کی ذاتی

وجاہتوں اور شخصی عقیدتوں پر دین و سنت کے اس سچے جاں نثار

کی چٹن سالہ خدمات دینی قربان کر دی گئیں، اپنے اغیار کی

طرف جھکنے لگے، مردانی چالیں چلی گئیں۔ یہ عالم تھا جب چند

دردمند دل روتی آنکھیں اور مجروح قلب لے کر مجدد اعظم کے

مرشدان عظام کے آستانہ مقدسہ پر اپنی فریاد لے کر آئے،

انھوں نے حضور صاحب البرکات اور سرکار اچھے میاں کی

چادریں پکڑ کر اپنے دکھے دل کی نذر پیش کی اور الحمد للہ ثم الحمد للہ

کہ آستانہ پاک نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور تھوڑے سے بے

یار و مددگار افراد نے محض توکل علی اللہ تعالیٰ ”جماعت اہل سنت“

کی تشکیل اس تیرہ سو برس سے زائد کی جمعی ہوئی مقدس بنیاد ”مسما

انا علیہ واصحابی“ پر کی اور جماعت کے خدام نے حسب

وسعت اپنی ہر چیز حق کے حق ادا کرنے میں قربان کر ڈالنے کا عہد کیا، باطل کے جھگھٹوں میں اس مٹھی بھر کی جماعت حق نے کھلبلی ڈال دی۔“

(اہل سنت کی آواز، حصہ اول، ص: ۸، ۹)

اس جماعت کے پلیٹ فارم سے مختلف اجلاس و اجتماعات ہوئے، جن میں تحریکوں اور سیاسی جماعتوں کی سازشوں، مکر و فریب اور اسلام مخالف کرداروں کا پردہ چاک کیا گیا اور تمام تر حالات سے آگاہ کر کے مسلمانوں کے لیے طریقہ عمل متعین کیا گیا۔ اس سلسلے میں جماعت کے ذمہ داروں نے مختلف علاقوں کا سفر بھی فرمایا اور مسلمانوں کی بے چینی و بے قراری کو محسوس کر کے ازالے کی تدبیریں اپنائیں۔ ایک سفر کی روداد تحریر کرتے ہوئے حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے کارکردگی پر یوں روشنی ڈالی ہے:

”ارکان وفد نے جماعت مبارکہ کے اصولی مقاصد کی تبلیغ و اشاعت فرمائی اور اس سلسلے میں دشمنانِ خدا و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جملہ کفار و مشرکین و مرتدین و مبتدعین اور زمانہ حال کے چاروں بڑے فتنوں احرار، خاکسار، کانگریس و مسلم لیگ کا قرآن عظیم و حدیث جمید کی روشنی میں رد و شدید و طرد بلیغ فرمایا، ان خبثات کی خباثتوں، ہلاکتوں، ضلالتوں، شناعتوں پر ناواقف مسلمانانِ اہل سنت کو اچھی طرح آگاہ فرما کر ان کو ان سب خبثات سے قطعاً دور و نفور و بیزاری و بری رہنے کی دینی، اسلامی، قرآنی نصیحت فرمائی۔“

(اہل سنت کی آواز، حصہ ہفتم، ص: ۱۲، ۱۳)

ان امور و معاملات کو لے کر آپ کو اپنوں اور بیگانوں کی طرف سے مزاحمتوں اور مخالفتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا، مگر وہ تمام مزاحمتیں آپ کی ہمت و استقلال

میں کچھ بھی رخنہ نہ ڈال سکیں۔

آزادی کے بعد ۱۹۵۲ء میں مسٹر محمد احمد کاظمی نے پارلیمنٹ میں دو نئے بل بنام اوقاف بل اور قاضی بل پیش کیے، جو جمعیت علمائے ہند کے مشورہ سے تیار کیے گئے تھے۔ ان دونوں کو پاس کرانے کا مقصد یہ تھا کہ اہل سنت کے اوقاف اور نکاح و طلاق، حج و زیارت اور دیگر شرعی عبادات و معاملات وغیرہ جمعیت علمائے ہند، مدرسہ دیوبند و سہارن پور کے وہابیوں، دیوبندیوں نیز دوسرے آزاد خیال اور بے دین افراد کے ہاتھوں میں آجائے اور وہ اپنی مرضی سے جو چاہیں تصرف کریں۔

اس وقت تاج العلماء سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قدس سرہ ٹرپ اٹھے اور موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اہل سنت و جماعت کو بندہ ہوں کی دسیسہ کاریوں سے باخبر کرنے اور ان سے محفوظ رہنے کی تدبیر شروع کر دی۔ آپ نے ”مفید شرعی ہدایات“ کے عنوان سے ایک مضمون قلم بند فرمایا جس میں اغیار کے تسلط اور ان کے ناپاک عزائم و مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”مساجد کے امام، مدرسوں اور مکتبوں کے مدرس، انجمنوں اور جمعیتوں کے مالکان حل و عقد، اسٹیجوں اور پلیٹ فارموں کے لیکچرار اور اسپیکر یہی بے دین و بد دین بنے ہوئے ہیں اور الف کے نام لٹھانہ جاننے والے ناواقف عوام کو خود دین دوست کے نام پر دین و سنت سے برگشتہ کر رہے ہیں اپنی طرح طرح کی کارروائیوں سے انھیں ناواقف عوام کے ووٹ لے کر مسلمانوں کے نام نہاد نمائندے بن کر ملکی، دنیاوی حکومت کے چھوٹے اور بڑے صوبائی، مرکزی اور مقامی حکومت کے اداروں، اسمبلیوں، کونسلوں اور مینسپلٹیوں وغیرہ میں یہی مدعیان اسلام لیڈران قوم، دین و مذہب سے آزاد اور بے قید موجود ہیں اور وہاں اپنی تحریک و تجویز اور جوڑ توڑ سے خالص اسلامی دینی شرعی عبادات

و معاملات کے سلسلے میں ایسے قوانین پیش اور پاس کر رہے ہیں جن سے ان مدعیان اسلام، دشمنان دوست نما کو غر با وضعفاے مسلمین اور ان کے دینی اسلامی مراسم و شعائر و احکام اور دینی اسلامی اداروں، مساجد اور مشاہد درگاہوں وغیرہ پر قبضہ اور بالادستی حاصل کر کے مسلمانوں کے نکاح و طلاق و حج و زکوٰۃ وغیرہ با شرعی مسائل میں اپنی من مانی کرنے کے مواقع حاصل ہوں اور جو یہ چاہیں اسے دنیوی حکومت کے قانون کی طاقت سے غریب بے بس و بے کس مسلمانان اہل سنت پر مسلط کرا سکیں۔ اس کی ایک بالکل تازہ مثال مسٹر کاظمی کے مرکزی پارلیمنٹ میں پیش کردہ دوئے بل بنام اوقاف بل اور قاضی بل ہیں۔ جن کے ذریعہ سے مسلمانان اہل سنت کے اوقاف اور ان کے نکاح و طلاق و خلع اور حج و زکاۃ وغیرہ کے خالص شرعی عبادات اور معاملات کو بنام نہاد خیر خواہی اسلام و مسلمین جمعیت العلماء ہند اور مدرسہ دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور وغیرہ کے وہابی دیوبندی ادارت اور افراد اور دوسرے آزاد اور بے قید دین و مذہب سے ناواقف اور قولاً و عملاً اس کے مخالف لیڈران قوم کے ہاتھوں میں دینا چاہا ہے۔“ (سال نامہ اہل سنت کی آواز، ۲۰۱۰ء، ص: ۲۳۵)

اس حوالے سے آپ نے محض اس مضمون پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ۲۰ تا ۲۳ صفر ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۰ تا ۱۳ نومبر ۱۹۵۲ء منعقد ہونے والے عرس قاسمی کے موقع پر ”جماعت اہل سنت“ کے اجلاس بھی منعقد کروائے اور اس میں ان دونوں بلوں کا ایسا تجزیہ پیش کیا جس سے ان بلوں کی خامیاں طشت از بام ہو گئیں اور ان کے تار و پود بکھر گئے۔ آپ نے ۱۸ تجاویز کے ذریعہ ”اوقاف بل“ کی اور ۸ تجاویز کے ذریعہ ”قاضی

بل“ کی خامیاں اجاگر کیں اور اسے ناقابل قبول قرار دیا۔ یہ تجاویز بعد میں ”راد و وقف بل، قاضی بل“ کے نام سے منظر عام پر آئے۔ ذیل میں دونوں ہی بلوں سے متعلق تجاویز کا مختصر جائزہ پیش ہے:

**وقف بل:**

وقف بل سے متعلق تجاویز کے ذریعہ آپ نے بتایا کہ اوقاف کے قواعد و ضوابط ہماری فقہ کی کتابوں میں پہلے سے موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں کسی نئے قانون کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسا قانون بنانا مسلمانوں کی مذہبی عبادات میں مداخلت کرنا ہے جو ہمارے ملک کی مذہبی حکومت کے اصول کے ہرگز موافق نہیں۔ اس بل کے مطابق وقف بورڈ قائم ہونے تھے اور ان کے اخراجات اوقاف کی آمدنی سے ہی حاصل کرنے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ اوقاف کی گراں باری میں اضافہ کے علاوہ وقف کنندگان کے منشا وقف کے صریح مخالف ہے۔ واقف نے مثلاً ایک سو روپیہ ایک مسجد کی تعمیر اور درستی روشنی وغیرہ کے لیے مقرر کر دیے تھے۔ کاظمی وقف بل کے نفاذ کے بعد ان میں سے مثلاً پانچ روپیہ یا دس روپیہ بنام ٹیکس وغیرہ اس لیے لیے جائیں گے کہ اس سے سکریٹری، کلرک، چپراسی وغیرہ اس عملہ کو تنخواہ اور سفر خرچ اور بھتہ وغیرہ دیا جائے گا جو بروے وقف ایکٹ مقرر ہوگا، اس سے مسجد کی اس آمدنی میں کمی ہو جائے گی جو مسجد کی تعمیر و درستی و روشنی وغیرہ میں خرچ ہونی تھی اور یہ خرچ واقف کی منشا کے خلاف ہوگا جو ناجائز ہے۔

ظاہر ہے کہ اس نکتہ تک وہی پہنچ سکتا ہے جو احکام شرع سے انتہائی واقفیت رکھتا ہو اور ان کے رموز و نکات سے کما حقہ واقف ہو اور آپ اسی منصب پر فائز تھے۔ اس بل پر آپ کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ یہ بل سبھی غیر شیعہ کو سنی قرار دیتا ہے جب کہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ ہر وہ شخص جو شیعہ نہیں ہے، لازماً سنی نہیں ہو سکتا۔ سنی ہونے کے لیے مخصوص خیالات و نظریات کا پابند ہونا ضروری ہے۔ وہ تمام گروہ

اور طبقے جو وہابی نظریات کے پابند ہیں، سنی نہیں۔ مگر عموماً ان کا شمار غیر شیعہ ہونے کی بنا پر سنیوں میں کیا جاتا ہے۔

آپ نے اس بل کی مخالفت اس لیے بھی کی کہ نہ جانے کتنے اوقاف مقابر، درگا ہوں، خانقا ہوں اور عرس و نیاز و فاتحہ کے لیے ہیں جب کہ اس بل کے محرک افراد کے نزدیک یہ سب بدعت ہیں اور انھیں مٹانا ان کا فرض ہے۔ اس صورت میں وہ ان اوقاف کے ساتھ کیا سلوک کریں گے، وہ اظہر من الشمس ہے۔ تو پھر ان کی نگرانی اور قیادت میں بننے والے وقف بورڈ کیسے تسلیم کیے جاسکتے ہیں؟

غرض یہ کہ آپ نے اس بل کی تمام کمزوریوں اور خامیوں کا ایسا تجزیہ کیا ہے کہ اسے پڑھ کر ہر شخص بل کو بے کار محض تصور کرے گا۔

### قاضی بل:

وقف بل کے ساتھ ہی مسٹر کاظمی نے قاضی بل کا مسودہ بھی پیش کیا تھا۔ حضرت والا نے وقف بل کی طرح قاضی بل کے بھی نیچے ادھیڑ دیے تھے اور اسے ناقابل عمل و ناقابل قبول قرار دیا تھا۔

قاضی بل میں بھی وقف بل کی طرح شیعہ و سنی کا امتیاز تو باقی رکھا گیا لیکن سبھی غیر شیعہ حضرات کو سنی جانتے ہوئے سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا تھا، آپ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:

”سنی کہلانے والے عقائد و عملیات میں باہم سخت مخالف فرقوں میں بھی جن کا وجود اس ملک میں ایک حقیقت واقعی ہے امتیاز قائم رکھنا اس بل میں ضروری ہے۔ ورنہ سنی مسلمانوں پر ان فرقوں کے قاضی وغیرہ کا تسلط و اقتدار قائم ہوگا جو ان سنی مسلمانوں سے ان کے مذہبی، دینی اصول و فروع میں سخت مخالف ہیں۔ یہ اسلامی شریعت کی رو سے بھی ہرگز صحیح نہیں اور حکومت وقت کا بنیادی قانون بھی ایک فرقے کی دوسرے فرقہ

پر بغیر اس کی مرضی اور خوشی کے کوئی اقتدار اختیار بہ جبر زبردستی اس کے دینی معاملات میں نہیں دیتا۔“

مسٹر کاظمی نے قاضیوں کے تقرر کے لیے اپنے ہم مسلک مدارس کے نام گنوائے تھے جن کے فاضل علما کو قاضی مقرر کیا جاسکتا تھا۔ اس میں کسی سنی مدرسہ کا نام بھی نہ تھا، اس لیے بھی حضرت والا نے اس کی مخالفت میں آواز اٹھائی تھی۔

اس بل نے نکاح و طلاق کے معاملات کو قانونی جکڑ بندیوں میں جکڑنے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے کہ اسلام نے نکاح و طلاق کے بنیادی اصول و قانون وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ ان کی موجودگی میں کسی نئے قانون کی کیا ضرورت اور وہ بھی اس قانون کی جو اسلامی اصول و ضوابط سے الگ نئے رنگ کی قانونی جکڑ بندیاں پیش کرتا ہو۔

(اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء، ص: ۳۸۱، ۳۸۳، مضمون ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی) حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ ۱۹۴۹ء میں ممبئی تشریف لے گئے، مسجد کھڑک کی امامت و خطابت سنبھالی اور تقریباً ۲۵ سال کا ایک طویل عرصہ ان وادیوں میں گزارا۔ حضرت سید العلماء ممبئی میں نووارد تھے کہ اس درمیان یہاں کی سنیت ایک غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسلم لیگ کا جب زور ہوا اور وہابی سنی امتیاز ختم ہو گیا تو عوام سے علمائے اہل سنت کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ سنی مساجد سے اماموں کو نکال کر وہابی امام بن بیٹھے۔ غازی ملت حضرت مولانا محبوب علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ درپیش ہوا۔ آپ مدن پورہ کی بڑی مسجد کے امام تھے، وہابیوں نے اس منصب سے برطرف کرنے کے لیے آپ پر ایک منصوبہ بند حملہ کر دیا، مولانا محبوب علی خاں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال رہی اور آپ صحیح و سلامت رہے اور حملہ آوروں کا سرغنہ موت کے گھاٹ اتر ا۔ اس پر مخالفوں نے مولانا محبوب علی خاں پر قتل کا مقدمہ دائر کر دیا۔ یہ معاملہ ایک نازک شکل اختیار کر گیا۔ جمعیۃ علمائے ہند نے اہل سنت و جماعت کو بے بس کرنے کی خاطر

بہت سے حربے اختیار کیے۔

اس معاملے میں حضرت سید العلماء نے بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اہل سنت و جماعت کی فتح و کامرانی کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر ڈالیں۔ لوگوں کو حالات کی نزاکت سے باخبر کیا، بکھرے ہوؤں کو جوڑا، غفلت میں پڑے لوگوں کو جگایا، اس طرح ممبئی کے سنی مسلمانوں نے ہوش کے ناخن لیے، انھیں اپنی غلط روی کا احساس ہوا اور سب لوگوں نے متحد ہو کر اس کے حل کی کوششیں کیں جس کے نتیجے میں حضرت مولانا محبوب علی خاں باعزت بری کیے گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس موڑ پر اگر مخالفین کامیاب ہو گئے ہوتے تو آج ممبئی عظمیٰ میں انھیں کے شوکت کا پرچم لہراتا، مگر یہ حضرت سید العلماء کا تدبیر تھا کہ بکھرے ہوئے ذروں کو جمع کر کے اہل سنت و جماعت کو فتح نصیب کرائی جس کے سبب آج تک اہل سنت و جماعت کے شوکت و اقتدار کا پرچم لہرا رہا ہے، ممبئی میں یہ حضرت سید العلماء کا پہلا کارنامہ تھا جس نے ممبئی کے تمام مسلمانوں کے مابین اجتماعیت کی فضا ہموار کی۔

غازی ملت مولانا محبوب علی خاں کا یہی معاملہ ”آل انڈیاسنی جمعیۃ العلماء“ کی بنیاد کا داعیہ ثابت ہوا۔ اس مرحلہ میں اپنے سب لوگوں کو اس کا شدت سے احساس ہوا کہ ہمارے پاس کوئی مضبوط تنظیم نہیں ہے جب کہ غیروں کے پاس نہایت مستحکم تنظیمیں پہلے سے موجود ہیں۔ اسی احساس نے ”آل انڈیاسنی جمعیۃ العلماء“ کو جنم دیا۔ غربائے اہل سنت کے لیے یہ ایک نعمت سے کم نہ تھی کہ اس کی بنیاد میں تقریباً سارے عمائدین اہل سنت شامل تھے یعنی تاج دار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند، برہان ملت حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری، سید العلماء حضرت علامہ سید شاہ آل مصطفیٰ قادری، حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری، مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمن، سلطان المناظرین حضرت مفتی رفاقت حسین اشرفی مفتی اعظم کان پور، جامع الفضائل حضرت مولانا سید حامد اشرف (رحمۃ اللہ علیہم

اجمعین)۔ ان اکابر اہل سنت کے اتفاق رائے سے حضرت سید العلماء کو اس کا صدر منتخب کیا گیا اور آخری دم تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔ حضرت سید العلماء نے اس تحریک کو قوی سے قوی تر بنانے اور اس کے منصوبوں کو زمینی حقیقت کا روپ دینے کے لیے ہزاروں جتن کیے، جن کوششوں کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوا کہ یہ پورے ملک کے سنی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت قرار پائی۔

حضرت سید العلماء نے اس تحریک کے فروغ اور استحکام کے لیے اپنا سب کچھ تہہ نہ کر دیا، علمائے اہل سنت کو ایک وقار بخشا، ائمہ مساجد کو ایک مستحکم بنیاد عطا کی، آپ نے شہر کے تقریباً ہر محلے میں نیاز کمیٹیاں قائم کروائیں اور ان کے زیر اہتمام محرم شریف، ربیع الاول شریف، گیارہویں شریف، جلوس غوثیہ، شہید اعظم کانفرنس اور بزرگوں کے اعراس منعقد کروائے۔ حضرت سید العلماء سے قبل مغربی ہند کے اس خطہ میں عوام بہت کم علمائے اہل سنت سے واقف تھے مگر آپ نے نیاز کمیٹیوں کے ذریعہ ہندوستان کے دوسرے علماء کو دعوت دلوائی اور اس طرح علمائے کرام کے تبلیغی دورے شروع کروائے۔ آپ جس وقت ممبئی تشریف لائے ان دنوں ممبئی میں صرف ایک ہی جلوس سنیوں کا بھاری بھر کم نکلتا تھا وہ تھا بارہویں شریف کا جلوس، جس کا اہتمام خلافت کمیٹی کراتی تھی، مگر اس جلوس میں صلح کلیت کا یہ عالم تھا کہ خلافت کمیٹی کی فرمائش پر جلوس کی قیادت غیر مسلموں تک سے کرائی گئی اور اسے باعث صدا افتخار سمجھا گیا۔ آپ نے سنی مسلمانوں کو نیا شعور عطا کرنے کے لیے خالص شرعی انداز سے جلوس غوثیہ کا اہتمام کرایا، یہ جلوس آج بھی جاری ہے۔

عاشورہ محرم کے دوسرے دن حضرت سید العلماء بڑے تزک و احتشام سے شہید اعظم کانفرنس منعقد کراتے تھے، اس میں ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ محرم شریف میں جو علمائے کرام محلہ محلہ تقریریں کرنے آتے تھے انھیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا موقع مل جاتا تھا، شہید اعظم کانفرنس میں سنی مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے متعلق قرار دادیں بھی پاس کی جاتی تھیں اور حکومت وقت کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس بھی دیا



جاتا تھا۔ (سیدین نمبر ۲۸۶، ۲۸۷، مضمون حضرت نظمی میاں)

جمعیت کے بینر تلے ملک بھر میں متعدد تاریخی اجلاس ہوئے، ان میں کانپور کا اجلاس اپنے نتائج کے اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بقول حضرت شارح بخاری ”آخری کانفرنس کانپور کی اتنی عظیم اور موثر تھی کہ ہندوستان کے ہی نہیں حریف اخبار و جرائد نے اس کی عظمت کا اعتراف کیا، مخالفین لرز گئے۔“ (مقالات شارح بخاری، جلد سوم، ص ۱۸۵)

حضرت سیدالعلمائے اس تاریخی اجلاس کی صدارت فرمائی۔ اس موقع سے حضرت سیدالعلماء کا پیش کردہ خطبہ صدارت ان کے فکرو فن، حمیت دینی اور جذبہ اتحاد کا بہت واضح عکاس ہے۔ اس تاریخی خطبہ کے چند اقتباسات سے آپ بھی لطف اندوز ہوں:

☆ آل انڈیائی جمعیت العلماء کی مستقل قیادت و صدارت ہی نے ذہن و فکر کو اس قدر بوجھل بنا کر رکھا ہے کہ اب کسی اور طرف مڑ کر دیکھنے کی سکت باقی نہ تھی۔

☆ اگر آپ حضرات جھانک کر کسی کا دل دیکھنا نہیں جانتے تو کبھی قریب آ کر صدائے دل پر اپنا کان ہی لگا دیتے۔ آپ کو کیا معلوم اس ٹوٹے ہوئے دل میں آپ کی پائمالی پر رنج و غم کی کیسی شعلہ بارانگیٹھی سلگ رہی ہے۔ اور اس ایک دل نے آپ کی کامیابی و کامرانی کے کتنے حسین و دیدہ زیب ایوان و محل سجا رکھے ہیں۔ اے کاش! دل کی جس بھڑکتی ہوئی آگ میں میرا جسد خاکی جل رہا ہے اس کی ایک چنگاری ہی آپ کے دامن تک پہنچ جاتی۔ شاید کہ میں غلط کہہ گیا، نہیں نہیں، آپ سب کے سب سلامت رہیں، میرا ہی جلنا آپ سب کے کام آجائے۔

☆ آل انڈیائی جمعیت العلماء کی کینٹ کا ایک خاص مزاج ہے وہ اس عشرت کدے اور آرام گاہ کو اپنی آنکھوں میں نہیں لاتے جہاں رہ کر زبان و قلم پر

پہرہ بٹھایا جاسکے، بلکہ وہ قید و زنداں کی اس چہار دیواری میں تسکین روح کی فراوانی محسوس کرتا ہے جہاں دن دھاڑے بارگاہ الہ میں سجود نیاز لٹانے کا اذن عام ہو۔ نہ تو ہم کسی ملک میں رہ کر غیر قانونی چارہ جوئیوں سے اپنے دامن وقار کی پامالی پر خاموش بیٹھنے کے عادی ہیں۔ دستور ہند کے دیے ہوئے حقوق کی روشنی میں ہم اپنے مطالبات تسلیم کرانے میں اس وقت تک قانونی جدوجہد کرتے رہیں گے تا وقتیکہ حق بحق دار رسید کی نوبت نہ آجائے۔

☆ ہم لوگ زندگی کے ایک نئے موڑ پر آچکے ہیں۔ مسجد و مدرسہ و خانقاہ سے باہر بھی زندگی کے کچھ اہم تقاضے ہیں جن سے چشم پوشی اپنی جماعت کو موت کی نیند سلا دینے کے مترادف ہے۔ آج اسلامی لیبل لگا کر مسلمانوں کی نمائندگی کا غلط دعویٰ کرنے والی جماعتیں ہمارے حقوق کی پامالی میں سرگرم عمل ہیں۔ ضرورت داعی ہے کہ ہم سب ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو کر ہر باطل پرست کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ آپ سبھی حضرات مل جل کر آل انڈیائی جمعیت العلماء کا ہاتھ مضبوط سے مضبوط تر کریں۔

☆ ہمارے سہ روزہ اجلاس نے یہ واضح کر دیا ہے کہ سنی نام کی طبقاتی تقسیم تو قبول کر سکتا ہے مگر سب کا مقصد کا ایک ہی ہے۔ ہم اپنی خانقاہ و مدرسہ میں برکاتی، رضوی، اشرفی، نعیمی، چشتی کی نسبت کو باعث فخر و سعادت سمجھتے ہیں مگر آل انڈیائی جمعیت العلماء کے پلیٹ فارم پر ہم سنی اور صرف سنی ہو کر ایکٹا اور یک جہتی کے مظاہرے پر فخر محسوس کرتے ہیں، گویا ہم ایک ہی بڑے دریا کی چند نہریں ہیں اور پھر ادھر ادھر گھوم پھر کے اس دریا سے گلے مل جاتے ہیں۔

یہ پورا خطبہ صدارت ”اہل سنت کی آواز“ ۲۰۱۰ء کے ص: ۲۲۲-۲۳۴ شامل اشاعت ہے۔ ان اقتباسات سے حضرت سیدالعلماء علیہ الرحمہ کے سوز و دروں کا

اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پوری جماعت اہل سنت کو آپس میں جوڑنے کی سچی تڑپ سطر سطر سے عیاں ہے۔ کانفرنس میں جس وقت آپ یہ خطبہ صدارت پڑھ رہے ہوں گے اس وقت کا عالم دیدنی رہا ہوگا۔ سچ کہا ہے مولانا بدر القادری میاں نے: ”سر پر نورانی عمامہ باندھ کر آپ جب کانفرنسوں میں خطبہ صدارت پڑھتے تو لگتا قوم مسلم اور ملت اہل سنت کی تاریخ ماضی عنقریب پلٹ آئے گی۔ جذبات سنبھالے نہ سنہلے، جوش و خروش دیدنی ہوتا، سرفروش نوجوان اہل سنت کفن بردوش آمادہ عمل ہو جاتے۔“ (سیدین نمبر ص: ۶۶۱)

آل انڈیائی جمعیۃ العلما سے حضرت سید العلما کی وابستگی عشق کی حد تک تھی۔ متعدد بار آفس کا کرایہ اور بجلی کے بل کی ادائیگی حضرت سید العلما نے اپنی جیب خاص کے عطیات سے کی۔ جب سالانہ نشست میں حساب پیش ہوتا تو خسارہ کی رقم پوری کرنے کے لیے سب سے پہلے آپ اپنا عطیہ پیش کرتے۔ ۱۹۷۷ء میں بعض سنی حلقوں کی طرف سے آل انڈیائی جمعیۃ العلما کے مقابلے میں ایک نئی تنظیم کے قیام کی باتیں سننے کو لیں۔ بس حضرت سید العلما تڑپ اٹھے، سکون غارت ہو گیا، ممکنہ اختلاف و انتشار کی فکریں ستانے لگیں۔ کانپور کے زبردست مجمع میں ہزاروں افراد کے سامنے نہایت پرسوز اور دردمندانہ الفاظ میں مگر عزم و ہمت کی پوری قوت کے ساتھ اعلان کیا کہ میں سید زادہ ہوں، سنی جمعیۃ العلما کی پرورش و پرداخت میں میرے بوڑھے خون کے قیمتی قطرات صرف ہوئے ہیں۔ میں اپنے جیتے جی اسے مرنے نہیں دوں گا۔ میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک اس کی آبیاری میں صرف کردوں گا۔

اہل سنت و جماعت کی شیرازہ بندی میں حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال کارنامہ اس جہت سے بھی بہت اہم ہے کہ اس دور کے بے شمار مدارس، علماء، عمائدین قوم کے ساتھ آپ کی خصوصی عنایت و حوصلہ افزائی شامل حال رہی۔ دینی خدمت انجام دینے والے کسی بھی فرد سے آپ کی ملاقات ہوتی تو آپ بے حد قدر

کرتے، حوصلہ افزائی فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے، یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے تمام طبقات میں آپ معتمد علیہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ نے جماعت اہل سنت کو ہر طرح کے اختلاف و انتشار سے بالاتر ہو کر شیر و شکر ہو کر زندگی گزارنے کا مزاج دیا۔ مخدوم گرامی صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور تحریر فرماتے ہیں:

”مفتی اعظم قدس سرہ کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلہ کے لیے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتیں، ان کے بعد یہ اعزاز صرف احسن المشائخ کے حصے میں آیا، اس وقت ہماری صفوں میں جو انتشار و افتراق رونما ہوا ہے اس کے سلجھاؤ کے لیے متفق علیہ فیصل کی حیثیت سے اگر کوئی ذات شمار ہوتی تھی تو وہ حضرت ہی کی ذات تھی۔ افسوس کہ ان کے دم کے ساتھ ہمارا یہ نقطۃ التقا اور مرکز اجتماع جاتا رہا۔ اب کون ہے جو اس انتشار بکف ملت کی زلف برہم سنوارے؟ اب کون ہے جو اس بکھرے ہوئے گلے کو یکجا کرے؟ اب کون ہے جس کے اندر سب کو راہ راست پر لانے کی سچی تڑپ، کچھڑے ہوؤں کو ملانے کا جذبہ، بدکنے والوں کو اپنانے کا فن اور بھکنے والوں کو تھامنے کا یار ہو؟۔ (اہل سنت کی آواز، ج: ۲، ص: ۶۲)

شراح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سابق صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور فرماتے ہیں:

”حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے بعد آپ کی ذات اہل سنت کے تمام طبقات کے لیے غیر متنازع فیہ مرکز تھی، آپ کے بعد اب کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو اہل سنت کے تمام طبقات میں معتمد ہو۔“ (اہل سنت کی آواز، ج: ۲، ص: ۵۳)

یہ ان کوششوں اور خدمتوں کی ایک مختصر جھلک ہے جو خانقاہ برکاتیہ کے ارکان ثلاثہ (حضرت تاج العلماء، سید العلماء اور احسن العلماء علیہم الرحمة والرضوان) نے جماعتی شیرازہ بندی کے حوالے سے انجام دیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی ساری خدمتوں کا مرکز و محور جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی ہی رہی ہے۔ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ دیگر علمائے اہل سنت کی طرف سے جماعتی اتحاد و اتفاق کے حوالے سے جو سرگرمیاں ظہور پذیر ہوئیں ان میں بھی کسی نہ کسی جہت سے خانقاہ برکاتیہ کے افراد کی شمولیت ضرور رہی ہے۔

## خاندان برکات اور خانوادہ قادریہ بدایوں (یہ کرم نہیں تو کیا ہے)

مولانا محمد خالد قادری مجیدی، مدرس مدرسہ قادریہ، بدایوں شریف

مارہرہ مطہرہ کی خانقاہ قادریہ برکاتیہ برصغیر ہند و پاک میں قدیم مرکز رشد و ہدایت ہے، یہاں سے گزشتہ تین صدیوں سے فیضانِ غوثِ اعظم تقسیم کیا جا رہا ہے، اور مخلوقِ خدا فیضِ یاب ہو رہی ہے، ہر آدمی اپنے ظرف کے مطابق فیوض و برکات پاتا ہے اور شاد کام ہوتا ہے، بدایوں بھی انہیں خوش نصیب شہروں میں ایک شہر ہے جس کے بانیوں نے اس برکاتی دریاۓ فیض سے اپنی روحانی سیرابی کا سامان کیا ہے، تاریخ کی گہرائی میں جائیں تو بدایوں میں سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی آمد حضور اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ قادری مارہروی قدس سرہ کے مبارک عہد میں ہوئی، ممکن ہے اس سے پہلے بھی کچھ اہل بدایوں خانقاہ برکاتیہ سے وابستہ ہوئے ہوں جن کے ذکر کو تاریخ محفوظ نہ رکھ پائی ہو۔ زمانہ آگے بڑھا شمس مارہرہ حضور آل احمد اچھے میاں کا مبارک عہد آیا، یہیں سے بدایوں جو پہلے ہی سے مدینۃ الاولیاء تھا اس کو اب ایک اور اعزاز حاصل ہو گیا کہ یہ تاریخی شہر نائبِ غوثِ اعظم حضور شمس مارہرہ کی جاگیر قرار پایا۔ بے شمار لوگ حضور شمس مارہرہ کے دامن سے وابستہ ہوئے اور کچھ خوش قسمت وہ تھے جن کو حضور شمس مارہرہ نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ مدائح حضور نور اور برکات مارہرہ میں حضور اچھے صاحب کے خلفا کی جو فہرست درج کی گئی ہے ان میں کم و بیش ۲۵ خلفا ایسے ہیں جن کے نام کے ساتھ بدایونی لکھا ہوا ہے۔

بدایوں کا خانوادہ عثمانیہ برصغیر ہندوپاک کا قدیم ترین خانوادہ ہے جس میں علم و فضل، نجابت و بزرگی نسلاً بعد نسل آٹھ صدیوں سے چلی آرہی ہے، تیرہویں صدی کے آغاز میں اس خانوادے کا روحانی تعلق مارہرہ مطہرہ سے ہوا، مارہرہ کی نسبت غلامی اور وابستگی نے کچھ ایسا رنگ دکھایا کہ خانوادہ عثمانیہ کے اکابر جو مسند درس و تدریس، قضا و افتاء اور علم ظاہر کے حامل نظر آتے تھے اب طریقت و معرفت کے شہسوار، تصوف و سلوک کے مرد میدان اور ولایت و کرامت کی قدیل نورانی بن گئے۔ مارہرہ مطہرہ کے فیض کا منبع و مرکز بن کر خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کی بنیاد پڑی۔

زیر نظر مضمون میں ہم خانوادہ برکاتیہ کی نوازشیں اور خانوادہ عثمانیہ کی اپنے مخدومان گرامی سے عقیدت و محبت کا تاریخی تناظر میں جائزہ لیں گے۔

### شاہ عین الحق عبدالمجید بدایونی:

حضور شمس مارہرہ کے خادم خاص، مرید باصفا احب الخلفاء، اسرار کے خزینہ دار اور امانتوں کے تحویل دار شاہ عین الحق عبدالمجید قادری بدایونی قدس سرہ (ولادت: ۱۱۷۷ھ وفات: ۱۲۶۳ھ) بدایوں کی خانقاہ قادریہ کے بانی ہیں، آپ حضور شمس مارہرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، اجازت و خلافت سے نوازے گئے، حضور شمس مارہرہ کے وصال کے بعد آپ نے بدایوں میں سلسلہ قادریہ برکاتیہ کا اجرا فرمایا اور خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کی بنیاد رکھی۔

آپ کے شمس مارہرہ کے دامن سے وابستہ ہونے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ اور حیرت انگیز ہے۔ مولانا ضیاء القادری اکمل التاریخ میں آثار احمدی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

بعد تکمیل و فراغ جذبات باطنی نے ابھرنے شروع کیا۔ رہبر صادق و مرشد برحق کی جستجو میں دیار و امصار کی بادیہ پیمائی کرتے ہوئے چاروں طرف نظریں دوڑانا شروع کیں۔ اکابر خاندان کی صحبت نے ہمت بلند اور نگاہ رفعت پسند کردی تھی عرفان الہی

کی نورانی روحانی راہیں روشن ضمیر قلب پر پیشتر ہی آئینہ ہو چکی تھیں۔ مشائخ وقت اور اصفیائے عصر کی مجلسیں دیکھیں بھالیں، بہت سے مسند نشین اور صاحب ارشاد اکابر نگاہوں سے گزرے مگر ظرف عالی اور فکر بلند نے بمصداق ”نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز“ کہیں تسلی و تشفی نہ ہونے دی اگرچہ بعض اوقات خاطر عاطر میں اس طائفہ سے سوئے ظن بھی پیدا ہو جاتا لیکن طلب شیخ سے کبھی سینہ خالی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم بتقریب عرس شریف حضرت سیدنا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مارہرہ شریفہ جانے والے ہیں وہاں حضرت سلطان المجوبین سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب تشریف فرما ہیں جو آج کل قبلۃ الاولیا ہیں ہمارے ساتھ وہاں چل کر حضرت کی زیارت کرنا کیا تعجب ہے کہ وہاں تمہاری مقصد براری ہو جائے۔ بزرگ پھوپھا کے ارشاد کی تعمیل آپ نے ایک مشاقانہ آرزو کے ساتھ فرمائی حاضر مارہرہ شریفہ ہوئے چونکہ ابھی وقت نہیں آیا تھا کچھ کشود خاطر اور اطمینان قلب نہ ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے حضور اچھے میاں صاحب سے بہت اصرار کے ساتھ آپ کی طرف توجہ مبذول فرمانے کو کہا مگر کچھ جواب نہ ملا اور آپ اُسی طرح واپس تشریف لائے۔ مکان آ کر پھر آپ نے تلاش شیخ میں عزم سیاحت فرمایا جب مفتی صاحب کو خبر ہوئی تو پھر آپ کو سمجھایا اور کہا کہ اس زمانہ میں حضرت اچھے صاحب سے بہتر میری نظر میں کوئی بزرگ کہیں نہیں معلوم ہوتا۔ مارہرہ شریف ہی جا کر تمہیں بیعت کرنا چاہیے اور جو کچھ وہاں سے ملے اُس پر قناعت کرنا بہتر ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ

بیعت کی دو قسمیں ہیں ایک جو بے اختیار واقع ہو، یہ سب سے عمدہ اور احسن ہے مگر مجھ کو نصیب نہیں۔ دوسری باختیار خود اس کے لیے وجہ وجہ قائم کرنے کی ضرورت ہے، اُس کا اظہار جناب نے نہیں فرمایا۔ اگرچہ آپ کا پاس ادب لب کشتائی کرنے کی اجازت نہیں دیتا ورنہ میں تو یہی کہتا کہ وہاں بھی اونچی دوکان پھیکا پکوان والی ہندی ضرب المثل صادق آتی ہے۔ مفتی صاحب کو آپ کی اس صاف گوئی سے کسی قدر آزر دگی اور ملال ہوا، ادھر آپ بھی ساکت و خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اجازت سفر چاہی مفتی صاحب نے بادل نحو استہ اجازت عطا فرمادی۔ آپ مفتی صاحب سے رخصت ہو کر مکان پر تشریف لائے دوسرے روز صبح کو مصمم ارادہ سفر فرمایا۔ شب کو طالع خوابیدہ بیدار ہوا، عالم خواب میں حضور سید عالم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس کی حضوری ہوئی۔ دیکھا کہ مجلس آراستہ ہے حضرات صحابہ کرام و اولیائے عظام کی صفیں حلقہ کیے ہوئے ہیں حضور دستگیر عالم غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت شیخ الاولیاء فرید الملت والدین بابا شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ اور حضور اچھے میاں صاحب مارہروی قدس سرہ قریب تخت معلیٰ حاضر ہیں کہ اتنے میں حضور آقائے دو عالم روجی لہ الفدائے حضور غوث پاک کی طرف کچھ اشارہ فرمایا حضور دستگیر عالم نے اپنے دست حق پرست سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضور اچھے میاں صاحب کے دست مبارک میں دے دیا جب اس طرح یہ دولت خداداد ہاتھ آئی۔ صبح کو ہزاروں فرحت و انبساط کے ساتھ بیدار ہوئے، فوراً مارہرہ شریف کا قصد فرمایا۔ بکمال عقیدت و اخلاص

حاضر بارگاہ حضور معلیٰ ہو کر شرف بیعت حاصل کیا۔

(اکمل التاریخ اول ص: ۹۴، ۹۵)

بیعت کے بعد شیخ کی ذات میں ایسا فنا ہوئے کہ گھر بار چھوڑ کر شیخ کے آستانہ ہی پر ڈیرہ ڈال دیا۔ حضور شمس مارہرہ کے وصال تک مارہرہ شریف میں رہے، حضرت شمس مارہرہ حکم فرما کر بدایوں بھیجتے اور یہ دو چار دن رہ کر پھر واپس آ جاتے۔ شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی قدس سرہ پر شمس مارہرہ کی جو عنایت خاص تھی اس کی تفصیل کے لیے تو ایک مستقل مقالہ درکار ہے۔ مولانا غلام شبر صاحب لکھتے ہیں:

بعد صاحبزادوں کے خلفا میں حضرت مولانا مولوی عبد المجید عین الحق رحمۃ اللہ علیہ پر خاص نگاہ کرم تھی ان کے والد ماجد مولانا عبد الحمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مرید حضور تھے لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ بعد بیعت بیشتر خدمت اقدس میں حاضر رہتے حکماً وطن جاتے آپ بہت سے جواہر اسرار کے خزانہ دار اور امانتوں کے تحویل دار تھے سوائے تکمیل باطنی سرمایہ دینی و دنیوی مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سرکار سے پایا۔ شاہ عین الحق کا معزز لقب افضل العبد مولانا عبد المجید کا امتیازی خطاب پیرزادوں کی تعلیم کیسی بڑی اور بھاری نعمتیں تھیں، کتب خانہ سرکار سے عمدہ عمدہ کتابیں منتخب فرما کر مدرسہ قادریہ کو جو اُس وقت مدرسہ محمدیہ کہا جاتا تھا مرحمت فرمائیں ایک موضع مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جاگیر میں دلا دیا جو اس وقت تک اُن کی آل کے قبضہ میں ہے روزینہ فرخ آباد کے بھی محصل مولانا قرار پائے۔ ایک حاکم کو بسفارش مولانا رحمۃ اللہ علیہ نوازش نامہ تحریر فرمایا کہ یہ فقیر کے مخصوص یاروں میں ہیں اور یہی ہمارے مایہ بساط ہیں ان کا کام فقیر کا کام ہے۔

(مدائح حضور نور، ص: ۶۵، ۶۶)

آثار احمدی میں لکھا ہے:

ترجمہ: جبل المتین اور عروہ وثقی ان کے ہم دست تھے، مقصد اعلیٰ کے رہگذار، فیوض و برکات کے دروازے اپنے اوپر کشادہ کیے، سلوک کے راستہ پر معرفت کا قدم رکھا، اپنے معاصرین و اقران میں امتیاز کا چراغ روشن کیا، رتبہ عشق سے ایسے سرفراز ہوئے کہ جمال شمس مارہرہ میں کمال محویت حاصل ہوئی، شمس مارہرہ کے دربار کی حضوری کا سرمایہ نصیب ہوا، سلوک و فقر کے مراحل طے کرنے کے بعد سلاسل عالیہ کی سند خلافت سے سرفراز ہوئے، شمس مارہرہ کی آپ پر خاص نظر اور خاص عنایت تھی اور یہ بھی نسبت مخصوص رکھتے تھے، چنانچہ شمس مارہرہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”مولوی عبد المجید مقام ہل من مزی د پر ہیں اور ان جیسا کوئی دوسرا خادم صادق اور یار موافق نہیں“۔ حضور شمس مارہرہ اپنے مکتوبات میں ”افضل العبد مولوی عبد المجید“ لکھ کر مخاطب فرماتے۔

صاحب آثار احمدی نے حضور شمس مارہرہ کا یہ فرمان بھی نقل کیا ہے کہ: درویش باید کہ ظاہر ش چوں ابی حنیفہ باشد و باطلش چوں منصور و ایں معنی بجز مولوی عبد المجید در دیگرے ندیدہ ام۔

ترجمہ: درویش کو چاہیے کہ اس کا ظاہر ابو حنیفہ کی طرح ہو اور باطن منصور کی طرح اور یہ معنی سوائے مولوی عبد المجید کے کسی اور میں نہیں دیکھا۔

”برکات مارہرہ“ میں مولوی طفیل احمد صدیقی متولی حضرت شمس مارہرہ کا یہ فرمان نقل فرماتے ہیں:

اپنے مریدین و خلفا کو جو اس وقت حاضر حضور تھے مخاطب کر کے فرمایا کہ جو مولوی عبد المجید اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو

دوست رکھے گا وہ مجھے دوست رکھے گا اور جس نے ان سے اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے عناد رکھا اس نے مجھ سے اور میرے پیران طریقت سے عناد رکھا۔ پس جو شخص مولوی عبد المجید اور ان کے گھرانے سے بیزار ہے آل احمد اور آل احمد کے پیران طریقت اس سے بیزار ہیں۔ لہذا مولوی عبد المجید کا اور ان کے گھر کا مخالف قیامت کے دن آل احمد اور اس کے پیران سلسلہ سے کسی قسم کی دستگیری کی امید نہ رکھے۔ (برکات مارہرہ، ص: ۷۷)

**قیامت میں کیا تحفہ لے کر آئے ہو:**

شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی کے بارے میں حضور شمس مارہرہ کا یہ فرمان عالی شان حد تو اترا کو پہنچا ہوا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سلطان المشائخ حضرت محبوب الہی فرمایا کرتے تھے کہ اگر بروز حشر خدا نے مجھ سے پوچھا کہ نظام الدین دنیا سے میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو تو میں امیر خسرو کو پیش کر دوں گا کہ اے پروردگار تیری بارگاہ میں یہ تحفہ لایا ہوں، اسی طرح اگر فقیر سے سوال کیا گیا تو فقیر مولوی عبد المجید بدایونی کو بارگاہ خداوندی میں پیش کر دے گا۔

**مولوی عبد المجید کے ہاتھ کی برکت:**

مولوی مجاہد الدین ذاکر آل رسولی بدایونی نے اپنے والد مولوی مبارز الدین کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مولوی مبارز الدین اپنے والد و باب الدین کے ہمراہ مارہرہ شریف میں حاضر تھے کہ اچانک ان کی آنکھوں میں شدید درد شروع ہو گیا۔ رات کو درد کی شدت کا یہ حال ہوا کہ وہ تکلیف سے چیخنے لگے، آگے کا واقعہ انھیں کی زبانی ملاحظہ کریں:

اس وقت مولانا عبد المجید صاحب کو میرا حال معلوم ہوا انھوں نے جاکر حضور (شمس مارہرہ) سے عرض کیا، حضور نے فرمایا ہماری صراحی سے

پانی لے جاؤ اور اس سے آنکھیں دھو، اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ مولوی صاحب حسب الارشاد پانی لائے اور اپنے دست شریف سے آنکھیں دھوئیں، فوراً درد جاتا رہا اور تمام رات آرام سویا، جب صبح ہوئی ہمراہ والد ماجد کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضرت (شمس مارہرہ) نے فرمایا مبارک الدین کیا حال ہے، میں نے عرض کیا اب تو بالکل اچھا ہوں۔ جناب والد ماجد نے عرض کیا جو حضور سے پانی عطا ہوا تھا اس کے دھونے سے بالکل درد جاتا رہا تمام رات چین سے سویا۔ حضرت مرشد اعلیٰ (شمس مارہرہ) نے فرمایا ”بھائی وہاب الدین پانی میں کچھ برکت نہیں تھی مولوی عبدالمجید کے ہاتھ کی برکت ہوئی۔ مولوی صاحب کے ہاتھ میں بڑی تاثیر ہے۔“ (تنبیہ المخلوق قلمی، ص: ۹۹)

### تصنیف و تالیف کا حکم:

یہاں کم از کم دو کتابیں پیش کی جاسکتی ہیں جو حضور شمس مارہرہ نے حکم فرما کر اپنے مرید اور خادم خاص شاہ عین الحق عبدالمجید بدایونی سے تصنیف کروائیں، گویا یہ اس بات کی سند ہے کہ حضور شمس مارہرہ کے خلفا اور مریدین میں ان کتابوں کی تصنیف کی جواہریت و صلاحیت شاہ عین الحق کے اندر تھی وہ اور کسی میں موجود نہ تھی، اسی لیے پیرومرشد کی نگاہ انتخاب آپ پر پڑی، ان دو کتابوں میں سے ایک حضور غوث اعظم کے ملفوظات جواہر الرحمن کا فارسی ترجمہ اور شرح اور دوسری سیرت طیبہ پر ایک جامع اور ضخیم کتاب ہے۔ اول الذکر کا پورا نام ”مواہب المنان شرح جواہر الرحمن“ ہے اور دوسری کا نام ”محافل الانوار فی احوال سیدالابرار“ ہے۔

جواہر الرحمن کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے شاہ عین الحق تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ایک روز شیخ الکل فی الکل امام الواصلین شیخی و سیدی و مولائی حضرت سید شاہ آل احمد قادری (اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ مریدین کے

سروں پر قائم و دائم رکھے) کی محفل فیض میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات کی کتاب جواہر الرحمن جو بستان مجالس کے نام سے معروف ہے، یہاں آئی ہے، عجیب کتاب ہے۔“ پھر آپ نے وہ کتاب طلب فرما کر اپنے دست کرم سے اس احقر کو مرحمت فرمائی، وہ کتاب دیکھ کر یہ ضعیف بہت مسرور و خوش ہوا، چونکہ حضرت کی عنایت کلی اس عاصی کی طرف مبذول ہے لہذا اس کے بعد آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ ”یہ کتاب فوائد سے پُر ہے، لیکن چونکہ عربی زبان میں ہے اس لیے اکثر لوگ اس کے فوائد سے محروم ہیں، اگر تم اس کتاب کا ترجمہ فارسی زبان میں کر دو تو عام و خاص اس سے فیضیاب ہوں۔“

ہر چند کہ یہ احقر اس کام کی قابلیت اور صلاحیت نہیں رکھتا مگر آیت کریمہ ”اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو“ کے بموجب میں نے آپ کے حکم کی بجا آوری لازم بلکہ واجب جانی اور سنہ ۱۴۱۱ھ میں اس کا ترجمہ کیا۔ چونکہ حضرت کی توجہ اور آپ کا تصرف شامل حال رہا اس لیے راقم سطور کی بے بضاعتی کے باوجود یہ ترجمہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ (مواہب المنان شرح جواہر الرحمن قلمی ص: ۲، مخزنہ کتب خانہ قادریہ بدایوں)

دوسری کتاب محافل الانوار ہے، جو سیرت طیبہ پر اردو میں لکھی جانے والی اولین کتابوں میں سے ایک ہے۔ شاہ عین الحق کتاب کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں:

”سنہ ۱۲۳۱ھ قدسی میں حضرت سیدی و شیخی مرشد کامل، ہادی مکمل، قافلہ سالار رہروان شریعت، سلطان ساکان ساک طریقت، خورشید خاور حقیقت، مہر سپہر معرفت، نوبہار ولایت، نور نہار ہدایت، شمع شبستان ہدی، مصباح کاشانہ اصطفا، حضرت سیدی و سندی سید

شاہ آل احمد (ادام اللہ علی المریدین افاضہ) نے اس عاجز گناہ گار و شرمسار امیدوار مغفرت پروردگار، وشفاعت سیدالابرار محمد عبدالمجید بن مولانا محمد عبدالمجید صاحب بدایونی سے کہ کمینہٴ مریدان اس جناب اور ادنیٰ خاک رو بان آستانہ اس ہدایت مآب کے سے ہے، فرمایا کہ ”اگر کوئی شخص کچھ احوال حضرت سرور عالم ﷺ کے زبان ہندی (اُردو) میں بیان کرے خاص و عام، مرد و زن، عالم و جاہل سب فیضیاب ہوویں“، پس اس عاجز نے باوجودے کہ عربی فارسی ہندی میں کچھ استعداد نہیں رکھتا اس خیال سے کہ شاید خوشی دل فیض منزل مرشد کامل کے ہووے اور اس سبب سے نجات دارین حاصل ہووے قصد کیا اور تھوڑا تھوڑا احوال برکت اشتمال محبوب ذوالجلال کا ابتداء پیدا نش نور سے وقت وصال تک مدارج النبوت اور معارج النبوت وغیرہ کتابوں فارسی سے ہندی میں ترجمہ کیا اور اس کتاب کا نام محافل الانوار فی احوال سیدالابرار رکھا۔ (محافل الانوار قلمی ص: ۳)

### شمس مارہرہ کے امانت دار:

سید آل امام جمامیاں (ولادت: ۱۱۹۴ھ/ وفات: ۱۲۳۸ھ) حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور حضور شمس مارہرہ کے بھتیجے تھے، آپ کے عقائد میں کچھ تفضیلیت آگئی تھی، اس لیے حضور شمس مارہرہ نے آپ کو اجازت و خلافت عطا نہ فرمائی، بلکہ آپ کا حصہ شاہ عین الحق عبدالمجید بدایونی قدس سرہ کو یہ کہہ کر عطا فرمایا کہ میرا ایک پوتا تمہارے پاس آئے گا یہ امانت اس کو واپس کر دینا۔ جمامیاں کے صاحبزادے سید ابن امام صاحب بھی اسی عقیدے پر قائم رہے لیکن ان کے صاحبزادے حضرت سید ابراہیم میاں قادری مارہروی قدس سرہ تائب ہو کر مذہب اہل سنت پر واپس آئے، انھیں معلوم ہوا کہ ان کے دادا کا حصہ

حضور شمس مارہرہ نے بدایوں میں رکھوا دیا ہے۔ انھوں نے بدایوں جانے کا ارادہ فرمایا، آگے کا حال مولانا محمد عبدالبہادی قادری کے الفاظ میں سنئے:

بدایوں میں حضور سیف اللہ المسلمول (سیدنا شاہ فضل رسول قادری) کا عرس ہو رہا تھا اس وقت آستانہ مجیدی کے سجادہ نشین حضرت (تاج الفحول) مظہر حق قدس سرہ تھے، مارہرہ سے یہ برکاتی صاحبزادے بدایوں پہنچے اور سیدھے حضرت (تاج الفحول) کے پاس گئے۔ قادری متوسلین سب ان سے واقف تھے، دھوم مچ گئی، اپنی روایت کے مطابق بڑے احترام سے ان کا استقبال کیا گیا، حضرت مظہر حق نے پوچھا صاحبزادہ گرامی کیسے تشریف لائے، تو انھوں نے فرمایا میرے دادا نے بتایا تھا کہ ان کا حصہ بدایوں چلا گیا ہے، میں وہ واپس لینے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت (تاج الفحول) نے انھیں داخل سلسلہ فرمایا، بیعت کے ساتھ خلافت بھی دی، فاتحہ ہوئی، حاضرین میں شیرینی تقسیم ہوئی، شاعروں نے مدحت پیش کی، ایک مطلع سن لیجئے۔

نور ذاتی بصفاتی آمد

برکاتی برکاتی آمد

(احوال و مقامات ۱۰۸)

### خدمت تدریس:

حضور شاہ عین الحق کو اپنے مرشد حضور شمس مارہرہ کی بارگاہ میں جو خصوصیت حاصل تھی یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ حضور شمس مارہرہ نے اپنے خانوادے کے متعدد شہزادگان کی تعلیم و تربیت کی خدمت کے لیے حضور شاہ عین الحق کا انتخاب فرمایا، خاتم الاکابر حضور سیدنا شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ اور آپ کے برادر اصغر شمس الکمل سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ کی تعلیم و تربیت کی خدمت حضور شاہ عین الحق



عبدالحمید کے حصے میں آئی۔

مولانا غلام شہر قادری نوری نے مدائح حضور نور میں لکھا ہے کہ حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ شاہ عین الحق عبدالحمید بدایونی قدس سرہ کی اولاد کا یہ فرما کر اکرام فرماتے کہ یہ ہمارے استاذ زادے ہیں اور صاحبزادوں کو بھی ان کے احترام کی ہدایت فرماتے (مدائح حضور نور)

**شاہ عین الحق کی خلافت مارہرہ میں:**

حضور شاہ عین الحق پر یہ خاص عنایت بھی تاریخ میں محفوظ ہے کہ خاتم الاکابر حضور سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے اپنے دونوں شہزادگان کو حکم دے حضور شاہ عین الحق سے اجازت و خلافت دلوائی۔ خاتم الاکابر کے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ ظہور حسن مارہروی قدس سرہ (وفات: ۱۲۶۶ھ) اپنے والد گرامی سے شرف بیعت و اجازت رکھتے تھے مگر حضور خاتم الاکابر نے آپ کو بدایوں بھیجا اور حضور شاہ عین الحق قدس سرہ سے اجازت و خلافت دلوائی۔ اسی طرح چھوٹے صاحبزادے حضرت سید شاہ ظہور حسین قادری مارہروی قدس سرہ (وفات: ۱۳۱۳ھ) کو بھی حضرت شاہ عین الحق سے اجازت و خلافت حاصل تھی، مولانا ضیاء القادری لکھتے ہیں:

(حضرت سید شاہ ظہور حسین قادری مارہروی قدس سرہ) خود فرماتے تھے کہ ہمارے والد ماجد (حضور خاتم الاکابر) نے ایک روز نصف شب کو کہ بہت ابر و باراں تھا مجھے یاد فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ میاں مولوی صاحب (شاہ عین الحق عبدالحمید بدایونی) ہمارے گھر سے سب کچھ لے گئے، ہمارا دل تھا کہ وہ تشریف لے آتے تو ہم تم کو ان سے خلافت دلواتے، میں نے عرض کی کہ حضور اس وقت مولوی صاحب کہا؟ اتنی گفتگو کے بعد میں مکان میں چلا آیا، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پھر یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میاں مولوی صاحب

تشریف لے آئے، اس کے بعد حضرت باہر تشریف لائے، میں بھی خدمت میں تھا، دیکھا حضرت مولوی صاحب درگاہ معلیٰ میں موجود ہیں، کچھ دیر حضرت مولانا سے اس بارے میں بات چیت ہوئی، اس کے بعد میری بیاض پر حضرت (شاہ عین الحق) قدس سرہ الحمید نے سند خلافت و اجازت تحریر فرمادی۔ (اکمل التاریخ: ارس: ۱۲۰/۱۲۱)

**حضور سیف اللہ المسلمول کی ولادت:**

حضور شاہ عین الحق کے گھر میں اولاد زینہ نہیں ہوتی تھیں، صاحبزادیوں کی پیدائش ہوتی تھی، آپ کی اہلیہ آپ سے کہتی تھیں کہ ”آپ اپنے پیر و مرشد حضور اچھے میاں سے عرض کریں کہ وہ دعا کریں ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہو“، مگر آپ کمال ادب میں خدمت اقدس میں عرض کرنے کی جرات نہ کرتے، آخر کار آپ کے گھر میں ولادت کا زمانہ قریب آیا اور حضور شمس مارہرہ کی دعا کے نتیجے میں آپ کے گھر صاحبزادے کی ولادت ہوئی، صاحبزادے کا نام ”فضل رسول“ خود حضور شمس مارہرہ نے تجویز کیا اور نو مولود کے لیے خلعت بھیجی، جوان کو پہنائی گئی۔

**طب کی تحصیل کا حکم:**

سیف اللہ المسلمول سیدنا شاہ فضل رسول جب فرنگی محل لکھنؤ میں درسیات کی تکمیل کر چکے تو حضور اچھے میاں نے شاہ عین الحق کو حکم دیا کہ اب فضل رسول کو علم طب کی تحصیل کے لیے بھیج دو، خدا کو اس کے ذریعے اپنی مخلوق کی فیض رسانی منظور ہے، چنانچہ حضور شمس مارہرہ کے حکم پر سیف اللہ المسلمول کو حکیم بر علی خاں موہانی کی درس گاہ میں علم طب کی تحصیل کے لیے بھیج دیا گیا۔

**طیب حاذق ہو گئے:**

کچھ عرصہ حضور سیف اللہ المسلمول نے علم طب کی تحصیل کی، ایک روز حضور شمس مارہرہ نے حضور شاہ عین الحق قدس سرہ سے فرمایا کہ ”مولوی صاحب فضل رسول

کواب واپس بلا لیجیے وہ طبیب حاذق ہو گیا، چنانچہ سیف اللہ المسلمول کو واپس بلا لیا گیا، حضور شمس مارہرہ کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ ایسے مبارک ثابت ہوئے کہ ایک زمانے نے حضور سیف اللہ المسلمول کے دست اقدس سے شفا یابی حاصل کی۔

### حضور سیف اللہ المسلمول کی عقیدت:

وہ سیف اللہ المسلمول جن کی پیدائش، تعلیم و تربیت اور چار دانگ عالم میں عزت و شہرت سب حضور شمس مارہرہ کی دعا کا صدقہ تھی ان کی منت شناسی اور احسان مندی کی یہ ادا بھی انوکھی ہے کہ وہ اپنے مخدوم زادگان کا کس انداز میں ادب و احترام کر رہے ہیں، آپ کا آخری زمانہ ہے، آخری زمانے میں موتیابند کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی تقریباً ختم ہو گئی تھی، خاتم الاکابر کے نواسے حضرت سید شاہ حسین حیدر قادری مارہروی قدس سرہ مدرسہ قادریہ میں حضور تاج الفحول سے تحصیل علم کر رہے ہیں، یہ وہ زمانہ ہے جب چار دانگ عالم میں حضور سیف اللہ المسلمول کے علم و فضل کا چرچا ہو چکا ہے، بڑے بڑے فضلاء نسبت شاگردی پر ناز و فخر کرتے ہیں، اس تمام فضل و کمال کے باوجود سیف اللہ المسلمول اپنے مخدوم زادے کے ساتھ کس انداز میں اپنی عقیدت و محبت کا اظہار فرما رہے ہیں، یہ واقعہ خود حضرت سید حسین حیدر مارہروی قدس سرہ کی زبانی ملاحظہ کریں، مولانا غلام شہر قادری نوری لکھتے ہیں:

خود حضور صاحبزادہ سید حسین حیدر صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ بہ زمانہ قیام مدرسہ (قادریہ) علاوہ اور اکرام کے ایک خاص معاملہ یہ تھا روزانہ بعد نماز فجر حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے میرے حجرے میں تشریف فرماتے ہوتے اور مجھ کو حکماً چارپائی پر لٹاتے اور میرے پاؤں پکڑ کر میرے انگوٹھے کو اپنی آنکھوں پر پھیرتے میں عذر کرتا اور شرماتا فرماتے صاحبزادے دوا لگاتا ہوں آنکھ کا درد کم ہو جاتا ہے (تذکرہ نوری: ص ۱۲۰)

### سیف اللہ المسلمول اور حضور نوری میاں:

حضور خاتم الاکابر کے نواسے کے ساتھ آپ نے سیف اللہ المسلمول سیدنا شاہ فضل رسول قادری قدس سرہ کی عقیدت ملاحظہ کی، اب حضور خاتم الاکابر کے پوتے تاج دار مارہرہ حضور سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کی بارگاہ میں حضور سیف اللہ المسلمول کی عقیدت و محبت دیکھ لیں، یہاں یہ بھی یاد رہے کہ حضور سیف اللہ المسلمول اور حضور نوری میاں کی عمر میں ۴۲ برس کا فرق ہے، سیف اللہ المسلمول کی پیدائش ۱۲۱۲ھ کی ہے اور حضور نوری میاں کی ولادت ۱۲۵۵ھ میں ہوئی ہے، واقعہ کے عینی گواہ مولانا غلام شہر قادری لکھتے ہیں:

عصر کا وقت ہے حضرت مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عالیہ (قادریہ) میں اہل ملی کے درخت کے قریب پلنگ پر تشریف فرما ہیں، سب حضرات مدرسہ حاضر ہیں کہ جناب مرشدی و مولائی حضور سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ تشریف لائے اور مدرسہ میں داخل ہونے پر اشارے سے حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کو طلب فرما کر کچھ آہستہ باتیں کیں اور فوراً واپس ہونا چاہا، اب یہ یاد نہیں کہ کس طریقے پر حضرت مولانا مرحوم کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس جلسے میں حضور اقدس (نوری) میاں صاحب قبلہ تشریف فرما ہیں، میں نہ اس حالت کا ٹھیک بیان کر سکتا ہوں نہ وہ الفاظ جو حضرت مولانا (فضل رسول) رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر تھے قلم سے نکلتے ہیں، اللہ اکبر شان جلال میں چہرہ مبارک سرخ ہے آنکھوں سے متصل آنسو جاری ہیں گرتے گرتے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اور دو ٹکڑے کر کے علیحدہ پھینک دیا ہے، بار بار سر مبارک اہل ملی کے تنے میں مارتے ہیں کبھی ریش مبارک ہاتھ میں ہے اور فرماتے ہیں

”مولوی فضل رسول اتنے بڑے آدمی ہو گئے کہ صاحبزادہ صاحب تشریف لائیں اور یہ قدم بوس بھی نہ ہوں، کیا آنکھوں کے ساتھ ایمان بھی جاتا رہا“ وغیرہ وغیرہ، مدرسے میں اب کس کی طاقت تھی کہ رو برو جاسکے اور کچھ عرض کر سکے، سب پریشان ہیں اور کوئی قریب نہیں جاسکتا حضور اقدس میاں صاحب قبلہ قدس سرہ بڑھے اور قریب آ کر بعد سلام علیک فرمایا ”حضرت میں نے اشارے سے ان سب حضرات کو منع کر دیا تھا، مجھ کو فوراً واپس ہونا تھا اطلاع میں مجھ کو دیر اور حضرت کو تکلیف ہوتی“، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ روتے جاتے ہیں اور قدم حضور کے تھامے ہوئے ہیں، اور فرما رہے ہیں ”کچھ بھی تھا لیکن میں سلام تو کر سکتا تھا“۔

(تذکرہ نوری: ص ۱۱۹/۱۲۰)

### حضرت تاج الفحول اور نوری میاں:

یہ سلسلہ خیر و برکت یوں ہی آگے بڑھتا ہے، عقیدت و احترام اور محبت والفت کے یہ معاملات ایسے ہی چلتے رہتے ہیں، ادھر سے نوازشوں اور عنایات کا سلسلہ ہے ادھر سے محبت و عقیدت کے جلوے، خانقاہ قادریہ کی مسند رشد و ہدایت پر حضور تاج الفحول محبت رسول شاہ عبدالقادر قادری بدایونی قدس سرہ جلوہ افروز ہیں اور ادھر مارہرہ مطہرہ میں تاج دار مارہرہ حضور ابوالحسن احمد نوری میاں قدس سرہ جلوہ بار ہیں، ان دونوں حضرات کے درمیان جو تعلقات و معاملات تھے ان کی جھلک یہاں پیش کی جاتی ہے، حضرت نوری میاں کے خلیفہ اور خادم خاص مولانا غلام شہر نوری بدایونی نے لکھا ہے کہ حضور نوری میاں قدس سرہ اپنے مکتوبات اور گفتگو میں حضرت تاج الفحول کے نام کے ساتھ ہمیشہ لفظ ”استاذی“ استعمال کرتے تھے، حضرت تاج الفحول سے آپ کے ربط و تعلق کا اظہار حضور نوری میاں کے ان جملوں سے ہوتا ہے:

اب مخالفت استاذی مولانا عبدالقادر صاحب بر بنائے امور دنیوی نہیں رہی اور جب بسبب اختلاف مذہب ہے لہذا ہم بھی اس جماعت سے جو مولانا عبدالقادر سے نہ ملے نہ ملیں گے اور جس محفل میں حضرت مولانا نہ جائیں گے ہم بھی شریک نہ ہوں گے۔  
(تذکرہ نوری ص ۱۲۵)

### تاج الفحول کی محبت سنیت کی نشانی:

مولانا غلام شہر صاحب قادری نوری لکھتے ہیں:  
(حضور نوری میاں قدس سرہ) اکثر ارشاد فرماتے کہ ہمارے دور میں سنیت کی شناخت محبت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے، ہرگز کوئی بد مذہب ان سے محبت نہ رکھے گا، لہذا خود بھی ان کی تعظیم فرماتے اور خدام کو تعظیم کی ہدایت کرتے۔

(تذکرہ نوری ص ۱۲۹)

### حضرت تاج الفحول سے محبت کی وجوہات:

اس خاص تعلق اور نوازشات کے بارے میں مولانا غلام شہر قادری نوری نے لکھا ہے کہ:

علما میں جو خصوصیت و اعتماد حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ پر تھا کسی دوسرے پر نہ تھا اور اس کے چند وجوہ تھے، اولاً حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کا ارشاد کہ علوم ظاہر میں مولانا (عبدالقادر) سے مشورہ رکھیے، ہم کو ان پر اعتماد ہے۔ ثانیاً ابتدا سے تا وقت رحلت ربط و محبت، ثالثاً حضرت مولوی محمد عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشینی اور خصوصیت۔ (تذکرہ نوری ص ۱۲۹)

## خاتم الاکابر کا تاج الفحول پر اعتماد:

تاج الفحول پر سرکار نوری کا یہ التفات و اعتماد یوں ہی نہیں تھے بلکہ یہ آپ کے جد محترم حضور حاتم الاکابر کا حکم تھا، سرکار نور حضور ابو الحسن احمد نوری اس واقعہ کی طرف خود ہی اشارہ فرماتے ہیں:

ایک روز عصر و مغرب کے مابین حضرت مرشد برحق خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی کی خدمت میں حاضر تھا، انہیں ایام میں میں نے ایک کتاب ترتیب دی تھی جس میں جمل و صفین اور جنگ نہروان میں عملاً حصہ لینے والوں کے بارے میں اہل سنت و جماعت کے عقائد کا ذکر تھا۔ میں نے یہ کتاب اصلاح کی غرض سے اُن کی نظرِ کیمیا اثر کے سامنے رکھی۔ فرمایا ”پڑھ کر سناؤ“ میں نے قدرے پڑھ کر سنایا۔ ارشاد فرمایا برخوردار مولوی عبدالقادر بدایونی سلمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس رسالہ کو مطالعہ کیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ساری بحث کا استنباط میں نے مولوی صاحب مذکور ہی سے کیا ہے۔ فرمایا بس تو پھر یہی کافی ہے، ان کا علم تازہ ہے اور ہمیں اس ادھیڑ عمری میں اتنی فرصت کہاں کہ کسی کتاب کی اصلاح یا بین السطور کی طرف متوجہ ہوں۔

(سراج العوارف نور ۲۰ ص ۶۹)

## سرکار نور کا تاج الفحول پر اعتماد:

حضور خاتم الاکابر کے اسی حکم کی وجہ سے سرکار نور حضور میاں صاحب قبلہ قدس سرہ حضرت تاج الفحول پر اعتماد فرماتے، تذکرہ نوری میں ہے:

”مسائل فقہ میں اکثر مولانا مولوی محمد عبدالقادر صاحب بدایونی معینی مجیدی آل احمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تذکرہ و مشورت فرماتے۔“

(تذکرہ نوری ص ۷۲)

## نوازشات نوری:

سرکار نوری کی نوازشات یہیں تک محدود نہ رہیں یہ رشتہ خلوص کہاں تک پہنچا اس کا اندازہ ان الفاظ سے ہوتا ہے:

(حضور نوری میاں قدس سرہ) ہمیشہ فرماتے تھے جو میرا مرید ہے وہ حضرت کا مرید ہے جو حضرت تاج الفحول کا مرید ہے وہ میرا مرید ہے، ان کا مخالف میرا مخالف، میرا مخالف ان کا مخالف۔  
(اکمل التاریخ جلد ۱ ص ۸۷)

## حضرت سید حسین حیدر مارہروی اور حضور تاج الفحول:

حضرت سید حسین حیدر حسینی میاں برکاتی مارہروی (ابن سید محمد حیدر ابن سید دلدار حیدر ابن سید منتخب حسین) خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے چشم و چراغ تھے، جید عالم، واعظ شیریں بیان، پاکیزہ فکر شاعر، مصنف، اور اپنے خانوادے کی روحانی روایات کے امین و وارث تھے، آپ خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہ کے حقیقی نواسے، تاجدار مارہرہ سیدنا شاہ ابو الحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی اور برادر نسبتی تھے، سید شاہ آل عبا بشیر حیدر مارہروی کے والد ماجد اور حضرت سید العلماء و حضرت احسن العلماء کے حقیقی دادا تھے، آپ کی تعلیم و تربیت مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت تاج الفحول کے زیر سایہ ہوئی، اپنے نانا حضرت خاتم الاکابر کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے، آپ کا وصال مارہرہ مطہرہ میں ہوا، درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں بیرون قبہ چبوترے پر آخری آرام گاہ ہے۔ (تاریخ خاندان برکات و مدائح حضور نور)

حضور تاج الفحول سے آپ کو خصوصی محبت تھی، نبیرہ تاج الفحول مولانا اسید الحق قادری بدایونی لکھتے ہیں:

اپنے استاذ حضرت تاج الفحول سے خاص عقیدت و محبت رکھتے

تھے، یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ میلاد و قیام کے سلسلے میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے تاج الفحول کے رسالہ ”سیف الاسلام“ کا رد ”مطرقۃ الاسلام“ کے نام سے لکھا تو حضرت حسین حیدر صاحب نے قنوجی صاحب کے جواب میں ”صمصام الاسلام“ لکھی، اور اپنے استاذ کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا۔

(مقدمہ رد و انقض: ص ۱۰، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں)

### حضرت مولانا عبدالمقتدر قادری بدایونی اور حضور نوری میاں:

حضرت تاج الفحول کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے سرکار صاحب الاقتدار حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر قادری بدایونی خانقاہ قادریہ کی مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے، آپ کی رسم سجادہ نشینی بھی اس شان سے ہوئی کہ یادگار قرار پائی، مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب رقم طراز ہیں:

جب حضرت تاج الفحول قدس سرہ کا انتقال ہوا تو آپ کے صاحبزادہ والا تبار حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمۃ کو خود حضور نور العارفین نے خرقہ خلافت پہنایا، سر پر عمامہ باندھا اور خود اپنے دست شریف سے دو روپیے بطور نذر سجادہ عطا فرمائے، یہ وہ عزت افزائی اور ذرہ نوازی ہے جس کی مثال مشکل سے ملے گی، یہ تھی حضرت اقدس سرکار نوری میاں کی کرم فرمائی دوسری طرف حضرت مولانا عبدالمقتدر صاحب کا حسن ادب و غایت احترام بھی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے حضرت کے دست اقدس سے نذر نہیں اٹھائی کہ حضرت کا دست پاک نیچے ہوتا ان کا اوپر، جب کہ نذر کا قاعدہ یہی ہے، بلکہ اپنا ہاتھ سرکار نوری میں بطرز گدایانہ نیچے کو پھیلا دیا تاکہ سرکار نوری کا عطیہ اس میں اوپر سے ڈال دیا جائے اور بڑے کی

بڑائی بہ طور ملحوظ رہے، واقعی اسی کو کہتے ہیں بڑوں کی بڑی بات۔  
(اہل سنت کی آواز: ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۳)

اس موقع پر بدایوں کے استاذ شاعر جناب سدید الدین شائق عباسی مرحوم نے فی البدیہہ تہنیتی اشعار نظم کیے اور پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، بعض اشعار یہ ہیں:

درۃ التاج سعادت شاہ عبدالمقتدر  
زیب سجادہ ہوا وہ گوہر یک دانہ آج  
اچھے اچھوں نے پنھایا ہے فقیرانہ لباس  
کیا رفیع المرتبت ہے صولت شاہانہ آج  
ہے ید الہی ضیا، آل رسولی ہے جھلک  
آل احمد نے دیا ہے خلعت شاہانہ آج  
بوالحسینی ہاتھ سے رنگت دو بالا ہو گئی  
احمد نوری سے ہے پُر نور یہ کاشانہ آج  
آل احمد، شاہ حمزہ، حضرت آل رسول  
خود بدولت دے رہے ہیں ہاتھ سے نذرانہ آج  
(اکمل التاریخ: دوم، ص ۲۲۳)

### حضور نوری میاں کی کتاب پر تقریظ:

سراج السالکین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ نے ۱۳۰۹ھ میں ”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“ تصنیف فرمائی، ۱۳۱۳ھ میں یہ کتاب پہلی مرتبہ وکٹوریہ پریس بدایوں سے شائع ہوئی، سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے دو تقریظیں عربی نظم میں تحریر فرمائیں، پہلی تقریظ کے آخر میں سراج العوارف کا سنہ تصنیف (۱۳۰۹ھ) برآمد ہوتا ہے اور دوسری تقریظ کے آخری مصرعہ میں سنہ طبع (۱۳۱۳ھ) کی طرف اشارہ ہے۔ (دیکھیے سراج العوارف، ص ۱۲۴/۱۲۵ طبع اول وکٹوریہ پریس،

بدایوں ۱۳۱۳ھ) پہلی تقریظ میں ۱۲ اشعار ہیں جب کہ دوسری تقریظ ۱۳ اشعار پر مشتمل ہے، ان تقریظ سے دونوں حضرات کے باہم تعلق و محبت پر تو روشنی پڑتی ہے ساتھ ہی سرکار صاحب الاقدار کی عربی شعر و ادب پر مہارت تامہ کا پتہ چلتا ہے، ان تقریظ کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

### ترجمہ نظم اول:

- ☆ اے نیکیوں کے متلاشی تمہارے لیے نوید مسرت ہے اس کتاب مبارک کی جانب قبولیت کے لیے آگے بڑھو زمانہ اس کتاب کے انوار و فحاشات کا محتاج ہے۔
- ☆ یہ محفوظ جنت ہے نقش و نگار سے مزین ہے اس میں مسرتوں کا درقاچ چھپا رہا ہے۔
- ☆ یہ مبارک زمانہ ہے اس میں ہدایتوں کا ظہور ہوا مخلوق کی گمراہی کا فور ہوئی اور ضلالت سرنگوں ہو گئی۔
- ☆ اے اہل ایمان ہمارے لیے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے لیے برج معرفت سے خورشید ہدایت طلوع ہوا۔
- ☆ صاحب فضل و ہدایت، کرامتوں کے تاجدار، مخلوق کی روشنی، ذوالکرام ابو الحسین احمد نوری نے ہمارے لیے عرفان و حکمت کا چراغ روشن کر دیا ہے جس میں واضح نشانیاں ہیں۔
- ☆ جس کی شعاؤں نے سرکشی کے خرمن میں آگ لگا دی اور ہدایتوں کی موسلا دھار بارش نے حقانیت کو تروتازہ کر دیا۔
- ☆ یہ کتاب اجتہادی شان کے ساتھ دین الہی کی تائید کرنے والے اور معرفت کے پاکیزہ رازوں کو فاش کرنے والی ہے۔
- ☆ یہ کتاب ایسی دھار دار تلوار ہے جس نے خوارج و روافض کو ہلاک کر دیا اور اس کا عذاب تفصیلیوں کے لیے موت کے مترادف ہے۔
- ☆ یہ کتاب علم و حکمت کا چراغ ہے اور کیا ہی بزرگ چراغ ہدایت ہے۔

- ☆ کیا ہی عظیم واضح ہدایت پر مشتمل کتاب ہے جس سے مخلوق کو گمراہیوں کی خرافات سے نجات حاصل ہوتی ہے۔
- ☆ اگر تم اس کے سن تالیف کو جاننا چاہو تو کہو ”فی البرایا بدا شمس السعادات“ یعنی مخلوق کے درمیان سعادتوں کا سورج طلوع ہوا۔

### ترجمہ نظم دوم:

- ☆ اے آنکھ والو! خوش ہو کر زمانے کو دیکھو کہ وہ کدورتوں سے پاک ہے۔
- ☆ سراج العوارف سے ملکوں میں نور الہی کی روشنی چمکی ہے۔
- ☆ گمراہی کو فنا کرنے والی خواہشات نفسانی کو توڑنے والی دلائل حق سے لبریز اور آثار اسلام کا مظہر۔
- ☆ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ کتاب سند العارفین قدوۃ السالکین قائد زمن ابوالحسین احمد نوری کی تصنیف مبارک ہے جو اہل علم و معرفت کے دلوں کا نور ہے۔
- ☆ ان کی جماعت فتوح قلب اور حاجت روائی میں ہمیشہ زمانے پر قائم ہے۔
- ☆ وہ اس عالم میں معرفت کا سورج ہیں جن کی ضیا باری سے اسرار و معرفت کی کرنیں تابندہ ہیں۔
- ☆ یہ عظیم کتاب بارگاہ قدس کی طرف سے مخلوق کے لیے ہدایت کا چشمہ ہے۔
- ☆ فجار و خوارج کے لیے مہلک اور اشرار و روافض کو توڑنے والی۔
- ☆ آپ اپنے فضل و افادات کے ساتھ ہمیشہ قائم رہیں اور فساد بدعتیوں کا سر قلم کرتے رہیں۔
- ☆ آپ کے منکرین جو اہل نفس ہیں وہ خطرات کے بیابان میں حیرت زدہ اور سرگردہ رہیں۔
- ☆ میرے ذہن نے اس کتاب کا سال طباعت ”قد تجلت بدائع الانوار“ منتخب کیا ہے، یعنی بے مثال روشنی کا ظہور ہوا۔

## حضرت شاہ ابوالقاسم شاہ جی میاں کا مکتوب تعزیت:

سرکار صاحب الاقتدار سیدنا شاہ عبدالقادر قادری قدس سرہ کے وصال پر مجدد سلسلہ برکاتیہ حضرت سید شاہ ابوالقاسم حاجی اسماعیل حسن قادری برکاتی قدس سرہ نے حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی کے نام تعزیت نامہ ارسال فرمایا، اس مکتوب سے سرکار صاحب الاقتدار کی حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کی نظر میں اہمیت و وقعت کا اندازہ ہوتا ہے حضرت ارقام فرماتے ہیں:

پس از سلام مسنون، بفضلہ تعالیٰ فقیر بخیر ہے اور آپ کی خیر و عافیت کا طالب، آپ کے کارڈ و زبانی برادر مہدی حسن سے مولانا (عبدالقادر) صاحب مغفور و مرحوم کے وصال فرمانے کا حال دریافت کر کے جو صدمہ و رنج ہوا ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مجھ کو حقیقی بھائی کی طرح سے محبت تھی، ہم لوگوں کے فخر تھے، ہمارے خاندان کے رکن رکیں تھے، جس قدر ان کی مفارقت ظاہری کا رنج کریں وہ تھوڑا ہے، مگر بجز صبر کے اللہ تعالیٰ کے احکام پر کچھ چارہ نہیں ہے، لہذا صبر کریں اور مولانا صاحب کے واسطے دعائے حصول درجات قربت الہی اور نعیم اخروی کریں، اللہ تعالیٰ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے جوار رحمت میں مقام دے، اور اپنی قربت خاص سے مخصوص فرمائے اور آپ کو ان کے کمالات ظاہری و باطنی کا مظہر بنائے اور ان کے علم و عمل کا آپ کو اصلی وارث و قائم مقام کرے آمین ثم آمین۔

(مفاوضات طیبہ: مرتبہ تاج العلماء)

## حضرت عاشق الرسول اور خانوادہ مارہرہ:

حضرت تاج الفحول کے چھوٹے صاحب زادے اور سرکار مطیع الرسول شاہ عبدالقادر کے جانشین حضرت عاشق الرسول مولانا شاہ عبدالقدیر قادری بدایونی

(مفتی اعظم حیدرآباد) بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر تھے، اکابر مارہرہ کی محبت و عقیدت ان کو ورثے میں ملی تھی، اکابر مارہرہ بھی دیرینہ کرم فرمایوں سے نوازتے تھے۔

## برکاتی دولہا اور بدایونی شہ بالا:

ان علاقوں میں شادی بیاہ کے موقع پر ایک دستور یہ ہے کہ جب دولہا کو برات کے لیے تیار کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ایک بچے کو بھی دولہا بنایا جاتا ہے جس کو ”شہ بالا“ کہتے ہیں، یہ شہ بالا دولہے کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے، اور نکاح کے وقت تک ساتھ ہی بیٹھتا ہے، دولہے کا شہ بالا خاندان ہی میں سے کوئی عزیز ہوتا ہے، تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ کی شادی خانہ آبادی کا موقع ہے، حضرت شاہ ابوالقاسم حاجی اسماعیل حسن قادری قدس سرہ دولہے کے والد ہیں، دولہا تیار ہو رہا ہے، ایک ایسے بچے کی ضرورت ہے جس کو دولہے کا شہ بالا بنایا جاسکے، حضرت شاہ جی میاں کی نگاہ انتخاب حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی پر پڑتی ہے، حکم ہوتا ہے ”مولوی عبدالقدیر صاحب محمد میاں کے شہ بالا بنیں گے“، چنانچہ حضرت تاج العلماء کے ساتھ شہ بالا کی حیثیت سے حضور عاشق الرسول کو تیار کیا گیا، یہ وہ اعزاز اور اکرام ہے جو غلامان بدایوں ہی کا حصہ ہے۔ یہ تو اکابر مارہرہ کی کرم فرمائی تھی اب حضرت عاشق الرسول کے عشق و محبت کی جلوہ گری بھی دیکھ لیں۔

حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر بدایونی درگاہ برکات میں حاضر تھے، اچھے میاں کے قدموں کی طرف کھڑے ہوئے فاتحہ پڑھ رہے تھے، فرط جذبات میں آنکھیں اشک بار تھیں، اسی درمیان باہر سے کچھ شور کی آواز آئی، حضرت نے اپنے خادم خاص مولوی عبدالرحیم صاحب سے پوچھا ”مولوی صاحب باہر کیا ہو رہا ہے؟“ وہ باہر گئے اور واپس آ کر بتایا ”حضور اپنے ساتھ جو لوگ بدایوں سے آئے تھے وہ درگاہ شریف کے خادم سے کسی بات پر جھگڑ رہے ہیں“، یہ سنتے ہی حضرت کا چہرہ غصہ

میں متمنا اٹھا، آنکھیں لال ہو گئیں، آپ باہر تشریف لائے، باہر آ کر آپ نے اپنے مریدوں سے ایسی گرج دار آواز میں کہا کہ درگاہ برکاتیہ کے درو دیوار بل گئے ”خبردار! تم جانتے ہو کہ تم کس سے تکرار کر رہے ہو؟ یہ خانوادہ برکاتیہ کا فرد نہیں ہے صرف درگاہ کا جاروب کش ہے مگر اس کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ میں اور میرے باپ دادا جس خاک کو اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں یہ اس خاک کو اٹھا کر باہر پھینک دیتا ہے۔“ حضرت یہ فرما کر آگے بڑھے اور دست بستہ خادم سے معافی مانگی، نذر پیش کی اور دوبارہ درگاہ میں چلے گئے۔ یہ ہے عقیدت محبت جان نثاری اور ادب و احترام کا وہ انداز جس کو ”مجیدیت“ کہا جاسکتا ہے۔

اسی عشق و محبت کا نتیجہ ہے کہ اکابر مارہرہ بھی حضرت کو بے پناہ چاہتے تھے، اس محبت کا اندازہ ان تعزیتی خطوط سے ہوتا ہے جو مخدومان گرامی نے حضرت کے وصال پر ارسال فرمائے تھے، آپ کے وصال پر اس وقت میں زیب سجادہ مسند نور یہ مارہرہ شریف حضرت سید شاہ اولاد نبی چھما میاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

آج جمعہ کو اربعے تم عزیز کا تار ملا پڑھ کر کلیجہ ہل گیا، بلکہ یوں کہو کہ دنیائے سنیت میں ایک کھرام مچ گیا، مفتی اعظم بدایوں کی ہستی قابل فخر ہستی تھی، مسلمانوں کو ان پر جتنا بھی ناز ہوتا کم تھا، وہ زمانے کے لیے جو کچھ بھی ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ خاندان برکات کا بھی چشم و چراغ تھے ہمارا اور ان کا چولی دامن کا ساتھ تھا اور ان شاء اللہ حشر میں بھی رہے گا، مولیٰ عز وجل مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (تذکار محبوب: ص ۱۸)

حضرت سید العلماء مولانا شاہ سید آل مصطفیٰ مارہروی اپنے تعزیتی مکتوب میں لکھتے ہیں:

اخبار انقلاب کے امروزہ پرچہ میں پڑھا، صدمہ عظیم سے دوچار ہوا،

اس حقیر فقیر سے حضرت مغفور کے ذاتی تعلقات اور خاندانی روابط ایسے گونا گوں تھے کہ فقیر کو ان کی وفات نے غم و اندوہ کے گہرے جذبات میں ڈبو دیا افسوس خانوادہ قادریہ برکاتیہ مجیدہ کا مہر درخشاں غروب ہو گیا، موت العالم موت العالم کے مصداق ان کی موت نے عالم سنیت میں جو خلا بنایا توقع نہیں کہ وہ ہماری زندگی میں پُر ہو سکے۔ (تذکار محبوب: ص ۲۱/۲۰)

### حضور احسن العلماء اور بدایوں شریف:

حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی قدس سرہ بھی وابستگان بدایوں اور مشائخ خانقاہ بدایوں پر شفقت و محبت فرماتے تھے، آپ کے نواسے ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی کا بیان ہے کہ حضرت احسن العلماء جب بھی بدایوں تشریف لاتے تو درگاہ قادریہ میں ضرور حاضری دیتے، وقت کی قلت یا کسی خاص مصروفیت کی وجہ سے یہ معمول ایک آدھ مرتبہ ادا نہ ہوا ہو تو الگ بات ہے ورنہ یہ حضرت کا ہمیشہ کا معمول تھا، احمد میاں بتاتے ہیں کہ وہ جب مارہرہ حاضر ہوتے حضور احسن العلماء یہ ضرور پوچھتے کہ ”بیٹا مدرسہ قادریہ میں سب خیریت ہے؟“

### صاحب سجادہ بدایوں شریف اور خاندان برکات:

خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کے موجودہ صاحب سجادہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری اپنے بزرگوں کے روحانی جانشین اور قدیم آداب و روایات کے امین و وارث ہیں، خانوادہ برکاتیہ سے محبت اور سلیقہ ادب و احترام آپ کو اپنے اسلاف سے ورثے میں ملا ہے۔

آپ اپنے مخدوم زادوں کا ادب و احترام کرنے میں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر ہیں، آپ نے پرانی روایات کو نہ صرف یہ قائم رکھا ہے بلکہ صاحبزادگان اور وابستگان کی تربیت بھی اس انداز سے فرمائی ہے کہ وہ پرانی روایتیں ان میں منتقل کردی ہیں۔



حضور سید العلماء، حضور احسن العلماء اور حضور وارثِ نبیؐ حضرت صاحبِ سجادہ کے ساتھ بے حد محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، اور آپ بھی ان مخدومانِ گرامی کے ادب و احترام میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے تھے، بارہا دیکھا گیا کہ حضور وارثِ نبیؐ حضرت یحییٰ میاں قبلہ اگر محفل میں موجود ہیں اور کوئی حضور صاحبِ سجادہ حضرت شیخِ سالم قادری سے مرید ہونے کے لیے آیا تو حضرت وارثِ نبیؐ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے کہ حضرت اس کو داخل سلسلہ فرمائیں، کئی مارہرہ مطہرہ کے رہنے والے لوگ حضرت کے ہاتھ پر داخل سلسلہ ہونے کے لیے بدایوں آئے، آپ نے یہ کہہ کر ان کو مرید کرنے سے معذرت کر لی کہ ”آپ لوگ مارہرہ شریف کے رہنے والے ہیں، وہاں ہمارے پیرزادے موجود ہیں آپ انہیں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں“۔ ایسی مثالیں اب خاتقاہوں سے عنقا ہوتی جا رہی ہیں۔

حضور امین ملت، حضور شرف ملت اور حضور رفیق ملت بھی حضرت سے بے پناہ محبت فرماتے ہیں اور حضرت بھی اپنی خاندانی روایتوں کی پاسداری کرتے ہوئے ان حضرات کا ویسا ہی ادب و احترام کرتے ہیں جیسا حضور شاہ عین الحق کے جانشین کو حضور شمس مارہرہ کے شاہ زادگان کا کرنا چاہیے۔

### منظومات:

ہر مرید اپنے پیر کی تعریف و توصیف کرتا ہے، لیکن زہے وہ مرید کہ جس کی اس کا پیر اور پیرزادے بھی تعریف کریں، اکابر بدایوں کو یہ عزت اور فخر بھی حاصل ہے کہ خود ان کے مخدوم زادگان اور پیر زادگان نے ان کی منقبت اور تعریف و توصیف میں قصائد، قطعات اور غزلیں کہی ہیں، یہاں ہم ان میں سے چند پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ کے صاحبزادے اور تاج دار مارہرہ حضور احمد نوری کے والد ماجد حضرت سید شاہ ظہور حسین قادری مارہروی قدس سرہ نے حضور سیف اللہ المسلمول کی وفات پر قطعہ نظم فرمایا:

شد بہ جنت زیں جہاں فضل رسول  
ذات پاکش داشت شان اطہری  
سال رحلت ہاتف غیبی بہ گفت  
بود نورِ خاندانِ قادری

(طوالح الانوار مرتبہ مولانا انوار الحق عثمانی)

نواسہ خاتم الاکابر حضرت سید شاہ حسین حیدر قادری برکاتی (حضور احسن العلماء کے دادا محترم) حضور سیف اللہ المسلمول کے بارے میں فرماتے ہیں:

مقبول درگاہ نبی محبوب حق فضل رسول  
عالی ہم بحر کرم شاہ زماں فخر جہاں  
آن عاشق محبوب رب شد نحو بغداد و عرب  
از لفظ بغداد و عرب تاریخ رحلت شد عیاں

(طوالح الانوار مرتبہ مولانا انوار الحق عثمانی)

تاجدار مارہرہ حضور شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ نے سیف اللہ المسلمول کے وصال پر آپ عربی جملوں میں تاریخ وفات برآمد کی، چند جملے پیش خدمت ہیں:

فضل رسول طیب حمید ۱۲۸۹ھ

رضی عنہ اللہ المجید ۱۲۸۹ھ

عاش ہو عابد لربہ ومات وهو المحمود ۱۲۸۹ھ

علیہ رضوان اللہ الودود ۱۲۸۹ھ

دخل جنات النعیم ۱۲۸۹ھ

إنه لغاز بفوز عظیم ۱۲۸۹ھ

(اکمل التاریخ دوم)

ان تمام جملوں سے حضور سیف اللہ المسلول کی سنہ وفات ۱۲۸۹ھ برآمد ہوتی ہے۔  
حضور خاتم الاکابر کے پوتے زیب سجادہ مسند نور یہ حضرت سید شاہ مہدی حسن  
میاں قادری برکاتی قدس سرہ حضور سیف المسلول کی شان میں فرماتے ہیں:

بحر علم و بحر عرفاں ہیں وہ خضر راہ دیں  
ان کا روضہ ہے نمونہ مجمع البحرین کا  
آگیا پھر موسم عرس شہ فضل رسول  
دن خوشی کا، وقت فرحت کا ہے، موقع چین کا  
یا معین الحق شہ فضل رسول نامور  
بحر عین حق مجھے اقبال دے دارین کا

حضور سیف اللہ المسلول کے عرس کے موقع سنہ ۱۳۰۰ھ میں جب زیب سجادہ  
مسند نور یہ حضرت سید شاہ مہدی حسن میاں بدایوں تشریف لائے تو آپ نے محفل  
عرس میں یہ منقبت پیش فرمائی:

ہے فضل رسول خدا جن کا نام  
یہ اس شاہ کے عرس کی انجمن ہے  
کرم خاص ہے شاہ جیلاں کا اس پر  
جو غوث دو عالم ہے قطب زمن ہے  
وہ ہے حضرت آل احمد کا پیارا  
شہ عین حق کی وہ جاں ہے وہ تن ہے  
کمالات لینے کو علم و عمل کے  
ہوا حاضر عرس مہدی حسن ہے

قدیم زمانے کی عرس قادری بدایوں کی رودادوں کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں  
کثرت سے اکابر مارہرہ کا کلام منقبت دستیاب ہوگا۔

اب ہم آخر میں خانوادہ قادریہ کے بعض بزرگوں کے کلام پر اپنے مضمون کو ختم  
کرتے ہیں جو اکابر مارہرہ کی شان اور مدح و ثنائیں نظم کیا گیا ہے۔  
حضرت تاج الفحول اپنے ایک فارسی قصیدے میں اکابر مارہرہ کی مدح و ثنا  
کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ز عشق بوالبرکات آمدہ گل برکات  
ز حسن آل محمد شدہ جہاں چو نگار  
بدست حضرت حمزہ گل جدید دمید  
کہ عین نور درخشیدہ از یمین و یسار  
فروغ دین نبی را ز آل احمد شد  
کہ شمس دیں لقبش گشت در صغار و کبار

حضرت تاج الفحول نے اپنے ایک طویل قصیدے میں اکابر مارہرہ کو بارگاہ  
غوثیت میں بطور وسیکہ پیش کیا ہے، اپنے ان اکابر کے وسیلے سے حضور غوث اعظم کی  
بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

برکت اللہ کے تصدق میں تری برکت سے  
دین و دنیا کا ہر اک کام ہو پورا میرا  
فضل سے تیرے رہے آل محمد کا کرم  
لطف سے دل رکھیں خرم شہ حمزہ میرا  
آل احمد جو ہیں نائب ترے، ان کے صدقے  
فضل سے تیرے ہوا چھا دل خستہ میرا

نبیرہ سیف اللہ المسلول مولانا شاہ عبدالماجد قادری بدایونی (متوفی: ۱۹۳۱ء)  
مارہرہ مطہرہ کی شان میں یوں گویا ہوتے ہیں:

مارہرہ میں کیا کیا نہ مرے پیش نظر ہے  
اجمیر بھی بغداد بھی برکات نگر ہے  
جو کچھ برکت ہم کو ملی ہے وہ یہیں سے  
اپنے لیے جو کچھ ہے وہ برکات نگر ہے  
اللہ رے یہ اوج یہ طالع یہ مقدر  
سنگ در مارہرہ ہے خدام کا سر ہے  
آئینہ عرفاں جو کرے قلب سیہ کو  
وہ نور بھری احمد نوری کی نظر ہے

حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری صاحب سجادہ خانقاہ قادریہ نے بھی اکابر  
مارہرہ مطہرہ کی شان میں بے شمار مناقب نظم فرمائی ہیں، یہاں ہم صرف ایک منقبت  
کے چند اشعار ہدیہ قارئین کر رہے ہیں:

تعالیٰ اللہ علو و شان فیض آثار مارہرہ  
حضور غوث کا دربار ہے دربار مارہرہ  
رہے تا حشر یوں ہی گرمی بازار مارہرہ  
پھلا پھولا رہے یارب سدا گلزار مارہرہ  
حضور صاحب البرکات کی شان کرم دیکھو  
ہے پیہم بارش برکات برزوار مارہرہ  
شبہ آل محمد سے عیاں شان محمد ہے  
نبی زادے علی کے جانشین سردار مارہرہ  
حضور سید حمزہ کی جو سیف یمانی ہے  
دودھاری ہے وہ تنج بے اماں تلوار مارہرہ  
حضور شمس مارہرہ کی کرنوں سے منور ہے  
ابھی تک سب گلی کوچے درودیوار مارہرہ

زمانہ کہتا ہے آل رسول احمدی جن کو  
ہیں جان آل احمد طرہ دستار مارہرہ  
جناب بوالحسن احمد نوری کا کیا کہنا  
میاں صاحب حقیقت میں ہیں اک مینار مارہرہ  
خدا کا شکر کر سالم کہ تجھ کو تیرے مرشد نے  
بنایا خادم دربار گوہر بار مارہرہ

رب قدیر و مقتدر ان دونوں خانوادوں کو یوں ہی شاد و آباد رکھے، ان کے  
ذریعے سے فیضان غوث اعظم تقسیم ہوتا رہے، مارہرہ مطہرہ کی کرم فرمائیاں،  
نوازشات، شفقتیں اور محبتیں یوں ہی سرزمین بدایوں کو فیضیاب کرتی رہیں، بدایوں کی  
محبت و عقیدت، ادب و احترام اور جان نثاری کی قدیم روایتیں روز افزوں ہوں، اور  
وابستگان خانقاہ برکاتیہ اور خانقاہ قادریہ کے درمیان ویسا ہی رشتہ خلوص و محبت قائم  
رہے جیسا ان کے پیش رو اسلاف کے درمیان تھا۔ آمین ثم آمین۔



خاں لکھتے ہیں:

ایک روز اعلیٰ حضرت قبلہ کسی خیال میں روتے روتے سو گئے، اس لیے کہ قیلولہ (دوپہر کو لیٹنا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے) اس خاندان میں اب تک رائج ہے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اس سنت پر مدۃ العمر عامل رہے۔ خواب میں اعلیٰ حضرت قبلہ کے دادا حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب تشریف لائے اور فرمایا: وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے اس درد کی دوا کرے گا۔ چنانچہ اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے روز تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ تشریف لائے، ان سے بیعت کے متعلق مشورہ ہوا اور یہ طے ہوا کہ جلد ہی مارہرہ شریف چل کر بیعت ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ یہیں سے یہ تینوں حضرات مارہرہ شریف کو چل پڑے (اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب)۔

جب یہ حضرات مارہرہ شریف پہنچے اور آستانہ عالیہ برکات تہ پر حاضری ہوئی تو وہاں کے صاحب سجادہ حضرت سیدنا مولانا آل رسول سے اعلیٰ حضرت قبلہ اور ان کے والد ماجد کی پہلی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کو دیکھتے ہی جو الفاظ فرمائے وہ یہ تھے:

آئیے ہم تو کئی روز سے آپ کے انتظار میں تھے۔ اعلیٰ حضرت اور ان کے والد ماجد بیعت ہوئے اور مرشد برحق نے تمام سلاسل کی اجازت عطا فرما کر تاج خلافت اعلیٰ حضرت کے سر پر اپنے دست کرم سے رکھ دیا۔ یوں یہ خلش جس کے لیے اعلیٰ حضرت روتے تھے، رب العزت نے نکال دی۔ شریعت کی تعلیم و تربیت باپ سے ملی تھی اور طریقت کی تکمیل پیرو مرشد نے کرا دی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ شریعت و طریقت دونوں کے امام ہو گئے۔ (۱)

خليفة اعلیٰ حضرت ملک العلماء فاضل بہاری لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سرکار مارہرہ مطہرہ حاضر ہو کر تاجدار مارہرہ اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

## خاندان برکات اور خانوادہ رضا کے روحانی رشتے

مولانا محمد حنیف خاں رضوی، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف کا اٹوٹ روحانی رشتہ تقریباً ڈیڑھ صدی سے قائم ہے، اس طویل سفر کی یادیں اپنے وسیع دامن میں ایمانی اور روحانی بالیدگی کا بیش قیمت سرمایہ لیے ہوئے ہیں، بلاشبہ ہم خدام ہر دو خاندان ان واقعات کو پڑھ کر اپنے اندر عشق و محبت کی جوت جگاتے اور اپنے مخدومان گرامی منزلت کے حضور عقیدت کے گولہ لٹاتے ہیں۔

وہ کیسے مبارک و مسعود لمحات تھے جب اواخر تیرہویں صدی میں یہ روحانی رشتہ قائم ہوا اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اپنے والد ماجد رئیس الاتقیاء علیہما الرحمہ کی معیت میں خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور پہلی ہی ملاقات میں مرشد اعظم نے جو دو کرم کی ایسی بارشیں فرمائیں اور ایسے انعام خسروانہ سے نوازا کہ حاضرین انگشت بدنداں تھے اور سامعین کے درمیان آج تک اس کا چرچا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے:

### واقعہ بیعت و خلافت:

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی عمر ۲۲ سال کچھ ماہ کی تھی، ایک دن قیلولہ فرماتے ہوئے آپ نے خواب دیکھا۔ اس تعلق سے تفصیل بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے برادر زادے اور داماد حضرت مولانا حسین رضا

اللہ اکبر! کیسی نظر کیسا اثر پیر و مرشد کی تھی اور کس درجہ قلب صافی لے کر بیعت ہوئے تھے کہ اسی جلسہ میں پیر و مرشد برحق نے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرما کر خلیفہ مجاز بنادیا، اور تمام طریقوں میں بیعت لینے کی اجازت عامہ تامہ عطا فرمائی۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب مارہروی فرماتے ہیں کہ مولانا بدایونی (حضرت تاج الفحول علامہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ) کے ہمراہ مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب مارہرہ شریف حاضر ہوئے تھے۔ یہ لوگ تجدید غنسل اور کپڑے بدلنے کے لیے پہلے مارہرہ میں سرائے میں جا کر فروکش ہوئے۔ مگر سرائے کے راستے میں یکہ سواری کا الٹ گیا اور مولانا نقی علی خاں صاحب کو چوٹ لگی۔ پھر اسی حالت میں انہوں نے نہادھو کر کپڑے پہنے، اور سب خانقاہ برکاتیہ میں حاضر ہوئے، اور فقیر ہی کے مکان موسوم بہ مدرسہ جو درگاہ معلیٰ برکاتیہ کے دروازہ کے سامنے تھا اور اس وقت ٹوٹا پڑا ہے، میں فروکش ہوئے، فقیر کے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب اور حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ بھی ان دنوں مارہرہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی دن ظہر کے وقت مولانا بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر، حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فقیر کے والد حضرت سید شاہ محمد صادق اور میاں صاحب (حضرت نوری میاں) بھی ہمراہ گئے۔ حضرت خاتم الاکابر نے مولانا نقی علی خاں صاحب پھر مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ فرمایا۔ اور اسی جلسہ میں حضرت نے خلافت و اجازت جملہ سلاسل و اسناد و تبرکات خاندان عالیہ قادریہ برکاتیہ سے بھی مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مشرف فرمایا۔ بیعت و خلافت کے بعد ان سب حضرات نے کچھ عرصہ تک فقیر کے مکان پر قیام فرمایا۔ اور اسی دوران میں مولانا تاج الفحول بدایونی نے فقیر سے ارشاد فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کا حضرت سے بیعت ہو جانا، ان کے لیے

بھی اچھا ہوا، اور میرے لیے بھی اچھا ہوا۔ (۲)

خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ اپنے زمانہ کے جلیل القدر عالم شریعت اور عارف طریقت تھے، آپ کا روحانی فیض عام تھا، آپ ان ارباب طریقت میں سے تھے جو اپنے مسترشدین و مریدین کو عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کی سخت منازل سے گزارتے، پھر ان کے قلوب کا تزکیہ فرماتے، اور اگر وہ مسند ارشاد و ہدایت کے اہل ہوتے تو اجازت و خلافت عطا فرماتے۔ اس موقع پر ان دونوں حضرات کو بیک وقت بیعت و خلافت سے نوازنا بلاشبہ حاضرین بارگاہ کے لیے تعجب خیز تھا، لہذا موجودین میں سے آپ کے پوتے اور ولی عہد خانقاہ حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری نے خدمت میں عریضہ پیش کیا۔

حضرت امین ملت تحریر فرماتے ہیں:

نوری دادا نے پوچھا کہ حضور! آپ کے خاندان میں تو خلافت بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد دی جاتی ہے، اور ان دونوں حضرات کو آپ نے فوراً خلافت عطا فرمائی، حضرت سیدی شاہ آل رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میاں صاحب! اور لوگ گندے دل اور نفس لے کے آتے ہیں، ان کی صفائی کی جاتی ہے، پھر خلافت سے نوازا جاتا ہے، مگر یہ دونوں حضرات پاکیزگی نفس کے ساتھ آئے تھے، صرف نسبت کی ضرورت تھی وہ ہم نے عطا کر دی۔ (۳)

سبحان اللہ! خاتم الاکابر کی نگاہ اقدس ان کے قلوب صافیہ پر تھی جہاں پیر روشن ضمیر کی نگاہ ہی پہنچ سکتی ہے۔

شہزادہ سیدالعلماء حضرت سید آل رسول حسنین نظامی قادری برکاتی لکھتے ہیں:

مرشد روشن ضمیر نے اپنے پیارے مرید کی پیشانی پر دست قدرت کی لکھی رو شن تحریریں پڑھ لی تھیں کہ بریلی کے مقدس گھرانے کا یہ فرد آگے چل کر چودھویں صدی کا مجدد بنے گا، حضور غوث اعظم پیران پیر دست گیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب اور رسول مکرم سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وارث ہوگا، اس کا سینہ انوار و معارف

اور علوم و حقائق لدنیہ کا خزانہ بنایا جائے گا، جس کا ظرف اتنا عالی ہے اس کے لیے عطا میں کیوں کمی کی جائے، دینے والے مجسم عطا، لینے والے سراپا رضا، سونا تو پہلے ہی تھے طریقت کی آنچ ملی تو کندن ہو گئے۔ (۴)

حضرت امین ملت آگے لکھتے ہیں:

پھر حضور خاتم الاکابر نے فرمایا: مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ آل رسول تو میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں کیا پیش کروں گا، مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہو گئی، اب میں اس وقت ”احمد رضا“ کو پیش کروں گا۔ (۵)

اس پر بصیرت افروز تبصرہ کرتے ہوئے شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ تحفہ مختلف وجوہ سے چھوٹا بڑا ہوتا ہے، ایک معمولی آدمی کسی معمولی آدمی کو تحفہ پیش کرے اس کی حیثیت اور ہوگی۔ اور ایک متوسط دوسرے متوسط کو تحفہ پیش کرے اس کی حیثیت اور ہوگی، اور ایک رئیس دوسرے رئیس کو تحفہ پیش کرے اس کی حیثیت اور ہوگی۔ اور رئیس اعظم کسی رئیس اعظم کو تحفہ پیش کرے اس کی حیثیت اور ہوگی۔ پھر رعایا اگر بادشاہ کو تحفہ پیش کرے تو اس کے بھی حسب تفصیل بالا، مختلف مدارج ہوں گے۔ پھر تحفہ وقت اور تقریب کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔ عام حالات میں جو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس کی حیثیت اور ہوتی ہے، اور کسی تقریب کے موقع پر پیش کیا جاتا ہے اس کی حیثیت اور، پھر تقریب کی شان کے اعتبار سے تحفہ بدلتا رہتا ہے۔ عام تقریبات کا تحفہ اور ہوگا اور خاص تقریبات کا تحفہ اور۔ اور سب سے اعلیٰ تقریب کا تحفہ سب سے اعلیٰ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ مجدد اعظم، تو بلاشبہ ان کے مرشد، مرشد اعظم، اب ذرا توجہ کے ساتھ ذہن حاضر کر کے سنیے! قیامت کا دن رب العالمین کے دربار اعظم کا دن ہے۔ نہ تو رب العالمین نے اس کے پہلے اتنا بڑا دربار منعقد کیا اور نہ آئندہ منعقد فرمائے گا۔ تمام اولین و آخرین، انبیاء و مرسلین اور ان کی امت کے تمام علمائے کا

ملین اور اولیائے عارفین، مومن و کافر، متقی و فاسق، بادشاہ و رعایا، ظالم و عادل، سبھی حاضر ہوں گے۔ اس دربار اعظم میں اپنے عہد کے مرشد اعظم نے رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے جو تحفہ متعین فرمایا ہے وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ خاتم الاکابر کے خزانہ عامرہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے زیادہ قیمتی کوئی ہیرا نہیں۔ (۶)

سیدنا اعلیٰ حضرت کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ کو ہوئی اور بیعت کے لیے حاضری ۵ جمادی الآخرہ ۱۲۹۵ھ میں، اس طرح بیعت و خلافت کے وقت آپ کی عمر ۲۲ سال چند ماہ تھی۔ لہذا غفوان جوانی میں پاکیزگی نفس اور طہارت قلب کی شہادت ایک عارف باللہ کی زبان فیض ترجمان سے ملنا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، حقیقت یہ ہے کہ مرشد اعظم نے اپنے مرید صادق کے ظاہر و باطن کو ایک ہی نظر میں ملاحظہ فرمالیا تھا بلکہ اس سے بھی اہم وہ فرمان ہے جس میں فرمایا:

آئیے! ہم تو کئی دن سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔  
یعنی پیر روشن ضمیر اپنی نگاہ باطن سے آپ کے احوال و کوائف اور سفر و حضر کے تمام ارادوں اور نیتوں کو بھی ملاحظہ فرما رہے تھے، لہذا حاضری سے قبل ہی آپ پر عیاں تھا کہ ایک ایسا مرید و مسترشد بھی آنے والا ہے جو سابقہ ارادت مندوں سے منفرد ہے۔

### مرشد اعظم کا روحانی فیض:

امام احمد رضا اپنے مرشد برحق کی بارگاہ میں جس نیاز مندی سے حاضر ہوئے تھے اسی انداز سے شیخ کی بارگاہ سے فیضیاب بھی ہوئے۔ یعنی شیخ نے پہلی ہی ملاقات میں باطن کے ساتھ آپ کے ظاہر کو بھی اپنے رنگ میں ایسا رنگ دیا تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے خدام بارگاہ نے بھی اپنی نگاہوں سے وہ جلوے دیکھے جو شیخ کی ذات اقدس میں شب و روز دیکھتے تھے۔

حضرت امین ملت تحریر فرماتے ہیں:

حضرت صاحب (خاتم الاکابر پیر و مرشد) نے اسی محفل میں اعلیٰ حضرت کو وہ تمام اعمال و اشغال و غیرہ عطا فرمادیے جو خانوادہ برکاتیہ میں سید بہ سید چلے آرہے تھے، مرشد برحق کے فیض روحانی کا یہ عالم تھا کہ جب اعلیٰ حضرت حویلی سجادگی سے باہر تشریف لائے تو ایسا محسوس ہوا گویا جوانی کے دور کے حضور سیدی آل رسول تشریف لا رہے ہیں، حویلی سے باہر جو فقرا اور درویش حاضر تھے انہوں نے حسب دستور قدیم اسم جلالت ”اللہ اللہ“ کا نعرہ بلند کیا، چند لمحات کے بعد اعلیٰ حضرت اپنی شکل میں آگئے۔ (۷)

سیدنا اعلیٰ حضرت بیعت ہونے کے لیے اپنے والد ماجد کے ساتھ خاتم الاکابر کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے، مرشد گرامی نے دونوں حضرات کو ایک ہی مجلس میں مرید فرما کر خلافت سے بھی نوازا تھا اور خلافت کے استحقاق کے تعلق سے دونوں کے لیے وہ کلمات ارشاد فرمائے تھے، جو قارئین ملاحظہ کر چکے۔

### رئیس الاتقیاء کا مرشد سے روحانی قرب:

امام احمد رضا پر مرشد کی نوازشات کا قدرے تعارف تو آپ پڑھ چکے، ساتھ ہی والد ماجد رئیس الاتقیاء پر مرشد کے انعام و اکرام کی ایک جھلک بھی دیکھتے چلیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت اپنے والد ماجد کے وصال کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”پچھلا کلمہ کہ زبان فیض ترجمان سے نکلا لفظ ”اللہ“ تھا و بس، اور اخیر تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی، بعد فقیر نے حضور پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رویا میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الماجد کے مرقد پر تشریف لائے، غلام نے عرض کیا حضرت! یہاں کہاں؟ اولفظاً هذا معناہ فرمایا: آج سے۔ یا۔ اب سے یہیں رہا

کریں گے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ رحمة واسعة .

ذهب الذین یعاش فی انکناہم

وبقیة فی الناس کجلد الا جرب“ (۸)

یہ واقعہ مرشد سے مسترشد کے روحانی قرب کا غماز اور بارگاہ شیخ میں آپ کی مقبولیت کا پتہ دیتا ہے۔

### امام احمد رضا کا بارگاہ مرشد میں نذرانہ عقیدت:

مرشد برحق کی بارگاہ اقدس سے ان تمام انعامات کے بعد ایک اعزاز اور ملا جو آپ کے علمی منصب کی معراج اور والد ماجد کے دست مبارک سے آپ کے سر پر فضیلت کے آراستہ تاج کی چمک دمک کو دوبالا کرنے والا تھا، وہ یہ کہ آپ نے بھرپور اعتماد کے ساتھ اپنے ولی عہد و جانشین سیدی شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سے فرمایا:

”دیکھو! اب ہماری اور ہمارے خاندان کے اکابر کی

جو کتابیں شائع ہوں، ان دونوں عالموں (مولانا احمد رضا خاں

اور مولانا عبدالقادر بدایونی) کو دکھائی جائیں اور یہ جیسے اصلاح

کریں، قبول کی جائے اور پھر اشاعت ہو۔“ (۹)

دراصل مرشد اعظم نے آپ کا ماضی اور حال ہی نہیں دیکھا تھا بلکہ ان پر آپ کا روشن و تابناک مستقبل بھی عیاں تھا، وہ یہ بھی ملاحظہ فرما رہے تھے کہ ان کی تحقیقات علمیہ میدان علم و دانش میں اپنی مثال آپ ہوں گی اور وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ مولانا احمد رضا خاں ایک دن علوم و معارف کے گلشن کی اس طرح آب یاری کریں گے کہ امامت کے منصب پر فائز ہو کر چودھویں صدی کے مجدد کہلائیں گے، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ نے جس میدان میں قدم رکھا اس میں گویا سبقت لے گئے، ہر طرف سے داد و تحسین کی صدائیں بلند ہوئیں، چہار سو علم و فضل کے چرچے ہوئے اور عشق و عرفان نے ان کے قلم کے بو سے لیے۔

قارئین نے یہاں تک تو مرشد اعظم کی عنایتوں، نوازشوں اور انعامات کی بارشوں کو ملاحظہ کیا، اب مسترشد با وفا، صاحب صدق و صفا کی نیاز مند یوں اور شیخ کی بارگاہ میں ادب و تعظیم کے نمونوں کو بھی ملاحظہ کریں۔

حضرت امین ملت فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت اپنے مرشد عظام کا اس درجہ ادب ملحوظ رکھتے تھے کہ مارہرہ کے اسٹیشن سے خانقاہ برکاتیہ تک برہنہ پا پیدل تشریف لاتے تھے۔ اور مارہرہ سے جب حجام خط یا پیام لے کر بریلی جاتا تو حجام شریف فرماتے اور اس کے لیے کھانے کا خوان اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتے تھے۔“ (۱۰)

مارہرہ مقدسہ کی وجہ تسمیہ تاریخ کے آئینہ میں جو بھی ہو اس سے بحث نہیں، یہاں شیخ اعظم کے مولد و مسکن کی معنوی حیثیت امام احمد رضا کے نزدیک اپنی سرکاروں کی نسبت سے عشق و محبت کی بدولت کچھ اور ہی پتہ دیتی ہے۔

آپ ماہ محرم الحرام ۱۳۰۶ھ میں اپنے مرشد کے آستانہ پر حاضری کے لیے مارہرہ مطہرہ پہنچے تو آپ کے مرشد ثانی، سراج السالکین حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ نے عربی زبان میں شجرہ قادریہ برکاتیہ لکھنے کا حکم فرمایا، اسی کو حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے یوں بیان فرمایا ہے کہ

شجرہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف جسے امام احمد رضا نے اپنے مرشد (حضرت نوری میاں صاحب قبلہ) کی فرمائش پر بہ صیغہ درود شریف قلم برداشتہ تحریر فرمایا۔

فقیر برکاتی سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ (ایضہ)“ (۱۱)

یہ شجرہ مبارکہ آپ کی جودت طبع اور عشق و محبت کا شاہ کار ہے، آپ نے اسمائے مشائخ کرام کو حسین انداز میں حضور نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات پر جمول فرماتے ہوئے ایک سلک گوہر میں پرو دیا ہے، اس کی کما حقہ خوبیوں سے تو اہل علم ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں، یہاں مجھے صرف اس نکتہ کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا ہے کہ مشائخ عظام کے اسمائے طیبہ کے جھرمٹ میں مارہرہ کا نام بھی نہایت

معنی خیز انداز میں لایا گیا ہے، یعنی لفظ ”مارہرہ“ کو عربی زبان کا لفظ قرار دے کر یوں استعمال فرمایا ہے۔

”اللهم صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمد بن المصطفیٰ رفیع المکان ..... اللهم وعلیٰ أصحابہ العظام و مشائخنا الکرام وعلینا معهم یا ذا الجلال والاكرام مارہرہ أقمار البقین فی مہمہ صدور العارفين۔“ (۱۲)

یعنی حضور نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں صلاۃ و سلام پیش کرنے کے بعد صحابہ عظام اور مشائخ کرام کے ساتھ اپنے لیے درود و سلام ہے اور پھر اس نزول رحمت کی دعا کی توقیت اور مدت بیان فرماتے ہوئے لفظ ”مارہرہ“ کو یوں بیان فرمایا:

مَارَہْرَہ أَقْمَارُ الْبَقِیْنِ فِیْ مَہْمَہِ صُدُورِ الْعَارِفِیْنَ۔

یعنی جب تک عارفین کے کشادہ سینوں میں یقین کے چاند درخشندہ رہیں۔ یہاں ”مارہرہ“ میں لفظ ”ما“ بمعنی ”مادام“ ہے اور ”رہرہ“ رباعی مجرد سے فعل ماضی، ”اقمار البقین“ اس کا فاعل۔

اب اس کی معنویت پر غور کریں اور اسی روشنی میں مرشد اعظم کے مولد و مسکن کی آپ کے نزدیک قدر و منزلت اور قلب و ذہن میں جاگزیں اس کی محبت و وقعت کا اندازہ لگائیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب کسی ہستی کا عشق، ذہن و دماغ میں سما جاتا ہے تو عاشق کو اس کے مثبتات و متعلقات میں بھی خیر و خوبی ہی نظر آتی ہے اور ہر شے معنویت کے حسن سے بھرپور دکھائی دیتی ہے۔

یہ احوال مرشد کے منسوبات کے تھے، خود مرشد برحق کی ذات ستودہ صفات سے ان کو کیسی عقیدت تھی اور ان کے فیضان عام و تام کا کیسے پر زور الفاظ میں اعتراف و اظہار فرماتے تھے؟ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:



ہاں ہاں، یہ ادنیٰ خاک بوسی آستان رفیع غلمان منبع بندگان بارگاہ عرفان پناہ  
 اقدس، حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت اعرف العرفاء الکرام، مرجع الاولیاء  
 العظام السحاب الہا مر بفیض القادر، والعباب الزاخر بالفضل الباہر،  
 ذوالقرب الزاہر، والعلو الظاہر، والنسب الطاہر، ملحق الا صاغر  
 بالجلۃ الا کابر، معدن البرکات، مخزن الحسنات من آل محمد سید  
 الکائنات علیہ وعلیہم افضل الصلوات وارث النجدات من حمزۃ  
 الحمزات القمر المستبین بالنور المبین من شمس الدین ابی الفضل  
 العظیم والشرف الکریم سیدنا ومولانا وبلبانا وانا شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیومی  
 وغدی اعلیٰ حضرت سیدنا السید الشاہ آل رسول الاحمدی فاطمی حسینی قادری برکاتی واسطی  
 بلجرامی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجرل واعظم قر بہ منہ واشرق علینا  
 من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام  
 بفضل رحمۃ علیہ وعلیٰ آباءہ الکرام والحمد للہ ابد الابدین۔

عہد مابالب شیریں دہنان بست خداے

ماہمہ بندہ وایں قوم خداوندانند

(خدا نے شیریں دہنوں کے لبوں سے ہمارا عہد باندھ دیا۔ ہم سب بندے

ہیں اور یہ لوگ ہمارے آقا ہیں)۔ (۱۳)

امام احمد رضا کو اپنے مرشد سے ان کی ظاہری حیات مقدسہ میں ملاقاتوں کا  
 شرف کتنی بار ملا، اس کا حال تلاش بسیار کے بعد بھی نہ نکلا، چون کہ کل مدت بیس ماہ  
 کے قریب ہے، کہ آپ ۵ جمادی الآخرہ ۱۲۹۵ھ میں بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے  
 اور حضرت خاتم الاکابر کا وصال ۱۸ ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ کو ہوا۔

بہر حال جتنی ملاقاتیں بھی ہوئی ہوں وہ اپنے مقام پر سب اہمیت کی حامل  
 ہوں گی، البتہ اتنا تو بالکل واضح ہے کہ مرشد برحق کے فیضان سے پہلے ہی دن ایسے  
 سرشار ہو چکے تھے کہ شریعت کے امام، والد ماجد کی تعلیم کے ذریعہ ہوئے تھے تو طریقت

کا امام، مرشد صادق نے بنا دیا تھا۔

اسی کو حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب نوری بریلوی نے تحریر فرمایا:  
 شریعت کی تعلیم و تربیت باپ سے ملی تھی اور طریقت کی تکمیل پیرو مرشد نے  
 کرا دی، اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ شریعت و طریقت دونوں کے امام ہو گئے۔  
 آپ نے مدت العمر بارگاہ مرشد کے روحانی فیضان کے گن گائے اور اپنی  
 عقیدت کے گوہر لٹاتے ہوئے اس طرح استداد کی:

تاج دار حضرت مارہرہ یا آل رسول

اے خدا خواہ و جدا از ماعداد کن

اور اپنی التجایوں پیش کی:

سائل جو داز نے زائیم مرا سیراب ساز

تو گل جو داز شے جانم فزا امداد کن

اور اپنی قسمت پر نازاں اپنے مشائخ کے درباروں میں اپنی غلامی و نیاز

مندی کا ثبوت اس طرح پیش فرمایا:

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے مری سرکاروں کے

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں

ما نکلتے تاجدار پھرتے ہیں

امام احمد رضا فانی الشیخ کی اعلیٰ منزل پر فائز تھے، آپ بریلی میں ہوتے،  
 لیکن جان و دل مارہرہ مطہرہ میں، جسم بریلی میں تھا لیکن روح مارہرہ میں آستانہ مرشد پر،  
 آپ نے ایک منقبت میں اپنے ان جذبات اور تاثرات کا اظہار نہایت والہانہ انداز  
 میں کیا ہے، فرماتے ہیں:

خوشاد لے کہ دہندش ولاے آل رسول

خوشا سرے کہ کنندش فداے آل رسول

جس دل میں سیدی آل رسول کی محبت رچ بس گئی وہ نہایت خوش نصیب ہے۔ اور وہ سر جو مرشدی آل رسول کے آستانہ پر فدا ہو جائے خوش بخت ہے۔

صبا سلام اسیران بستہ بال رساں  
بطائران ہوا وفضا ے آل رسول

اے صبا! ہم جیسے بے بال و پر قیدیوں کا نیاز مند اندام سلام سیدنا شاہ آل رسول کے دربار عالی میں ان کے بلند پرواز قاصدوں (ہوا اور فضا) کے دوش پر سوار کر کے پہنچا دے۔

یعنی ہم ان کے ہجر و فراق میں یہاں تڑپتے ہیں، ہماری بے قراری کی کچھ تسکین اسی کے ذریعہ ہو جائے گی کہ ہمارا سلام ان کی بارگاہ عالم پناہ تک پہنچ جائے گا۔ امام احمد رضا کے عشق و محبت کی ایک بے مثال خوبی یہ تھی کہ ان کے قلب اطہر پر جو حالات وارد ہوتے، زبان فیض ترجمان سے وہی صادر ہوتے، شب و روز کے معاملات میں ان کے احباب اس بات کی شہادت دیتے ہی تھے، لیکن ان کا خاص کمال یہ تھا کہ جب وہ نعت و منقبت لکھنے بیٹھتے تو عام شعرا سے جدا اپنے واردات قلبی ہی کو صفحہ قرطاس پر منتقل فرماتے۔

ان کے نزدیک نعت و منقبت میں زبان و دل کی عدم موافقت بڑا عیب شمار ہوتی تھی۔

اسی زاویہ نگاہ سے انہوں نے اپنے بزرگوں کے القاب و آداب اور فضائل و کمالات کو الفاظ کا جامہ پہنایا۔ تاریخ ہائے وصال وغیرہ میں ان کے مقام و مرتبہ کا عکس جمیل پیش کیا۔ غیر واقعی مدحیہ کلمات سے یک لخت دوری برتی، جس کو جو خطاب دیا حقیقت واقعہ کا ترجمان تھا، اسی طرح تاریخی مادوں کا استخراج ان کی جودت طبع کا مظہر ہونے کے ساتھ نہایت پر مغز مطابق واقعہ ہوتا۔

اس پس منظر میں شیخ کی مدح و ستائش بھی ان کے قلب میں مضمر احترام و عقیدت کی عکاس تھی اور پھر اس کو تاریخی مادے کی شکل دینا ان کا ایسا وصف تھا جس

میں کوئی ثانی نظر نہیں آتا، چوں کہ وہ اپنے شیخ کی محبت میں فنا تھے لہذا ان کے القاب و آداب تاریخی مادوں کے ضمن اس طرح بیان فرمائے کہ ان کی نظیر نہ ملے۔ آپ کے مرشد کی تاریخ وصال ۱۲۹۶ھ ہے۔

لہذا آپ نے ۱۲۹۶ کے عدد کو بیان کرنے کے لیے پہلے ۱۱۶ القاب و آداب وضع کیے، پھر ان کو ایک مربع کی شکل میں مرتب فرمایا، اب آپ جس طرف سے چاہیں چار چار القاب کے اعداد لیتے جائیں مجموعہ ۱۲۹۶ ہی ہوگا۔

مربع یہ ہے

طارم محل	واصل برب	اصفی عمل	اجود قرب	
۳۲۸	۳۳۱	۳۲۱	۳۱۶	۱۲۹۶
بحر سحلی	اشبد بجد	آل رسول	انقی صفا	
۳۲۰	۳۱۷	۳۲۷	۳۳۲	۱۲۹۶
فرد اجل	اصفی السنا	آں روح دین	جان عرب	
۳۱۸	۳۲۳	۳۲۹	۳۲۶	۱۲۹۶
کنف صفی	شاہ ہدی	نورنجی	افق اعلی	
۳۳۰	۳۲۵	۳۱۹	۳۲۲	۱۲۹۶
۱۲۹۶	۱۲۹۶	۱۲۹۶	۱۲۹۶	

آپ کی تاریخ گوئی کا کمال تو سب کے نزدیک مسلم ہے، لیکن اس انوکھے انداز سے تاریخوں کے استخراج کی مثال مشکل سے ملے گی، چونکہ یہ بارگاہ مرشد ہے، لہذا یہاں نذرانہ بھی ایسا ہی پیش کیا جائے جو اپنی مثال آپ ہو۔

## سرکار نور کا امام احمد رضا پرافاضہ

امام احمد رضا کے مرشد برحق نے اپنے وصال سے قبل آپ کو اپنے خلیفہ و صاحب سجادہ نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری کے سپرد فرمایا تھا، لہذا آپ نے ان کو شیخ ثانی جانا اور مانا اور اس نوری دربار گہر بار سے بھی لبالب نوری جام پی کر اپنے آپ کو خوب خوب سیراب کیا، اسی کو سرکار مفتی اعظم نہایت پر جوش لہجہ میں یوں بیان فرمایا کرتے تھے:

”اور تو اور خود اعلیٰ حضرت نے بھی میرے پیرو مرشد کے ہاں در یوزہ گری کی ہے اور فیض پایا ہے۔“ (۱۴)

سرکار نوری میاں مجمع علوم ظاہر و باطن تھے، لہذا اعلیٰ حضرت نے کامل اٹھائیس سال دونوں علوم میں استفادہ کیا اور اس شان سے کہ مثال مشکل سے ملے۔ علم جفر کے تعلق سے امام احمد رضا جیسے عبقری العلوم والفنون نے فرمایا:

یہ علم تمام علوم سے مشکل تر اور سکھانے والے مفقود، اور اکابر مصنفین کو کمال اخفا مقصود۔

پھر فرماتے ہیں:

”اور مجھ جیسے کے لیے جس نے کسی سے سیکھا نہ کوئی مشورہ و مذاکرہ کرنے والا ملا، صرف ایک قاعدہ ”بدوح یلین“ کہ مزدوجات سے ہے، والا حضرت عظیم البرکت حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ العزیز نے بارہ سو چورانوے میں تذکرۃ تعلیم فرمایا تھا۔“ (۱۵)

اس علم میں امام احمد رضا کو کیسا کمال حاصل تھا، مختصر ایوں سمجھو کہ متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔

سبحان اللہ! یہ نوری جام پینے اور پلانے والوں کا کمال تھا کہ چند منٹوں کا افادہ و استفادہ دوسروں کی برسوں کی محنت شاقہ پر فوقیت لے گیا۔ یہی وہ کمال تھا جس کی بنیاد

پر سرکار نور سے ایسی سرفرازی ملی جو شاید و باید۔ چنانچہ اس کا اظہار سرکار نوری میاں نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں ایک مکتوب گرامی کے ذریعہ فرمایا اور آپ کو ”چشم و چراغ خاندان برکات“ تحریر کیا اور اس خطاب کے قبول کرنے پر زور دیا۔ فرماتے ہیں:

”چشم و چراغ خاندان برکات یہ مارہرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب دام عمر ہم و علم ہم۔ از ابوالحسین بعد دعائے فقیر مقبولیت محررہ القاب سطر بالا۔

واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو دیا تھا، باوجود یہ کہ میں لائق اس کے نہ تھا، تحریر فرمایا کرتے تھے، چوں کہ اب میں بظاہر اسباب، انواع انواع امراض میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرع کا ہو گیا ہوں۔ مع اگر ماند شبے ماند شب دیگر نمی ماند

اور مولانا عبدالقادر صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان بھی اٹھ گئے اور جگہ خالی کر گئے۔ تو اب سوائے آپ کے حامی کا اس خاندان عالی شان کا خلفا میں کوئی نہ رہا۔ لہذا میں نے یہ خطاب آپ کو بائیمائے غیبی پہنچا دیا۔ بطوع و رغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا اور میں نے بطیب خاطر بلا جبر و اکراہ بہ رغبت قلب یہ خطاب آپ کو بہہ کیا اور بخش دیا، یہی خط اس کی سند میں باضا بطر ہے۔ فقط ابوالحسین۔ از مارہرہ“ (۱۶)

اہل خرد خوب جانتے ہیں کہ کسی خاندان کا چشم و چراغ خود خاندان ہی کا فرد ہوتا ہے، لیکن یہ خاندانی رسم و رواج سے بالا فیصلہ اس بات کی صراحت تھا کہ سرکار نور میں جو مقبولیت و سرفرازی اس وقت اعلیٰ حضرت کو ملی وہ اپنی مثال آپ تھی، اور جو مقام والا شان سرکار نور میں آپ کا تھا اس میں کوئی سہیم و شریک نہیں تھا۔ مکتوب گرامی کی وہ عبارت نہایت معنی خیز ہے جس میں ارشاد فرمایا:

”لہذا میں نے یہ خطاب آپ کو بائیمائے غیبی پہنچا دیا“

یعنی آپ کا یہ فیصلہ محض طبعی رجحان کا باعث نہیں تھا بلکہ قلبی میلان اور رضا و رغبت کے ساتھ ساتھ کسی عظیم ہستی کا اشارہ بھی تھا جس کی بدولت سرکار نور نے یہ فیصلہ سنایا۔

واضح رہے کہ خاندان کا چشم و چراغ ہونے کے لیے خاندانی افراد میں کسی چھوٹے یا بڑے کی تخصیص نہیں ہوتی، بلکہ یہ اعزاز خاندان کے کسی بھی فرد کو مل سکتا ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جس کو بھی یہ خطاب دیا جاتا ہے اس پر خاندان کے اکابر و اصاغر سب کو ناز ہوتا ہے، خاندان کی نصرت و حمایت، اس کی تعلیمات کی نشر و اشاعت، اس کے مشن کو فروغ دینے کی ہمت و قوت اور لیاقت و مہارت، یہ تمام صفات اس کا طرہ امتیاز ہوتی ہیں۔ سرکار نور کے مکتوب گرامی کی عبارت کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ چیزیں بخوبی سمجھی جاسکتی ہیں، اور امام احمد رضا محدث بریلوی کی ذات جامع الصفات میں یہ تمام چیزیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

حضرت امین ملت تحریر فرماتے ہیں:

”اس سلسلہ میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت حقیقتاً چشم و چراغ خاندان برکاتیہ تھے، جو نسبت خاندان برکاتیہ کو ان سے اور ان کو خانوادہ برکاتیہ سے ہے وہ کسی دوسرے خانوادے کو نہیں۔“ (۱۷)

دونوں طرف سے ان روحانی رشتوں کے استحکام کے پس منظر میں قارئین اس بات کا باحسن وجوہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ رشتے خلوص ولہیت کے کس اعلیٰ مقام پر تھے اور حال کچھ اس طرح تھا جس کا نقشہ حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی نے یوں کھینچا ہے:

”حضرت رضا بریلوی اور حضرات سادات کرام مارہرہ مقدسہ کے مابین جو محبت، عقیدت اور تعلقات تھے اس کی نظیر شاذ و نادر ملتی ہے۔ بریلی کا مرید اپنے آقاؤں پر قربان تھا تو مارہرہ کے پیر اپنے مرید پر مہربان تھے۔ بریلی کا مرید اپنے آقاؤں کے لیے اپنا دل بچھاتا تھا تو مارہرہ کے پیر اپنے مرید کے لیے آنکھیں بچھاتے تھے۔ بریلی کا مرید مارہرہ پر فدا تھا تو مارہرہ کے پیر ان عظام بریلی پر نازاں تھے۔ بریلی کا مرید اپنے مرشدان کامل کی محبت میں فنایت کی منزل میں پہنچ چکا تھا تو مارہرہ مقدسہ کے نفوس قدسیہ بریلی کے مرید کو ہمہ وقت نگاہ لطف و عنایت میں رکھتے تھے۔ بریلی

کے مرید نے مارہرہ کے سادات کرام کے قدموں میں اپنی جگہ و نجا و رضا و بقا پانا حصول مقصد سمجھا تو مارہرہ کے پیروں نے بریلی کے مرید کے لیے اپنے دلوں میں جاو مسکن عطا فرمایا۔ بریلی کا مرید اپنے آقاؤں کا خود کو غلام، گدا، اور منگتا کہنے میں فخر محسوس کرتا تھا تو مارہرہ کے مرشدان کرام بریلی کے مرید کو اپنے خاندان کا چشم و چراغ کہنے میں فرحت و شادمانی محسوس فرماتے تھے۔ بریلی کے مرید کو مارہرہ کے سادات کرام سے نسبت کوئی نسبت نہ تھی۔ وہ پٹھان گھرانے کے اور یہ حضرات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس اولاد۔ دونوں کا سلسلہ نسب الگ لیکن ایمانی نسبت اور بیعت کے رشتے نے وہ ترقی پائی کہ دونوں کے تعلقات میں اجنبیت کا شائبہ بھی نہ رہا۔ حضرت رضا بریلوی کو مارہرہ مطہرہ کے آقاؤں نے ”چشم و چراغ قوم پٹھان“ نہ کہا، ہاں اگر کہا تو یہ کہا اور ایسا کہا کہ اس کہنے کے لہجے اور اس کہنے میں پوشیدہ اور عیاں محبت پر سب کچھ قربان، حضرت رضا بریلوی کو ”چشم و چراغ خاندان برکاتیہ“ کا لقب مارہرہ مطہرہ کے بزرگوں نے ہی عطا فرمایا ہے۔

محبت کا ایک اصول یہ ہے کہ جب محبت کی آگ دونوں طرف سے بھڑکتی ہے تو اس کے شعلے جہاں میں رونما ہوتے ہیں اور محبت کا یہ رشتہ ثبات و دوام کو پہنچتا ہے، بریلی اور مارہرہ کی اٹوٹ اور لافانی محبت کا رشتہ اہل محبت کے لیے مشعل راہ ہے۔ پیرو مرید کے باہم ایسے تعلقات تھے کہ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون کس پر نازاں ہے، پیرو و مرید میں نوازش اور فنایت کا ایسا مرکب جذبہ تھا کہ دیکھنے والے متعجب تھے اور یہ جذبہ پہلی ہی ملاقات میں نظر کے اول ٹکڑاؤ کے وقت ہی پیدا ہو گیا اور اب تک باقی ہے اور انشاء اللہ تا قیامت قائم رہے گا۔“ (۱۸)

ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ میں امام احمد رضا سرکار نور میں مارہرہ کی مقدس خانقاہ میں حاضر ہیں، نماز سے فارغ ہو کر مسجد کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے سرکار نور نے اعلیٰ حضرت کو بشارت دی اور فرمایا: مولانا صاحب! مبارک ہو، آپ کے یہاں فرزند تولد ہوا ہے، ہم نے اس کا نام آل الرحمن ابوالبرکات محی الدین تجویز کیا ہے، ہم اسے

سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت کرتے ہیں اور ساری اجازتیں خلافتیں عطا کرتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ بریلی آکر بیعت کی خاندانی رسم بھی ادا کریں گے۔ (۱۹)

قارئین غور کریں کہ ایسے وقت میں جب کہ اعلیٰ حضرت کے یہاں نئے مہمان کی آمد آمد ہے اور آپ اس وقت گھر پہنچیں بلکہ مرشد کے آستانے پر حاضر ہیں، اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کے سارے معاملات مرشد کے آستانہ سے وابستہ تھے اور وہ آج اسی لیے یہاں حاضر تھے کہ فرزند کی آمد کی خوش خبری اسی آستانہ سے لے کر جائیں جہاں سے ان کو بہت کچھ ملا تھا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ حضرت نور العارفین سرکار نور نے بریلی آکر اس نومولود کو بڑے پیار سے اپنی گود میں لیا اور رسم خاندانی کے مطابق بیعت و خلافت سے نوازا اور ایسا نوازا کہ اپنے رنگ میں رنگ کر سراپا نوری بنادیا۔ سرکار نور کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور آپ کے اس مرید صادق سے ایک عالم فیضیاب ہوا۔

یہی ہیں اعلیٰ حضرت کے وہ نور نظر جنہوں نے نوری سلسلہ کو آفاق میں پھیلایا، دین کی بے لوث خدمت فرمائی، آج جن کو دنیا مفتی اعظم اور تاج دار اہل سنت کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

سیدی حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ فنا فی الشیخ کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز تھے، شیخ کے ذکر سے آپ کی نورانی صبحیں اور جگمگاتی شامیں آباد رہا کرتی تھیں، شب و روز انہیں کا جلوہ قلب و ذہن میں جاگزیں رہتا، مارہرہ مطہرہ میں اپنے شیخ کی مرقدہ نور پر حاضری اس انداز سے ہوتی کہ گھنٹوں مراقبہ فرماتے، فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے اور یوں عرض گزار ہوتے:

فقط نسبت کا جیسے ہوں، حقیقی نوری ہو جاؤں

مجھے جو دیکھے کہہ اٹھے میاں! نوری میاں تم ہو

### مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف کے مضبوط روابط:

امام احمد رضا اور سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ والہانہ عقیدت اور مارہرہ مطہرہ مقدسہ کی سرکار سے فیضان کا سلسلہ یہاں آکر ختم نہیں ہوا بلکہ یہ مبارک روحانی رشتہ مسلسل قائم رہا اور آج بھی ہے، سرکار نور کے وصال کے بعد ”چشم و چراغ خاندان برکاتیہ“ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے شہزادگان خاندان برکات سے اس روحانی رشتہ کو اسی طرح استوار رکھا اور خاندان برکات کے ان شہزادوں نے بھی اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم اور خاندان رضا کے دیگر حضرات کا ملی، دینی اور مسلکی امور میں ہمیشہ ساتھ دیا، سرپرستی فرمائی اور نصرت و حمایت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

راقم الحروف نے اس سلسلہ میں بہت کچھ کتابوں میں پڑھا، بزرگوں سے سنا اور بعض مواقع پر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

سرکار نور کے وصال کے بعد آپ کے عم زاد حضرت سید شاہ مہدی میاں آپ کے جانشین و سجادہ نشین ہوئے، لہذا ان سے مراسم اخوت و یگانگت اس طرح قائم رہے کہ مارہرہ مطہرہ کی حاضری پر ان کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ خاندان برکات کی دوسری شاخ کے پیشوا مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ ابوالقاسم شاہ جی میاں خلیفہ سرکار نور سے بھی وہی مراسم خاندانی قائم و دائم تھے، اور آپ کی طرف سے بھی نازک مواقع پر امام احمد رضا کی نصرت و حمایت دائم و قائم رہی اور آپ کے صاحبزادے تاج العلماء نے تو ظاہری رسم تلمذ حاصل کیے بغیر ہی امام احمد رضا کو اپنا مربی اور بیش تر اساتذہ سے بہتر استاذ تسلیم کیا۔

پھر مجدد برکاتیت حضرت شاہ ابوالقاسم کے دونوں عظیم نواسے یعنی حضرت سید العلماء اور حضرت احسن العلماء جن کو عالمی شہرت دوام حاصل ہوئی، وہ بھی ہمیشہ مسلک اعلیٰ حضرت کے گن گاتے اور امام احمد رضا کی مدح و ستائش میں رطب اللسان رہتے۔

حضرت سید شاہ آل رسول حسنین نظمی مارہروی فرماتے ہیں:

”میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مولوی مفتی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سچے عاشق تھے، اکثر فرمایا کرتے تھے: علمائے متقدمین وفقہاء و محدثین کا علم واجتہاد اور ان کی عظمت و فضیلت سر آنکھوں پر، ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔

خاندان برکاتیہ آج بھی اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نسبت کو باعث صداقت و سچہا ہے، ہماری محفلیں، ہمارے اعراس آج بھی بریلی والے بڑے مولانا صاحب کے نعتیہ کلام سے گونجتے ہیں، ہم آج بھی سیدہ ٹھونک کر اعلان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ہمارے ہیں اور ہم اعلیٰ حضرت کے، ہمارے وظائف و ادعیہ آج بھی اسی دعا پر ختم ہوتی ہیں:

جاری رہے تار و زجزا

سلسلہ اعلیٰ حضرت کا

فیضان اعلیٰ حضرت کا“ (۲۰)

شہزادہ احسن العلماء حضرت شرف ملت احسن العلماء کے احوال بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میر تقی کے اشعار انہیں بہت پسند تھے، لیکن شاعروں میں انہیں سب سے زیادہ کلام امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا یاد تھا۔ ان کا شعر سناتے وقت فرماتے: سنو! میرے اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی شعر سناتے۔ کبھی کبھی یوں بھی فرماتے سنو! بریلی والا کیا کہہ رہا ہے“ اور یہ کہہ کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا شعر سناتے۔ اعلیٰ حضرت سے انہیں عشق کی حد تک محبت تھی اور اس کا اظہار وہ خلوت و جلوت، ظاہر و باطن، گفتگو و وعظ، غرض یہ کہ ہر مقام پر کرتے تھے۔ اپنے مریدوں کے درمیان بھی اور دوسروں کے درمیان بھی۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر ضرورۃً نہیں، عادۃً کرتے تھے اور عادۃً بھی نہیں محبت کرتے تھے، اور محبت پر کسی کا اجارہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت کا نام لینے سے پہلے چشم و چراغ خاندان برکاتیہ

کا لقب اکثر استعمال فرماتے۔

اعلیٰ حضرت اور ان کی دینی خدمات پر، ان کی کتابوں اور ان کتابوں میں بیان کردہ مضامین پر اور اعلیٰ حضرت کی شاعری پر انہیں اتھارٹی کا درجہ حاصل تھا، دور دور سے اسکا لر آتے اور ان سے چند گھنٹے گفتگو کر کے سیر ہو کر واپس جاتے اور اپنے مقالوں کا وزن بڑھاتے۔

ایک عجیب لطف کی بات یہاں عرض کرنا ضروری ہے کہ ان کے سامنے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا ذکر کر کے ہم لوگ مطمئن ہو جاتے کہ اب والد معظم ہم لوگوں کو کوئی نیا نکتہ، کوئی نئی بات، کوئی نیا مسئلہ ضرور بتائیں گے، اور یہی ہوتا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر آتے ہی ان کا چہرہ کھل اٹھتا، پیشانی مزید چمکنے لگتی اور طبیعت خوش ہو جاتی، کبھی کبھی ہم بیٹے جب دیکھتے کہ حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کسی بات سے متفکر ہیں تو اعلیٰ حضرت کا ذکر چھیڑ دیتے اور پھر دیکھتے کہ والد معظم کی فکر لمحہ بھر میں دور ہو جاتی اور وہ اعلیٰ حضرت کا کوئی واقعہ یا ان کی کسی کتاب کا ذکر یا ان کا کوئی شعر پڑھ رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اشعار ”حداق بخشش“ سے کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ اس مقصد کے لیے ان کے پاس ایک مضبوط ترسیلہ تھا اور وہ بھی ان کی یادداشت۔ ایک ہی محفل میں اعلیٰ حضرت کی کئی کئی نعتیں اور منقبتیں اسی ترتیب سے سناتے چلے جاتے جیسے کتاب میں درج ہیں۔“ (۲۱)

ساتھ ہی حضرات سیدین کریمین علیہما الرحمۃ سرکار مفتی اعظم کی قدر و منزلت میں بھی مثالی کردار ادا فرماتے تھے، اور حضور مفتی اعظم ہند بھی ان دونوں حضرات سے نہایت خاکساری اور انکساری سے پیش آتے تھے۔ راقم الحروف نے ایک طرف خود حضور مفتی اعظم کا حضرت سید العلماء کے نام یہ خط پڑھا ہے کہ فلاں موقع پر ”آپ کی قدم بوسی کا ارادہ ہے“ تو دوسری طرف سید العلماء کی بریلی میں عرس رضوی کے سٹیج پر میں نے خود اپنے کانوں سے آپ کی وہ تقریر بھی سنی کہ جس میں آپ نے فرمایا: ”جس کو اللہ کا ولی دیکھنا ہو وہ مفتی اعظم کو دیکھے۔ اور احسن العلماء کی محبت و اخوت اور روحانی

رشتہ کے استحکام کی دلیل تو واضح ہے کہ وہ خود عظیم روحانی پیشوا تھے، پھر بھی باں جلا لت شان اپنی اہلیہ مخدومہ اہل سنت اور اپنے صاحب زادے رفیق ملت کو سرکار مفتی اعظم سے بیعت کرایا۔ اور ادھر اہل سنت کے عوام و خواص سب دیکھ رہے ہیں کہ آج بھی احسن العلماء کے شہزادگان خانوادہ رضا سے اس رشتہ کو اس انداز سے پیش فرماتے ہیں کہ گویا یہ ایک ہی خاندان کی باتیں ہیں، جہاں غیریت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ حضرت امین ملت اور حضرت شرف ملت کی تقریریں جس نے بھی سنی ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ سیدنا اعلیٰ حضرت اور سرکار مفتی اعظم کے کارناموں کا جس طرح یہ حضرات ذکر فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بچپن میں امام احمد رضا اور ان کے خاندان کی محبت والفت پلائی گئی ہے اور اس کا یہ حضرات برملا اعتراف و اظہار بھی فرماتے ہیں۔

حضرت امین ملت کے روحانی رشتہ کا استحکام مزید اس سے عیاں ہے کہ سرکار مفتی اعظم نے آپ کو خلافت عطا کی۔ خود حضرت امین ملت فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کو خاندان برکاتیہ سے جو عقیدت تھی اس کا عکس اب بھی حضور مفتی اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی ذات مبارکہ سے جھلکتا ہے، سال گزشتہ عرس رضوی شریف کے موقع پر جب حضرت مفتی اعظم ہند نے اس کم ترین کو خلافت سے نوازا تو مجمع کثیر کے سامنے لاؤڈ اسپیکر پر ارشاد فرمایا کہ سرکار مارہرہ مطہرہ اور مرشد برحق سید ابوالحسن نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مجھے جو کچھ عطا ہوا وہ میں سب ان صاحب زادے صاحب کی نذر کرتا ہوں۔

سبحان اللہ! اس کم ترین پر اتنا کرم، یہ صرف حضور مفتی اعظم ہند کا خلوص بے کراں ہے۔“ (۲۲)

## مآخذ و مراجع

- (۱) سیرت اعلیٰ حضرت بحوالہ حالات فقہاء، ص ۱۸۳
- (۲) حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول، ص ۱۲۱/۱۲۳
- (۳) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۳۶
- (۴) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۳۵
- (۵) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۳۶
- (۶) مقالات شارح بخاری ج ۲ ص ۲۸۳
- (۷) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۳۶
- (۸) حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۹
- (۹) امام احمد رضا اور تصوف ص ۱۰
- (۱۰) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۳۶
- (۱۱) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۶۳
- (۱۲) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۱۲
- (۱۳) فتاویٰ رضویہ جدید جلد پنجم ص ۱۶۵
- (۱۴) اہل سنت کی آواز (قصیدہ نور کا) ص ۲۱۰
- (۱۵) المملفوظ حصہ دوم ص ۳۳
- (۱۶) اہل سنت کی آواز (قصیدہ نور کا) ص ۱۸۵
- (۱۷) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۳۷
- (۱۸) عرفان رضا جلد دوم ص ۶۰۴
- (۱۹) جہان مفتی اعظم
- (۲۰) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۳۷
- (۲۱) یاد حسن ص ۲۲
- (۲۲) ماہ نامہ المیزان (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۳۷

## فیضانِ مارہرہ مطہرہ اور دامانِ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

علامہ یلین اختر مصباحی، دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی

علم کا اس آستانے پر سدا پہرہ رہے  
صورتِ خورشید تاباں میرا مارہرہ رہے

خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ (ضلع ایٹہ، یوپی) اپنے بابرکت سلسلے اور قدیم تاریخ و روایت کے مطابق چشتیت و قادریت کا سنگم اور مجمع البحرین ہے۔ جس سے نکلی ہوئی نہریں متحدہ ہند کے وسیع و عریض خطے کو سیراب کرتی رہی ہیں۔ اور اس وقت اپنے روحانی اور خانقاہی نظام کے ساتھ ملی و اجتماعی مسائل پر غور و فکر، ان کے حل اور مناسب اقدام کے لیے اس خانقاہ نے عرسِ قاسمی برکاتی کی مقدس تقریبات کے ساتھ ”فکرو تدبیر کانفرنس“ کا جو تاریخ ساز سلسلہ شروع کیا ہے وہ دیگر خانقاہوں کے لیے ایک بہترین نمونہ فکر و عمل ہے۔

صاحبُ البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ قادری، مارہروی (ولادت جمادی الآخرہ ۱۰۷۰ھ - وصال محرم الحرام ۱۱۴۲ھ) فرزندِ حضرت سید شاہ اولیس مارہروی (وصال رجب المرجب ۱۰۹۷ھ) فرزندِ حضرت سید شاہ عبدالجلیل بلگرامی ثم مارہروی (وصال ۸ صفر المظفر ۱۰۵۷ھ) فرزندِ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی (وصال رمضان ۱۰۱۷ھ) کے عہدِ مسعود میں اس خانقاہِ عالیہ کے ذریعہ سلسلہ قادریہ کا غلبہ اور فروغ بڑے پیمانے پر ہوا۔

یہ خانقاہِ عالیہ صدیوں سے علما و اُمرا کا مرکز عقیدت رہی ہے اور آج بھی مرجعِ خواص و عوام ہے۔ اگر ایک طرف سلطان محی الدین اورنگ زیب عالم گیر نے اپنی

ایک فوجی مہم کے دوران مارہرہ مطہرہ کے قریب سے گذرتے ہوئے اپنے نمائندے اور قاصد بھیج کر حضرت سید شاہ حمزہ قادری مارہروی (وصال محرم الحرام ۱۱۹۸ھ) سے دعا کی درخواست کے ساتھ آپ کا فیضان حاصل کیا تو دوسری جانب سرانج الہند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) نے وحدۃ الوجود کا دقیق مسئلہ سمجھنے کے لیے اپنے پاس آئے ہوئے ایک عالم و عارف کو شمس العارفین حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قادری برکاتی (وصال ۱۷ ربیع الآخر ۱۲۳۵ھ) کی خدمت میں مارہرہ مطہرہ بھیج کر اس خانقاہِ عالیہ کے مرکزِ علم و عرفان ہونے کی حیثیت و اہمیت واضح کی۔

اسی خانقاہِ عالیہ سے اہل سنت کے دو عظیم دینی و علمی مراکز بدایوں و بریلی کی پشتہا پشت سے روحانی وابستگی ہے۔ چنانچہ شمس مارہرہ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۲۳۵ھ) کے حضرت شاہ عین الحق عبدالجید قادری بدایونی (وصال ۱۲۳۶ھ) اور خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی (وصال ۱۸ رذوالحجہ ۱۲۹۶ھ) کے فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال صفر المظفر ۱۳۴۰ھ) محبوب ترین خلفا ہیں۔

برکاتی مفتی، شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی سابق صدر شعبہ افتاء الجامعة الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڈھ، یوپی (وصال: ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”یہ خانقاہ ۱۱۱۸ھ میں سلطان الواصلین، حضور سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ نے قائم کی تھی۔ اس وقت سے آج تک یہ خانقاہ عوام و خواص، علما و مشائخ کا مرکزِ اعظم رہی ہے۔ اپنے وقت کے سربرآوردہ علما و مشائخ نے یہاں گردنیں خم کیں۔ ان سب کا تذکرہ ایک دفتر چاہتا ہے۔ ان میں دو حضرات سب سے نمایاں ہیں۔ ایک حضرت مولانا عبدالجید عین الحق بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے جن کے بارے میں ان کے مرشدِ برحق، سند الواصلین حضرت شمس الدین مولانا سید آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے یہ فرمایا تھا کہ:



”اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں مولانا عبدالحجید کو پیش کر دوں گا۔“

دوسرے آیتہ من آیات رب العالمین، معجزۃ من معجزات خاتم النبیین، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات گرامی ہے جن کے بارے میں ان کے مرشد برحق، خاتم الاکابر حضور سیدنا مولانا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ:

”اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے پوچھے گا کہ میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو مولانا احمد رضا صاحب کو پیش کر دوں گا۔“ (ص ۲۳- سیدین نمبر، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی۔ شمارہ شعبان ۱۴۲۳ھ / اکتوبر ۲۰۰۲ء)

دو تین سال پیش ترامین ملت حضرت سید امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ نے ذاکر نگر، نئی دہلی کی ایک ملاقات اور مجلس گفتگو کے دوران مجھ سے ارشاد فرمایا: میں بغداد شریف حاضر ہوا تو وہاں دربار غوثیت مآب کے صاحب سجادہ سے ملاقات و گفتگو کے وقت جب ہندوستان کے اندر قادریہ اور سلسلہ قادریہ کے فروغ کی بات شروع ہوئی تو میں نے ان سے عرض کیا کہ: ہماری خانقاہ قادریہ کے ذریعہ یہ خدمت بحسن و خوبی انجام پا رہی ہے۔

اسی ضمن میں بدایوں اور بریلی کا ذکر نکل آیا تو میں نے کہا کہ: ”ہماری خانقاہ نے بدایوں اور بریلی کو قادریہ کی وکالت دے کر انہیں اپنا وکیل قادریہ بنا رکھا ہے اور ان دونوں جگہوں سے قادریہ خوب فروغ پا رہی ہے۔“

یہ الفاظ راقم السطور کے ہیں لیکن مفہوم وہی ہے جو حضرت امین ملت نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا۔ اور اس سال (۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء) مارہرہ مطہرہ کے اندر ہونے والے عرس چہلم سید شاہ یحییٰ حسن قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان اور نجیب ملت حضرت سید نجیب حیدر میاں قادری برکاتی مارہروی کی رسم سجادگی (بحیثیت سجادہ نشین حضرت سید شاہ یحییٰ حسن میاں قادری برکاتی مارہروی) کے جلسہ عام میں اسے بیان فرمایا۔

میرے خیال میں اس موقع پر اسے بیان کرنے کا ظاہری سبب یہ ہے کہ: اس جلسہ عام کے منبر نور (اسٹیج کو مارہرہ مطہرہ میں منبر نور سے تعبیر کیا جاتا ہے) پر جہاں بہت سے علما و مشائخ اہل سنت موجود تھے وہیں حضرت شیخ عبد الحمید سالم القادری زیپ سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ، بدایوں شریف و حضرت مولانا سبحان رضا سبحانی میاں زیپ سجادہ آستانہ قادریہ برکاتیہ رضویہ، بریلی شریف بھی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے تھے اور یہ ”خوشگوار پہلو“ حاضرین و سامعین کے لیے نہایت باعث مسرت تھا۔

فقہ اسلام امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی بریلیوی اور آپ کے والد ماجد مولانا نقی علی قادری برکاتی، بریلیوی کو محبت الرسول تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر عثمانی بدایونی ۱۲۹۴ھ میں مارہرہ شریف لے گئے تھے اور یہ حضرات خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی برکاتی مارہروی کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے۔ اس واقعہ کی تفصیل ”حیات اعلیٰ حضرت“ مؤلفہ حضرت مولانا ظفر الدین قادری رضوی، عظیم آبادی میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

حضرت تاج الفحول کے بارے میں شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی تحریر فرماتے ہیں:

”آپ حضرت شاہ فضل رسول بدایونی کے صاحب زادے ہیں۔ حضور میاں صاحب قبلہ قدس سرہ آپ کی تعظیم استاذ جیسی کیا کرتے تھے۔ حضرت تاج الفحول سے بعض اصحاب و صاحب زادگان خانوادہ برکاتیہ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ سید آل امام جمامیاں صاحب کے پوتے حضرت ابراہیم میاں صاحب کو حضرت تاج الفحول سے بیعت و خلافت بھی ہے۔“

آپ کا شمار اہل سنت و جماعت کے عظیم مقتدا و پیشوا میں کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلیوی نے آپ کی شان میں ایک طویل قصیدہ بنام ”چراغ انس“ تحریر فرمایا ہے جس سے اعلیٰ حضرت کی حضرت تاج الفحول سے محبت و عقیدت و عمیق مراسم کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے حضرت تاج الفحول کو اجازت علامانہ خاص سیف الرحمن عطا فرمائی تھی۔ (ص ۶۰۔ داستان نور۔ بقلم حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء۔ یہ داستان نور، سالنامہ ”اہل سنت کی آواز“ مطبوعہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء سے من و عن منقول ہے)۔

مذکورہ تحریر میں میاں صاحب قبلہ قدس سرہ سے مراد ہیں نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی، فرزند حضرت سید شاہ ظہور حسن، فرزند خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی، فرزند حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں قادری برکاتی مارہروی، رَحِمَهُمُ اللہُ اجمعین۔

چشم و چراغ خاندان برکات مارہرہ مطہرہ، فقیر اسلام امام احمد رضا قادری برکاتی، بریلوی کے بارے میں شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی تحریر فرماتے ہیں:

”امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کو بیعت و خلافت حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ سے تھی۔ آپ خانوادہ برکاتیہ کے بڑے چہیتہ خلفا میں سے ہیں۔ بیعت و خلافت کے بعد خاتم الاکابر نے آپ کے تعلق سے فرمایا:

”کل قیامت کے روز رب تبارک و تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول! کیا لائے ہو؟ تو مولوی احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔“

(چند سطور کے بعد) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو جتنی عقیدت اپنے پیر و مرشد سے تھی اتنی ہی عقیدت و محبت اپنے پیرزادہ سرکار نور (سید ابوالحسین احمد نوری) قدس سرہ سے بھی تھی۔ اعلیٰ حضرت اپنے پیرزادہ حضور میاں صاحب (سید ابوالحسین احمد نوری) کی تعظیم و عقیدت مثل پیر فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے دو قصیدے حضور میاں صاحب کی شان میں لکھے ہیں۔

سرکار نور بھی اعلیٰ حضرت سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے اور یہ اسی محبت کا حصہ

تھا جو حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ”چشم و چراغ خاندان برکات“ کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا تھا اور اس سلسلے میں سرکار میاں صاحب نے امام اہل سنت کو نامہ ارسال فرمایا۔ فقیر برکاتی اس کی نقل پیش کرتا ہے:

چشم و چراغ خاندان برکات مارہرہ، مولانا احمد رضا خاں صاحب دامِ عمرُہم و علمُہم۔

از۔ ابوالحسین۔ بعد دعائے فقیر و مقبولیت محررہ سطر بالا۔ واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دیا تھا باوجود کہ میں لائق اس کے نہ تھا، تحریر فرمایا کرتے تھے۔ چون کہ اب میں بظاہر اسباب، انواع انواع امراض میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرع کا ہو گیا ہوں۔

ع۔ اگر ماند شبے ماند شب دیگر نی ماند۔ اور مولانا عبد القادر صاحب (بدایونی) رحمۃ اللہ علیہ بھی اٹھ گئے اور جگہ خالی کر گئے تو اب سوائے آپ کے حامی کار اس خاندان عالی شان کا خلفا میں کوئی نہ رہا۔ لہذا میں نے یہ خطاب آپ کو باشارہ غیبی پہنچایا۔ بطوع و رغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا۔ اور میں نے بطیب خاطر بلا جبر و اکراہ بہ رغبت قلب یہ خطاب آپ کو ہبہ کیا اور بخش دیا۔

یہی خط اس کی سند میں باضابطہ ہے۔ فقط۔ ابوالحسین از مارہرہ۔ اس خطاب کے ساتھ ساتھ حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے امام اہل سنت کو خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔ آپ کو خلافت و اجازت حضور میاں صاحب نے باقاعدہ سلوک کی تکمیل کے بعد عطا فرمائی، (ص ۵۸ تا ۶۰۔ داستان نور۔ بقلم حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء۔ منقول از سال نامہ اہل سنت کی آواز، مطبوعہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء) حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۳۴۱ھ) کے ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) گراں قدر مکتوبات کا مجموعہ بنام ”مفاوضات طیبہ“ مطبوعہ

۱۳۵۴ھ بترتیب و اہتمام تاج العلماء حضرت سید شاہ محمد میاں اولاد رسول قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۳۷۵ھ) ہے جس کے تعارف میں ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم قادری برکاتی لکھتے ہیں:

”مفاوضات طیبہ“ سے اس بات کی بھی صریح وضاحت ہو جاتی ہے کہ امام اہل سنت، مجدد دین و ملت الشاہ مولانا احمد رضا فاضل بریلوی قادری برکاتی علیہ الرحمۃ و الرضوان ابتدائی سے خانقاہ برکاتیہ کے رکن رکن تسلیم کیے گئے ہیں۔ الخ۔ (سال نامہ اہل سنت کی آواز۔ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ۔ شمارہ اکتوبر ۱۹۹۶ء) فقہ اسلام، امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا قادری برکاتی، بریلوی کے خصوصی فیض یافتگان اور اَجَلَّہُ خُلَفَا کے درمیان صدر الشریعہ، مولانا امجد علی اعظمی رضوی (وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کو نمایاں اور امتیازی مقام حاصل ہے۔ آپ کا علم و فضل اور تفقہ شہرہ آفاق ہے۔ چنانچہ آپ کے تفقہ کے بارے میں خود فقہ اسلام، امام اہل سنت ارشاد فرماتے ہیں:

”آپ یہاں موجود دین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا۔ وجہ یہی ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت اَحَاذ ہے۔ طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔“ (ص ۱۰۳۔ الملقوٰظ حصہ اول۔ مطبوعہ بریلی وغیرہ)

اور مشہور و متواتر و مستند روایت کے مطابق صدر الافاضل، مولانا نعیم الدین مراد آبادی (وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ اعلیٰ حضرت کے اَحَبُّ الخُلَفَا ہیں۔“

صدر الشریعہ جس وقت دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، اجمیر معلیٰ کے صدر المدرسین تھے اس وقت وہاں سے آپ کے تلامذہ کی ایک ایسی جماعت علم و عمل سے آراستہ ہو کر نکلی جس کا ہر فرد آفتاب و ماہتاب بن کر افریقہ ہند پر چکا اور آج ہندوپاک کے بیشتر مدارس اہل سنت انہیں حضرات کے واسطہ درواسطہ فیض و برکت سے سیراب اور مالا مال ہو رہے ہیں۔

قیام اجمیر مقدس کے دوران سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) اس امجدی سلسلہ تعلیم سے وابستہ ہوئے۔ اس تعلق و وابستگی اور تعلیم و تلمذ کا ذکر کرتے ہوئے برکاتی مفتی و شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی (وصال ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) رقم طراز ہیں:

”جہاں تک مجھے معلوم ہے، صدر الشریعہ فُدَّسَ سِرُّہ کی وجہ سے ان (سید العلماء) کو اجمیر مقدس بھیجا گیا۔

حضرت تاج العلماء فُدَّسَ سِرُّہ نے پہلے حضرت صدر الشریعہ کے وہاں مفاوضہ عالیہ امضا فرمایا کہ:

”میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھانجے سید آل مصطفیٰ سَلَمَہ کو آپ کی خدمت میں تعلیم کے لیے بھیجوں۔“

حضرت صدر الشریعہ فُدَّسَ سِرُّہ نے بخوشی بلکہ بصدر خوشی اسے منظور فرمایا۔ عریضہ میں تحریر فرمایا کہ:

”صاحب زادے تشریف لائیں۔ میرے پاس جو کچھ ہے ان کے جد امجد کا عطیہ ہے۔ یہ ان کی امانت ہے۔ تشریف لا کر اپنی امانت مجھ سے واپس لے لیں۔“ حضرت تاج العلماء فُدَّسَ سِرُّہ نے پھر مفاوضہ عالیہ میں امضا فرمایا کہ سید آل مصطفیٰ فلاں ٹرین سے فلاں وقت پہنچ رہے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ فُدَّسَ سِرُّہ بہ نفس نفیس مع چند تلامذہ کے حضرت سید العلماء کو لینے کے لیے اسٹیشن پہنچ گئے۔ اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو لائے اور ان کے طعام کا بندوبست اپنے گھر کیا۔

تین دن کے بعد حضرت صدر الشریعہ فُدَّسَ سِرُّہ نے حضرت سید العلماء سے دریافت فرمایا:

صاحب زادے! آپ کس لیے تشریف لائے ہیں؟

(سید العلماء نے) فرمایا: پڑھنے کے لیے آئے ہیں۔

(صدر الشریعہ نے) فرمایا: اب جب کہ آپ پڑھنے کے لیے آئے ہیں تو طالب علموں کی طرح رہنا ہوگا۔ اس قیمتی لباس کے بجائے معمولی سادہ لباس پہننا ہوگا اور شہ زادگی کا تصور ختم کر کے ایک طالب علم کا ذہن بنانا ہوگا۔“

حضرت صدر الشریعہ خود بازار تشریف لے گئے، معمولی کپڑا خریدا اور سلوایا، پہنایا پھر تعلیم شروع کی۔

پہلی بار جب حضرت صدر الشریعہ کی درس گاہ میں (سید العلما) تشریف لے گئے، (صدر الشریعہ) کھڑے نہ ہوئے جب کہ اس سے قبل جب حضرت سید العلما تشریف لاتے، ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے، دست بوسی فرماتے اپنی جگہ بٹھاتے۔ حضرت (سید العلما) جب پہلی بار درس گاہ میں آئے تو حضرت صدر الشریعہ تعظیم کے لیے کھڑے کیا ہوتے، ہلے بھی نہیں اور طلبہ کی صف میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حضرت سید العلما طلبہ کے ساتھ بیٹھ گئے مگر چہرے پر کچھ دوسرے آثار تھے۔

حضرت صدر الشریعہ بھانپ گئے اور فرمایا:

”صاحب زادے! تعلیم اور اخذ فیض کے لیے ضروری ہے کہ آپ طالب علم اور معلم کی طرح رہیں اور جب تک آپ کی تعلیم جاری ہے، ایک طالب علم کا مزاج رکھتے ہوئے محنت سے پڑھیں۔“

حضرت سید العلما نے اسے سنا اور جب تک زیر تعلیم رہے ایک نیاز مند طالب علم کی طرح زندگی گذاری۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ”سید العلما“ ہوئے۔ (ص ۱۹۱۔

مقالات شارح بخاری جلد ۳۔ دائرۃ البرکات۔ قصبہ گھوسی ضلع مٹو۔ یوپی)

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رضوی سلسلہ خیر آباد کے استاذِ کامل، سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے بانی شیخ طریقت اور فقہ حنفی کے اپنے عہد و عصر میں فقیہ اعظم ہیں۔ آپ نے تکمیل تعلیم استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ رام پوری ثم جون پوری (وصال ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) سے کی جو امام الحکمتہ والکلام، علامہ فضل حق خیر آبادی (وصال ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) درجزیرہ انڈمان (فرزند و تلمیذ علامہ فضل امام

خیر آبادی صدر الصدور دہلی (وصال ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء) و تلمیذ سراج الھند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/ ۲۴-۱۸۲۳ء) کے ان عظیم المرتبت تلامذہ اور اکابر و اعظم رجال میں سے ایک رکن رکین ہیں جنہیں سلسلہ خیر آباد کے عناصر اربعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی (۱) علامہ عبدالحق خیر آبادی (۲) علامہ عبد القادر عثمانی بدایونی (۳) علامہ ہدایت اللہ جون پوری (۴) علامہ فیض الحسن سہارن پوری۔

متحدہ ہندوستان کے اکثر سنی علمائے کرام و مدرسین عظام بلا واسطہ یا بالواسطہ سلسلہ خیر آبادی سے منسلک ہیں جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ البتہ ایک تازہ تازہ تاثر کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔

شرفِ ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی کی سرپرستی میں انصاری آڈیو ریم، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کے اندر جو علامہ فضل حق خیر آبادی کنونشن (بروز اتوار بتاریخ ۱۹/ شوال المکرم ۱۴۳۲ھ/ ۱۸/ ستمبر ۲۰۱۱ء) ہوا، اسے اپنے کلماتِ برکت سے نوازتے ہوئے حضرت شرفِ ملت نے فرمایا:

”کچھ چیزیں مارہرہ شریف سے بدایوں گئیں اور کچھ چیزیں بدایوں سے مارہرہ شریف آئیں۔ بدایوں سے مارہرہ جو چیزیں پہنچیں ان میں سے ایک سلسلہ خیر آبادی ہے۔“

بیشتر قارئین کو یہ تاریخی حقیقت معلوم ہوگی کہ مارہرہ شریف کے متعدد شہزادوں نے بدایوں میں تعلیم کی تکمیل کی۔ مثلاً حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں برکاتی مارہروی (وصال ۱۳۳۱ھ) نے حضرت مولانا عبد القادر عثمانی بدایونی، فرزند حضرت شاہ فضل رسول بدایونی و تلمیذ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی سے اور تاج العلما حضرت سید شاہ محمد میاں اولاد رسول برکاتی مارہروی (وصال ۱۳۷۵ھ) نے حضرت مولانا عبدالمقتدر عثمانی بدایونی فرزند حضرت مولانا عبد القادر عثمانی بدایونی سے تعلیم پائی ہے۔

فقیہ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی بھی علم ریاضی میں علامہ عبد العلی رام پوری، تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی کے شاگرد ہیں اور سیدی و مرشدی مفتی اعظم

ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) کے خصوصی مشفق استاذ حضرت مولانا رحمہ الہی منگلوری سہارن پوری تلمیذ علامہ عبدالحق خیر آبادی فرزند علامہ فضل حق خیر آبادی ہیں۔ اسی طرح آپ کے استاذ حضرت مولانا ظہور احسین فاروقی رام پوری تلمیذ علامہ عبدالحق خیر آبادی ہیں۔

صدر الشریعہ خلیفہ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی تلمیذ علامہ ہدایت اللہ جون پوری، تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی نے اپنے ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ مبارک پور میں واقع مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی تعلیمی ترقی اور خدمتِ دین کے لیے اپنے ایک عزیز شاگرد ”حافظ عبدالعزیز مراد آبادی“ کو ایک مکتوب ارسال کر کے مبارک پور طلب فرمایا۔ یہ واقعہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء کا ہے۔ صدر الشریعہ کے اسی ”حافظ عبدالعزیز مراد آبادی“ یا ”مولوی عبدالعزیز مراد آبادی“ کو دنیا آج ”حافظ ملت“ کہتی ہے جن کے اخلاص و ایثار، محنت و قربانی، تدبیر و بصیرت اور علم و فضل نے ”مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم“ کو ”دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم“ بنایا اور پھر اسے ”الجامعۃ الاشرفیہ“ کی شکل میں ایسے بام عروج تک پہنچایا اور ایک ایسا شہرستانِ دین و دانش آباد کیا جس کی قدیلیں آفاق عالم میں اپنی روشنی بکھیر رہی ہیں۔ اور آج ان کی شعاعوں سے جہان اسلام اور کائناتِ سنیت کے بے شمار خطے جگمگا رہے ہیں۔

ابھی اسی سال (۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء) عرسِ حافظ ملت، مبارک پور کے موقع پر اسی الجامعۃ الاشرفیہ کے وسیع و عریض میدان میں ہونے والے جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے امینِ ملت حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ، مارہرہ مطہرہ نے ارشاد فرمایا: ”اس وقت الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور اہل سنت کا علمی مرکز ہے۔“

اس زندہ و تابندہ حقیقت کی ایک تعبیریوں بھی کی جاسکتی ہے کہ:

”برصغیر ہند و پاک میں اس وقت سلسلہ خیر آباد کا سب سے بڑا علمی و فکری مرکز الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ہے۔“

”خیر آبادیات“ کے نام سے لکھی گئی اپنی تازہ تحقیقی کتاب میں اس کے فاضل مؤلف بھی کچھ اسی قسم کا تاثر پیش کرتے ہیں۔ ذیل کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

”آپ (مولانا ہدایت اللہ جون پوری) کے حلقہ درس سے ایسے ایسے کا ملین روزگار پیدا ہوئے جو خود صاحب مدرسہ تسلیم کیے گئے۔

آپ کے تلمیذ رشید مولانا امجد علی اعظمی اپنے زمانے میں درسِ نظامی کے بہترین مدرس ہوئے۔ انھوں نے ایک مستقل دبستانِ درس و تدریس کی بنیاد ڈالی جسے ہم ”مدرسہ امجدیہ“ کہہ سکتے ہیں۔ اس مدرسے نے بھی منقول و معقول دونوں میدانوں کے ایسے ایسے شہسوار پیدا کیے کہ زمانہ ان پر ناز کرتا ہے۔

”مدرسہ امجدیہ“ کے بے شمار فارغین میں مولانا عبدالعزیز مراد آبادی کا نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ جنھوں نے ”مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم“ نام کے ایک چھوٹے سے مدرسے میں اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا جو بالآخر الجامعۃ الاشرفیہ (مبارک پور، اعظم گڑھ) جیسی عظیم درس گاہ پر جا کر ختم ہوا۔

یہ ادارہ آج برصغیر ہند و پاک کے چند بڑے دینی تعلیمی اداروں میں سے ایک ہے۔ اور آج بھی خیر آبادی فیضان پوری آب و تاب کے ساتھ یہاں سے جاری ہے۔“

(ص ۳۷- خیر آبادیات بقلم مولانا اُسید الحق قادری بدایونی۔ تنجُ الفحول اکیڈمی، بدایوں ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء)

”اشرفیہ“ کی نسبت سلطان التارکین حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مزار مبارک در کچھوچھہ مقدسہ، ضلع فیض آباد) موجودہ ضلع امبید گنگر (یوپی) کی طرف ہے اور فیضانِ حضرت مخدوم اشرف سے اشرفیہ، مبارک پور ہمیشہ سیراب ہوتا رہا ہے۔

غالباً ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء کی بات ہے کہ حافظ ملت نے آپ کے مزار مبارک کچھوچھہ مقدسہ پر حاضری دی جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے:

”جس وقت میں بارگاہِ سمنانی میں حاضر ہوا اس وقت سے اتنا روحانی فیض پہنچا

اور پہنچ رہا ہے جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔“ (بروایت برادرِ مکرم و تلمیذ حافظ ملت حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی)

یہ سلسلہ فیضِ اجیر شریف کے زمانہ طالب علمی ہی سے اسی طرح جاری تھا کہ حافظ ملت فرمایا کرتے تھے:

”حضرت سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں علیہ الرحمہ ہمارے زمانہ طالب علمی میں اجیر شریف پہنچے۔ ان کے پاس سلسلہ معمریہ تھا جس میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک صرف چار واسطے ہیں۔ ہم چالیس (۴۰) رُفقائے درس اس سلسلے میں داخل ہو گئے اور سلسلہ چشتیہ اشرفیہ میں طالب ہوئے۔

بعد میں جب مبارک پور آیا اور یہاں حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی تشریف آوری ہوئی تو مجھے خلافت بھی دے دی۔

میں نے عرض کیا: حضور! میں تو اس کا اہل نہیں۔ فرمایا: داہق را قابلیت شرط نیست۔

اور پھر اجازت و خلافت عطا ہوئی۔ (بروایت برادرِ مکرم مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی)

یہ دونوں روایتیں بہت سے تلامذہ حافظ ملت نے آپ کی زبانِ مبارک سے سنی ہیں جن میں راقم سطور بھی شامل ہے۔

۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں حافظ ملت جب مبارک پور تشریف لائے تو آپ کی متعدد الجہاتِ مساعی جلیلہ کے نتیجے میں مبارک پور کے اہل سنت میں عام بیداری پیدا ہوئی اور ایسا سازگار ماحول بنا کہ آپ نے اپنے رُفقا و معاونین و مخلصین کے تعاون سے محدود جگہ سے منتقل ہو کر وسیع جگہ میں مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی داغ بیل ڈالنے کا فیصلہ کیا اور ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء میں ”دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم“ کے نام سے اس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا جس کا تاریخی نام ”باغِ فردوس“ (۱۳۵۳ھ) ہے۔

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (وصال ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) اور صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رضوی (وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) علیہما الرحمۃ کے مقدس ہاتھوں سے جمعہ ۱۲ شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۳۵ء کو باغِ فردوس (۱۳۵۳ھ) کا یہ پودا لگایا گیا اور اس تاریخی موقع پر حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمۃ و الرضوان نے بنیاد میں گارا ڈال کر اس کی اینٹ پختی اور یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

”فقیر نے اپنی کرنی دکھادی، اب تم لوگ اپنی کرنی دکھاؤ۔“

علمائے اشرفیہ اور اہل مبارک پور کا یہ مشاہدہ اور ان کی روایت متواترہ ہے۔

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی کو خاتمِ الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی سے اجازت و خلافت حاصل ہے اور آپ کو خاتمِ الخلفاء کہا جاتا ہے۔

باغِ فردوس (۱۳۵۳ھ) کی طرف حوصلہ افزا بلکہ قابلِ فخر پیش قدمی کے بعد تقریباً چالیس سال تک حافظ ملت اور اساتذہ دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور نہایت جذبہ اخلاص اور محنت و ذمہ داری کے ساتھ اپنے دینی و علمی فرائض انجام دیتے رہے اور اہل مبارک پور کا انھیں ہمیشہ مخلصانہ تعاون حاصل رہا۔ ملک بھر میں فضلاء اشرفیہ کی صلاحیت و خدمتِ دینی و علمی کا شہرہ اور اشرفیہ کی طرف رجوع عام کا قابلِ رشک سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ حافظ ملت نے اپنے معتمد تلامذہ مثلاً حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی و حضرت مولانا ارشد القادری و حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی و حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی و حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی و حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ مبارک پوری و حضرت بیکل اتساہی بلرام پوری و حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی و ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی وغیرہم سے مشورہ و تبادلہ خیالات کے ساتھ تقریباً ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء میں قوم و ملت کے سامنے قصبہ مبارک پور سے نکل کر ایک وسیع و عریض رقبے میں ”الجامعۃ الاشرفیہ“ کے نام سے ایک

عظیم دینی و علمی ادارے کی تاسیس و تعمیر کی تجویز پیش کی اور مشکلات و موانع کے بلاخیز طوفانوں کا تدبیر و حکمت و بصیرت و استقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے تعلیمی کانفرنس ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء کا وہ انقلابی اور تاریخ ساز اعلان فرمایا جس نے مسلمانان اہل سنت کی غالب اکثریت کے دلوں میں جوش و جذبہ کی بے نظیر لہر دوڑادی اور ان کا سرخرو سے اونچا ہونے لگا۔

ملک کے مجموعی حالات حوصلہ افزا تھے مگر مقامی حالات بے حد صبر آزما تھے۔ ایک طرف پُر جوش تائید و حمایت تھی تو دوسری طرف پُر شور مزاحمت و مخالفت بھی تھی۔ بالجملة داخلی سطح پر انھیں سنگین حالات ہی کہا جاسکتا ہے۔

ایسے نازک حالات میں اگر کسی نے آگے بڑھ کر حافظ ملت اور اشرفیہ مبارک پور کی دست گیری کی تو وہ ہے۔ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ۔

سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء) اور حافظ ملت کے درمیان قدیم مخلصانہ روابط و تعلقات تھے۔ جن کے بارے میں حضرت مولانا قمرانزماں اعظمی مصباحی (مانچسٹر، انگلینڈ) تحریر کرتے ہیں:

”حضرت سید العلماء مولانا سید آل مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے سنی جمعیۃ العلماء کے آفس (بمبئی) میں علمائے کبار کی موجودگی میں ارشاد فرمایا:

”میں نے زمانہ طالب علمی میں اجمیر مقدس کے قیام کے دوران حافظ ملت سے زیادہ کسی کو عابد و زاہد نہیں پایا۔ میں نے تو اُس وقت اور اس وقت کی حالت میں کوئی فرق نہیں پایا۔ یہی احتیاطیں اور عزمیں پر عمل اس وقت بھی تھا جو آج ہے۔“

ہم لوگ سنا تھے ہونے کی حیثیت سے بے تکلف ضرور تھے مگر بے تکلفی میں بھی حدِ ادب قائم تھی۔ ہم لوگوں کا دل گواہی دیتا تھا کہ: حافظ ملت ولی ہیں۔“

(ص ۳۲۵۔ حافظ ملت نمبر۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء)

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی شریف) لکھتے ہیں:

”۱۹۶۷ء یا ۱۹۶۸ء کی بات ہے کہ مدرسہ فخر العلوم بلرام پور (یوپی) کے جلسہ

دستارِ فضیلت کے موقع پر ایک نامور سید خطیب نے حضور حافظ ملت پر چوٹ کی تو حضور سید العلماء نے انہیں فوراً ٹوک دیا اور فرمایا کہ:

”آپ دین اور علم دین کے اتنے عظیم مبلغ اور ناشر کے بارے میں اس طرح کی نازیبا گفتگو کر رہے ہیں؟ آپ ایسی گفتگو بند کر دیں۔“ (ص ۳۸۰۔ سیدین نمبر۔ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور ۱۳۹۲ھ/۲۰۰۲ء)

حافظ ملت نے جب تعلیمی کانفرنس ۱۹۷۲ء کی دعوت حضرت سید العلماء کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

”حافظ صاحب! میں خود بھی حاضر ہوں گا اور مفتی اعظم ہند کو بھی اپنے ساتھ لاؤں گا۔“

سید العلماء کے جواب کا تیور بتا رہا ہے کہ غالباً حافظ ملت نے اس موقع پر عرض کیا کہ حضور مفتی اعظم کی خدمت میں بھی دعوت پیش کرنی ہے یا دعوت پیش کر چکا ہوں۔ کانفرنس اور اس کے احوال کی روداد بیان کرتے ہوئے صدیق مکرّم مولانا بدر القادری مصباحی رقم طراز ہیں:

”تاریخ اہل سنت میں ۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ/ ۶ مئی ۱۹۷۲ء کا دن سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، جس دن بعد نماز عصر تاج دارِ اہل سنت شہزادہ امام احمد رضا، حضور مفتی اعظم ہند کے دست مبارک سے الجامعة الاشرفیہ کی سنٹرل بلڈنگ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت، حضور امین شریعت و مفتی اعظم کان پور، حضور شمس العلماء جون پوری اور سیکڑوں اکابر علم و مشائخ و خاصانِ خدا کے ساتھ برکاتی خانوادے کا مہرِ منیر جسے سید العلماء کہا جاتا ہے، قد آدم سے گہری نیو (بنیاد) میں کھڑا حضور مفتی اعظم اور اکابر اہل سنت کے ساتھ اشکوں کی جھڑی اور رُندھی ہوئی گلوگیر آواز میں اپنے اسلافِ عظام کے وسیلے سے الجامعة الاشرفیہ کے ذریعہ ہندوستان میں تحریک اہل سنت کے انقلابی فروغ کی دعائیں کر رہا تھا۔

رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب بیان فرماتے ہیں:

”سید العلماء اور مجاہد ملت، قریب ہی کھڑے تھے، ان حضرات کا عالم پُر سوز بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ حافظ ملت کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں موتیوں کے قطرے دیکھ کر سید العلماء سے رہا نہ گیا۔ انھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں حافظ ملت کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے فرمایا:

”حافظ ملت تاریخ میں آپ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔ ہمارے سروں سے آپ نے وہ قرض اُتار دیا جس کے بوجھ سے گردنیں خم ہو گئی تھیں۔ آپ پر چم اٹھائیے، پوری قوم آپ کے پیچھے ہے۔

اور سن لیجیے کہ ایک سید کی یہ دعا رایگاں نہیں جائے گی۔ آپ کے دل کی دھڑکنوں کی آواز بحر و بر میں گونجے گی۔ دشت و جبل میں گونجے گی۔ اور دنیا کے کونے کونے میں سنی جائے گی۔

خدائے قدیر آپ کی بلند ہمتوں کی عمر دراز فرمائے۔“ (ص ۲۳۔ انوارِ حافظ ملت مطبوعہ مبارک پور)

شب کو کانفرنس کا اجلاس عام ہوا جس کی صدارت بھی سید العلماء نے فرمائی۔ اپنی تقریر میں حضور حافظ ملت کی پاکیزہ زندگی کے نقوش پارینہ بھی اُجاگر کیے اور اجمیر شریف میں جب کہ وہ زیرِ تعلیم تھے، اس وقت کے تقویٰ و طہارت اور صاف ستھری اور انوارِ سنت سے مزین زندگی کے واقعات سنائے۔ اور ان کی قیادت میں برپا کیے جانے والے اس انقلابی کام کو وقت کی اہم ضرورت بتایا۔

تحریکِ اشرفیہ کے ساتھ سید العلماء کے اعتمادِ کلی اور دل چسپی کو سمجھنے کے لیے آپ کی تقریر کا یہ حصہ از بس ہے:

”حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہیے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادہ برکاتِ شریک اور اس کا معاون و مددگار ہے۔ اس مشن کے لیے میں اپنے تمام اہل سلسلہ کو حافظ ملت کے آگے جھکا دوں گا۔ (ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور۔ دسمبر ۱۹۹۱ء)

سید العلماء کے خطبہ صدارت کی رپورٹ جسے ہفت وارتاج دار، بمبئی نے اپنی ۱۲ مئی ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں شامل کیا وہ بھی حضرت سید میاں کے الجامعۃ الاشرفیہ کے ساتھ قلبی لگاؤ کا ثبوت ہے:

”نعرہ تکبیر کی گونج میں صدر کانفرنس حضور سید العلماء نے خطبہ صدارت کا آغاز فرمایا۔ پورا خطبہ ایمان و عمل کی تاریخ میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

بدلے ہوئے حالات میں دین کا تحفظ، ہمہ گیر اشاعت اور دارالعلوم اشرفیہ کو ایک عظیم یونیورسٹی میں ڈھال دینے کا حسین ترین خاکہ تھا۔

ایک ایسی تعلیم گاہ جس میں دینی شعور اور اسلامی احساس کی بنیاد پر مسلمانوں کی نئی پود کو حالاتِ حاضرہ کی مکمل بصیرت مل سکے۔ اور اسی کے ساتھ ایک ایسی تربیت گاہ جہاں معاشی مشکلات کو دور کرنے کے لیے فن اور ہنر کے مختلف شعبے قائم کیے جائیں۔ پورے خطبہ میں مستقبل کی حسین تعمیر کے لیے واضح اشارات موجود ہیں۔“ (ہفتہ وارتاج دار، بمبئی۔ شمارہ ۱۲ مئی ۱۹۷۲ء)۔

حضرت سید العلماء نے جس جرأت و فراستِ مومنانہ سے کام لے کر تعلیمی کانفرنس اور الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگِ بنیاد کے موقع پر سو ادا عظیم اہل سنت تک حافظ ملت کی آواز پہنچائی وہ ان کے اخلاص فی الدین، جذبہٴ مِلّی اور دردمندانہ جبلت کا ترجمان ہے۔ اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ ربع صدی بعد آج ان کی دعاؤں کے ثمرات الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں نوعِ بنوع عالم گیر خدمات کی شکل میں اظہارِ من الشمس ہیں۔“ (ص ۶۶ تا ۶۶۶۔ سیدین نمبر۔ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور)۔

شہزادہ صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور) تحریر فرماتے ہیں:

”حضور سید العلماء نے اس کانفرنس (۱۹۷۲ء) میں نہ صرف یہ کہ شرکت فرمائی بلکہ آپ نے ایک نہایت معرکتہ آلا تقریر بھی فرمائی۔ دورانِ تقریر حافظ ملت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:



”آپ اپنے اس کام میں خود کو تنہا نہ محسوس کریں۔ آلِ مصطفیٰ خانقاہ مارہرہ کے تمام غلامانِ برکات کو آپ کی جھولی میں ڈالتا ہے اور انھیں حکم دیتا ہے کہ: ”حافظِ ملت کی ہر پکار پر غلامانہ شان سے حاضر ہوں اور ان کے حکم کی بجا آوری کریں۔“

میں نے دیکھا کہ یہ سنتے ہی حافظِ ملت کی چشمانِ مبارک سے آنسو ڈھلک پڑے۔ نہ جانے یہ اشکِ ہائے مسرت تھے یا اشکِ ہائے شکر یا دونوں۔ اس کے بعد الجامعة الاشرفیہ کو اس کے تعلیمی و تعمیراتی کاموں میں اندازوں سے بہت زیادہ فروغ و ارتقا حاصل ہوا۔ اسی لیے حضورِ استاذ العلماء حافظِ ملت فرماتے تھے کہ:

”الجامعة الاشرفیہ کی تعمیر میں سید العلماء کا کردار بنیادی کردار ہے۔“ (ص ۳۳۔ سیدین نمبر)

مزید تحریر فرماتے ہیں: سید العلماء کے وصال سے پورے ہندوستان میں تہلکہ مچ گیا۔ جب یہ اندوہناک خبر بذریعہ تارِ اشرفیہ پہنچی تو حافظِ ملت نے تعزیت و ایصالِ ثواب کا اجلاس طلب فرمایا اور مجھے اس سلسلے میں تقریر کا حکم دیا۔ پھر حافظِ ملت نے عالمِ رقت میں فرمایا:

”سید العلماء کا الجامعة الاشرفیہ پر بہت بڑا احسان ہے۔“ (ص ۳۴۔ سیدین نمبر)

شہزادہ حافظِ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ سربراہ اعلیٰ الجامعة الاشرفیہ مبارک پور لکھتے ہیں:

”.....آخر میں حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان تشریف لائے۔ آپ نے حمدِ باری تعالیٰ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحِ سرائی کے بعد کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے حضورِ حافظِ ملت علیہ الرحمۃ کی تعریف و توصیف کی اور ان کے مشن ”الجامعة الاشرفیہ“ کی اہمیت کو اجاگر کیا

نیز اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والوں کی بھی خبر لی۔ ساتھ ہی حافظِ ملت کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا:

”حافظ صاحب! آپ تنہا نہیں ہیں، آلِ مصطفیٰ آپ کے ساتھ ہے۔ جہاں آپ کا پسینہ گرے گا، آلِ مصطفیٰ کا خون بہے گا۔ ضرورت پڑنے پر سارے برکاتی آپ کے قدموں میں ہوں گے۔“

اسی جذبہ میں حضرت سید العلماء نے ایک مرغ جو چندہ میں ملا تھا، نیلام کیا جس کی بولی کئی سو میں مکمل ہوئی۔

یہ وہ لگاؤ اور آپ کی محبت تھی جس نے الجامعة الاشرفیہ کو منزلِ مقصود کی طرف گامزن رہنے میں مدد دی اور آج بحمدِ تعالیٰ ادارہ آبروئے اہل سنت بنا ہوا ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔“ (ص ۳۰۔ سیدین نمبر)

خود حافظِ ملت کے ایک مکتوب میں اس کانفرنس کی کامیابی اور حضرت سید العلماء کے بصیرت افروز اور ولولہ انگیز کردار کا عکسِ جمیل اس طرح نمایاں ہے:

”مئی ۱۹۷۲ء کو تعلیمی کانفرنس ہوئی۔ یہ کانفرنس ہر اعتبار سے کامیاب ہوئی۔ پورے ہندوستان کے ہر طبقے کے مسلمانوں کی عظیم الشان نمائندگی ہوئی۔

علمائے کرام و مشائخِ عظام کا سیکڑوں کی تعداد میں اجتماع تھا۔ اسٹیج پر تشریف رکھنے والوں کا پورا مجمع معلوم ہوتا تھا۔ رؤسا و حکام کرسیوں پر تشریف فرما تھے۔ مجمع بے پناہ۔ ہر سہ اجلاس نہایت کامیاب رہے۔ اخیر اجلاس پوری رات رہا اور اذانِ فجر پر ختم ہوا۔

حضرت سید العلماء مولانا شاہ سید آلِ مصطفیٰ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریرِ صدارت روحِ کانفرنس ثابت ہوئی۔

حضرت موصوف نے اپنے پورے جذبات کا اظہار فرمایا۔ بھرپور تعاون کا وعدہ فرمایا۔ قوم و ملت کو بڑا ہی شان دار باوقار خطاب فرمایا۔

الجامعة الاشرفیہ کی ضرورت و اہمیت ظاہر فرماتے ہوئے جوش و خروش سے

اس کی امداد و اعانت کی طرف متوجہ فرمایا۔

اخیر میں حضرت سید العلماء مرغ نیلام کر رہے تھے، اسی وقت اذان فجر ہوئی۔  
نمایاں و ممتاز کامیابی سے کانفرنس ختم ہوئی۔ بفضلہ تعالیٰ پورے ملک پر نہایت  
خوش گوار اثر پڑا۔ ”فلہ الحمد و المِنَّہ“ (عکس مکتوب برص ۲۲۔ سیدین نمبر۔  
ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء)

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی ایک عظیم المرتبت شخصیت احسن العلماء  
حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۵ ربیع الآخر  
۱۴۱۶ھ/۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء) کی ہے۔

حضرت احسن العلماء کے بارے میں شہزادہ صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفیٰ  
قادری (سابق شیخ الحدیث الجامعة الاشرفیہ، مبارک پور) رقم طراز ہیں:  
”حضور سیدی احسن العلماء قدس سرہ خانقاہ برکاتیہ کے عظیم سجادہ نشین اور چشمہ  
فیوض و برکات تھے۔ حضور تاج العلماء (سید شاہ محمد میاں اولاد رسول قادری برکاتی  
مارہروی) کے منجملے بھانجے اور انھیں کی آغوش تربیت کے خاص فیض یافتہ ہیں۔ حضور  
تاج العلماء بلکہ آپ کے والد ماجد سید شاہ ابوالقاسم (اسلمعلیل حسن) شاہ جی میاں کی  
تربیت خاص اور عنایت بے کراں سب سے زیادہ احسن العلماء کو حاصل تھی۔

ایک بار حضور تاج العلماء کی توجہ خاص کا ذکر فرماتے ہوئے احسن العلماء نے  
فرمایا کہ:

”میرے زمانہ تعلیم و تربیت میں خانقاہ برکاتیہ کے کسی مرید یا معتقد نے میری  
دست بوسی کر لی۔ حضرت کی نظر پڑ گئی۔ اظہار برہمی کے ساتھ آپ نے اس مرید  
صادق سے فرمایا کہ:

”ابھی سے اگر یہ دست بوسی کی لذت سے آشنا ہو گئے تو کیا اکتساب علم و کمال کر  
سکیں گے؟

اسی جملے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور احسن العلماء کی تربیت پر حضرت تاج العلماء

علیہ الرحمۃ پوری توجہ مرکوز رکھتے تھے۔

حضرت احسن العلماء کی تعلیم و تربیت کے لیے شیخ العلماء حضرت علامہ غلام  
جیلانی صاحب اعظمی (تلمیذ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی) اتالیق خاص  
مقرر تھے۔

حضرت شیخ العلماء کو علمی بصیرت و نکتہ سنجی و قوت تفہیم پر ملکہ حاصل تھا اور حضرت  
احسن العلماء بھی ذکاوت و قوت حفظ میں مثالی شان کے حامل تھے۔ ان کا ذوق تحصیل بیدار  
اور طبیعت اتھا ذہنی اس لیے بہت ہی مختصر مدت میں آپ کا جو علم و فضل سے جگمگا اٹھا۔

حضور تاج العلماء اور آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ ابوالقاسم شاہ جی علیہ الرحمۃ  
کی نگاہ کیمیا اثر نے حضرت احسن العلماء کو شریعت و طریقت کا تاج و رہنما دیا۔ پھر آپ  
کو حضرت تاج العلماء کے والد ماجد نے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ ان کی وفات کے بعد  
حضرت تاج العلماء نے احسن العلماء کے حق میں اس جانشینی کا اعلان بھی فرمادیا۔“  
(ص ۳۵۔ سیدین نمبر)

حافظ ملت نمبر، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور ۱۳۹۸ھ/۸۷۱۹ء کو اپنے کلمات  
برکت سے نوازتے ہوئے حضرت احسن العلماء تحریر فرماتے ہیں:

مکرنا المحترم زید مجذکم السامی

وعلیکم السلام والرحمة والبركة

گرامی نامہ ملا۔ یاد آوری اور فقیر نوازی کا شکریہ۔

مجھ جیسے طالب علم کے لیے ایسے عظیم الشان نمبر کے لیے جو ایک ایسی ذات  
گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت و دانش، علم و معرفت کی چلتی  
پھرتی یونیورسٹیاں ہیں، گویا یہ امتحان دینا ہے۔

یاد آئی ۳۷ء کی وہ صبح جب مارہرہ کی برکاتی خانقاہ میں حضرت صدر الشریعہ  
بدر الطریقہ علیہ الرحمہ کے ساتھ پہلی بار حافظ ملت (علیہ الرحمۃ والرضوان) کی زیارت  
ہوئی تھی۔ اور آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کی کانپور کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۶۳ء میں پہلی

بار اور یوم شہید اعظم ۱۹۷۱ء میں دوسری بار ان کا مبارک بیان سننے کا موقع ملا۔ ان کا آخری بیان میں نے وہ سنا کہ دارالعلوم برکاتیہ، مگہر، ضلع بستی کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر اپریل ۱۹۷۶ء میں فرمایا تھا۔

ان تمام مواعظِ حسنہ میں علم و حکمت کے موتی پروئے تھے۔ اندازِ گفتگو میں نوجوان کی سی گھن گرج تھی۔ جو بات منہ سے نکلتی ایک میخ سی گڑ جاتی۔

علم و حکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیاء باری سے اقطارِ ہند و بیرونِ ہند منور ہوا، جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوں، جو یقیناً کھانے کے دسترخوان سے لے کر محراب و منبر اور مسندِ درس و افتاء سے تختِ مشیخت تک حافظِ ملت تھے۔

مؤقر جریدہ ماہنامہ اشرفیہ قابلِ مبارک باد ہے کہ اس نے اتنا عظیم الشان ”حافظِ ملت نمبر“ شائع کر کے ایک بار پھر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان کی یادگار ”الجامعة الاشرفیہ“ کی تعمیر کے لیے آئیے ہم سب مل کر سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔ السَّعْيُ مِنَّا وَالْإِتِمَامُ مِنَ اللَّهِ. والسلام خیر ختام

فقیر برکاتی سید حسن میاں۔ ۱۳/۶/۸۷ء (ی۔ حافظِ ملت نمبر۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء)

میں نے آج سے بارہ تیرہ سال پہلے اپنی ایک تعارفی کتاب ”شارح بخاری“ (طبع اول دائرۃ البرکات قصبہ گھوسی ضلع منو، یوپی۔ ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء طبع دوم مکتبۃ المدینہ، کراچی۔ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء بنام ”فقیر اعظم ہند“) میں لکھا ہے:

”خانقاہ قادریہ برکاتیہ کے چہیتے اور سید العلماء کے خلیفہ مولانا بشیر القادری برکاتی (اورئی، ضلع جالون، یوپی) کہتے ہیں:

”سید العلماء اور احسن العلماء اپنے بعض اہم گھریلو مسائل میں بھی شارح بخاری (حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبہ افتاء، الجامعة الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ یوپی) سے مشورے لیا کرتے تھے۔

احسن العلماء علم اور معاملات دونوں شعبوں میں شارح بخاری کو اپنا معتمد سمجھتے

تھے۔ کوئی شخص آپ سے فتویٰ پوچھتا تو آپ اس سے فرماتے کہ:

”برکاتی مفتی شارح بخاری سے استفتا کرو۔ ان کا جو فتویٰ ہوگا وہی ہمارا فتویٰ ہے۔“

مولوی خلیل احمد بجنوری بدایونی کے بارے میں آپ سے مشورہ کر کے احسن

العلماء نے اعلان کر دیا کہ:

”بد دینی و بد عقیدگی کی وجہ سے اب اس شخص کا سلسلہ برکاتیہ سے رشتہ خود بخود منقطع ہو گیا۔“ (ختم شد بیان مولانا بشیر احمد برکاتی)

ایک متمول سنی برکاتی تاجر نے احسن العلماء سے عرض کیا کہ:

”میرے پاس ایک لمبی رقم ہے۔ اسے میں کس ادارہ کو دوں؟“

احسن العلماء نے ارشاد فرمایا: اشرفیہ کو دے دو۔ اس نے عرض کیا: کون اشرفیہ؟

آپ نے فرمایا: جہاں ہمارے مفتی صاحب رہتے ہیں۔ اس نے عرض کیا: کون مفتی

صاحب؟ آپ نے فرمایا: مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب۔ تم انھیں یہ رقم دے دو۔

اور گھبرانا نہیں۔ وہ یہ رقم اشرفیہ ہی کو دیں گے۔

چنانچہ وہ تاجر اشرفیہ، مبارک پور پہنچے۔ احسن العلماء کے حکم پر عمل کیا۔ اور شارح

بخاری کے ذریعہ یہ رقم اشرفیہ ہی کو ملی۔ (ص ۹۹۔ طبع دوم کراچی ۲۰۰۰ء)

آٹھ نو سال پہلے میں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ:

”اکابر علماء و مشائخ کا تو حضور احسن العلماء اعزاز و اکرام فرماتے ہی تھے، ہم

جیسے چھوٹے لوگ بھی آپ کی بارگاہ میں نوازے جاتے تھے اور علم و علم کی قدرو

منزلت کے مناظر نگاہوں کے سامنے گذرا کرتے تھے۔

۱۹۹۱ء کی بات ہے۔ کھڑک مسجد، بمبئی میں میری حاضری ہوئی۔ مسجد کے بالائی

حجرے میں احسن العلماء کا قیام تھا۔ میں آپ کی خدمت میں سلام اور دست بوسی کے

بعد قریب کے ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔

آپ نے اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا۔ دارالقلم دہلی کا میں نے تعارف

کرایا اور زمین حاصل ہو جانے کی خوش خبری سنائی۔

آپ نے اپنی جانب سے ایک ہزار روپے عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”یہ میری جانب سے آپ کے دارالقلم کے لیے نذرانہ ہے۔ اسے جس مد میں چاہیں استعمال کریں۔ ان شاء اللہ آگے چل کر اپنے حلقہ برکاتیہ کے احباب کو بھی اس کے تعاون کی طرف متوجہ کروں گا۔“

شوال ۱۴۱۲ھ کی بات ہے۔ میں اور صدیق محترم مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی اسی کھڑک مسجد، بمبئی میں بغرض ملاقات حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو ”جہد الممتار“ جلد دوم کا ذکر آیا کہ الجمع الاسلامی، مبارک پور کی طرف سے بتعاون رضا اکیڈمی، بمبئی جلد ہی کمپیوٹر پر کمپوزنگ مکمل ہونے کے بعد اس کی طباعت و اشاعت ہونے والی ہے۔ کام کا سلسلہ جاری ہے۔

احسن العلما نے اپنی جانب سے ایک ہزار روپے عنایت فرماتے ہوئے مولانا محمد احمد مصباحی سے ارشاد فرمایا: ”یہ میری جانب سے رکھ لیں اور اسے جہد الممتار کے مصارف میں شامل کر لیں۔“

ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی بیان کرتے ہیں: ”میں ایک بار مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ واپسی کا وقت آیا تو احسن العلما نے مجھے اپنی جانب سے کچھ عنایت فرمایا۔ میں نے عرض کیا: حضور! یہ الٹا ہو رہا ہے۔

آپ نے ایک دل نواز تبسم کے ساتھ ارشاد فرمایا: سیدھا یہی ہے۔ خدا کرے داد و دہش اور اکرام و عطا کی یہ روایت خانوادہ برکاتیہ میں اسی طرح باقی اور جاری رہے کہ یہی شیوہ سیادت و سادات ہے اور سید السادات مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلَيْدُ الْعُلَيَّا حَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَىٰ۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ احسن العلما اور آپ کے برادر اکبر سید العلما

کو مدارس اہل سنت بالخصوص الجامعة الاشرفیہ سے خصوصی لگاؤ تھا اور حافظ ملت مولانا الشاہ عبدالعزیز مراد آبادی ثم مبارکپوری بانی الجامعة الاشرفیہ، مبارک پور کی دینی و علمی خدمات کے ہر دو حضرات بے حد معترف و مداح رہے ہیں۔

پہلی تعلیمی کانفرنس ۱۹۷۲ء جس میں الجامعة الاشرفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا اس میں تاج دار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت سید العلما نے بھی شرکت فرمائی تھی اور اپنی ولولہ انگیز تقریر میں سیکڑوں علما و مشائخ اور ہزاروں سامعین کے سامنے سید العلما نے ارشاد فرمایا تھا:

”اگر ضرورت پیش آئی تو سلسلہ برکاتیہ کے مریدین و متبعین کو حافظ ملت کے قدموں میں ڈال دوں گا۔“

حافظ ملت کے مایہ ناز تلامذہ میں شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی اور بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی کو احسن العلما کی اجازت و خلافت کا شرف حاصل ہے۔

احسن العلما کے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم قادری برکاتی ریڈر شعبہ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی نے راقم السطور سے ایک مرتبہ بیان کیا کہ ”ماموں جان نے اپنے مرض وصال میں مجھے حکم دیا کہ:

”اسلم میاں! آپ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور کے لیے مضامین لکھا کریں۔ ہماری خانقاہ کی نمائندگی اس کے اندر جو ہونی چاہیے وہ نہیں ہو پارہی ہے۔“

راقم السطور کو حضرت احسن العلما سے مارہرہ شریف، دہلی اور ممبئی میں کئی ملاقاتوں کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی شفقتوں اور دعاؤں سے بارہا محظوظ و بہرہ ور ہوا ہوں۔ میرے دل پر آپ کی عنایتوں اور نوازشوں کا جو نقش جمیل ہے وہ تاحیات روشن و تابندہ رہے گا۔“ (ص ۸۴۵ و ۸۴۶ سیدین نمبر۔ ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء)

حافظ ملت کے مایہ ناز تلمیذ اور اشرفیہ مبارک پور کے فرزند جلیل حضرت علامہ

ارشاد القادری نے مارہرہ مطہرہ کی اپنی ایک حاضری کی روح پروردستان اپنے مخصوص اسلوب میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”..... شرا بور ہونے کے لیے الطاف و عنایات کی اتنی ہی بارش بہت تھی۔ اس پر مزید کرم یہ کہ جب رخصت ہونے لگا تو حضرت احسن العلما نے ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا۔ جب میں نے بہت انکار کیا تو ارشاد فرمایا کہ: رکھ لیجیے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے۔

باہر آکر جب میں نے لفافہ کھولا تو اس میں پانچ سو کے نوٹ تھے۔ واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ:

”روایت کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اوپر سے ہی ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے۔“

تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے۔ سلسلے کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی:

إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي۔ اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ ہی تقسیم کرنے والوں کا ہے۔

اپنی زندگی میں بہت سی خانقاہوں کو ہم نے دیکھا ہے لیکن اس خانقاہ کی یہ ریت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ:

”یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر میں خانقاہوں کی آبرو بھی ہے۔“

(ص ۸۳۶۔ سیدین نمبر۔)

عزیز ملت مولانا عبدالحفیظ مراد آبادی موجودہ سربراہ اعلیٰ الجامعة الاشرفیہ

مبارک پور تخریر فرماتے ہیں:

”حضرت شارح بخاری فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے:

”جن حضرات کی ولایت کی قسم کھا سکتا ہوں ان میں حضرت احسن العلما قبلہ ہیں۔“

حضرت احسن العلما کی عادت کریمہ تھی کہ

الجامعة الاشرفیہ کا تذکرہ اپنی مخصوص نشستوں میں فرماتے تھے اور دعاؤں کے ساتھ ہی اپنے متوسلین کو ادارہ کی طرف متوجہ فرماتے۔

حضرت کی خصوصی توجہ ہمیشہ ادارہ کی طرف رہی اور آج بھی ہے۔ انھیں توجہات کا اثر ہے کہ ادارہ بحمدہ تعالیٰ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔“ (ص ۳۱۔ سیدین نمبر)

حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبہ افتاء الجامعة الاشرفیہ، مبارک پور کو حضرت احسن العلما ”برکاتی مفتی“ اور ”ہمارے مفتی صاحب“ فرمایا کرتے تھے۔ اس ”ہمارے برکاتی مفتی“ پر سادات و مشائخ مارہرہ مطہرہ کی عنایت و نوازش کا ذکر کرتے ہوئے شارح بخاری کے خلیفہ مولانا حافظ عبدالحق رضوی مصباحی لکھتے ہیں:

”شارح بخاری پر مشائخ مارہرہ کا جو خصوصی فیضان تھا اس کا صحیح اندازہ تو نہیں لگایا جاسکتا لیکن اس پر کچھ روشنی مندرجہ ذیل واقعے سے ضرور پڑتی ہے جس کو شارح بخاری نے استاذ گرامی حضرت علامہ یسین اختر صاحب قبلہ مصباحی سے بیان فرمایا ہے اور مجھ حقیر سرِ اُپا تقصیر سے بھی متعدد بار اس واقعہ کو بیان کیا ہے کہ:

جب میں پہلی مرتبہ مارہرہ شریف حاضر ہوا تو مغرب کے بعد میں نے سید العلما سے عرض کیا کہ: میری حاضری کرا دیں۔

انھوں نے اسی وقت احسن العلما سے فرمایا کہ: آپ ان کی حاضری کرا دیجیے۔ اس طرح مجھے حاضری کی سعادت ملی اور رات کے تقریباً دو بجے درگاہ معلیٰ میں جہاں حضور صاحب البرکات اور خانوادہ کے دیگر افراد کا مزار پر انوار ہے اس میں بٹھا کر دروازہ مقفل کر دیا گیا اور لائٹ بجھا دی گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد دیکھتا ہوں کہ ہلکی ہلکی روشنی ہونے لگی اور ایک عظیم الشان تخت بچھا لیا گیا۔ مجھ پر کرم کی جو بارش ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔

میں نے بحالتِ بیداری دیکھا کہ میرے سامنے ایک بڑا عالی شان محل ہے جس میں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ ان کے گرد و پیش بہت سے لوگ ہیں۔

میں نے قیاس سے یہ سمجھا کہ یہ بزرگ صاحبُ البرکات حضور سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی ہیں۔

انھوں نے ایک حلقہٴ بگوش کو حکم دے کر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: اسے بلا لاؤ۔

جب وہ شخص میری طرف آنے لگا تو میں دہشت کے مارے بیہوش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد احسن العلما اندر داخل ہوئے اور انھوں نے میرے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔ جس کے بعد مجھے ہوش آیا۔

اسے میں خاص فیضان اور بزرگانِ مارہرہ مطہرہ کی اپنے اوپر نگاہِ لطف و عنایت سمجھتا ہوں۔ (ص ۹۴۔ شارح بخاری، مؤلفہ مولانا یسین اختر مصباحی)

اب میں اپنے مقالے کا اختتام استاذِ گرامی حضرت علامہ یسین اختر صاحب قبلہ مصباحی کے ایک اقتباس سے کرتا ہوں جسے آپ نے شارح بخاری نمبر ماہنامہ کنز الایمان دہلی کے ادارے میں ذکر فرمایا ہے۔ رقم طراز ہیں:

”دہلی کی ایک تازہ ملاقات میں شہزادہ احسن العلما حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی سے میں نے عرض کیا کہ:

شارح بخاری، سادات و مشائخ مارہرہ اور مارہرہ شریف کے عاشق تھے۔ کہیں بھی جب ذکرِ مارہرہ چھڑ جاتا تو ان پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ حضور و غیبت کی یہ کیفیت یکساں تھی۔

حضرت امین ملت نے فرمایا:

”ہم نے بھی ان کا انتخاب یوں ہی نہیں کیا تھا۔ اور ہمارے بزرگوں نے انھیں یوں ہی نہیں نوازا تھا۔“ (ص ۱۶۱ و ۱۶۲۔ سیدین نمبر)

شب سہ شنبہ ۱۵/ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ/۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء کو جب دہلی میں حضرت

احسن العلما کا وصال ہوا اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے علما و طلبہ کو اس اندوہ ناک و روح فرسا حادثے کی خبر ملی تو اشرفیہ کے درو دیوار سو گوار ہو گئے جس کی تصویر کشی کرتے ہوئے مولانا مبارک حسین مصباحی لکھتے ہیں:

”اشرفیہ پہنچا تو پورا ماحول حساس تھا۔ جامعہ پر غم و اندوہ کی چادر تنی ہوئی تھی۔ جامعہ کے تمام شعبوں میں تعطیل کا اعلان کر دیا گیا۔ اشرفیہ آفس سے قرب و جوار کے مدارس اور ذمہ دار حضرات کو اس حادثہ کی خبر بھیجی جا رہی تھی۔ اساتذہ و طلبہ ایک عجیب بے چینی اور اضطراب کی کیفیت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ عزیزی ہال میں قرآن خوانی اور مجلس ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ سب لوگ اس میں شریک ہو کر مصروفِ تلاوت تھے۔ کچھ مارہرہ شریف پہنچنے کی تیاریوں میں سرگرداں تھے۔ قریب نو بجے دن میں تمام شعبوں کی جانب سے مشترکہ طور پر سیکڑوں ختم تلاوت قرآن حکیم کا ایصالِ ثواب کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔

(ص ۶۶ و ۶۷۔ سیدین نمبر)

حضرت شارح بخاری و مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی و دیگر اساتذہ اور سیکڑوں طلبہ، اشرفیہ مبارک پور سے مختلف سوار یوں کے ذریعے مختلف اوقات میں روانہ ہو کر مارہرہ شریف پہنچے اور نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔

جناب محمد اکبر قادری برکاتی، بمبئی لکھتے ہیں:

”حضرت احسن العلما کے عرسِ چہلم میں عرس جیسا سماں تھا۔ تقریباً عرس جیسا مجمع بھی۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۵ء بروز جمعرات بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی اور درگاہِ معلیٰ اور جامع مسجد برکاتی میں پچھنے پڑھے گئے بعدہ درگاہِ معلیٰ میں مختصر سی تعزیتی مجلس ہوئی۔

اس مجلس میں شارح بخاری، فقیہ عصر، حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، جانشین صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری اور حضرت آلِ حسنین میاں صاحب قبلہ، حضرت امین میاں صاحب قبلہ، حضرت اشرف میاں صاحب، حضرت افضل میاں صاحب، حضرت نجیب میاں صاحب مدظلہم نے

اپنے دل کو مضبوط کر کے اور جذبات پر قابو کر کے اظہارِ رنج و غم کیا۔ (ص - ۹۸ - سیدین نمبر)

شہزادہ سید العلماء حضرت سید آل حسنین نظمی میاں قادری برکاتی مارہروی جب اپنے صاحب زادے سید سبطین میاں قادری برکاتی مارہروی کی تقریب دستارِ فضیلت میں شرکت کے لیے پہلی بار (بروز چہار شنبہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ / ۹ نومبر ۱۹۹۳ء) جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے تو آپ کے اعزاز و استقبال میں عزیزی ہال کے اندر حضرت شارح بخاری کی صدارت میں ایک اجلاس ہوا جس میں افتتاحی خطاب عزیز ملت حضرت مولانا عبدالحفیظ مراد آبادی سربراہ اعلیٰ الجامعة الاشرفیہ مبارک پور نے فرمایا اور مولانا مبارک حسین مصباحی نے حضرت نظمی میاں کی خدمت میں ایک سپاس نامہ پیش کیا جس کا ابتدائی حصہ درج ذیل ہے:

”اپنے روحانی پیشوا اور عظیم محسن کی آمد پر آج جامعہ اشرفیہ کے ارباب حل و عقد و اساتذہ و طلبہ اور دیگر تمام شعبوں کی خوشیاں نقطہ عروج پر ہیں۔ بلاشبہ آپ کی تشریف آوری ہم سب کے لیے باعثِ صدفخار اور قابلِ صدمسرت ہے۔ آپ مارہرہ مطہرہ کی خانقاہ قادریہ برکاتیہ کے چشم و چراغ، سجادہ نشین اور نسلِ پاک رسول کی حسین یادگار ہیں۔ آپ روحانی سرفرازیوں کے ساتھ عصری علوم میں بھی بلند مقام رکھتے ہیں اور نعتیہ شاعری میں بھی بلاشبہ آپ حسان العصر ہیں۔

برصغیر میں خانقاہ قادریہ برکاتیہ کی علمی اور روحانی عظمت کسی اہل دل اور اہل نظر پر مخفی نہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ جیسی عبقری شخصیت بھی اسی خانقاہ کی ارادت کیش اور خلافت یافتہ ہے۔ جامعہ اشرفیہ چوں کہ اسی دین حق اور مذہب مستقیم کا مبلغ و ترجمان ہے جس کی تائید و تبلیغ میں امام احمد رضا قدس سرہ زندگی بھر سرگرم عمل رہے اس لیے جامعہ کا امام احمد رضا کے مرکز عقیدت اور مرجع بیعت و طریقت سے قلبی تعلق ایک فطری اور بدیہی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الجامعة الاشرفیہ کی تاسیس کے موقع پر جب اسی سرزمین پر سہ روزہ تعلیمی کانفرنس (۱۹۷۲ء) ہوئی تو اجلاس کی صدارت

کے لیے حضرت حافظ ملت نے ہمارے معزز مہمان کے والد گرامی حضور سید العلماء مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ کو دعوت دی اور جب ڈیڑھ سال بعد تعلیمی افتتاح کا وقت آیا اور دو روزہ تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی تو اس موقع پر بھی حضرت کو مدعو کیا گیا۔

پہلی تعلیمی کانفرنس کے موقع پر حضرت سید العلماء نے اس سرزمین کو اپنے قدموں کی برکتوں سے نوازا۔ اس وقت ان کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے جملے آج بھی جامعہ کے درود یوار میں باز گشت کر رہے ہیں جو کچھ اس طرح ہیں:

”حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہیے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادہ برکاتیہ شریک اور ان کا معاون و مددگار ہے۔ اس مشن کے لیے میں اپنے تمام اہل سلسلہ کو حافظ ملت کے آگے ڈال دوں گا۔“

حافظ ملت نمبر (ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور ۸/۱۹۷۸ء) کے لیے آپ کے عم مکرم سید العرفا حضرت مولانا سید شاہ حسن میں صاحب مسند نشین سجادہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ کا یہ پیغام آج بھی دلوں پر نقش ہے۔ تسکینِ قلب کے لیے چند سطریں پیش ہیں۔

”اس عظیم الشان نمبر کے لیے جو ایک ایسی ذات گرامی سے منسوب ہے جس کے ادنیٰ خوشہ چیں حکمت و دانش، علم و معرفت کی چلتی پھرتی یونیورسٹیاں ہیں، کچھ لکھنا گویا امتحان دینا ہے۔

مؤقر ماہنامہ قابلِ مبارک باد ہے کہ اس نے اتنا عظیم الشان حافظ ملت نمبر شائع کر کے ایک بار ہمیں پھر بیدار کرنے کی کوشش کی۔

ان کی یادگار الجامعة الاشرفیہ کے لیے آئیے ہم سب مل کر ایک سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔ السَّعْيُ مِنَّا وَالْإِتِمَامُ مِنَ اللَّهِ۔

والسلام خیر ختام۔ فقیر برکاتی سید حسن میاں۔ ۱۴/۶/۷۸ء

سپاس نامہ میں اس کے بعد الجامعة الاشرفیہ کا تعارف ہے۔ (ص ۷۳-۷۴ - سیدین نمبر)

حضرت سید العلماء کی شرکت و تقریر کانفرنس، حضرت احسن العلماء کا مذکورہ پیغام

اور تعلیمی کانفرنس وغیرہ کی تفصیلات حافظ ملت نمبر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

حضرت سید العلماء و حضرت احسن العلماء علیہما الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں الجامعۃ الاشرفیہ و علمائے اشرفیہ نے ”سیدین نمبر“ کے اندر جو مخلصانہ و عالمانہ خراج تحسین و نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے وہ ایک زریں تاریخی کارنامہ ہے۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے سیدین نمبر کا اجرا عرس قاسمی برکاتی مارہرہ مطہرہ میں ہوا جو نہایت ضخیم اور دیدہ زیب ہے۔ بڑے سائز میں اس کے ۱۳۳۲ صفحات ہیں۔ ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء میں اس کی طباعت و اشاعت ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

خانقاہ قادریہ برکاتیہ کی روحانی برکتوں کے ساتھ وسیع و عریض رقبہ و احاطہ اشرفیہ کے اندر تعمیر شدہ پُر شکوہ ”امام احمد رضا لاہوری“ (منسوب بہ چشم و چراغ خاندان برکات امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی) اور برکاتی دارالطعام ”احسن العلماء ڈائٹنگ ہال“ (منسوب بہ احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی مارہروی) فیضانِ برکات کی محسوس مادی برکتیں ہیں۔

شہزادہ احسن العلماء حضرت امین ملت سید محمد امین میاں قادری برکاتی مارہروی کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور و حافظ ملت و علمائے اشرفیہ سے غایت درجہ تعلق خاطر ہے جن کی خدمات کی آپ تحسین و ستائش فرماتے رہتے ہیں اور آپ کی نظر عنایت و کرم نوازی کے اہل اشرفیہ حد درجہ احسان مند ہیں اور اپنے آپ کو ممنون سمجھتے ہیں۔

حضرت امین ملت کی سرپرستی میں اشرفیہ کے اندر قائم شدہ ”مجلس برکات“ نے اہل سنت کے سرسے وہ بوجھ اتارنے کی کامیاب اور تاریخ ساز کوشش کی ہے جس سے تقریباً ایک صدی سے اہل سنت کی گردنیں خم بھی جا رہی تھیں۔ اس سلسلے میں برادر مکرم مولانا محمد اعظمی مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی تحریر (رقم شدہ ۱۳/ رجب ۱۴۲۳ھ/ ۲۱ ستمبر ۲۰۰۲ء) ملاحظہ فرمائیں:

”مجلس برکات کے قیام کے پیچھے کچھ اس طرح کے حالات و محرکات کارفرما

ہیں جو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کے بجائے بہتر سمجھتا ہوں کہ سرپرست مجلس کے ایک مضمون سے نقل کردوں جو انہوں نے ۲۸/ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۳ اپریل ۲۰۰۱ء کو بمبئی میں رقم فرمایا اور بہت سی کتابوں کے ساتھ ایک بار ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کی بھی زینت بنا۔ وہ فرماتے ہیں:

”اہل سنت کے دینی مدارس میں رائج کتب پر حواشی بالعموم اہل سنت کے ہی تھے جن کی طباعت و اشاعت کا اہتمام بھی اہل سنت ہی کرتے۔

انیسویں صدی کے نصف آخر میں بعض غیر مسلموں نے بھی یہ کام شروع کیا جن میں منشی نول کشور لکھنؤ کا نام سرفہرست ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا مقصد تجارتی نفع تھا نہ کہ دینی خدمت۔ پھر جب کچھ نئے فرقے اور مدر سے وجود میں آئے تو انھوں نے بھی یہ کام شروع کیا۔ بعد میں انھوں نے یہ ستم ڈھایا کہ بہت سی کتابوں کے سنی مصنفین و محشین کے نام اڑا کر چھاپنا شروع کر دیا تاکہ قارئین کو یہ گمان ہو کہ مصنفین و محشین بھی ناشر ہی کی جماعت کے ہوں گے۔

کچھ نئے حواشی بھی لکھے گئے جن میں اہل سنت کے سابقہ حواشی و شروح کی عبارتیں بعینہ نقل کر دی گئیں مگر ان کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا۔

یہ سارا کام تجارتی منفعت اور دنیوی نام آوری کی غرض سے کیا گیا۔ لیکن بعد میں بد مذہب ناشرین نے اس تجارتی نفع اندوزی و سرکہ و نام آوری کے عمل کو اپنے طبقہ کی ایک علمی و دینی خدمت کے روپ میں پیش کرنا شروع کیا کہ درسیات کی تحریر و اشاعت کا سہرا صرف ہمارے سر ہے، اہل سنت کا اس میدان میں کوئی حصہ نہیں۔

اس مسلسل پروپگنڈے کے باعث نئے سنی طلبہ اور عام قارئین غلط فہمی کا شکار ہونے لگے۔ اب ضرورت تھی کہ ان ناشرین کے چہرے سے تلبیس کی چادر ہٹا دی جائے اور یہ عیاں کر دیا جائے کہ انھوں نے کس چابک دستی سے اہل سنت کی خدمات کو اپنے خانے میں ڈال لیا۔

اسی احساس کے تحت خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور اس کے متوسلین نے



اہل سنت و جماعت کے ممتاز ترین مرکزی ادارہ الجامعة الاشرفیہ، مبارک پور کو اس طرف متوجہ کیا۔

مقام مسرت ہے کہ اس تحریک کے جواب میں اشرفیہ کی طرف سے بلیک کا آواز بلند ہوا۔ اشرفیہ کے اکابر علمائے کرام نے ”مجلس برکات“ کی بنیاد ڈالی۔ اور طے ہوا کہ:

(۱) جن کتب و حواشی سے اہل سنت کا نام اڑا کر شائع کیا جا رہا ہے انھیں اصلی شکل میں لایا جائے۔

(۲) اہل سنت کے جن حواشی کی اشاعت موقوف ہے انھیں پھر شائع کیا جائے۔

(۳) جن کتابوں پر حواشی کی ضرورت ہے ان پر نئے حواشی لکھے جائیں۔ (از مضمون مذکور۔ مختصراً)

الحمد للہ مذکورہ تجاویز کی روشنی میں کام شروع ہو گیا۔ الی آخر۔

(ص ۱۰۲ تا ۱۰۰۔ سیدین نمبر)

مجلس برکات الجامعة الاشرفیہ مبارک پور کی درسی مطبوعات تا ۲۰۰۲ء کے تعارف کے بعد مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی رقم طراز ہیں:

”تمام کتابوں کے ٹائٹل پر بھی اصحاب تصنیف و شرح و حاشیہ کے اسماء تاریخ ہائے وفات درج کرنے اور کچھ دوسری خوبیاں لانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ کاغذ عمدہ، ٹائٹل دیدہ زیب اور صفحات زیادہ ہونے کے باوجود قیمتیں کم رکھی گئی ہیں تاکہ اشاعت اور افادیت عام سے عام تر ہو۔ واللہ الحمد والمِنَّة۔

(ص ۱۰۷۔ سیدین نمبر)

مولانا مبارک حسین مصباحی لکھتے ہیں:

”الجامعة الاشرفیہ مبارک پور اور اس کے بانی حضور حافظ ملت کی محبت حضرت امین ملت کو وراثت میں ملی ہے۔ حضرت امین ملت جامعہ اشرفیہ کی سب سے باختیار کمیٹی ”مجلس شوریٰ“ کے رکن اعظم ہیں اور جامعہ کے شعبہ تصنیف و تحشیہ

(مجلس برکات) کے قیام کے محرک اور سرپرست اعلیٰ ہیں۔ شہزادہ حافظ ملت سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے قلبی لگاؤ رکھتے ہیں اور جامعہ کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی ہدایات اور مفید مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں۔

چند برس پہلے جب آپ پہلی بار الجامعة الاشرفیہ تشریف لائے تھے تو جامعہ اشرفیہ و اہل مبارک پور نے زبردست استقبال کیا۔ طالبان علوم نبوت نے دورویہ قطاریں بنا کر اپنے معزز مہمان کو تکبیر و رسالت کے نعروں کی گونج میں خوش آمدید کہا۔ اور جب استقبالیہ جلوس مرکزی درس گاہ اشرفیہ کے سامنے سے گذرا تو طلبہ نے دارالحدیث کے عظیم گنبد سے پھول برسائے۔

جلسہ استقبالیہ مرکزی درس گاہ کی وسیع و عریض چھت پر رکھا گیا تھا۔ اس اجلاس میں جوق در جوق اساتذہ و طلبہ اور ارکان جامعہ اشرفیہ نے بڑے جذبہ اور ولولہ کے ساتھ شرکت کی تھی۔

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ اسی روز کسی غیر ملکی دورے پر نکلنے والے تھے اس لیے خطبہ استقبالیہ کے لیے راقم سطور کو حکم دیا۔ راقم نے بروقت جو سمجھ میں آیا عرض کیا۔ اپنے مہمان خصوصی اور جامعہ اشرفیہ کا مختصر تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد انتہائی مسرت انگیز اور پر شوق ماحول میں حضرت امین ملت نے خطاب فرمایا جو آج تک سامعین کے ذہنوں میں تازہ ہے۔ خطاب کیا تھا عشق و عرفان اور سوز و ساز سے لبریز ایک یادگار پیغام تھا۔

اس موقع پر آپ نے فرمایا تھا:

”ہمارے خاندان کے بزرگوں نے جامعہ اشرفیہ کی تعمیر و ترقی کے لیے جو نقوش فکر و عمل چھوڑے ہیں ہم لوگ ان شاء اللہ تبارک و تعالیٰ اس خوب صورت روایت کو آگے بڑھاتے رہیں گے۔“

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، الجامعة الاشرفیہ کے قابل فخر فرزند و صدر شعبہ افتاء اور ناظم تعلیمات تھے۔ حضرت مفتی

صاحب نے اپنے فکر و تدبیر سے خانقاہ برکاتیہ سے جامعہ اشرفیہ کے رشتوں کو فروغ و استحکام بخشا۔

جشن شارح بخاری کے موقع پر ”معارف شارح بخاری“ کے لیے جو گراں قدر پیغام حضرت امین ملت نے ارسال فرمایا تھا اس سے آپ کے قلبی رجحان، جامعہ اشرفیہ سے فکری امتزاج اور مفتی صاحب سے غایت محبت پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت امین ملت رقم طراز ہیں:

”ہمارے گھرانے میں جب ”مفتی صاحب“ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی ہوتے ہیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا، اعراس میں مفتی صاحب کو دیکھا اور بڑی علمی وجاہت کے ساتھ دیکھا۔ میرے مرشد برحق سیدی تاج العلماء علیہ الرحمۃ مفتی صاحب سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ جب بھی مفتی صاحب کی ”استقامت فی الدین“۔

بڑے اباحضور سید العلماء علیہ الرحمۃ اور والد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ بھی مفتی صاحب سے حد درجہ مانوس تھے۔

عرس قاسمی برکاتی میں جب کبھی مفتی صاحب کی آمد میں تاخیر ہوتی تو والد صاحب فکر مند ہو جاتے اور احباب کی ڈاک لگا دی جاتی کہ جیسے ہی حضرت مفتی صاحب تشریف لائیں، انھیں مطلع کیا جائے۔ مفتی صاحب آجاتے تو میاں فرماتے کہ ”عرس شریف مکمل ہو گیا۔“

مفتی صاحب کا تفضہ، حدیث دانی، عربی زبان و ادب کی مہارت اپنی جگہ مسلم، مگر والد صاحب ان کی سوچ بوجھ اور خلوص کے قائل تھے۔ ہم بھائیوں سے فرماتے تھے کہ مفتی شریف الحق صاحب ”برکاتی مفتی“ ہیں اور بڑے دوران دلش ہیں۔ بڑے اباحضور سید العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد جب مفتی صاحب تعزیت کے لیے مارہرہ شریف آئے اور والد صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ سے مل کر جو گفتگو فرمائی وہ آج بھی یادوں کے خزانے میں محفوظ ہے۔

والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال پر مفتی صاحب نے ہم بھائیوں کی بڑی دل داری کی اور حوصلہ دیا۔ (ص ۳۵۔ معارف شارح بخاری۔ رضا اکیڈمی، بمبئی ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء)

۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۹ء میں حضرت امین ملت دامت برکاتہم العالیہ کی تحریک و سرپرستی میں جامعہ اشرفیہ میں ”مجلس برکات“ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا ایک مستقل بورڈ ہے۔ اس کا بنیادی مقصد نظر ثانی اور جدید حواشی کے ساتھ کتب ”درس نظامی“ کی اشاعت ہے اور حسب ضرورت جدید تشبیہ و اشاعت بھی۔

اساتذہ جامعہ اشرفیہ اور چند دیگر اہل علم و قلم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی نگرانی میں پوری تن دہی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ الخ (ص ۷۹ تا ۸۱۔ سیدین نمبر)

حضرت امین ملت کے عہد سجادگی میں حافظ ملت کے ممتاز شاگرد و سابق شیخ الحدیث الجامعة الاشرفیہ، مبارک پور استاذ گرامی بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی مدظلہ العالی موجودہ شیخ الحدیث دارالعلوم شمس العلوم قصبہ گھوسی، ضلع منو پور کو عرس قاسمی برکاتی مارہرہ مطہرہ میں چاندی سے تولادیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صدر شعبہ الجامعة الاشرفیہ مبارک پور کو رضا اکیڈمی، بمبئی کے اہتمام میں منعقد ایک اجلاس عام بمبئی میں علما و مشائخ کرام کی موجودگی میں چاندی سے وزن کیا گیا تھا۔

حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی صدر المدرسین الجامعة الاشرفیہ مبارک پور حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبہ الجامعة الاشرفیہ مبارک پور حضرت امین ملت کے بے حد معتمد و مقرب علما و خلفا ہیں جن پر آپ کی خصوصی نگاہ عنایت ہے۔ اسی طرح آپ کے دیگر برادران محترم بھی ان دونوں حضرات کا نہایت اعزاز و اکرام فرماتے ہیں۔

شہزادہ احسن العلماء شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی کی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں تشریف آوری کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مبارک حسین مصباحی لکھتے ہیں:

”۷ نومبر ۱۹۹۸ء کو آپ پہلی بار عالی جناب الحاج محمد رفیق برکاتی کو لے کر جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے تھے۔ جب آپ اشرفیہ میں داخل ہوئے تو اساتذہ و طلبہ نے تکبیر و رسالت کے فلک شگاف نعروں سے استقبال کیا۔ اہل محبت کے اسی ہجوم شوق میں آپ نے مزارِ حافظِ ملت پر حاضری دی۔ اور فاتحہ سے فارغ ہو کر مزارِ شریف کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر جو نعرے لگائے تھے، جامعہ کے در و دیوار میں آج بھی اس کی بازگشت محسوس کی جاتی ہے۔ نعرے تھے۔ حافظِ ملت زندہ باد، الجامعۃ الاشرفیہ پائندہ باد۔

عزیز المساجد، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں اہل جامعہ نے اپنے معزز مہمانوں کے لیے جلسہٴ استقبالیہ کا اہتمام کیا۔ شرفِ ملت نے اس استقبالیہ اجلاس میں جامعہ اشرفیہ اور عصرِ جدید کے تقاضوں کے حوالے سے بڑی فکر انگیز تقریر فرمائی۔ آخر میں آپ نے طلبہ سے فرمایا:

”اگر آپ لوگوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں کوئی ضرورت ہو تو بتائیے، اشرف، طلباء اشرفیہ کی ہر خواہش پوری کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔“

حضرت شرفِ ملت نے جامعہ اشرفیہ کے تمام صیغوں پر گہری نظر ڈالی اور جہاں جو کوتاہی دیکھی اس کا برملا اظہار فرمایا۔ اشرفیہ سے آپ کی محبت اور اشرفیہ نوازی کے مناظر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ الخ (ص ۸۸۔ سیدین نمبر)

عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ مراد آبادی سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور ایک بار بمبئی میں حضرت شرفِ ملت سے ملاقات کے لیے آپ کی قیام گاہ پر گئے تو دروازے پر کتابت شدہ یہ استقبالیہ تحریر چسپاں تھی۔ خوش آمدید عزیز ملت اس ملاقات کے ایک روز بعد جب مولانا مبارک حسین مصباحی اسی قیام گاہ پر حضرت شرفِ ملت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو دورانِ گفتگو حضرت شرفِ ملت نے فرمایا:

”مولانا! ہم کسی کا استقبال اس انداز سے نہیں کرتے جیسا کہ ہم نے عزیز ملت

کا کیا ہے۔ وہ ہمارے پیر بھائی ہیں۔ ان کا اور ہمارا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طالب علمی کا زمانہ ایک رہا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ بڑے اخلاص و لگن کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کی خدمت کر رہے ہیں۔“ (ص ۸۸۔ سیدین نمبر)

جناب سرفراز احمد مبارک پوری ناظمِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور لکھتے ہیں:

”حضرت شرفِ ملت جب پہلی بار جامعہ اشرفیہ تشریف لائے تھے تو ان دنوں حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ اشرفیہ میں موجود نہیں تھے۔ ہم لوگوں نے اپنی وسعت بھراپنے معزز مہمان کا استقبال کیا۔ حضرت شرفِ ملت نے اپنے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ نیز جامعہ کی زیرِ تعمیر عمارتوں کے تعلق سے بڑے اہم مشورے بھی دیئے۔

جب میں حضرت کو بابت پورا پور پورٹ (بنارس) پر الوداع کہنے کے لیے آپ کے ساتھ گیا تو ایر پورٹ کی کینٹین میں چائے پینے کا اتفاق ہوا۔ وہیں حضرت نے ایک کاغذ نکالا اور عزیز ملت کے نام ایک خط لکھا اور ساتھ ہی مجھے تین ہزار روپے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ:

”حاجی صاحب! آپ میری طرف سے جامعہ اشرفیہ میں توشہ شریف کا فاتحہ کرا دیں۔“

میں نے رقم ہاتھوں میں لیتے ہوئے عرض کیا: حضرت! توشہ غوثیہ میں نیت کیا رہے گی؟

یہ سن کر آپ کے چہرے پر مسرت کی لکیریں ابھر آئیں اور ارشاد فرمایا: آپ نے اچھا سوال کیا۔ پھر آپ نے سنجیدگی کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ ”نیت رہے گی الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر و ترقی“ (ص ۴۲۔ سیدین نمبر)

شہزادۂ احسن العلماء، رفیقِ ملت، حضرت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی مارہروی جن کی ابھی ۴ ستمبر ۲۰۱۱ء کو حضرت سید شاہ یحییٰ حسن میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ کے عرسِ چہلم کے موقع پر مارہرہ مطہرہ میں علما و مشائخِ اہل سنت کے ہاتھوں حضرت یحییٰ میاں علیہ الرحمۃ کے جانشین کی حیثیت سے دستار بندی

اور رسم سجادہ نشینی کی تقریب سعید ہوئی، انھیں الجامعة الاشرفیہ مبارک پور کی شاخ مدرسہ عزیز العلوم شہر اعظم گڑھ کی جدید عمارت کے جلسہ سنگ بنیاد کے موقع پر ۱۲ جنوری ۲۰۰۲ء کو مدعو کیا گیا تھا۔ الجامعة الاشرفیہ مبارک پور میں حضرت رفیق ملت کی تشریف آوری کی رپورٹ بعنوان ”چمن اشرفیہ میں گل گلزارِ برکاتیت کی تشریف آوری“ میں مولانا فیض احمد رضوی لکھتے ہیں:

”حضرت رفیق ملت، گل گلزارِ برکاتیت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، نو نظر احسن العلماء حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں قادری برکاتی مدظلہ، التورانی نے ۱۲ جنوری ۲۰۰۲ء کو الجامعة الاشرفیہ کو اپنے قدوم مہینت لزوم سے شرف بخشا۔

جامعہ میں حضرت رفیق ملت کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔ طلبہ سے لے کر اساتذہ تک اور اساتذہ سے لے کر ارکان تک سب سراپا انتظار بنے نگاہیں فرشِ راہ کیے ہوئے تھے۔ ایک عجیب سماں تھا۔ کیف و سرور کا حول تھا۔ طلبہ حضرت کے دیدار کے تصور سے سرور و شادمان نظر آ رہے تھے۔ ہر چہار جانب حضرت رفیق ملت کی آمد کا چرچا تھا۔

آخر وہ مبارک ساعت آئی جس کا سب کو بے صبری سے انتظار تھا۔ بعد عصر جیسے ہی مائکروفون سے اعلان ہوا کہ کچھ ہی دیر میں حضرت رفیق ملت تشریف لانے والے ہیں، دل کی دھڑکن تیز ہوئی، چہرے اندرونی جذبات کی تپش سے تھمنا اٹھے، طلبہ و اساتذہ جوق در جوق مرکزی گیٹ کے سامنے جمع ہونے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے طلبہ بڑی دور تک دورویہ قطار بنائے کھڑے ہو گئے۔ مرکزی درس گاہ کے گیٹ پر اساتذہ جامعہ اشرفیہ حضرت عزیز ملت کی قیادت میں گلہائے عقیدت لیے ہوئے حاضر ہو گئے۔ چند لمحوں میں جامعہ کی فضا تکبیر و رسالت کے نعروں سے گونج اٹھی۔ (ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور۔ شمارہ فروری ۲۰۰۲ء)

اشرفیہ کے اساتذہ و طلبہ نے بعد نماز مغرب ایک جلسہ استقبالیہ منعقد کیا اور حضرت عزیز ملت نے خطبہ استقبالیہ میں حضرت رفیق ملت کی جامعہ تشریف آوری پر

شکریہ ادا کیا اور قلبی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت رفیق ملت سے گزارش کی کہ حضرت اپنے تاثرات کا اظہار فرمائیں اور دعاؤں سے نوازیں۔

حضرت رفیق ملت نعرہ تکبیر و رسالت کی گونج میں مانک پر تشریف لائے اور اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:

”ہم نے اپنے ابا حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے اشرفیہ کے بارے میں بہت سنا تھا اور بچپن سے اسے دیکھنے کی خواہش تھی۔ آج دیکھا، دل باغ باغ ہو گیا، طبیعت خوش ہو گئی۔“

”یہ حافظ ملت کا لگایا ہوا پودا ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ اسے با مخالف نے اکھاڑنے کی بہت کوششیں کیں، لیکن یہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے نظر بد سے بچائے (آمین)

”مارہرہ شریف کا فیضان اشرفیہ پر کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اور ان شاء اللہ کل بھی رہے گا۔“

میں سربراہ اعلیٰ سے وعدہ کرتا ہوں کہ:

”اگر اس جامعہ کے لیے ہمیں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی دینا پڑا تو اس سے دریغ نہ کریں گے۔“

(چند جملوں کے بعد) میرا بیٹا ابھی کم عمر ہے۔ جب وہ اس جامعہ میں داخلہ کے لائق ہو جائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا داخلہ جامعہ اشرفیہ میں کراؤں گا، تعلیم و تربیت کے لیے حضرت عزیز ملت کے حوالے کر دوں گا۔ ان شاء اللہ (ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور۔ شمارہ فروری ۲۰۰۲ء)

بجملہ تعالیٰ اس وقت (۲۰۱۱ء) حضرت امین ملت مدظلہ العالی کے صاحبزادے سید محمد امان میاں قادری برکاتی مارہروی الجامعۃ الاشرفیہ میں زیر تعلیم ہیں اور دل چسپی و لگن کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اس موقع پر اگر میں اپنے احساسات و جذبات کا ذکر کر دوں اور آپ بیتی سنا

دوں تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔

۲۰۰۹ء کی میری سنگین بیماری جس کے نتیجے میں بنارس اور دہلی کے ہاسپٹلوں میں مہینوں مجھے بیہوشی و نیم بیہوشی کی کیفیت میں مبتلا رہنا پڑا اور حالت اتنی نازک ہو گئی تھی کہ تقریباً سبھی لوگ میری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور بہت سے مقامات پر میرے لیے دعائے صحت کی جارہی تھی اس وقت اگر میری مکمل چارہ گری کسی نے کی تو وہ ہے۔ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف جس کے شہزادگان نے دعا اور دوا کے ذریعہ میری ایسی دست گیری کی جس کا میں خواب میں بھی کبھی تصور نہیں کر سکتا تھا۔

صحت یابی کے بعد میرا پہلا سفر دہلی سے جوہاوا مارہرہ شریف کا ہے۔ اس وقت اتفاق سے مارہرہ شریف کے شہزادگان میں سے کوئی صاحب وہاں موجود نہیں تھے۔ حاضری دربار معلیٰ کے بعد خدام بارگاہ سے جب ملاقات ہوئی تو سب نے بے حد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”حضرت لوگ آپ کے لیے بہت پریشان تھے“ ”خود بھی دعا کرتے تھے اور ہم لوگوں سے بھی فرماتے تھے کہ آپ کی صحت و شفا یابی کے لیے دعا کریں۔“ اس سفر میں الحاج محمد سعید نوری رضا اکیڈمی، بمبئی بھی ساتھ میں تھے۔

حضرت امین ملت سے میری پہلی ملاقات شفا یابی کے بعد دارالعلوم وارشہ گومتی، نگر لکھنؤ میں ہوئی تو مجھے سینے سے لگا کر فرمایا: ”مولانا! آپ کو اس اچھی حالت میں دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ سلامت رکھے۔ ابھی آپ سے بہت کام لینا ہے۔“

صحت یابی کے بعد جب کہ مرکزی مدرسہ بورڈ کا معاملہ گرم تھا اردو اخبارات میں علمائے دیوبند کے ایک طرفہ بیانات و مراسلات و مضامین چھپ رہے تھے اور علمائے اہل سنت کی طرف سے مکمل خاموشی تھی۔ میں اس وقت کوئی فکری کاوش اور دماغی ورزش کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا مگر یہ صورت حال میرے لیے ناقابل برداشت تھی۔ مجبوراً میں نے قلم اٹھایا اور ایک جامع و محتاط بیان لکھ کر اسے پہلے

برادر مکرم مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی کوفون پر سنایا جس سے اتفاق کرتے ہوئے آپ نے اس کی تائید کی۔ پھر مزید شرح صدر کے لیے اس کی ایک ایک کاپی میں نے حضرت امین ملت اور حضرت شرف ملت کو پیش کی تاکہ ان حضرات کی ہدایت سے مستفید ہوسکوں۔ حضرت شرف ملت نے اپنی قیام گاہ پر لے جا کر اطمینان سے پڑھنے کے بعد فون پر مجھ سے ارشاد فرمایا: مولانا! میں نے آپ کا بیان پڑھا۔ اور ہر پہلو سے غور کیا الحمد للہ آپ نے مکمل حفاظتی تدابیر کے ساتھ یہ بیان قلم بند کیا ہے۔ آپ نے بروقت جماعتی نقطہ نظر کی ترجمانی اور نمائندگی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اسی لیے ہم لوگ آپ کی قدر کرتے ہیں۔“

دہلی کے اخبارات میں یہ بیان چھپتے ہی ہر طرف ستاٹا چھا گیا۔ بیانات و مراسلات کا سلسلہ یکنخت موقوف ہو گیا۔ اور بفضلہ تعالیٰ اس بیان میں جو موقف اختیار کیا گیا تھا اسے مارہرہ مطہرہ کے ساتھ، کچھوچھ مقدسہ و بریلی شریف و اشرفیہ، مبارک پور بلکہ ساری جماعت اہل سنت کی تائید حاصل ہو گئی اور پورے ملک کے سنی مسلمانوں نے متفقہ طور پر اسے قبول کر لیا۔ فالحمہ للہ علی ذلک۔

سید محمد امان میاں سلمہ اللہ تعالیٰ جب دہلی آتے ہیں تو دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی آ کر مجھ سے عموماً ملاقات کرتے ہیں اور کئی کئی گھنٹے بیٹھ کر دینی و ملی و جماعتی مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔ انھیں باصلاحیت عالم دین بننے اور خدمت دین کرنے کا جذبہ ہے۔ ان کی سوچ ان کی عمر سے آگے اور ان کے خیالات مخلصانہ ہونے کے ساتھ اجتماعی فکر اور جماعتی مفاد کے آئینہ دار ہیں۔ اشرفیہ جانے سے پہلے مجھ سے انھوں نے خصوصی مشورہ و تبادلہ خیال کیا۔ میں نے انھیں بہت سی باتیں بتائیں اور سمجھائیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ اجمیر شریف کے زمانہ قیام میں حضرت صدر الشریعہ و حضرت سید العلماء کے اندازِ تعلیم و تعلم کے بارے میں ایک مستند روایت بیان کرتے ہوئے اس کی روشنی میں ان سے میں نے کہا کہ:

آپ ایک اچھے اور نظم و ضبط کے پابند طالب علم کی حیثیت سے اشرفیہ میں تعلیم و

تربیت حاصل کیجیے گا۔ ساری توجہ تعلیم کی طرف مرکوز رکھیے گا۔ غیر ضروری مشاغل اور غیر ضروری دوستی یاری سے پرہیز کیجیے گا۔ اساتذہ کی تعظیم و تکریم کیجیے گا۔ اپنے آپ کو صرف طالب علم سمجھیے گا جس طرح اچھے اور محنتی طالب علم ہوا کرتے ہیں۔ اساتذہ آپ کی نسبت کا لحاظ و احترام کریں گے یہ ان کا کام ہے مگر آپ مخدوم زادگی و شہزادگی کی عام روش سے مکمل اجتناب کیجیے گا۔ وغیرہ وغیرہ

سید امان میاں جب اشرفیہ پہنچ کر تحصیل علم میں مصروف ہوئے تو چند مہینوں بعد کی ایک ملاقات میں حضرت امین ملت سے میں نے عرض کیا کہ: امان میاں سے میں نے کہا ہے کہ آپ اشرفیہ میں تعلیم حاصل کرتے وقت اس طرح رہیے گا کہ اپنے تعلیمی اوقات ایک اچھے طالب علم کی طرح گزاریں گے اور سعادت مند طالب علم کی طرح اساتذہ کے دل میں اپنی جگہ بنائیے گا۔ وہ آپ کی نسبت کا لحاظ و احترام یقیناً کریں گے۔ یہ ان کا فریضہ ہوگا۔

حضرت امین ملت نے ارشاد فرمایا: آپ نے اچھی نصیحت کی اور بہت اچھا کیا کہ امان میاں سلمہ کو بہت سی باتیں سمجھا دیں۔

اس کے بعد حضرت امین ملت نے حضرت صدر الشریعہ اور حضرت سید العلماء سے متعلق جمیر شریف کے زمانہ تعلیم میں پیش آنے والے واقعہ کا ذکر فرمایا۔

سید امان میاں سلمہ، خود ہی سعید و صالح ہیں۔ علم و علما کا احترام ان کی آبائی روایت اور وراثت ہے۔ انھوں نے اشرفیہ جانے سے سال دو سال پہلے مجھ سے دارالقلم دہلی کی ایک ملاقات میں کہا کہ: اپنی جماعت کے علما میں خاص طور سے تین حضرات مجھے زیادہ پسند ہیں۔ میں نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے کہ ان سے میں جب کوئی بات اور کوئی مسئلہ پوچھتا ہوں تو وہ بہت وضاحت سے اسے سمجھاتے ہیں اور اپنے اکابر و اسلاف مثلاً مشائخ مارہرہ مطہرہ و علمائے بریلی و مبارک پور وغیرہ کی باتیں بھی بتاتے ہیں کہ فلاں حضرت نے اس سلسلے میں یہ فرمایا اور فلاں حضرت نے یہ فرمایا۔ میں نے کہا کہ وہ تین حضرات کون کون ہیں؟ امان میاں نے جو تین نام

بتائے ان میں سے دو نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی صدر المدرسین الجامعة الاشرفیہ، مبارک پور (۲) حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبۂ افتاء الجامعة الاشرفیہ، مبارک پور۔ صلاحیت و خدمات کے لحاظ سے اسی سے ملتا جلتا خیال و تاثر تین ہی کے بارے میں حضرت شرف ملت کا بھی ہے جس کا اظہار مجھ سے ایک گفتگو کے دوران آپ نے فرمایا اور تینوں کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔

فرزندان اشرفیہ کے دنوں تحقیقی و تصنیفی ادارے (۱) الجمع الاسلامی مبارک پور (۲) دارالقلم، ذاکر نگر نئی دہلی بھی الحمد للہ ”فیضانِ برکات“ سے سیراب و سرفراز ہیں اور ان کی تعمیر و ترقی سے شہرت و نیک نامی تک کے مختلف مراحل میں مارہرہ مطہرہ کی کرم نوازی و عنایت گستری ہمیشہ شریک و شامل حال رہی ہے۔

یہ بھی ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ ۱۹۵۹ء میں سفر مبارک پور کے موقع پر حضور مفتی اعظم ہند کی نگاہ انتخاب اشرفیہ، مبارک پور ہی پر پڑی اور اس وقت کے نائب شیخ الحدیث استاذ گرامی حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی (وصال ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) کے ایک سوال بہ سلسلہ اشاعت فتاویٰ رضویہ کے جواب میں حضور مفتی اعظم نے فرمایا کہ: تم لوگوں کے سوا اور کس سے اس کی توقع ہو سکتی ہے؟ یعنی حضور مفتی اعظم ہند نے اشرفیہ ہی کو مرکزِ توقع قرار دیا اور یہ توقع باحسن وجہ پوری ہوئی۔ (دیکھیے دیباچہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم۔ سنی دارالاشاعت، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ۔ یو پی)

حضرت سید العلماء و حضرت مفتی اعظم ہند نے ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء کی تعلیمی کانفرنس، مبارک پور کے موقع پر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا سنگ بنیاد رکھ کر زبان حال سے اسے مرکز امید قرار دیا۔ اور ان نفوس قدسیہ کی یہ امید بھی بار آور ثابت ہوئی۔ اس کے بعد ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء میں حضرت امین ملت کی ہدایت و تحریک پر ”مجلس برکات“ کا قیام عمل میں آیا جس نے درسی کتب و رسائل کی تحقیق و تہشہ و اشاعت کا عظیم الشان کا رنامہ انجام دے کر اہل سنت و مدارس اہل سنت کا سرفخر سے اونچا کر دیا ہے۔ اس

مرحلے میں اشرفیہ کو ”مرکزِ عمل“ کی حیثیت حاصل ہوگئی اور مرکزِ علم و فکر کی حیثیت تو نصف صدی سے زائد عرصے سے مسلم ہے۔ گویا یہ اشرفیہ اکابر مارہرہ مطہرہ و اسلاف بریلی شریف کا پسندیدہ مرکزِ توقع بھی ہے اور مرکزِ امید بھی، مرکزِ علم بھی ہے اور مرکزِ عمل بھی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

اس لطف و عنایت اور حسنِ انتخاب پر جی چاہتا ہے کہ مبارک پور و بریلی کے مرکزِ عقیدت مارہرہ مطہرہ کی فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے قدسیانِ فلک سے کہا جائے کہ

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا  
بول بالے مری سرکاروں کے

## پیرخانے کی کہانی مرید کی زبانی

ڈاکٹر علیم الدین، کاس گنج

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں ۱۹۵۳ء میں گیارہویں درجہ کا متعلم تھا، ۱۹۵۱ء سے میری ملاقات ایک مفتی صاحب سے ہوگئی تھی جو کہ میرے مرشد کے مرید اور خلیفہ تھے، ان کے تعارف پر میرے محلہ پچھم تھوک گنج ڈونڈوارہ کی مسجد کے پیش امام بہاؤ الدین سیتا پوری میرے مرشد حقیقی سے مرید ہو کر گنج ڈونڈوارہ واپس ہوئے تو انہوں نے حضرت کی بہت تعریف کی۔ ایک خاص بات یہ بتائی کہ حضرت کے سامنے زبان بند ہو جاتی ہے، جتنا حضرت چاہتے ہیں آدمی اتنا ہی بول پاتا ہے۔ بہاؤ الدین سیتا پوری دولڑکوں کو پھر لائے اور اپنے مرشد سیدی تاج العلماء سے بیعت کروایا۔ ان لڑکوں نے بھی مذکورہ بات کہی، سولہویں میں اپنی عمر کے سولہویں سال میں تھا، میں نے کہا کہ ایسے کیسے جوان کے سامنے بولا نہیں جاتا، میں جاؤں گا میں بولوں گا لیکن جب میری حاضری ہوئی تو حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا۔

امام بہاؤ الدین تواب اس سرائے فانی سے رخصت ہو چکے ہیں البتہ وہ دونوں لڑکے میرے پیر بھائی، پچھم تھوک گنج ڈونڈوارہ میں حاجی عبدالجبار اور حاجی ایوب حسین کے نام سے مشہور و موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ تندرستی و توانائی کے ساتھ ان کی عمر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ حاجی ایوب حسین اور میری عمر میں صرف ایک روز کا فرق ہے۔

مفتی صاحب تو سیدی تاج العلماء کی تعریف تو فرمایا ہی کرتے تھے، ان تین

افراد سے مزید حضرت کی تعریف سن کر شناسائی بڑھی۔

مفتی صاحب مجھ سے بار بار فرماتے کہ میری عین مرضی ہے کہ حضرت (یعنی تاج العلماء) سے مرید ہو جاؤ۔ اس وقت بڑے بوڑھوں کا خیال تھا کہ آخر عمر میں مرید ہونا چاہیے، اسی خیال کے مد نظر میں کہہ دیتا کہ مولوی صاحب اتنی جلد مرید ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ مرید بعد میں کبھی بھی ہو جاؤں گا۔

مگران کا اصرار جلد سے جلد بیعت ہونے کا رہا، لہذا ایک دن میں بیعت ہونے کے لیے تیار ہو گیا، اور پروگرام ۲۷ نومبر ۱۹۵۳ء بروز ہفتہ دوپہر کی ٹرین سے مارہرہ شریف روانگی کا تھا۔

لہذا ۲۷ نومبر ۱۹۵۳ء بروز ہفتہ، میں اور میرے بڑے بھائی نصیر الدین علیہ الرحمۃ جو مجھ سے ۵ سال بڑے تھے۔ وہ مفتی صاحب کے ہم راہ دوپہر ایک بجے کی ٹرین سے روانہ ہو کر دوپہر بعد تین بجے کے قریب مارہرہ شریف کے اسٹیشن پر اترے اور رکشے سے یا پیدل (یا نہیں) ہم لوگ مسجد قریشیان پہنچے اور عصر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد خانقاہ برکاتیہ پہنچے۔ خانقاہ کا منظر عجیب تھا، فضا عجیب تھی، رحمت کی بارش کا وہ سماں تھا جو کہ بزرگان سابقین خصوصاً سلطان الہند کے دربار میں دیکھنے کو ملتا ہے، دل اتنا کھنچا کہ میں نے مفتی صاحب سے یہاں تک کہہ دیا کہ اب میں یہیں رہوں گا اور پڑھائی چھوڑ دوں گا۔ کاش ایسا ہو گیا ہوتا، تو میں آج حافظ قاری محدث ہوتا مگر قسمت میں جہالت لکھی تھی اس وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ مفتی صاحب نے یہ مشورہ دیا کہ بارہویں پاس کرنے کے بعد ایسا کرنا۔

خانقاہ میں آکر مولانا صاحب نے اپنی آمد کی اطلاع حافظ محمد ظہیر الدین صاحب علیہ الرحمۃ (ایڈیٹر استقامت کانپور، جو اس وقت حضرت کے پاس حفظ کر رہے تھے۔ سترہ پارے کے حافظ ہو چکے تھے) سے حضرت کو کروائی، حضرت نے جواب میں حافظ صاحب کو ٹھہرانے کا کہہ کر بعد مغرب باہر تشریف لانے کی بات کہی۔

مفتی صاحب حقہ پینے کے عادی تھے لہذا حافظ صاحب پڑوس سے حقہ

مانگ کر بھر کر لائے اور مفتی صاحب کو پیش کر دیا، وہ حقہ پینے میں مصروف ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد مغرب کی اذان ہوئی، اس وقت مسجد برکاتی بڑی سرکار میں اخترا نام کے ایک نوجوان تھے، بڑی سرکار میں جب مغرب کی اذان پوری ہو گئی تو چھوٹی سرکار کی مسجد میں اذان ہوئی، اس میں اذان پڑھنے والے ایک بڑے میاں تھے، ان کی آواز اور اذان پڑھنے کا طریقہ بہت ہی خوش کن تھا، عجب سماں تھا، پھر دونوں مساجد میں نماز مغرب ادا کی گئی۔ بڑی سرکار کی مسجد جس میں ہم نے نماز پڑھی، کن صاحب نے پڑھائی مجھے یاد نہیں۔ نماز مغرب پڑھ کر سامنے والے کمرے میں آگئے، حافظ ظہیر الدین صاحب لال ٹین جلا کر لائے اور اندر کمرے میں جانب غرب ایک کیل پر ٹانگ دیا، وہیں چٹائی پر ہم لوگوں کے لیے کھانا لے آئے، ہم لوگ کھانا کھانے بیٹھ گئے پھر حافظ صاحب ایک چھوٹا سا گدا بچھا گئے، ایک مسند لگا گئے اور کہہ گئے کہ اب حضرت (سیدی تاج العلماء) تشریف لانے والے ہیں، تھوڑی دیر میں حضرت تشریف لے آئے، ہم کھانے سے احتراماً کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا: مولانا نوش فرمائیے! نوش فرمائیے! اور حضرت بعد قدم بوسی کے بیٹھ گئے۔ مولانا کچھ لقمے کھا کر حضرت کی طرف مخاطب ہو گئے۔ ہم دونوں بھائی بھی کچھ دیر بعد مخاطب ہوئے۔ حضرت کی دروازہ کی طرف پیٹھ اور جانب جنوب رخ انور تھا، اس کے مخالف مولانا جانب جنوب پیٹھ اور جانب حضرت رخ کر کے بیٹھے تھے، مولانا صاحب کی سیدھی جانب میرے بڑے بھائی نصیر الدین (عمر ۲۱ سال) اور ان کی سیدھی جانب میں (علیم الدین عمر ۱۶) سال بیٹھے۔ حضرت اور مولانا صاحب میں گفتگو شروع ہوئی۔ ہم لوگوں کو تو یہی سمجھ میں آتا تھا کہ مولانا فلاں صاحب نے یہ کہا جواب میں، میں نے یہ کہا، میں نے یہ کہا اور فلاں صاحب نے یہ جواب دیا، کیا کہا کیا جواب دیا اس میں احادیث اور قرآن کی آیتیں پڑھ دیتے۔

حضرت سیدی مرشدی تاج العلماء کی پہلی کرامت جو میں نے دیکھی:

حضرت کا رخ انور جانب جنوب تھا اس وجہ سے آپ کی سیدھی آنکھ جانب



غرب لال ٹین کی طرف تھی۔ آپ کی سیدھی آنکھ بائیں آنکھ سے سوائی تھی مگر جب آپ نظریں نیچی رکھتے تو سیدھی آنکھ بند معلوم ہوتی۔ آپ نیچی نظریں کیے مولانا صاحب سے محو گفتگو تھے۔ میں نے جب آپ کے رخ انور کی طرف غور کیا تو میرے مزاج میں شوخی آئی اور میں نے جیسے ہی یہ خیال کیا کہ مولوی صاحب بھی اپنے پیر کا مرید کروانے لے آئے، جیسے ہی حضرت نے میری طرف رخ انور کر کے آنکھیں کھولیں کہ معاذ دل میں خیال آیا کہ یہ تو بائیں سے بڑی ہے لہذا پھر آپ ویسے ہی ہو گئے۔ گفتگو کے آخر میں مولانا صاحب سے آمد کا سبب پوچھا، مولانا صاحب نے عرض کیا کہ ان دونوں بچوں کو حضور کی غلامی میں دینے آیا ہوں، حضرت یہ فرما کر چل دیے کہ ان کو انشاء اللہ صبح مرید کروں گا۔ پھر بعد ازاں عشاء کی نماز پڑھی اور قیام کیا۔

۲۸ نومبر ۱۹۵۳ء بروز اتوار فجر کی نماز پڑھی، ناشتہ کیا۔ تقریباً آٹھ بجے کے بعد سیدی مرشدی تاج العلماء محل سرائے برکاتی سے باہر سجادہ حویلی میں تشریف لے گئے پھر ہم لوگوں کو سجادہ حویلی میں بلایا اور وہ ساعت سعید آئی جس کے لیے ہم حاضر ہوئے تھے۔ سجادہ حویلی کی بیچ والی سرور میں ایک چوکی پڑی تھی، وہاں مجھے غلامی میں داخل فرمایا، جب میرا ہاتھ مرشد کے ہاتھ میں تھا تو میرے دل میں ایک بات تھی وہ یہ کہ حضور غوث پاک نے ایک چور پر نظر ڈالی، وہ قطب بن گیا، مجھ پر بھی حضرت ایسی ہی نظر فرمادیں تو میرا بھی بھلا ہو جائے لہذا بیعت کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ اب جو کچھ میں کہوں گا اسے آپ دوہرائیں گے نہیں بلکہ اس پر عمل کریں گے پھر فرمایا کہ مذہب اہل سنت پر قائم رہیں، سنیوں کے جتنے مخالف ہیں مثلاً دیوبندی، وہابی، ندوی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی، خاکساری، احراری، لگی، کانگریسی وغیرہ کو اپنا دشمن و مخالف جانیں، ان کی کوئی تقریر نہ سنیں، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں کہ معاذ اللہ شیطان کو وسوسے ڈالنے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔

جب یہ فرمایا: شرع کی پابندی کریں، اسلامی شکل و صورت بنائیں، اسلامی جامہ پہنیں تو نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا، میں نے دل میں سوچا میرا کام بن گیا، اس

کے متعلق کچھ لکھنے کا اہل نہیں ہوں۔

میں حضرت سے ایسے وقت میں مرید ہوا جب حضرت ضعف کی وجہ سے تحریری کام بند کر چکے تھے، سارے تحریری کام، خطوط کے جواب تک حافظ ظہیر الدین کیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت کے دستخط بھی، لہذا ظہیر الدین صاحب ہم دونوں بھائیوں کے شجرے بھرنے کے لیے لے جانے لگے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ حافظ جی ان لڑکوں کے شجرے، میں اپنے ہاتھوں سے خود لکھوں گا لہذا شجروں میں ہمارے نام لکھ کر خود اپنے قلم سے پورے دستخط فرمائے اور ہمیں عنایت فرمائے۔ اس کے بعد کا حال آگے تحریر کروں گا۔

### خانقاہ کی عمارت کا حال:

خانقاہ کا بڑا دروازہ اگرچہ نقش و نگار سے مزین تھا مگر دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ عرصہ دراز قبل نقش و نگار سے مزین کیا گیا ہوگا کیوں کہ نقش و نگار کافی معدوم سے ہو چلے تھے۔

اندر جانے پر سیدھی جانب جو عمارت توڑ کر خالی زمین پڑی ہے وہاں اینٹ گارے میں چنی ہوئی دکانیں سی تھیں، آگے اب بھی دکانیں ہیں پھر سیدھے ہاتھ پر گلی کے آگے جو ہال بنے ہیں، اس جگہ بھی اینٹ گارے میں چنی ہوئی دکانیں تھیں، سامنے چار فٹ کے قریب چبوترہ تھا، دکانوں کا فرش زمیں سے تقریباً ایک فٹ اونچا تھا، ان کے آگے آج جو اقامت گاہ علماء کرام بنائی گئی ہے، جس کا محراب دار بڑا دروازہ ہے وہاں ایک کچا اینٹ گارے میں چنا ہوا مکان تھا۔ اندر ایک کٹھوا، چوڑا دروازہ آگے دالان، اس کے آگے صحن جس میں کچا کھلا سنڈاس (پاخانہ) اور ایسا ہی غسل خانہ تھا، باہر کٹری کے کباڑ تھے۔ اس میں میرے محترم پیارے پیر بھائی ماسٹر محل صاحب علیہ الرحمہ مع اہل و عیال مقیم تھے۔ ”مکتب قاسم البرکات“ میں پڑھاتے تھے، سخت پابند شرع تھے۔ اسی ایک وقت کا ذکر ہے کہ میں ان کے گھر میں بیٹھا تھا ان کے

دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے، بڑے کا نام اختر اور چھوٹے کا نام اطہر تھا۔ ایک بچہ اختر تھا اس نے کتے کو چھولیا، انہوں نے اس کو ڈانٹا کہ کتے کا تھوک ناپاک ہوتا ہے۔ آئندہ کتے سے دور رہنا اور فوراً ہاتھ دھلوائے۔ بچے اختر کی عمر تین یا ساڑھے تین سال ہوگی، چھوٹا بچہ آج کل اکبر قادری عرف اکبر بھائی کی شکل میں حضور امین ملت صاحب سجادہ اور متولی خانقاہ برکاتیہ کے منشی خاص ہو کر علی گڑھ میں قادری مسجد کے مکان میں رہتے ہیں۔

اس مکان کے آگے احاطہ کی ٹوٹی پھوٹی دیوار تھی، راستے کی طرف تین چار فٹ چوڑا چبوترا، اس پر عرس کے دوران کان پور کے مریدوں میں سے تین چائے کی دکانیں لگا لیتے تھے ان پر ابلا انڈا۔ چنے کی دال کا حلہ اور مٹری (بسکٹ گول) ملا کرتی تھی، اس کے آگے محل سرائے جانے کے راستے کا پھاٹک ٹوٹا پڑا تھا، اس کے آگے جہاں، اس وقت کاروں کے لیے گیرج بنا ہے اور اینٹ گارے میں چنا ہوا دوپٹ کوٹھا تھا جو عرس کے لیے گنے کے پتے کے اسٹور کا کام دیتا تھا، اس وقت جو تین منزل بلڈنگ بنی ہے وہاں میدان تھا عرس کے موقع پر اس کو تین حصوں میں قناعتوں سے بانٹا جاتا تھا راستہ کی طرف کا حصہ پاخانہ کے لیے محل سرائے برکاتی کی دیوار سے چپٹا کراینٹ گارے میں قدمچہ چنوا کر پالوں سے گھماؤ دار آڑ کر دروازہ بنا دیئے جاتے باہر دوسو لیٹر کا ڈرم اس پر پانی نکالنے کے لیے ایک مٹی کا آفتابہ، پاخانوں میں بھی استنجے کے لیے ایسے ہی آفتابے رکھے رہتے تھے، ڈرم میں مشک سے بھشتی (سقہ) پانی بھرتا رہتا تھا۔ محل سرائے کے دروازے کی طرف زائرین عرس کے لیے کھانا بنتا تھا، بیچ کے حصہ میں زائرین کھانا کھایا کرتے تھے، علمائے کرام بھی وہیں کھانا کھایا کرتے تھے، ناشتہ ضرور ان کے جائے قیام پر جاتا تھا۔

دروازہ محل سرائے سے متصل جانبِ غرب سنڈاس تھا۔ علاوہ عرس کے دنوں میں زائرین اور ملازمین اس کا استعمال کرتے تھے۔ مسجد کے سامنے دروازہ محل سرائے سے متصل جانبِ شرق جہاں اس وقت بہت عمدہ کمرہ اور دالان بن گیا ہے اس کی جگہ ایک کمرہ اور دالان تھا دالان میں جانبِ مشرق ایک کوٹھری تھی، خانقاہ

کا یہی مہمان خانہ تھا، دن میں یہی مدرسہ قاسم البرکات کا کام دیتا تھا جہاں ماسٹر لعل خاں صاحب پڑھایا کرتے تھے، امی کی حویلی کی جگہ ٹوٹی ہوئی باؤنڈری دیوار تھی، سجادہ حویلی کے باہر اینٹوں پر لونی لگی ہوئی تھی۔ جہاں اس وقت ٹیوب ویل لگا ہے اس کے پیچھے آج کمرے بنے ہوئے ہیں، وہاں میدان تھا۔

### مسجد برکاتی کا حال:

مسجد برکاتی کی سیڑھیوں کی جانب مشرق ایک دروازہ تھا جو کہ آج بھی ہے۔ اس دروازہ کے اندر ایک کچا استنجا خانہ ایک غسل خانہ تھا، کچے سے مطلب اینٹوں کو گارے میں چنا گیا تھا، اس کی چھت جو آج بھی ہے، کنویں کی طرف پانی بھرنے کے لیے گری لگتی تھی، چھت پر مٹی کے آفتابے اور ڈول کی رسی رکھی رہتی تھی، کنویں سے پانی بھر کر آج جہاں وضو کی ٹونیاں لگی ہیں وہاں فصیل تھی، اس پر بیٹھ کر وضو کرتے تھے، نیچے زمین کچی تھی، پانی جذب کر لیتی تھی۔ مسجد میں دروازے نہیں لگے تھے، ٹین کا آگے سائبان بھی نہ تھا، فرش چونے کا بنا ہوا تھا وہ بھی اکھڑا کھڑا سا تھا، تبرکات کا حجرہ بدستور پہلے بھی تھا۔

### درگاہ کا حال:

خانقاہ کی دواری جس کے دونوں طرف حجرے ہیں، جانبِ شرق کے حجرے میں درگاہ کے خادم نعیم اللہ صاحب رہتے تھے، وہ کافی بوڑھے تھے۔ ان کے بعد ان کے داماد انعام اللہ صاحب خادم ہوئے ان کے بعد ان کے نواسے دوسرے داماد کے بیٹے اسرائیل صاحب اس وقت درگاہ کی خدمت کا کام انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تندرستی و توانائی کے ساتھ ان کی عمر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

درگاہ کی دواری میں حضور اچھے میاں رضی اللہ عنہ کے خادم دفن ہیں، سران کا درگاہ میں اور باقی بدن راستہ میں دفن ہے، ان کی گردن پر اندر کے دروازہ کی چوکھٹ

ہے جہاں اس وقت لوہے کی جالی کا پھاٹک لگ گیا ہے۔ اس کا واقعہ کتاب خاندان برکات میں درحال حضور اچھے میاں میں مندرج ہے۔ ان کے مزار کی اینٹوں کی ڈاٹ نظر آتی تھی جہاں زائرین جوتے اتارتے ہیں، نعیم اللہ صاحب میرے مرشد کے بزرگان سابقین کے زمانے سے درگاہ کے خادم تھے۔ حضرت مرشدی رضی اللہ عنہ کے وصال کے چند سالوں بعد وہ بھی وصال کر گئے، ان کے بعد انعام اللہ صاحب خادم ہوئے، وہ تھوڑے عرصے خادم رہے، اب اس وقت ان کی سالی کے لڑکے اسرائیل خاں صاحب خادم درگاہ ہیں۔

شاہ برکت اللہ رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے چہار جانب مزارات پہلے جیسے بدستور ہیں۔ ان کے سامنے ٹین کا سائبان ہے، اس سے جانب غرب شمالاً جنوباً، جو میدان ہے اس کے مغرب کی طرف جو حجرے اور دالان ہیں اس میں صرف قاسم میاں رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تھا، باقی حجرے خالی تھے، عرس کے دوران ان میں مریدین قیام کرتے تھے، میں بھی کئی سال ان میں ٹھہرا۔ فرش کچا تھا، دیواروں پر لونی لگی تھی۔ اس لائن سے جنوب غرباً شرقاً کمرے میں تین مزارات پہلے جیسے بدستور ہیں جس میں دروازے کے سامنے حضور مہدی میاں صاحب کا مزار ہے۔

میرے مرشد حقیقی حضور تاج العلماء، سراج العرفاء، بقیۃ السلف، حجتہ الخلف مولانا مولوی مفتی حافظ قاری سید الشاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی سے بیعت ہونے کے بعد سب سے پہلے انہیں کا وصال ہوا اور حجرہ پائیں حضور قاسم میاں علیہ الرحمہ دفن ہوئے۔ پھر میری پیرانی صاحبہ حضرت منظور فاطمہ پھر سید العلماء ان کے والدین، بڑی ہم شیرہ حضرت حافظہ عائشہ اور حضرت چھما میاں علیہم الرحمہ پھر زوجہ سید العلماء علیہ الرحمہ پھر احسن العلماء علیہ الرحمہ پھر سید نجیب میاں صاحب کی دو خالائیں پھر حضرت حافظہ زابدہ علیہا الرحمہ پھر پیرانی حضرت محبوب فاطمہ پھر حضرت بیچی حسن اس دار فانی سے دار بقا کی طرف تشریف لے گئے حضور قاسم میاں علیہ الرحمہ کے سرہانے جو بڑا کمرہ تھا اس میں جانب شمال حجرے میں حضرت احسن العلماء کے

والد حضرت بشیر حیدر آل عبا علیہ الرحمہ اور ان کی بڑی شاہزادی حضرت حافظہ عائشہ دفن ہوئیں، جانب جنوب حضرت پیرانی محبوب فاطمہ دفن ہوئیں اس میں پہلے مدرسہ قاسم البرکات چلتا تھا اب وہ وہاں بند ہو کر چھوٹی سرکار کی مسجد کے جانب غرب نئی بلڈنگ میں چل رہا ہے۔ درگاہ کے دروازے کے جانب غرب ٹوٹی پھوٹی عمارت سی تھی، ایسا یاد پڑتا ہے وہاں حضور احسن العلماء کے دور میں مطبخ بنا۔ درگاہ کے جانب غرب والی لائن کے پیچھے تین سنڈاس (پائخانہ) تھے جو عرس کے وقت زائرین استعمال میں لاتے تھے۔

شروع کے بلند دروازے سے داخل ہونے پر جانب غرب میدان تھا اور ایک ٹوٹی پھوٹی دیوار اور درمیان میں محراب دار بڑا دروازہ اور اندر کے میدان کی دیواریں شکستہ تھیں۔ خانقاہ برکاتیہ کی بارہ گاؤں کی جاگیر تھی، وہاں کسی دور میں تحصیل کے دفاتر تھے۔ زمین داری ختم ہونے سے تحصیل ختم ہو چکی تھی۔

خانقاہ کی جاگیر بارہ گاؤں پر مشتمل تھی، یہ گاؤں نواب فرخ آباد نے نذر کیے تھے۔ یہ گاؤں خاندان والوں میں بٹ چکے تھے زمین داری کا سارا بار میرے مرشد متولی خانقاہ پر تھا پھر بھی ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں اندرونی اور بیرونی درستی درسگاہ معلیٰ برکاتیہ کی درستی و درگاہ معلیٰ حضرت سید الشاہ عبدالجلیل و روضۃ منورہ حضرت شاہ ولایت سید الشاہ بدر الدین قدس سرہما۔ روضۃ مقدسہ سید الشاہ ابوالقاسم شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ اور دوسرے روضوں کی مرمت کروائی تھی۔ درگاہ کے چراغاں کے لیے گورنمنٹ سے ۴۳۴ روپیہ سالانہ ملتے تھے، شاید اب بھی ملتے ہوں گے۔

آزادی کے بعد زمین داری تلف ہونے میں آمدنی اور قلیل رہ گئی، میرے مرشد حضرت تاج العلماء گوشہ نشین بزرگ تھے، باہر کے بہت کم دورے فرماتے تھے۔ میری جان کاری میں حضرت کے دورے بمبئی، گونڈل، رانڈیر، کان پور، بدایوں شریف، پبلی، بھیت، بریلی، لکھنؤ، سیتاپور، بیدیابائی، ہگلی میں زائد ہوئے۔ مرید کرنے میں آپ کا معیار بہت سخت تھا۔ بے شرع کو مرید نہیں فرماتے تھے۔ اور یہ

فرمادیتے کہ میں آپ کا پیر بننے کے لائق نہیں ہوں، کسی اور کے مرید ہو جائیے۔ اگر کوئی اصرار کرتا تو فرماتے کہ باشرع ہو کر آئیے۔ تب مرید کروں گا۔ ایسی حالت میں حلقہ مریدین بنا بھی بہت کم تھا۔ اپنے وصال سے چند سال (۴/۳) سال قبل بے شرع کو بھی مرید فرمانے لگے تھے۔ فرماتے تھے کہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو جائے گا فتنوں سے بچ جائے گا۔ ان حالات میں آمد قلیل ہو گئی تھی، ایسی حالت میں درگاہ کی عمارت کی جدید تعمیر تو دور، ان کا رکھ رکھاؤ مشکل ہو گیا تھا۔ مرشدان برکاتیہ نے مریدوں کے نذرانہ پر کبھی آس نہ رکھی۔ اپنی جائیداد اور کسب سے اپنی بسراوقات اور مریدوں کی خاطر داری کی حتیٰ کہ احسن العلما نے اندھیری بمبئی کی جامع مسجد میں دو سال امامت کی۔ نذرانہ کا یہ حال تھا کہ کسی نے کچھ نذر کر دیا، قبول فرمایا، نہ نذر کیا تو کوئی توقع نہ رکھی۔ امیر و غریب سے ایک سا برتاؤ کیا اگر کچھ تفریق بھی ہوئی تو شرع کے مطابق۔ اب بھی ایسا ہی دستور جاری ہے۔ اس کے بعد بھی مندرجہ بالا عمارات کی مرمت کروائیں۔

### تاج العلما کے دور میں عرس:

سیدی تاج العلما کے دور میں عرس قاسمی چار روز کا ہوا کرتا تھا۔ زائرین کی تعداد تقریباً سات سو آٹھ سو ہوا کرتی تھی۔ سارے مہمان، خانقاہ کے حجروں، بستی کے گھروں میں آجاتے تھے، عرس کے وقت میں بستی کے مکانات خالی کرالیے جاتے تھے، سب کے چولہے بند رہتے تھے، عرس کا کھانا کھاتے تھے۔

سردی سے حفاظت کے لیے کمروں میں چاول کی چھال بچھائی جاتی اور اوپر سے دریاں بچھادی جاتیں، یہ گدے کا کام دیتیں، اس پر زائرین اپنا بستر لگا لیتے تھے۔ سیدی تاج العلما سادہ کاغذ پر تقریباً ”۸×۱۰“ کے سائز پر کالی سیاہی سے نوے اشتہار ان بیرونی مریدوں کو بھیجنے کے لیے چھپواتے اور دس خطوط پر دعوت نامے حضرت اپنی قلم سے علما، خلفا کو لکھ کر ڈاک سے ارسال فرماتے تھے۔ اشتہار پر نیچے

نوٹ لکھا ہوتا کہ ماہرہ شریف کا اسٹیشن این۔ای۔ آر پر ہاتھرس اور کاس گنج جنکشنوں کے درمیان واقع ہے، سبھی پیئنج ٹرینیں شب و روز ٹھہرتی ہیں۔ قیام و طعام کا انتظام خانقاہ کی طرف سے رہتا ہے، زائرین موسم سرما کے موافق بستر ہمراہ لائیں۔ میرے مرشد کا مجھ پر ایسا کرم تھا کہ نوے اشتہارات میں باوجود سولہ سالہ ہونے پر بھی مجھے شامل کر دیا تھا۔ میرے مرشد کا اب بھی بہت کرم ہے۔

### عرس میں طعام:

دونوں وقت بڑے کا گوشت اور تندوری روٹی کھلائی جاتی تھی، کھلانے کا سلسلہ دوپہر کے وقت تقاریر ختم ہونے کے بعد سے عصر تک رہتا تھا۔ اور پھر رات کو ڈیڑھ بجے یا دو بجے پروگرام ختم کرنے کے بعد صبح صادق تک۔ پھر زائرین قدرے آرام کر کے فجر کی نماز پڑھتے پھر مزار شریف پر حلقہ ذکر ہوتا، لوگ مزارات پر تلاوت کلام پاک کرتے اس کے بعد ناشتہ ملتا۔ ناشتہ میں ایک چینی کا پیالہ چائے، ایک مٹری (گول بریڈ) ملتی تھی۔ میرے پیر و مرشد انگریزی طور طریقے کے سخت مخالف تھے، اس وجہ سے کپ پلیٹ میں چائے نہیں دی جاتی، علاوہ ان اوقات، کسی زائر کو چائے ناشتہ کی ضرورت ہوتی تو مذکورہ کانپور کے مریدین کے چائے ناشتہ کی دکانوں پر ضرورت پوری کر لیتے تھے۔ تقریباً صبح دس بجے سے ڈیڑھ دو بجے تک جلسہ چلتا تھا، وہ معمول اب بھی جاری ہے۔

پہلے دن گا کر کا جلوس، دوسرے دن چادر کا جلوس، سارے شہر میں گشت کرتا، جگہ جگہ عوام زائرین کو چائے پلائی جاتی، خواص پیر زادگان علما کرام کو ناشتہ بھی کرایا جاتا، جس میں قابل ذکر حافظ شریف احمد عرف کلو کا گھر ہے ان کے یہاں پرانا رواج اب بھی قائم ہے۔

تیسرے روز خرقة پوشی ہوتی۔ حضرت کے خرقة زیب کر کے نکلنے سے پہلے حافظ محمد جان صاحب ناصری بریلوی بڑے اچھے انداز میں پڑھا کرتے تھے۔

سید میاں کھولو کوٹیاں کھولو  
حسن میاں کھولو کبڑیاں کھولو

اس کے بعد حضرت خرقہ پہننے باہر نکلتے، دیکھنے والوں کا ایک جم غفیر ہوتا، شہر اور اطراف کے مسلمان جلوس خرقہ پوشی دیکھنے آ جاتے، اب تو زائرین ہی اتنے کثیر ہوتے ہیں پھر شہر و اطراف کے لوگ کل ملا کر خرقہ پوشی دیکھنے والے اتنے ہوتے ہیں کہ میرے جیسے بوڑھے اس نعمت سے محروم ہو گئے۔ ایک دو سال میں نے سوچا کہ میں سجادہ حویلی میں داخل ہو جاؤں، وہاں آسانی سے خرقے میں ملبوس حضرت کی زیارت ہو جائے گی۔ مگر دور حاضر کے مریدین، منتظمین نے مجھے داخل ہونے نہیں دیا، میں بغیر کچھ کہے واپس اس لیے ہولیا کہ یہ منتظمین کی مجبوری ہے۔ دوسرے مجھ سے، غیر شناسائی۔ اس لیے میں نے آئندہ کے لیے خرقہ پوشی کے جلوس کی زیارت کا ارادہ ہمیشہ کے لیے ملتوی کر دیا۔

### حضرت تاج العلماء کی کرامات:

جسے میں نے دیکھا اور میرے ایک ساتھی نے تصدیق کی وہ یہ کہ جس وقت حضرت کمرے سے دالان میں آ کر پردے والے اوپر کے دالان میں داخل ہوئے، اس وقت میں نے پورا بدن سونا دیکھا، جب ایک ساتھی سے پوچھا کہ جب حضرت کمرے سے پردے میں داخل ہوئے تو تم نے کچھ دیکھا تو اس نے بے ساختہ کہا کہ سارا بدن سونا۔ گویا میرے مشاہدے کی تصدیق ہو گئی۔

جب مختلف جگہوں سے چادریں چڑھنے کو آتیں تو حضرت احسن العلماء سجادہ حویلی کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور لوگ چادروں کی نظمیں پڑھتے پھر جب قافلہ درگاہ کو روانہ ہوتا تو آگے آگے مفتی خلیل العلماء مولانا خلیل خاں صاحب استاذ حضرت احسن العلماء کی لکھی ہوئی نعت حافظ محمد جان صاحب ناصری بریلوی بڑے وجد آمیز انداز میں پڑھتے۔

کھنچا جاتا ہے دل سوئے حرم پوشیدہ پوشیدہ  
قدم بڑھنے لگے سوئے حرم لغزیدہ لغزیدہ  
اس کے بعد مزار شاہ قاسم پر چادریں چڑھائی جاتیں۔

### میرے بیعت ہونے کے بعد شرکاء علمائے کرام عرس قاسمی:

- ۱- سید الشاہ قاری حافظ مفتی عبدالقادر صاحب رندی سورت (گجرات)
  - ۲- سید الشاہ مولانا حافظ قاری مفتی ڈاکٹر عبید الرحمن صاحب حسنی لکھنوی، بیدباٹی ہنگلی
  - ۳- مولانا سید اشتیاق علی صاحب لکھنوی
  - ۴- مولانا مفتی خلیل خاں صاحب مارہروی استاذ، حضور احسن العلماء
- یہ بیرونی علمائے کرام ہوتے تھے۔

مقامی میں دونوں برادر مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سید الشاہ آل مصطفیٰ صاحب قادری برکاتی و مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سید الشاہ حیدر حسن میاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہم اور دونوں میں تو سبھی علماء کرام تقاریر فرماتے بڑی مدلل تقاریر ہوتیں مگر آخری خرقہ پوشی کی پوری شب حضور سید العلماء آل مصطفیٰ صاحب کی ہوتی ان کا یہ سلسلہ ان کی حیات مبارکہ ۱۹۷۷ء تک جاری و ساری رہا۔ ۱۹۷۷ء کے عرس قاسمی کی خرقہ پوشی کی شب میں جو تقریر فرمائی اس کے الفاظ سے میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ شاید یہ حضرت کی آخری تقریر ہے اور شب خرقہ پوشی آخری تقریر ہوئی بھی۔ آپ نے تقریر میں جو الفاظ فرمائے وہ یوں تھے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ جو دین لے کر تشریف لائے وہ پورا کا پورا اپنی امت کو پہنچایا۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ حضور سے دین سیکھا، انہوں نے بھی امت محمدیہ کو پہنچایا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے، پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے، پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے حتیٰ کہ ہمارے بتا (خال محترم) علیہ الرحمہ سے جو کچھ سیکھا، وہ پہنچا رہے ہیں۔ آپ سب دعا فرمائیں کہ ہمارے بعد بھی ہمارے خاندان میں ایسے افراد پیدا ہوں جو آپ لوگوں کی دینی رہبری کرتے رہیں۔

دوسرے قل کی آخری مجلس میں بھی حضور سید العلماء نے ہی تقریر فرمائی تھی بہت ہی مدلل بیان فرمایا، ایک روایت جو انہوں نے بیان فرمائی، وہ مجھے اب تک یاد ہے کہ حضرت جابر صحابی رضی اللہ عنہ کا اونٹ پاگل ہو کر ان کا باغ اجاڑنے لگا، اس کی شکایت انہوں نے حضور ﷺ سے کی، حضور ان کے ساتھ ان کے باغ پر تشریف لے گئے، حضور نے جیسے پھاٹک کھولنا چاہا، اونٹ حضور کی طرف دوڑ کر آیا، حضرت جابر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اونٹ پاگل ہے، حضور کو تکلیف نہ پہنچادے مگر حضور باغ کا پھاٹک کھول کر اندر جیسے ہی داخل ہوئے، اونٹ حضور کے کندھے پر منہ رکھ کر بلبلانے لگا، حضور نے اس کی بات سن کر حضرت جابر سے فرمایا کہ جابر تمہارا اونٹ تمہاری شکایت کرتا ہے کہ جب میں جوان تھا، یہ میرے چارے، پانی کی فکر رکھتے تھے مگر اب میں بھوکا پیاسا رہتا ہوں۔ یا رسول اللہ! میں پاگل نہیں ہوں، میں اس لیے پاگل بناتا کہ اس کی خبر حضور کو پہنچ جائے اور حضور میری فریاد رسی فرمائیں کہ آپ نے جابر سے اونٹ کے چارہ پانی کی خبر رکھنے کی ہدایت کی، اونٹ کو ایک جگہ باندھ دیا اور خاموشی سے بیٹھ گیا پھر حضور نے حضرت جابر سے وہ اونٹ مانگ لیا پھر وہ اونٹ حضور کا اونٹ کہلانے لگا۔ جس جنگل میں وہ چرنے جاتا، اصحاب کرام اپنے اونٹ ہٹا لیتے اور فرماتے۔ ”ہذا جمل رسول اللہ ﷺ“، گویا دیوبندیوں کا اس بات کا ردِ بلیغ فرمایا کہ حضور نے دیوبندی مولویوں سے اردو بولنا سیکھی۔ ان کے الفاظ بعینہ یہاں نہیں لکھ سکا ہوں، ان کا انداز بیان ایسا تھا کہ اگر اس دن دیوبندی سن لیتا تو ضرور ایمان لے آتا، یہ حضرت سید العلماء کی آخری تقریر تھی جو میں نے سنی۔

### حضرت تاج العلماء کے خدمت گزار:

منشی ایوب علی صدیقی صاحب حضرت کے کارندہ اور مختار عام تھے گویا وزیر کی حیثیت رکھتے تھے۔ جائیداد کا حساب ان کے ہی پاس رہتا۔ دوسرے دو خادم تھے۔ وہ سب دوسرے کام دیکھتے، جن میں ایک کا نام شیخ رفیع الدین صاحب تھا۔ دوسرے لمبے سے گورے سے تھے ان کا نام مجھے یاد نہیں۔

### حضرت تاج العلماء کا طریقہ کار:

میرے سرکار تاج العلماء صبح آٹھ بجے کے قریب محلِ سرائے برکاتی سے باہر تشریف لا کر سجادہ حویلی میں ایک بجے تک تشریف رکھتے اور زائرین اور دوسرے حاجت مند ان سے ملاقات فرماتے۔ ایک ایک آدمی کو بلا کر اس کی پریشانی سن کر حاجت روائی فرماتے جو ایک بار اپنی پریشانی لے کر آیا، دوبارہ اس کے لیے اسے نہ آنا پڑتا۔ اسی وقت میں مرید فرماتے باہر کی ڈاک دیکھتے اور حافظ ظہیر الدین صاحب سے جواب لکھواتے۔ ایک بجے اندر تشریف لے جاتے پھر مغرب کی نماز کے بعد باہر تشریف رکھتے اور عشاء کے وقت پھر اندر چلے جاتے۔ مسجد برکاتی میں بھی نماز پڑھتے۔ حضرت روزنامہ بھی لکھا کرتے، یہ ہر گزشتہ بات کا رکارڈ ہوا کرتا۔ حافظ ظہیر الدین صاحب کا حافظہ بھی صبح سے دوپہر کے وقت میں یاد کرواتے۔

حضور احسن العلماء اپنے خال محترم میرے سیدی تاج العلماء کا اکثر ذکر فرمایا کرتے۔ ایک بار فرمایا کہ ہم سے جب میاں (تاج العلماء) پانی منگواتے، میں پانی لے کر جاتا، تو ایک ایک گھونٹ پانی پیتے جس میں بھی وقت لگتا، میں کھڑے کھڑے جھنجھلاتا کہ ایک گلاس پانی پینے میں اتنی دیر مگر جب میں نے حدیث پڑھی کہ اس طرح پانی پینا روزِ ہضم ہے۔ تب اس کا مطلب سمجھا کہ پانی پینے میں حضور کی حدیث پر عمل کرتے۔ دوسری بات یہ بتائی کہ بتانے مجھے ایک حدیث پڑھائی کہ آخر زمانے میں عورتیں کپڑے پہنی ہوں گی مگر تنگی ہوں گی، جب میں نے بتا سے یہ پوچھا کہ کپڑے بھی پہنی ہوں گی اور تنگی بھی ہوں گی، یہ متضاد بات میری سمجھ میں نہ آئی، تو بتانے فرمایا کہ تھوڑے دن بعد تمہاری سمجھ میں آجائے گی جب سیفون کا کپڑا چلا تو بات سمجھ میں آگئی۔ گویا حضرت کو آگے کی بات روشن تھی۔

آپ کے متعلق تیسری بات یہ بتائی کہ جب کوئی رویت ہلال کے متعلق پوچھنے آتا کہ چاند ہو گیا، تو فرماتے کہ ہاں لوگ ایسا کہہ رہے ہیں، چاند ہو گیا۔ چھوٹی

سرکار کے آخری پیر سید الشاہ جان عالم شہزادے میاں تھے ان کے متعلق مولوی خلیل نے پوچھا کہ حضور شہزادے میاں صاحب کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ جواب میں یہ فرمایا کہ مولوی صاحب جان عالم شہزادے میاں میرے خاندانی بھائی ہیں۔ ایک شرعی وجہ سے میں نے ان سے قطع تعلق کیا ہے۔ آپ کو اگر مل جائیں تو سلام کر لیا کیجئے جب کہ شہزادے میاں حضرت کو بہت برا بھلا کہا کرتے تھے۔ شہزادے میاں صاحب کے بعد ان کی اولاد نے پیری مریدی بند کر دی۔ گویا میرے حضرت میں نفسانیت نہیں۔

بدایوں مدرسہ قادریہ والے حضرات سے اذان ثانی اور مہدی میاں صاحب کی جانشینی اور بریلی والوں سے لیگ کی حمایت کی وجہ سے کشیدگی ہو گئی تھی اس وجہ سے بدایوں بریلی کے اعراس میں جانا بند کر دیا تھا۔ بریلی والوں سے حضرت سید العلماء کے دور میں پھر احسن العلماء کے دور میں اور بدایوں والوں سے دور حاضر میں کشیدگی ختم ہو گئی۔ یہ بہت خوش کن بات ہے۔

ایک روز حضرت حسین میاں قبلہ دامت برکاتہم العالیہ (جو اس وقت خاندانی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ تندرستی اور توانائی کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم) نے فرمایا کہ ہمارے بٹا (یعنی حضرت تاج العلماء) ہم تین بھائیوں۔ دو بہنوں اور ہماری والدہ کا سارا خرچ اٹھاتے تھے۔ مگر میرے والد صاحب نے ان سے مجھے مانگ کر انگریزی پڑھانے بٹھا دیا تو بٹانے اپنے بہنوئی یعنی میرے والد کو خط لکھا کہ بھائی صاحب حسین سلمہ کی انگریزی کی پڑھائی کی فیس سواروپہ ماہانہ میں نہیں دوں گا، آپ دیں گے۔ گویا علم دین کی جگہ علم دنیا پڑھانے کا انتظام خود نہ لینا چاہتے تھے۔

میں بیعت ہوا اس سے قبل جن مولانا نے مجھے مرید کروایا ان سے یہی کہا کرتے کہ مولوی صاحب دیوبندیت تو بہت بڑا مدرسہ ہے کیوں کہ ان سے پہلے دیوبند کے ہی سفیر چندہ کرنے گنج ڈونڈ وارہ آیا کرتے تھے اور وہ ایسا ہی تاثر دیتے تھے۔ مولانا صاحب کہتے کہ تم نہیں جانتے ہو۔ بیعت ہونے کے بعد میں نے مسلسل ایک ماہ روزانہ خواب میں زیارت کی اور میرے اندر سے دیوبند کی طرف داری نکل کر

نفرت پیدا ہو گئی، عقائد اہل سنت پر استقامت عطا ہوئی۔  
احسن العلماء نے فرمایا کہ وصال سے تین چار ماہ قبل بتانے درگاہ میں اس وقت، جس حجرہ میں دفن ہیں۔ اس میں بیٹھنا شروع کر دیا تھا اور فرمایا کہ اب ہم یہیں بیٹھا کریں گے۔  
**وصال حضرت تاج العلماء:**

وصال کے وقت حضرت کی طبیعت تو خراب تھی ہی، ایسے وقت میں ایک شخص حضرت سے بیعت ہونے آیا، حضرت احسن العلماء نے یہ کہہ کر خادم سے منع کروا دیا اب وقت نہیں۔ حضرت تاج العلماء نے سن لیا آپ نے احسن العلماء سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ حضرت احسن العلماء نے فرمایا کہ ایک شخص مرید ہونے آیا ہے۔ حضرت تاج العلماء نے اس کو بلا کر فوراً مرید فرمایا: اس کے ڈھائی گھنٹے بعد وصال فرمایا۔ وصال سے قبل آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی، پیشاب سے فارغ ہو کر واپسی میں پیروں کا دم نکل گیا اور آپ گر کر بے ہوش ہو گئے۔ حضرت احسن العلماء نے گود میں اٹھا کر چارپائی پر لٹا دیا، اس کے بعد آپ نے زور سے اللہ اکبر کہا اور خاموش ہو گئے۔ پھر ڈاکٹر ایوب حسن صاحب کو بلایا گیا وہ بزرگ شناس اور خود بھی بزرگ تھے۔ انہوں کو دیکھ کر یہ جان تو لیا کہ حضرت وصال فرما گئے ہیں۔ مگر انہوں نے احسن العلماء سے یہ عرض کر دیا کہ حضرت کا مرض میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، سرکاری ڈاکٹر کو دکھلا دیا جائے۔ جب ڈاکٹر کو بلا کر دکھلایا، اس نے دیکھ کر بے ساختہ کہہ دیا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کو احسن العلماء برداشت نہ کر پائے اور فوراً جوش میں آ کر کہا کہ کیا بکتا ہے میری بندوق لاؤ، اس کو گولی مار دوں۔ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے پھر ان کو سنبھالا گیا، حضرت تاج العلماء کی تجہیز و تکفین اسی شب میں عمل میں آئی۔ عینی شاہدین کا بیان تھا کہ قبر کھودتے وقت چھوٹی چڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ قبر میں گر رہے تھے، چڑیاں قبر کھودنا مشکل کر رہی تھیں۔ نماز جنازہ میں اتنے آدمی شریک تھے جتنے اس وقت مارہرہ شریف میں نہ تھے، رات کو لوگوں کا بیان تھا کہ ہم نے آسمان سے سفید پوشوں کو اترتے

چڑھتے دیکھا، ہم نے سوچا یہاں درگاہ میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ جب صبح ان کو پتہ لگا کہ حضرت تاج العلماء انتقال ہو کر دفن ہو گئے، تو وہ لوگ جو جنازے میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ انہوں نے کف افسوس ملا۔ وصال کی تاریخ ۲۴ جمادی الآخر ۱۳۷۵ھ ہے۔

### ایک واقعہ:

حضور قاسم میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بارہ سال بعد حضرت تاج العلماء نے پکا مزار بنوایا۔ ایک یعنی شاہد (جنہوں نے وہاں مزدوری کی) نے بتایا کہ قبر کی چاروں طرف بنیاد کھودتے وقت مزار کے سرہانے کی طرف کی اتنی مٹی ہٹ گئی ہے کہ حضرت قاسم میاں علیہ الرحمہ کا جسم اقدس نظر آنے لگا۔ کعبہ شریف کی طرف منہ کیے ایسے لیٹے تھے گویا داڑھی میں ابھی کنگھا کیا ہو۔ کفن اور جسم تروتازہ لگ رہے تھے ہم سب مزدور ایک دوسرے کو اشاروں سے بلا کر دیکھنے لگے کہ اتنے میں حضرت تاج العلماء محل سرائے برکاتی سے تیز رفتاری سے آئے اور ہم مزدوروں کو کہا کہ یہ کیا کر دیا۔ پھر پردہ ڈلو کر مونڈھے پر اس وقت تک بیٹھے رہے جب تک بنیاد کھود کر دیوار حضرت کے چہرے کا پردہ ہونے تک چن نہ گئی۔ یہ ایک مثال ان بزرگوں کی کرامت و عظمت کی ہے۔

### حضرت قاسم میاں علیہ الرحمہ کی کرامتیں:

مارہرہ شریف کے ڈاکٹر ایوب حسن صاحب قاسم میاں صاحب علیہ الرحمہ کے پاس روزانہ حاضری دینے والوں میں سے تھے، ایک بار وہ کئی روز تک حضور قاسم میاں علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے، جب حاضر خدمت ہوئے، تب ان سے حضرت نے اتنے روز غیر حاضری کی وجہ دریافت کی، جواب میں انہوں نے یہ عرض کیا کہ حضور خور و نوش کے انتظام میں لگا رہا، اس پر حضرت قاسم میاں علیہ الرحمہ نے پوچھا کہ آپ کے گھر کا یومیہ خرچہ کتنا ہے؟ جواب میں ڈاکٹر صاحب نے دو روپیہ یومیہ بتایا۔ کیونکہ حضرت قاسم میاں علیہ الرحمہ نے ۱۹۲۶ء میں وصال فرمایا لہذا اس سے قبل کا واقعہ ہے کہ میری یادداشت میں ۱۹۴۰ء میں پولس کے سپاہی کو تین روپیہ ماہانہ

اور ہیڈ کوپانچ روپیہ ماہانہ تنخواہ تھی، اندازہ لگائیے کہ اس وقت دو روپیہ یومیہ کتنا شاہانہ خرچ ہوگا۔ حضرت قاسم میاں علیہ الرحمہ نے ڈاکٹر ایوب حسن سے فرمایا کہ اگر آپ کو دو روپیہ یومیہ مل جایا کریں تو ہمارے یہاں روزانہ آیا کرو گے، شرط یہ ہے کہ بیمار ہو جاؤ گے تب بھی غیر حاضری نہ ہوگی، انہوں نے یہ شرط قبول کر لی، لہذا حضرت قاسم میاں علیہ الرحمہ نے ان سے فرمایا کہ کل سے تنیکے کے نیچے سے دو روپیہ نکال لیا کرنا۔ لہذا ان کا وظیفہ شروع ہو گیا۔ حضرت کے وصال کے بعد بھی وظیفہ جاری تھا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو حضرت قاسم میاں صاحب کے مزار پر حاضر ہوتے دیکھا۔ ان کی یہ بات بہت مشہور ہو گئی تھی۔ خدام نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب بیمار ہو جاتے تو چار پائی پر لیٹ کر آتے ہیں۔ میں نے تو جب دیکھا تب ڈاکٹر صاحب کی ستر کے آس پاس عمر تھی۔ بڑے ہی پابند شرع تھے۔ مہنگائی کے حساب سے ڈاکٹر صاحب کا وظیفہ بھی بڑھا ہوگا مگر یہ بات انہیں کو معلوم ہوگی۔

مبارک حسین مارہرہ ڈاک خانہ میں ڈاکیہ تھے، وہ گنج ڈنڈوارہ کے رہنے والے تھے۔ اپنا واقعہ مجھ سے یوں بیان کیا کہ حضور قاسم میاں علیہ الرحمہ صبح کے وقت مسجد کے سامنے تشریف رکھ کر فریاد سنا کرتے تھے۔ اس وقت میں ڈاک دینے گیا، میں نے بھی حضرت سے عرض کیا کہ سرکار میری بھی فریاد سن لی جائے وہ یہ کہ میں گنج ڈنڈوارہ کا رہنے والا ہوں، گھر جانے میں مجھے بہت پریشانی ہوتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ میرا تبادلہ میرے گھر ہو جائے، اس وقت حضرت نے مجھے ایک تعویذ دی اور ایک ہفتہ میں میرا تبادلہ میرے گھر ہو گیا، میں گوالیار کے ویٹیرینری کالج میں کورس کے آخری سال میں پڑھتا تھا، مجھے میرے پیر بھائی مولوی مظہر حسن بدایونی علیہ الرحمہ جو اس وقت درس نظامی کے معلم تھے، کا خط ملا کہ حضرت پیر و مرشد ۷ فروری ۱۹۵۶ء کو دصال فرما گئے لہذا کالج سے گھر آ کر خوب رویا اور دس روز تک اکثر اوقات روتا رہتا۔ میرے بڑے بھائی نصیر الدین علیہ الرحمہ جو میرے پاس رہتے تھے بہت سمجھاتے کہ کیا پاگل ہو گیا ہے؟ جس کا وقت آئے گا اسے جانا ہی پڑے گا میں بھی جاؤں گا اور تو بھی جائے گا۔ روتا کیوں ہے مگر آنسو نہ رکتے تھے۔ جب اس طرح دس



روز ہو گئے تو حضرت مرشدی تاج العلماء کو خواب میں دیکھا، میں قدموں میں گر کر رونے لگا کہ حضور مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے۔ وقت انہوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ تم اتنا افسوس کیوں کرتے ہو، میں تم پر ہر وقت نظر رکھتا ہوں، جب تم مارہرہ آیا کرو گے، تب تم سے مل لیا کروں گا پھر صبح سے رونا بند ہو گیا۔

حضرت سیدی تاج العلماء علیہ الرحمہ کا وصال ۲۴ جمادی الآخر ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۹۵۶ء بروز منگل ہوا، لہذا حضرت کا چہلم ۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء بروز ہفتہ ہوا۔

**خرقہ پوشی حضور احسن العلماء رضی اللہ عنہ:**

۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء بروز ہفتہ خرقہ پوشی عمل میں آئی۔ تب سے ۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء کو ۳۹ سال چھ ماہ حضور احسن العلماء زبیب سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رہے۔ آپ کے اخلاق و حکمت سے سلسلہ برکاتیہ کو خوب فروغ حاصل ہوا جس کو ان کے وارثین سے مزید فروغ ہوا حتیٰ کہ زائرین عرس کی تعداد سات آٹھ سو سے بڑھ کر لاکھ سو لاکھ تک ہو گئی۔ آپ نے منصب سجادگی کو اپنے خال محترم کے قدم بقدم چل کر بحسن خوبی نبھایا۔ اپنے وارثین میں چار شہزادے، ایک شہزادی چھوٹی۔ شہزادوں نے سلسلہ برکاتیہ میں مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔

**احسن العلماء کے دور میں تعمیرات و تبدیلیاں:**

تعمیرات کی ترتیب تو مجھے یاد کم ہیں، تاہم میں کوشش ترتیب وار ہی لکھنے کی کرتا ہوں۔ سب سے پہلے آپ نے مسجد برکاتی میں دروازے لگوائے، بعد میں ٹین کا سائبان لگوا یا۔

درگاہ برکاتیہ کا گنبد چنگ گیا، انجینئر کو دکھایا، اس نے فوری مرمت کا مشورہ دیا لہذا احسن العلماء رضی اللہ عنہ نے ڈیڑھ سو بوری سیمنٹ سے درگاہ برکاتیہ کی مرمت ایسی کروائی کہ برسوں کو بے فکری ہوئی۔ یہ بات حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے خود مجھے بتائی تھی۔ مسجد برکاتی کا فرش صحیح کروایا۔ وضو کے لیے پانی، ڈول رسی سے

کنویں سے نکالا جاتا تھا۔ اس کی جگہ ہینڈ پمپ لگوا دیئے۔

احسن العلماء ۲۸ سال کی عمر میں سجادہ نشین ہوئے تھے۔ سرپرستی کے لیے خانقاہ میں بڑے برادر حضور سید العلماء ۳۸ سال کے تھے، آپ کے والد سید بشیر حیدر آل عبا صاحب قبلہ محکمہ ریڈیو میں ملازم تھے، دہلی پارلیمنٹ اسٹریٹ پر دفتر تھا، آپ دہلی رہتے تھے۔ مجھے جہاں تک علم ہے حضرت احسن العلماء کی اہلیہ، امین ملت جو چوتھی سال میں اور شرف ملت جو سو سال کے ہوں گے۔ والدہ، دو بہنیں حضرت حافظہ عائشہ ان کی دو اولادیں سید جمال الدین اسلم اور بشریٰ فاطمہ تھیں، اور چچا حسین حیدر عرف حسین میاں صاحب تھے، آمدنی ماموں صاحب کے زمانے کی تھی۔ حضرت احسن العلماء نے اتنی کم عمر میں اکیلے خانقاہ کا بار اٹھایا تھا۔ آپ کی شخصیت بہت بارع تھی، قلیل آمدنی پورا خرچ، پھر اتنی تبدیلی کروانی بہت بڑی بات تھی۔

خانقاہ میں بجلی نہ تھی، چراغوں اور لال ٹینوں سے روشنی کی جاتی تھی، عرس پر بجلی کا ٹھیکہ دیا جاتا، وہ خانقاہ میں سب جگہ بجلی عارضی طور پر فٹ کرواتا، اور جزیئر سے بجلی سپلائی کرتا تھا، اس وقت جب شہر میں سرکاری بجلی آگئی، جب بھی ایسا ہی ہوتا۔

مجھے جہاں تک علم ہے کہ ایک مرید سیٹھ نے حضرت سے خانقاہ مسجد برکاتی محل سرائے سجادہ حویلی، مہمان خانہ وغیرہ میں بجلی فٹ کروانے کے لیے عرض کی۔ حضرت نے اس سے کہا کہ میرے پاس گنجائش نہیں، جب ہوگی، تب کرا لوں گا اس پر اس مرید نے عرض کیا کہ حضور آپ فننگ کا اسٹیٹیٹ بنوا کر بھیج دیجئے، میں اتنی رقم حضرت کی نظر کر دوں گا۔ بہت اصرار پر حضرت راضی ہوئے اس طرح سب طرف بجلی فننگ ہوئی۔

آپ نے اپنی حکمت عملی سے ذرائع آمدنی بڑھائے، مریدین کی تعداد بھی بڑھنے لگی۔ زائرین کی تعداد کے مطابق ضروریات بھی بڑھنے لگیں۔ پھر عرس پر امی کے گھر کے پیچھے گلی کے کنارے عارضی چار چھ اجابت خانوں کا اضافہ ہوا۔ خانقاہ کے جانب غرب مطبخ بنایا گیا، وہیں پر عرس میں کھانا کھلایا جانے لگا۔ محل سرائے برکاتی کو جانے والا پھاٹک صحیح کروایا، مطبخ کے سامنے پھاٹک سے متصل باؤنڈری کی مرمت

کروائی۔

پھر ٹیوب ویل لگوا کر، ٹینکی لگوا کر، پائپ فٹنگ کروا کر، ضرورت کی جگہوں پر پانی پہنچنے کا انتظام فرمایا۔ وضو کے لیے پانی کا انتظام ہوا، امی کے گھر کی جگہ دیوار لگوا کر دروازہ لگوا دیا۔ محل سرائے برکاتی میں فلیش لیٹرین اور باتھ روم تعمیر کروائی۔

محل سرائے برکاتی کے جانب غرب دروازہ کے پاس سنڈاس تھا۔ اس کو تڑوا کر لیٹرین بنوائے جو روزمرہ آنے والے زائرین اور مقامی خدام کے کام آتے ہیں۔ کنویں کو بند کروا کر دو ٹیاں لگوائیں۔ مسجد برکاتی کے کچے استنجے خانے اور غسل خانہ کو توڑوا کر اس کی جگہ کئی پیشاب گھر اور کئی غسل خانوں کی تعمیر کروائی۔

اس دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت کی آل میں دو بیٹوں اور ایک بیٹی کا اضافہ فرمایا۔ ان کی پرورش، تعلیم و تربیت بھانجے، بھانجیوں کی بھی پرورش، تعلیم و تربیت کا بار حضرت کے کاندھوں پر رہا۔

شہزادوں کی تعلیم پوری ہو کر ملازمت لگنے پر اور حضرت کے مریدین کی کافی تعداد بڑھنے، حضرت کے دورے پورے ملک و پاکستان میں ہونے پر آمدنی، خرچ سے زائد ہو جانے پر حضرت نے تین منزلہ بلڈنگ جس میں تقریبات ہوتی ہیں، مریدین ٹھہرتے ہیں، کی تعمیر کروائی۔ ایک امپیسڈ رکار بھی خریدی، پہلے حضرت کا سگج تانگے۔ پھر رکشے اور ٹرین سے تشریف لے جاتے تھے، دور مقام ٹرین سے مگر کار خریدنے کے بعد قرب و جوار میں تشریف کار سے لے جاتے تھے اس سے آرام بھی ہوتا اور وقت کی بھی بچت ہوتی۔

مسجد برکاتی کی شرقی فصیل جس پر بیٹھ کر سب لوگ وضو کرتے یا تو زمین پانی جذب کر لیتی ہوگی یا نالی سے پانی باہر نکل جاتا ہوگا، مجھے دھیان نہیں۔ اتنا ضرور دھیان ہے کہ فصیل کے سامنے ایک بار حضرت نے دو بھینس پالی تھیں، ۳۴ ہزار کی منگائی تھیں، سترہ لیٹر یومیہ دودھ دیتی تھیں۔ ان کے لیے چھپر کا گھر بنایا تھا، سرد ہوا سے بچنے کے لیے کڑب کی ٹٹیاں لگوائیں تھیں۔ خدام کے بتانے کے مطابق وہاں

پرانی لکھیا اینٹوں کے کمرے ہیں۔ جو علما کرام کی قیام گاہ کا کام دیتے تھے، پھر ان میں سدھار بھی ہوا۔

آخری سالوں میں بڑے پھانک کے جانب جنوب تین منزلہ بلڈنگ تعمیر کروائی اور تقریباً ۱۹۹۱ء میں تکمیل کو پہنچی۔ حضرت کے دور میں مذکورہ تبدیلیاں ہوئیں۔

**حضور احسن العلما کے دور کے اعراس:**

حضرت تاج العلما کے وصال کے بعد کئی سال تک عرس چار دن کا رہا۔ تعداد بھی کوئی خاص نہ بڑھی، وہ ہی رحمت کا سماں رہتا، اسی طریقہ پر عرس ہوا کرتا پھر حضرت کے دوروں کی وجہ سے مریدین کی تعداد بڑھنی شروع ہوئی۔ حضرت تاج العلما نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں پابند شرع آدمی کو ہی مرید کرنے کے موقف بٹادی تھی کہ جو اس سلسلے میں داخل ہو جائے گا فتنوں سے بچ جائے گا یہی موقف جاری رکھتے ہوئے حضور احسن العلما نے مریدین کرنا جاری رکھا بس جیسے جیسے مشرع مریدین کی تعداد کم ہوتی گئی، دیگر مریدین کی تعداد بڑھتی گئی، رحمت کی بارش کم، رونق کی بارش بڑھتی گئی۔ کتابوں کی دکانیں، سرمہ اور تعویذات و نقوش کی دکانیں، ٹوپوں کی دکانیں، خوردنی اشیا کی دکانیں، چائے ناشتہ کے ہوٹل بڑھتے گئے۔ شروع کے دنوں میں حضرت تاج العلما کے دور کے علمائے کرام اعراس میں شریک ہوتے رہے۔ ہاں مفتی خلیل خاں صاحب مارہرہ سے پاکستان چلے گئے۔

میلاد خواں کی حضرت تاج العلما علیہ الرحمہ کے دور میں دو جماعتیں تھیں، ایک: حافظ محمد جان صاحب ناصری بریلوی کی۔ دوسری: حاجی رئیس احمد بدایونی کی۔ شروع ادوار میں یہی جماعتیں رہیں، حاجی رئیس احمد کے ۱۹۵۹ء میں پاکستان چلے جانے سے اور حافظ محمد جان کے وصال سے یہ میلاد خواں جماعتیں ختم ہو گئیں۔ ان جیسے نعت پڑھنے والے آج تک مجھے نصیب نہ ہوئے۔ اس کے بعد نصیر پور کے دو بھائی میلاد اچھی پڑھتے تھے، اب بھی باحیات ہوں گے دو تین سال پہلے میری ان سے ملاقات ہوئی، پھر مناظر حسین جیسے گلے بازوں کا دور آیا، پرانا انداز، نعت پڑھنے

کا گذر گیا، پھر نعت پڑھنے کے ساتھ ایکٹنگ کا بھی دور آیا۔ وقت کے ساتھ ہر چیز کا انداز بدل گیا۔ اگر کوئی مجھ سے آج سے ۵۵ سال پہلے کے پروگرام اور عرس کا فرق پوچھے تو میرا جواب ہوگا کہ پہلے ہر عالم کی تقریر یا نعت خوانی میں سادگی تھی۔ اب تصنع زیادہ ہے، الا ماشاء اللہ پہلے علمائے کرام حدیث و قرآن کے حافظ ہو کر مدلل تقریر فرماتے تھے۔ اصلاحی تقاریر ہوا کرتیں، اب ان میں کے بہت کم علما رہ گئے، اب زیادہ تر جدید علما اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا خان صاحب بریلوی کی حدائق بخشش کے حافظ ہیں۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگر اعلیٰ حضرت نے حدائق بخشش نہ لکھی ہوتی تو آج کے جدید علما تقریر کیا کرتے، ایسا نہیں کہ پہلے کے علمائے کرام حدائق بخشش کو نہ جانتے تھے مگر ہاں جب اور جہاں موزوں ہوتا، حدائق بخشش کے اشعار بھی پڑھا کرتے۔ اگر یہ مضمون کسی صاحب کو برا لگے تو مجھے معاف فرمائیں اور میرے حسن خاتمہ کی دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے گا۔

احسن العلماء کے دور تک زائرین عرس کی تعداد سات آٹھ سو سے بڑھ کر تقریباً بارہ ہزار سے زائد ہو گئی تھی۔ اگر میں زندہ رہا تو ۲۸ تا ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو آنے والا عرس اٹھواں ہوگا۔ ان سالوں میں شروع میں عرس چار دنوں کا رہا مجھے جہاں تک یاد ہے۔ ۱۹۶۳ء کی چین یا ۱۹۶۵ء کی پاکستان سے جنگ کے بعد مہنگائی بہت بڑھ جانے سے کچھ سالوں کے لیے عرس دو دن کا کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد تین دن کا ہوا، جواب تک جاری ہے، ان ۵۹ سالوں میں میری یاد میں ۱۹۸۷ء کا عرس نہیں ہوا۔ حضرت احسن العلماء نے ایک سال عرس میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ آئندہ سال عرس قاسمی نہ ہوگا۔ آئندہ سال عین عرس قاسمی کے موقع پر حضرت احسن العلماء کے دل کا آپریشن ہوگا یا حضور احسن العلماء کی روشن ضمیری کا بین ثبوت ہے۔

۱۹۹۴ء کے عرس میں حضور احسن العلماء نے اعلان فرمایا تھا کہ آئندہ سال عرس قاسمی چار دن کا ہوگا۔ ستمبر ۱۹۹۵ء میں آپ پنت اسپتال میں بھرتی تھے۔ ہارٹ کی سرجری ہوئی تھی۔ مولانا بشیر سابق اناؤنسر عرس قاسمی حضرت کو دیکھنے دہلی گئے، حضرت سے عرض کیا کہ حضور اب کی بار عرس چار دن کا رکھنا ہے۔ پہلے روز تو لوگ کم

ہی آئیں گے۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ اللہ پہلے روز ہی لوگ زیادہ آئیں گے اور ہوا بھی ایسا ہی، کیوں کہ عرس قاسمی کا پہلا دن حضرت احسن العلماء کے وصال کے بعد چہلم کا دن تھا، یہ حضرت کی روشن ضمیری کا دوسرا ثبوت ہے۔

مارہرہ کے لوگ بھی پنت اسپتال دہلی گئے، انہوں نے پوچھا کہ حضرت اب ہم کب آئیں، فرمایا اب مت آنا، میں خود ۱۱ ستمبر کو آؤں گا اور ۱۱ ستمبر کو حضرت کا جنازہ آیا۔ یہ تیسرا روشن ضمیری کا ثبوت ہے۔ جب ادھر سے دہلی گئے اور حضرت کے فیملی ڈاکٹر نہال صاحب جو ہمراہ تھے، یہ کہا کہ پاپا آنے میں آپ کو تکلیف ہوئی، فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آنے میں تو تکلیف ہوئی، جانے میں بالکل نہ ہوگی۔ گویا آگے کی ہر بات آپ پر روشن رہتی تھی۔

### دور شہزادگان حضور احسن العلماء رضی اللہ عنہ:

مجھے جہاں تک یاد ہے کہ عرس قاسمی ۲۰ تا ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء چار روز کا ہوا تھا۔ ۲۰ اکتوبر کو حضور احسن العلماء کا چہلم ہوا۔ اسی دن حضرت امین ملت کی سجادہ نشینی کی خرقہ پوشی ہوئی تھی۔ جلسہ اس جگہ ہوا جہاں آج کل کتابوں کی مارکیٹ شروع کی گئی ہے۔ امین ملت کی سجادہ نشینی کے بعد خانقاہ میں جو بھی تعمیری کام ہوئے وہ چاروں بھائیوں کی شمولیت سے ہوئے ہیں۔

سب سے پہلے مزارات کے درمیان پلاسٹک بچھوایا گیا، اس کے بعد جائے تحصیل کی دیواریں تڑوا کر ملے بچھوایا گیا۔ مجھے کارکنان نے بتایا کہ اس کام میں دس ہزار روپیہ خرچ ہوئے۔ میدان صاف کروا کر چہار دیواری بنوائی گئی، گلشن برکات کا دروازہ بنایا گیا، پندرہ فلیش لیٹرین اور غسل خانے تعمیر ہوئے، اس سے قبل رفیق ملاجی کے گھر کے سامنے فلیش لیٹرین باتھ روم بنوائے گئے اوپر واٹر ٹینک رکھوایا، پھر راستہ میں دکانیں تڑوا کر ہال بنائے گئے بیچ میں سے محل سرارے برکاتی سے گلشن برکات کو جانے کا زینہ بنایا گیا۔ پہلے محل سرارے برکاتی کے قدیمی دروازے سے آتے

تھے۔ اس میں عورتیں کھڑی رہتی تھیں۔ اس سے حضرت کو نکلنے میں پریشانی ہوتی تھی، ہال جو بنوائے گئے ان کے اوپر تین قیام گاہ بھائیوں کے لیے بنائے گئے۔ پھر پیرانی امی محبوبہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زوجہ محترمہ حضور احسن العلماء رضی اللہ عنہ کی پریشانی کم کرنے کے لیے مستورات کے لیے محل سراے برکاتی سے متصل جانب شرق امی کا گھر کی تعمیر کروائی گئی۔ محل سراے برکاتی سے امی کے گھر کے لیے دروازہ لگوا دیا گیا۔ ماسٹر لعل خاں والے مکان کو تڑوا کر اقامت گاہ علماء کرام بنائی گئی۔ مسجد برکاتی کو جانے والے بڑے پھاٹک سے جانب شمال جو دوپٹ کوٹھا تھا جو حضرت تاج العلماء رضی اللہ عنہ اور شروعاتی دور احسن العلماء رضی اللہ عنہ میں چاول کی پیال بھرنے کے کام آتا تھا۔ اس کے سامنے بجلی فنگ ہونے سے پہلے جنریٹر رکھے جاتے تھے اس کو تڑوا کر اس کی جگہ کاریں کھڑی کرنے کا گیرج بنایا گیا۔ اس کے اوپر برکاتی لائبریری بنائی گئی ہے، چھوٹی سرکار کے جانب غرب پلاٹ میں مدرسہ قاسم البرکات کے لیے دو منزلہ عمارت بنائی گئی ہے۔ پرانی تحصیل کی جگہ جہاں گلشن برکات بنا، جگہ کم ہونے سے زائرین نہ آتے، اس وجہ سے متصل کی تین بیگھا جگہ خریدی، تب جا کر میدان کا اضافہ ہو گیا اور وہاں مطبخ کا انتظام کیا گیا۔ زائرین کی تعداد ہر عرس میں بڑھنے سے تین بیگھا زمین کو گلشن برکات کے میدان میں تقریری پروگرام کے لیے شامل کر دی گئی۔ تین بیگھا زمین اور خرید کر مطبخ بنایا گیا۔ پھر بھی زائرین کی تعداد کے اضافہ کی وجہ سے کچھ زمین مطبخ کے لیے لی گئی ہے ایسا کارکنان نے بتایا۔ درگاہ کے سامنے راستہ تنگ ہونے سے اور بھیڑ کا دباؤ کم کرنے کی غرض سے درگاہ کے متصل جانب غرب پرانے مطبخ کی دیوار تڑوا کر ۴-۵ فٹ پیچھے ہٹا کر لگوائی گئی ہے۔ مسجد برکاتی کے سامنے والے بیٹھک اور دالان کو تڑوا کر از سر نو ایک منزلہ کی جگہ دو منزلہ تعمیر کروائی گئی اور امی کے گھر کے اور مہمانوں کے لیے متعدد کمرے بنائے گئے ہیں۔ مسجد برکاتی کی جانب شرق پرانے کمروں کو تڑوا کر نئے کمرے بنائے گئے ہیں، ان میں امی کے گھر اس کے اوپر متعدد فلیش لیٹرین اور باتھ روم بنائے گئے ہیں، درگاہ کی اور سب کی پرانی قلعی کھرچ

کر جوڑکوں پر مشتمل تھی الگ کر کے از سر نو قلعی اور ڈسٹپر کلر کرائے گئے ہیں۔ شروع کے بلند دروازے باہر کی دوکانیں خرید لی گئی ہیں اندر کی دوکانوں کا علم نہیں۔ خالی کرائی گئیں ہیں یا نہیں؟۔ شروع کے بلند دروازے کو اور وسیع کر کے بنانے کا سنا گیا ہے تاکہ درگاہ سے دروازہ تک کا دروازہ چوڑا ہو کہ زائرین کی بھیڑ کا دباؤ کم کیا جاسکے۔ محل سراے برکاتی کے سامنے کی دیوار سجادہ حویلی کی اور درگاہ کے اندر حجروں کی مرمت، پلاسٹر اور رنگ وغیرہ کروایا گیا۔ امی کا میری پیرانی امی حضرت منظور فاطمہ۔ حضرت سید آل عبا قدس سرہ اور ان کی صاحب زادی حضرت حافظہ عائشہ قدس سرہا اور متصل مزار نئی ٹیکنک سے بنوائے گئے۔ سید یحییٰ حسن علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت چھما میاں کے حجرے میں دفن کیا گیا اور مریدین کے فاتحہ خوانی کے لیے کھڑے ہونے کے لیے ان کے سمت پائیں حجرہ تڑوا کر انہیں بھی نئی ٹیکنک سے دیدہ زیب بنوایا گیا ہے۔ میں نے جو تعمیرات کی فہرست دی ہے۔ ہو سکتا ہے ابھی اور تعمیرات کا ذکر رہ گیا ہو۔ دادا میاں کی درگاہ کی مسجد، حجرہ اور باہر دوکانوں کی جدید تعمیر ہوئی ہے۔ میری ۵۹ سالہ حاضری اور گزشتہ تاریخ کے پس منظر میں درگاہ کے اندر توسیع اور تعمیر حضور احسن العلماء اور حضور امین ملت اور ان کے برادران کے دور میں ہوئیں، پہلے کسی بزرگ کے دور میں نہ ہوئیں۔

### عرس قاسمی کا منظر حضرت امین ملت اور ان کے برادران کے دور میں:

احسن العلماء رضی اللہ عنہ کے دور تک جہاں حضور تاج العلماء کے دور کے عرس میں سات آٹھ سو کی جگہ زائرین عرس کی تعداد بارہ ہزار کے قریب پہنچی تھی، وہاں موجودہ دور میں زائرین عرس کی تعداد لاکھ سے اوپر ہو چکی ہے۔ ہر سال تقریباً دس ہزار زائرین عرس کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ زائرین کے قیام طعام کا انتظام مرشد برکاتی برادران کی طرف سے ہوتا ہے بلکہ تاجرتک شریک طعام ہوتے ہیں، شہر اور آس پاس کے گاؤں کے لوگ بھی۔

## عرس قاسمی کا طعام اور اس کی برکت کا منظر:

عرس قاسمی میں دونوں وقت بڑے کا گوشت خالص سرسوں کے تیل میں بنا ہوا اور تنوری روٹی پیٹ بھر کے کھلائی جاتی ہے۔ صبح کو چائے اور مٹری کا ناشتہ دیا جاتا ہے۔ کھانا چوبیسوں گھنٹے پکنا رہتا ہے۔ روٹیوں کے لیے بیس تنور لگائے جاتے ہیں۔ میں نے ایک بار ایک روٹی پکانے والے سے سوال کیا کہ ایک روٹی پک کر تیار ہونے کے لیے کتنا وقت درکار ہوتا ہے؟ اس نے بتایا کہ ایک منٹ۔ اب حساب لگائیے کہ ۲۴ گھنٹوں میں ۱۴۴۰ منٹ ہوتے ہیں گویا ایک تنور سے چوبیس گھنٹوں میں ۱۴۴۰/۱۵۰۰ اور زیادہ روٹیاں تیار ہوتی ہیں تو بیس تنور سے تیس ہزار روٹیاں تیار ہوں گی۔ اب کھانے والے لاکھوں میں وہ بھی دوبار۔ پھر یہ ضروری نہیں کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک ہی روٹی کھائے اس سے برکاتی لنگر کی برکت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

## مرشدان برکاتی اور خانقاہ برکاتیہ کی امتیازی شان:

یہ واحد خانقاہ ہے جہاں شرع کے خلاف کسی کام کی اجازت نہیں۔ یہاں کے مرشدان و خدام کسی زائر سے ایک پیسہ طلب نہیں کرتے۔ امیر و غریب سب کے لیے یکساں طعام و قیام کا انتظام ہوتا ہے۔ اگر کچھ تفریق بھی ہوتی ہے تو وہ بھی حدیث کے حکم کے مطابق یہاں کے مرشدان نے کبھی بھی نذرانہ کی توقع نہ رکھی۔ اپنی معاش ظاہری سے اپنے اخراج چلائے اگر کسی مرید نے اپنی مرضی سے کچھ نذر کیا تو قبول فرمالیا۔ نذرانہ دینے اور نہ دینے والے میں بھی کسی طرح کی تفریق نہ فرمائی۔ البتہ قدیم سے طریقت میں یہ دستور چلا آیا کہ مریدین اپنے پیر کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے چلے آئے، اسی دستور کے تحت میرے پیرانے میں بھی اگر والد بیٹے کو بیعت کرتے ہیں تو بیٹا باپ کو ایک روپیہ نذر کرتا ہے۔ یہ دستور قدیم کی پاسداری کے لیے ہوتا ہے۔ لہذا میں زائرین سے عرض کروں گا کہ دستور قدیم پر چلنے کی غرض سے اپنے مرشد کو نذرانہ ضرور کیا کریں۔ یہ ہمارے سرکار مارہرہ خود علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اردو

شعبہ میں پروفیسر ہیں۔ دوسرے برادر حضور اشرف میاں صاحب انکم ٹیکس کمشنر ہیں۔ تیسرے بھائی حضور افضل میاں صاحب آئی، پی، ایس ہیں اور آئی جی پولیس ہیں۔ رفیق ملت کا بھی کچھ کاروبار ہے اور درگاہ کی زمین کاشت اور باغ سے آمدنی آتی ہے۔

## اختتام:

مضمون لمبا نہ ہونے کی غرض سے مضمون کو مندرجہ ذیل الفاظ سے ختم کرتا ہوں۔ ویسے پرانی یادیں اور باتیں بہت ہیں۔ اس وقت خانقاہ میں سب سے زائد عمر رسیدہ بزرگ سید الشاہ مرتضیٰ حیدر عرف حسین میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں مجھے ان کے پیر بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے وہ اس وقت خانقاہ کے دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور علیل و کمزور ہیں ان کی طرف سے میں بہت فکر مند رہتا ہوں اور ان کی صحت یابی اور عمر درازی کے لیے روز دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر بیماری سے شفا بخش کر عمر دراز فرمائے۔ ان کی قلت خون دور فرمائے اور دوسرے بزرگ سید الشاہ آل رسول حسنین عرف نظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ و ممبئی میں زیر علاج ہیں ان کو بھی شفا عطا ہو اور ان کی بھی عمر دراز ہو۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ النبی الکریم و علی آلہ الصلوٰۃ و التسلیم سبھی مرشدان، پیرزادگان، پیرانیوں، پیرزادیوں کو اللہ سلامت رکھے، اور ان کا غلاموں پر بالخصوص مجھ بوڑھے غلام پر ان کا سایہ قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم و علی آلہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

## جامعہ البرکات کا دس سالہ سفر : کارگزاریاں اور حصولیابیاں

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی، جوائنٹ سیکریٹری، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی

### جامعہ البرکات کے قیام کے اغراض و مقاصد:

البرکات خانقاہ برکاتیہ کا تعلیمی مشن ہے۔ اس خانقاہ سے ہمیشہ علم کی ترویج و اشاعت ہوتی رہی ہے۔ ہمارے مشائخ روحانیت کے علم بردار ہونے کے ساتھ ساتھ علم کے فروغ کے حامی تھے۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے جنہوں نے ثقافت اسلامی کو خوب مالا مال کیا۔ حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ نے علی گڑھ میں تعلیمی ادارہ قائم کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ جس کو ان کے لائق فرزند ان گرامی نے شرمندہ تعبیر کیا۔ ۱۸۵۷ء سے لے کر اب تک مسلمانان ہند تعلیم کے حصول کے مسائل سے دوچار ہیں۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر وسائل ہیں بھی تو تعلیم کی طرف کوئی رغبت نہیں اکثریت کے پاس وسائل ہی نہیں تو پھر تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ کیسے بیدار ہوگا۔ خانقاہ برکاتیہ کے ذمہ داران نے تعلیم کی اہمیت کو سمجھا اور اس ادارے کی بنیاد ڈالی جس میں ہم تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء و طالبات کو تربیت کے زیور سے بھی آراستہ کرنے کا عزم رکھتے اور چاہتے ہیں ان کے اندر وہ تمام اقدار موجود ہوں جو ایک ایمان دار، خوش اطوار، وطن سے محبت کرنے والے شہری میں ہوتی ہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ اب دنیا ایک گلوبل ویلج کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ تعلیمی ادارے کثرت سے کھل رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی تعلیم یافتہ لوگوں میں اچھی اقدار کا فقدان ہے جو ماضی کے تعلیم یافتہ لوگوں میں تھا۔ لہذا ایسے اداروں کا وجود میں آنا بہت ضروری ہے جو اپنے تعلیمی نظام، نصاب اور تربیت کے ذریعہ طلباء کی شخصیت سازی و

کردار سازی میں اہم کردار ادا کر سکیں۔ لہذا ۱۹۹۵ء میں حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قادری مدظلہ العالی کی صدارت اور حضرت شرف ملت سید محمد اشرف میاں صاحب کی نیابت، حضرت سید محمد افضل میاں صاحب اور رفیق ملت حضرت سید نجیب میاں صاحب کی رفاقت میں البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی وجود میں آئی۔ ۲۰۰۱ء میں اس کے نصاب کے تعین کے لیے علمائے کرام و دانشوران قوم کے مشورے حاصل کیے گئے۔ ۲۰۰۲ء میں البرکات کے اداروں کی عمارتوں کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور جب سے تعمیر و تعلیم مسلسل جاری ہے۔

### کارگزاریاں و حصولیابیاں:

ہم تعمیری ترقیوں کا ذکر کریں تو لگ بھگ دس سال کے عرصے میں دس وسیع و عریض عمارتیں البرکات کیمپس میں تعمیر ہوئیں مزید دو عمارتیں زیر تعمیر ہیں انشاء اللہ اس سال پایہ تکمیل کو پہنچیں گی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس رفتار سے یہاں تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ تعمیری حسن کے بارے میں کہنے سے کیا فائدہ دیکھنے والوں نے بہت کچھ دیکھا اور سمجھا ہے۔ ایشیاء کے نامور و معروف نقشہ نویس آئی ایم قادری صاحب جو ٹائٹل کے پرائنٹ نقشہ نویس ہیں۔ انھوں نے ہی ساری عمارتوں کا نقشہ بنایا ہے۔

حضرت شرف ملت نے فرمایا کہ ہمارے یہاں عمارتیں اتنی دراز قامت، وسیع اور کھلی کھلی اس لیے ہیں اور ہم نے بہت سی زمین اپنی عمارتوں کے درمیان اس لیے خالی چھوڑ رکھی ہے کہ یہاں رہنے والے طلباء کے فکر و فہم کا دائرہ وسیع ہو اور ذہنیت میں بلندی پیدا ہو۔

یہ تو رہی تعمیر کی بات اب اگر ہم تعلیمی معیار کی بات کریں تو کسی بھی تعلیمی ادارے کا معیار کا اندازہ وہاں کے نتائج سے لگایا جاتا ہے ہمارے البرکات پبلک اسکول کے دسویں اور بارہویں کلاسوں کے سی بی ایس سی بورڈ کے نتیجے اسکول کے قیام

سے لے کر اب تک امتیازی حاصل ہوئے۔ سارے بچے اول مقام حاصل کرتے ہیں۔ طلباء میں اردو اور انگریزی بولنے اور لکھنے کا شعور آ جانا، اسپورٹس اور ادبی وثقافتی سرگرمیوں میں شامل ہونا اور اس میں کامیابی حاصل کرنا، بڑوں کا ادب، چھوٹوں کا لحاظ، شعرا اسلامی کی پابندی، خوش اخلاقی، ہم اپنے بچوں میں پیدا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ یہ اپنے آپ میں خود بڑا کارنامہ ہے کسی تعلیمی ادارے کے لیے۔

ایم بی اے اور بی ایڈ کے طلباء و طالبات یہاں سے تعلیم حاصل کر کے اپنے معاش کے جائز اور بہترین ذریعے تلاش کر رہے ہیں اور یہ مواقع اچھی تعلیم اور تربیت کی وجہ سے حاصل ہو رہے ہیں۔ اس سال ہمارے ایم بی اے کے طلباء کو بڑی اچھی ماہانہ تنخواہوں پر نوکریاں حاصل ہوئیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے یہاں سے فارغ طالب علم اگر ایک اچھے مرتبے اور منصب پر فائز ہے اور نیک نامی کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے تو یہی البرکات کے قیام کا مقصود ہے۔

ایک بہت بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی کہ ہمارے سبھی اداروں کو مرکزی حکومت کی جانب سے اقلیتی ادارے کا درجہ حاصل ہوا جس کے بہت دور رس فائدے ہیں جن کا براہ راست نفع ہمارے یہاں داخل ہونے والے طلباء اٹھا رہے ہیں۔ بڑی تسلی کی بات یہ ہے کہ بہت قلیل مدت میں شہر علی گڑھ اور بیرون علی گڑھ میں البرکات نے اپنا ایک مقام بنالیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں کے طلباء و طالبات ہمارے یہاں زیر تعلیم ہیں۔ ایک اور بات جسے میں امتیاز تصور کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم ان طلباء کی بھی تعلیمی صلاحیتیں ابھارنے میں کامیاب ہوئے جو اگر یہاں نہ آتے تو شاید وہ ایسے نہ ہوتے جیسے بن کر نکلے۔ بہت زیادہ پڑھے لکھے والدین کے بچوں یا متمول گھرانے کے بچوں کو تو کوئی بھی ادارہ تعلیم دے سکتا ہے لیکن ایسے طلباء کو جن کے یہاں کبھی تعلیم کا ماحول نہ رہا ہو ان کو تعلیمی طور سے مضبوط بنا کر اعلیٰ تعلیم کے لیے تیار کر دینا جیسا کہ ہو رہا ہے ہم البرکات کا تعلیمی امتیاز سمجھتے ہیں۔ البرکات

ایجوکیشنل سوسائٹی کی منظمہ کمیٹی کی میٹنگ میں اس مسئلہ پر پورے شد و مد کے ساتھ غور خوض کیا جاتا ہے اور سوسائٹی چاہتی ہے کہ البرکات مستقبل میں یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرے لیکن اس میں ابھی مزید وقت درکار ہے۔ موجودہ اداروں کو پوری طرح سے استحکام حاصل ہو جائے اور پوری طرح سے خود کفیل ہو جائیں، معیار کے اعتبار سے عالمی شہرت یافتہ ہو جائیں۔ تب انشاء اللہ اس کی پہل کی جائے گی۔ یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرنے میں بہت سے اور زیادہ اخراجات مزید البرکات پر پڑیں گے اس کے لیے ایک کارپس فنڈ کے قیام کی جدوجہد جاری ہے جو یونیورسٹی ہونے کی شکل میں اپنے آئندہ منصوبوں کا بار سنبھال سکے۔ آپ دعا کریں کہ وہ دن جلد آئے کہ ہم ان تمام کاموں کو بخوبی انجام دیں اور البرکات، البرکات یونیورسٹی کی شکل میں نظر آئے۔

### جامعہ البرکات کے مختلف شعبہ جات:

البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے زیر اہتمام البرکات پبلک اسکول، البرکات قادریہ گرلز اسکول، البرکات پبلک اینڈ لرن سینٹر، البرکات انسٹی ٹیوٹ آف منجمنٹ اسٹڈیز (ایم بی اے کا ادارہ)، البرکات انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن (بی ایڈ کی تعلیم کا ادارہ)، البرکات جامعہ ہمدرد اسٹڈیز سینٹر بی بی اے، بی سی اے۔ کی فاصلاتی تعلیم کا ادارہ جس کا الحاق جامعہ ہمدرد دہلی سے ہے۔ البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ جس کا قیام جلد ہی ان شاء اللہ عمل میں آئے گا اور اس کی عمارت دو چار ماہ میں پائے تکمیل تک پہنچ جائے گی۔

### البرکات آفٹرنون اسکول:

مالی اور سماجی طور پر کمزور بچوں کے لیے ایک اسکول قائم کیا جولائی ۲۰۱۱ء سے عمل میں آ گیا ہے۔ اس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء میں صرف سو روپیہ ماہانہ فیس لی جاتی ہے وہ بھی صرف اس لیے کہ ان کے اندر خود اعتمادی رہے اور کسی طرح کمتری کا جذبہ نہ پیدا ہو پائے۔ حالانکہ ان طلباء کو سوسائٹی کی جانب سے یونی فارم اور

کتا میں تک کا انتظام بلا معاوضہ کیا گیا ہے۔ ہماری سوسائٹی کے اس قدم کی شہر علی گڑھ کے سبھی طبقتوں میں بہت پذیرائی ہوئی۔ چاہنے والوں نے بڑی نیک خواہشات پیش کیں۔ حالانکہ یہ کام سوسائٹی نے سماجی بہبود اور خانقاہ کے مشن کا ایک ضروری حصہ سمجھتے ہوئے کیا ہے۔ ابھی فی الحال یہ شعبہ جات ترویج علم میں مصروف ہیں۔

### مجوزہ ادارے:

یہاں جو مستقبل کے لیے زیر غور ادارے ہیں ان میں ”البرکات کالج آف گریجویٹ اسٹڈیز“ ہے جس کی عمارت تعمیری مراحل سے گزر رہی ہے۔ اس ادارے کا الحاق آگرہ یونیورسٹی سے ہوگا۔ آنے والے ایک دو سالوں میں اس انسٹی ٹیوٹ سے بھی تعلیم کا سلسلہ جاری ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک آئی ٹی آئی کے قیام کا ارادہ البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کا ایک اہم ایجنڈا ہے جس کے تحت بہت سے ڈپلوما اور سرٹیفیکٹ کورسز کرائے جائیں گے۔ یہ کورسز ان طلباء کے لیے ہوں گے جو کسی وجوہات اور مالی حالت کے تحت تعلیم حاصل نہ کر پائے مثلاً الیکٹریشین، پلمبرنگ، کارپنٹری، ریفریجریٹر، موبائل ریپیرنگ، اسکرین پرنٹنگ، ٹائپنگ، شارٹ ہنڈ، کمپیوٹر وغیرہ۔

ہماری سوسائٹی کا ارادہ ہے کہ ہم پیرامیڈیکل کورسز کے ادارے کا قائم کریں جس میں طلباء آپریشن ٹھیٹر، ڈپلوان ڈائی لیز، فیوژیو تھراپی، کی تعلیم حاصل کر کے ملک اور بیرون ملک ایک عزت دار نوکری حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت امین ملت مدظلہ کی دلی خواہش ہے کہ اعلیٰ اور معیاری میڈیکل اور انجینئرنگ کالج کا بھی قیام ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سبھی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین۔

### البرکات کے تعلیمی اداروں کے نصاب، نظام تعلیم اور رہائشی نظام:

البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز میں جو بھی ادارے ہیں ان کا نصاب تعلیم جن اداروں سے ان کا الحاق ہے ان کے مطابق ہے۔ اسکول کا نصاب سی بی ایس سی

کے قانون کے مطابق ہے لیکن ہم نے اس میں دینیات کا اضافی گھنٹہ رکھا ہے اردو کی تعلیم پر خاص توجہ دیتے ہیں اس بار دسویں کلاس کے امتحان میں طلبہ نے اردو میں امتیازی نمبر حاصل کیے۔ تقریباً سبھی طلباء و طالبات نے ۸۰ فی صد سے زیادہ نمبر اردو میں حاصل کیے۔ دینی تعلیم اور اخلاقی تعلیم کو ہم بچوں کے لیے بے حد ضروری سمجھتے ہیں لہذا ویسا ہی انتظام بھی کیا ہے۔ اسکول میں دینیات کی تعلیم کے لیے علمائے کرام کا تقرر کرتے ہیں تاکہ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ نسواں اسکول میں اس سب کے علاوہ سلائی، کڑھائی، بنائی، اور کرافٹ کے کاموں کے لیے بھی الگ سے کلاسز کا انتظام ہے تاکہ وہ امور خانہ داری میں بھی اس تربیت سے استفادہ کریں۔

البرکات انسٹی ٹیوٹ آف منجمنٹ اسٹڈیز میں ایم بی اے کی تعلیم دی جاتی ہے اس ادارے کو منظوری مرکزی حکومت کے ادارے AICTE سے ہے اور الحاق UPTU سے GBTU سے مشترکہ طور پر ہے اس ادارے میں نصاب کا تعین یونیورسٹی کی جانب سے ہی ہوتا ہے لیکن ایم بی اے کے طالب علم کو درس کے ساتھ مکمل تربیت کی اشد ضرورت ہوتی ہے اس کے لیے سوسائٹی نے ایک ایسی کمپنی سے وابستگی رکھی ہے جو خاص طور پر پروفیشنل کورسز کے طلباء کی مکمل تربیت کرتے ہیں۔ ہم نے ادویت نامی کمپنی سے اس سال تک معاہدہ کیا ہوا تھا وہ ہفتہ میں دو دن تشریف لاتے ہیں اور طلباء کو شخصیت سازی زبان و بیان میں دسترس، ترسیل کے تمام اصول و ضوابط اور اچھی تحریر رقم کرنے کے ہنر سے روشناس کراتے ہیں تاکہ طالب علم جب نوکری کے لیے جائے تو پورے طور سے انٹرویو کے مراحل کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو۔ ہمیں سوسائٹی کے نائب صدر حضرت شرف ملت نے حکم دیا ہے کہ ایم بی اے کے طلباء و طالبات کے لیے ہماری جماعت کے علمائے کرام تشریف لائیں اور اسلامی تعلیمات کے حوالے سے ایم بی اے طلباء کو لیکچر دیں تاکہ انہیں یہ پتہ چلے کہ مذہب میں معاشرے میں رہنے کے کیا طریقے تجویز کیے ہیں۔ معاملات دنیا کو مذہب کی روشنی میں کس طرح انجام دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔



انشاء اللہ اس سال سے یہ نیک عمل بھی اس ادارے میں جاری ہو جائے گا۔ ہم طلبہ کو روزانہ انگریزی خبرنامہ جس کا تعلق خاص طور سے کاروباری دنیا سے ہے دیتے ہیں اور وہ اُسے اپنے ہمراہ لے بھی جاسکتے ہیں تاکہ وہ دنیا بھر کے ترقیاتی اور کاروباری نظام سے آشنا رہیں۔

البرکات انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن جس میں بی ایڈ کی تعلیم جاری ہے اس کو منظوری NCTE جے پور سے ہے اور الحاق بی آرا مبیڈ کر یونیورسٹی آگرہ سے ہے۔ اس کا نصاب بھی آگرہ یونیورسٹی سے طے شدہ ہے۔ چونکہ اس ادارے میں پڑھنے والے خود بھی مستقبل کے اساتذہ ہیں اس لیے ان کی شخصیت سازی بے حد ضروری ہے۔ اس لیے ان کے لیے Orientation program اور توسیعی خطبات کے ذریعہ درس تدریس کی باریکیوں اور تعلیم کے جدید تقاضوں سے طلباء و طالبات کو روشناس کراتے ہیں ہر سال اسکاؤٹ کیمپ کا انعقاد ہوتا ہے۔ بی ایڈ کے طلبہ کے لیے ایجوکیشنل ٹور کرائے جاتے ہیں تاکہ ان کے تجربات میں اضافہ ہو۔

جہاں تک نظام تعلیم کا سوال ہے تو میں عرض کروں گا کہ کسی بھی ادارے کو معیاری بنانے کے لیے وہاں کا نظم و نسق صحیح ہونا ضروری ہے اور ہم اپنے ادارے میں نظم و نسق کے سلسلے میں کسی بھی سطح پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے۔ اساتذہ کے انتخاب میں کسی بھی قسم کی سفارش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ طالب علم مقابلہ جاتی امتحان میں پاس ہونے کے بعد اسکول میں داخل ہوتے ہیں۔ ہر چیز نظام الاوقات کے مطابق انجام دی جاتی ہے۔ ہماری بھرپور کوشش رہتی ہے کہ ہمارے اساتذہ ایک اچھے پاکیزہ ماحول میں اور اپنے تدریسی وقار کے ساتھ آزادانہ اور اچھی تنخواہ کے ساتھ خوش رہ کر تعلیم و تدریس کا فریضہ انجام دیں۔ اور طلباء سے توقع ہوتی ہے کہ وہ تمام تر سہولتوں کی فراہمی کے ساتھ ڈسپلین میں رہ کر اپنے تعلیمی مقاصد حاصل کریں۔ الحمد للہ البرکات کا رہائشی نظام اور جگہوں سے منفرد بھی ہے اور ممتاز بھی، ہمارے یہاں تین ہاسٹلز ہیں۔ (۱) پیم پرکاش ہاسٹل (جو حضور صاحب البرکات کے ہندی دیوان پیم پرکاش سے

منسوب ہے) یہ ہاسٹل نویں کلاس تک کے بچوں تک کے لیے مخصوص ہے (۲) البرکات گاما بھائی ہاسٹل، اس میں بڑی کلاسیں اور پروفیشنل کلاسوں کے طلباء مقیم ہیں (۳) البرکات محبوب فاطمہ گرلز ہاسٹل، یہ ہمارے ادارے کی طالبات کے لیے مخصوص ہے۔ لڑکیوں کا اسکول اور لڑکیوں کا ہاسٹل ایک ہی چہار دیواری میں واقع ہیں تاکہ بچیاں اپنے ہی ماحول میں اسکول جائیں اور بہت ہی سکون و اطمینان کے ساتھ اپنے ہاسٹل میں رہائشی زندگی گزاریں۔

البرکات ہاسٹلز کے نظام کی کچھ اپنی خصوصیات ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ یہاں ہاسٹل میں ہر چیز گھڑی کی سوئی کے ساتھ منسوب ہے جس میں عبادات بالخصوص نماز پنجگانہ کی ادائیگی یہاں کے رہائشی نظام کا ایک اہم جزء ہے۔ اس کے ساتھ بعد نماز فجر قرآن کی تعلیم حفاظ اساتذہ کے ذریعہ فراہم کی جاتی ہیں، روزمرہ کے شرعی و دینی مسائل اور عقائد کی تعلیم کے لیے روزانہ تربیت کلاسز کا انعقاد اور سال کے آخر میں اسلامی معلومات کا امتحان، ان تمام باتوں کا بہت ہی سنجیدگی کے ساتھ نفاذ کیا جاتا ہے۔ ہم جو کھانا بچوں کو فراہم کرتے ہیں تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ شاید دوسرے اقامتی اداروں میں ایسا انتظام عقابا ہے۔

تمام ہاسٹل ایئر کولڈ ہیں۔ بعد نماز مغرب تمام رہائشی طلباء کے لیے باہر سے دو گھنٹہ کے لیے اساتذہ تشریف لا کر ٹیوشن فراہم کرتے ہیں، بعد نماز عصر چائے کے وقفہ کے بعد ماہرین کھیل بچوں کو اسپورٹ کے تمام ضابطوں کے حساب سے البرکات گراؤنڈ پر مختلف کھیل سکھاتے ہیں۔ الحمد للہ ہمارے بچے رمضان المبارک کے روزے تو رکھتے ہی ہیں نفلی روزوں کے اہتمام میں بھی کبھی پیچھے نہیں رہتے۔ اسی طرح لڑکیوں کے ہاسٹل میں عالمہ اور قرآن کی استانی بچیوں کی تربیت کے لیے روز تشریف لاتی ہیں ان کے بھی کھیل کود کے واسطے خاتون معمر ہیں۔ رہائشی بچیوں اور بچوں کے لیے کینٹین کا معقول انتظام ہے۔ ایک چھوٹا سا اسپتال جس میں دو مرد ڈاکٹر اور ایک لیڈی ڈاکٹر معمر ہیں۔ دوا کی فراہمی بھی ہاسٹل کی طرف سے کی جاتی ہے۔ بچوں کی

پڑھائی کا ایک دور بعد نماز عشاء بھی جاری رہتا ہے۔ ان تمام چیزوں میں اور اس کے نظام میں میری معلومات کے مطابق کبھی کوتاہی نہیں ہوئی اور نہ کوئی سمجھوتہ۔ شاید اسی تربیت کا اثر ہے کہ آج سی بی ایس سی بورڈ کے سالانہ امتحانوں میں ٹاپرس کی اکثریت ہاسٹل طلباء کی ہے کبھی بھی ہاسٹل میں مقیم کوئی طالب علم فیل نہیں ہوا، ہم ہاسٹل کے کمزور بچوں کی الگ سے شناخت کرتے ہیں اور ان کی پڑھائی کا الگ سے خیال بھی۔ ہم اپنے حسب توفیق جتنا رہائشی نظام بہتر بنا سکتے ہیں اس سے زیادہ بنانے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں اور نیت بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید ترکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

### البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ: نصاب اور نظام تعلیم

مدارس اسلامیہ سے فارغ التحصیل علمائے کرام کی تربیت اور دیگر علوم و فنون سے ان حضرات کو روشناس کرانے اور اسلامی موضوعات پر مزید تحقیق کے ارادے سے البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی نے مشرقی علوم کا یہ شعبہ کھولنے کا عزم کیا۔ اس ادارہ کا نام ”البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ“ تجویز کیا گیا ہے۔ اپریل میں حضرت امین ملت کی سرپرستی اور حضرت شرف ملت کی نگرانی میں ایک مینٹنگ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں اپنی جماعت کے مقتدر علمائے کرام، دانشور اور اساتذہ کرام نے شرکت کی۔ جس میں متفقہ رائے سے نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور دیگر امور کے سلسلے میں بہت اہم تجاویز حاصل ہوئیں۔

یہ ادارہ دو مقاصد کے تحت وجود میں آیا ہے۔ اول: جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ۔ ہماری جماعت میں ابھی بہت کچھ کام ہونا باقی ہے ایسا نہیں کہ ہمارے علماء و مشائخ اور دانشوروں نے ہمارے لیے علمی اثاثہ نہیں چھوڑا۔ تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم انہیں تلاش کریں اور اس پر کام ہو، تا کہ ہمیں کسی دوسرے پر منحصر نہ ہونا پڑے۔ آپ دیکھیں کہ اب تک درس نظامی میں رائج بہت ساری کتب ایسی تھیں کہ جن کے حاشیہ نگاروں کے اور

ہمارے عقائد میں شدید اختلاف ہے لیکن کتابیں نصاب کے تقاضوں کو پورا کرتیں تھیں لہذا انہیں پر اکتفا کیا گیا لیکن الحمد للہ یہ شرف بھی خانقاہ برکاتہ کو حاصل ہوا کہ حضرت امین ملت کی سرپرستی میں الجامعہ الاشرفیہ مبارک پور میں ”مجلس برکات“ کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے تحت وہ کام ہو رہا ہے کہ مستقبل میں دوسری جماعت کے لوگ ہماری جماعت کے لٹرچر پر منحصر ہوں گے انشاء اللہ۔

لہذا البرکات میں بھی اس سلسلے کی شروعات کی جا رہی ہے اسلامی اسکالرس پروجیکٹ کی شکل میں ان تمام تحقیقی کاموں کو انجام دیں گے۔

دوسرا جو سب سے اہم مقصد ہے وہ یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے فارغ التحصیل ہمارے نوجوان علماء کی تربیت کا انتظام ہو۔ اس ادارے میں داخلہ کے مجاز وہ طلباء ہوں گے جو کسی سنی مدرسہ سے فضیلت کا امتحان پاس کر چکے ہوں۔ بدلتے حالات میں علماء و مبلغین کی سخت ضرورت ہے جو شرعی احکام و رموز سے شناسا ہونے کے ساتھ جدید علوم و فنون اور عصری تقاضوں سے مسلح ہو کر میدان عمل میں آئیں اور ہماری جماعت کی بھرپور نمائندگی کریں۔ ساتھ ہی یہ جذبہ بھی کارفرما ہے کہ ہمارے جو علمائے کرام مدارس سے فارغ ہوتے ہیں ان کی لیاقت قابلیت اور ذہنی استعداد کسی بھی عصری علوم کے طلباء سے کم نہیں ہوتی بلکہ علماء کا منصب علوم و دینیہ حاصل کرنے کی وجہ سے ان سے زیادہ ہوتا ہے۔ ہم اس ٹریننگ کورس کے ذریعہ ان میں اعتماد پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ کسی بھی میدان میں خود کو احسن طریقہ سے پیش کر سکیں۔

سوسائٹی کی یہ بھی کوشش ہے کہ دو سالہ کورس ہمارے علمائے کرام کے لیے ایسا نفع بخش ثابت ہو کہ علمائے کرام کی معاش کی فراہمی میں بھرپور مدد کرے اور یہ معاش جو انہوں نے اسلامی تعلیم حاصل کی ہے اسی سے مطابقت بھی رکھتا ہو۔ تبھی ہمارا ٹریننگ دینا اور ان حضرات کا ٹریننگ لینا سودمند ثابت ہوگا۔

اس ادارہ میں مدت تعلیم دو سال جو چار میقاتوں پر مشتمل ہوگی، کلاس میں مستقل مضامین کے طور پر پڑھائے جانے والے چند ہی مضامین ہوں گے ہر میقات

میں تدریسی یونٹ صرف پانچ ہوں گے باقی موضوعات تو سیعی خطبات کے ذریعہ مکمل کرائے جائیں گے۔ عربی زبان، انگریزی زبان اور کمپیوٹر کی تعلیم چاروں میقاتوں میں دی جائے گی۔ باقی کچھ اضافی اور نئے مضامین بعض کلاسوں کے ذریعہ بعض توسیعی خطبات کے ذریعے طلباء تک پہنچائے جائیں گے۔ وہ مضامین جو کم از کم ہندوستانی مدارس میں نئے تصور کیے جاسکتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

فقہ السیرۃ، البحث العلمی، الاعجاز العلمی فی القرآن والسنة، اسلامی صحافت، وغیرہ۔

الحمد للہ اس ادارہ کی شاندار عمارت پایہ تکمیل تک پہنچنے والی ہے جس میں جلد ہی یہ ٹریننگ پروگرام شروع کیا جائے گا۔ اس میں داخلہ حاصل کرنے والے طلباء کے لیے معیاری قیام و طعام اور عمدہ تعلیمی بندوبست کے علاوہ ماہانہ تعلیمی وظیفہ بھی ادارے کی طرف سے دیا جائے گا۔ فراغت کے بعد جوڈگری ان کے نام جاری کی جائے گی اس کا نام الدبلوم العالی فی الدراسات الاسلامیة والتنمیة الشخصية - Advance Diploma in Islamic Studies and skill Development ہے۔

البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کے اور بھی متعدد شعبہ ہوں گے جو بتدریج عمل میں آئیں گے جیسے کہ قسم الترجمة، قسم التصنيف و التألیف، قسم البحوث العلمیة، وغیرہ۔ توسیعی خطبات کے ذریعہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے علمائے کرام کو بہت فائدہ ہوگا۔ جس میں تحریری و تقریری صلاحیتوں کو اُبھارنے کے لیے اس فن کے ماہرین اس ہنر کی باریکیوں سے طلبہ کو روشناس کرائیں گے۔ ترجمہ نگاری کے فن سن آشنائی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور یہ تعلیم بھی ہمارے نصاب میں داخل ہے۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے علمائے کرام کی عالمی منظر نامے پر نظر ہو ملکی اور بیرونی سیاسی نظام میں کیا تبدیلیاں محسوس ہو رہی ہیں اور ان کے اثرات ملت پر کیا ہیں۔ عرض یہ کہ سماجی، اقتصادی و سیاسی حالات کو کیسے سمجھنا ہے

اور کیا اس کا تذکرہ ہے اس ضرورت کے پیش نظر کچھ خطبات اس پر بھی مبنی ہوں گے۔ تنظیم اور ادارہ سازی سے متعلق قائدے قانون غرض کہ جتنی بھی ضروری معلومات ممکن ہو سکتی ہے فراہم کرائی جائیں گی۔ شخصیت سازی کے سلسلے میں لکچرس کا انعقاد بھی اس کورس کے نصاب میں شامل ہے جو بڑا مفید ہوگا۔ برادر عزیز صاحبزادہ سید محمد امان میاں جو اس وقت جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں زیر تعلیم ہیں اُن کی خواہش ہے کہ ہمارے اس ادارے میں زیر تربیت علمائے کرام کو دوران تعلیم ہر اُس چیز سے آشنا کر دیا جائے جو مذہب و مسلک کی تبلیغ و ترویج میں علمائے کرام کی معاون ہو اسی لیے ذمہ داران ادارہ نے اس ادارے کی تعمیر اور سہولتوں کی فراہمی میں کوئی سبھوتا نہیں کیا ہے یہ تو ہمارے علمائے کرام جو اس میں داخل ہوں گے انہیں کو صحیح سے اندازہ ہو سکے گا کہ اراکین البرکات سوسائٹی اپنی جماعت کے فارغ التحصیل علمائے کرام کے مستقبل کے سلسلے میں اپنا کیا موقف رکھتے ہیں۔

اس ادارے میں داخلہ مقابلہ جاتی امتحان اور طالب علم سے ذاتی انٹرویو پر مبنی ہوگا، یونیورسٹی کے اساتذہ سے بھی ہم رابطے میں ہیں جو انگریزی، سماجی علوم، سائنسی معلومات، مینجمنٹ، کمپیوٹر اور معلومات عامہ کے سلسلے میں اس ادارے کا نصاب بنانے میں ہمارے معاون ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ادارہ جماعت اہل سنت کا فخر ہوگا اور ہمارے علمائے کرام یہاں سے فارغ ہو کر مذہب و مسلک کی خدمات خوب خوب اور پوری Directions کے ساتھ انجام دیں گے۔

مگر آغاز سر دست دو سالہ علماء ٹریننگ پروگرام سے ہی ہو رہا ہے۔ شروعات میں ابھی داخل ہونے والے طلبہ کی تعداد محدود ہوگی، پھر جیسے جیسے وسائل اور حوصلہ بڑھتا رہے گا اس میں بھی اضافہ ہوگا۔

الحمد للہ اس دس سالہ سفر میں ادارے نے جو ترقی کی وہ تو اپنی جگہ ہے ہی لیکن بفضلہ تعالیٰ خانقاہ برکاتیہ کے اس مشن سے متاثر ہو کر اہل سنت و الجماعت کے بہت سارے تعمیری ذہن رکھنے والے افراد نے تعلیم کے فروغ کے سلسلے میں کام کرنا

شروع کیا۔ اور اداروں کا قیام شروع ہوا۔ کرلا میں البرکات ملک محمد اسلام اسکول قائم ہوا جو ماشاء اللہ طلبہ کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ کامیابیوں کی راہ پر گامزن ہے۔ سورت کے برکاتی احباب نے سورت میں البرکات پبلک اسکول کھولا، جو ماشاء اللہ اچھا چل رہا ہے۔ کانپور میں البرکات کمپیوٹرس سینٹر کا قیام عمل میں آیا۔ جے پور میں ایک وسیع زمین البرکات کی شاخ قائم کرنے کے لیے خریدی جا چکی ہے۔ کانپور کے احباب کانپور میں زمین کی فراہمی کے لیے مسلسل سنجیدہ کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو وہ دن دور نہیں کہ ہندوستان کے طول و عرض پر البرکات سے الحاق شدہ مختلف تعلیمی ادارے قائم ہوتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ہماری یہ پرزور اپیل ہے کہ لوگ آگے آئیں اور اپنے اپنے حسب توفیق تعلیم رائج کرنے اور اداروں کو قائم کرنے کے لیے کوششیں شروع کریں، البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے سرپرست و اراکین ان باعزم اور حوصلہ مند لوگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کی تعلیم کے لیے ان کی طرف سے کوئی بھی پہل ہوتی ہے تو ہم قلم، قدم، سخنے تعاون کرنے کے لیے ہر لحظہ تیار ہیں بلکہ میں یہ بتاؤں کہ کئی لوگوں کے خطوط اور فون ہمارے پاس آتے ہیں مشوروں کے لیے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ البرکات جیسا خانقاہ برکاتیہ نے علم کا جو چراغ روشن کیا ہے اس سے اور بھی چراغ روشن ہو سکتے ہیں۔

تو یہ تو تھی البرکات کی دس سال کی روداد جو خانقاہ برکاتیہ اور البرکات کے چاہنے والوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دعا کریں کہ خانقاہ برکاتیہ نے علم کا جو یہ چراغ روشن کیا ہے وہ قوم سے جہالت کی تاریکیوں کو مٹانے میں معاون ثابت ہو۔ چلتے چلتے یہ خوش خبری سنا دوں کہ اس سال اسکول کے دسویں اور بارویں کلاس نتیجے بہت امتیازی رہے۔ تقریباً سبھی بچے اول درجے سے پاس ہوئے۔ مزید یہ بات خوشی کا باعث ہے کہ ہاسٹل میں مقیم بھی طلبہ نے نہ صرف اول مقام حاصل کیا بلکہ بیحد امتیازی نمبر بھی پائے۔ کسی بھی ادارے کے تعلیمی معیار کا تعین

اس بات سے بھی کیا جاتا ہے کہ وہاں کے فارغ التحصیل طلبہ بیرونی اداروں کے مقابلہ جاتی امتحانات میں کتنے کامیاب ہوتے ہیں تو یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ہمارے اسکول کے ہائی اسکول کے فارغ طلبہ نے کثیر تعداد میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے اڑویں کلاس کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور یونیورسٹی میں داخلہ پایا۔ الحمد للہ۔

آپ حضرات دعا فرمائیں کہ حضور صاحب سجادہ امین ملت کی سرپرستی اور صدارت میں جامعہ البرکات کامیابیوں اور کامرانیوں کی راہوں سے ہمکنار ہو اور فخر ملت و فخر جماعت ہونے کا شرف حاصل کرے امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

## نعت شریف

مولانا محمد قاسم حبیبی برکاتی، کانپور

خیمہ خلق و مروت حسن شیرازہ بھی ہے  
نعت آقا چہرہ کونین کا غارہ بھی ہے  
ہر گھڑی کرتے رہو ذکر شہ کون و مکاں  
بس یہی انداز شان حق کا آوازہ بھی ہے  
مسکراتا ہے مجھے کیوں دیکھ کر سیل بلا  
میرے آقا کے کرم کا اس کو اندازہ بھی ہے  
میں گدایانِ درِ آقا کے در کا ہوں گدا  
میری خاطر گنبد بے در میں دروازہ بھی ہے  
دیکھئے میری طرف بھی اے مسیحائے جہاں  
حزن پارینہ کے پہلو میں غم تازہ بھی ہے  
رہو دشت غزل کچھ نعت کے اشعار بھی  
ورنہ اس دنیا میں ہر غفلت کا خمیازہ بھی ہے  
باغِ رحمت کی شگفتہ منظری کے درمیاں  
مجھ پہ قاسم و اعطائے رب کا دروازہ بھی ہے

# نعت و مناقب

## نعت پاک

یا درواری، کانپور

مرے شاہ میرے نبی میرے آقا یہ دولت تری ہی بدولت ملی ہے  
بصارت خدا نے عطا کی ہے لیکن زمانے کو تجھ سے بصیرت ملی ہے  
یہ اکرام بخشا ہے تیری عطائے اعزاز بخشا ہے تیرے کرم نے  
جسے ساری دنیا نے ٹھکرا دیا ہے ترے در سے اس کو بھی چاہت ملی ہے  
مجھے کیا خبر گرمی حشر کیا ہے؟ مجھے کیا خبر دھوپ کہتے ہیں کس کو؟  
سر حشر مجھ سے گنہگار کو بھی نبی کی ردائے حمایت ملی ہے  
سبھی انبیاء ہیں معظم مکرم مگر میرے آقا ہیں سب میں مقدم  
انہیں لامکاں کی سیاحت ملی ہے انہیں عاصیوں کی شفاعت ملی ہے  
تری آمد آمد کے صدقے میں آقا ملا صبح کو صبح روشن کا مژدہ  
گلوں کو ملا نکلتوں کا اثاثہ کلی کو تبسم کی دولت ملی ہے  
تڑپتا ہے دل نام لے لے کے ان کا برستی ہیں آنکھیں انہیں یاد کر کے  
صف عاشقان نبی میں ہوں میں بھی مجھے بھی نبی کی محبت ملی ہے  
عطا ہے خدا کی، عطا ہے نبی کی، تو میرے لئے ہے یہ سوغات اچھی  
ہر اک شخص مجھ کو بھلا دے تو اچھا اگر میری مرضی سے شہرت ملی ہے  
ہر اک دشت غم سے نکل آیا بیچ کر تو اس میں نہیں ہے کوئی میرا جوہر  
جہاں مضطرب تشنگی نے کیا ہے وہیں ان کی جوئے عنایت ملی ہے  
جھلستے گلستاں کو شاداب کر دے، لب دشت و صحرا کو سیراب کر دے  
ترے سایہ زلف رحمت کے صدقے گھٹا کو یہ جوئے سخاوت ملی ہے  
وہ لمحہ مرے در پہ کب دے گا دستک وہ لمحہ کہاں چھپ کے بیٹھا ہے یا در  
میں ایک ایک ساعت کو گنتا ہوں جب سے وہاں حاضری کی اجازت ملی ہے

## نعت شریف

الحاج ناظر صدیقی، کانپور

شہر نبی کا ہر اک منظر کتنا سہانا لگتا ہے  
اور وہاں کا ذرہ ذرہ چاند ستارا لگتا ہے  
دیکھنے والے دیکھ کے اس کو حیرت میں پڑ جاتے ہیں  
دنیا بھر میں سب سے بہتر گنبد خضرا لگتا ہے  
نام نبی ہی دیتا ہے ساحل کا پتہ دریاؤں میں  
ناؤ بھنور میں ہوتی ہے جب دور کنارہ لگتا ہے  
میرے سر سے غم کا بادل پل بھر میں کافور ہوا  
شاہ ام کی چشم کرم کا اس میں اشارہ لگتا ہے  
ان سے محبت کرنے والے کتنے خوش آتے ہیں نظر  
آپ نے بھی محسوس کیا ہے آپ کو کیسا لگتا ہے  
دنیا داری چھوڑ کے آؤ ہم تم ان کا ذکر کریں  
ورد درود پاک مرے سرکار کو اچھا لگتا ہے  
ان کے کرم سے چاروں طرف شاداب بہاریں آتی ہیں  
ان کی عطا کا اک اک قطرہ مجھ کو دریا لگتا ہے  
ایسی باتیں کرنے والا ان کی خاک پا بھی نہیں  
دونوں جہاں میں کوئی نہیں جو آپ کے جیسا لگتا ہے  
شاہ ام سے آس نہ ہو تو جانے کیا ہو حال مرا  
جرم و خطا سے اے ناظر دل سہا سہا لگتا ہے

## نعت پاک

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی

مکیں بولے زمین و آسمان کے  
نبی مالک ہیں ملک دو جہاں کے  
نظر میں جس کے ہوں طیبہ کی گلیاں  
وہ کیوں دیکھے نظارے پھر جہاں کے  
ہماری مفلسی دولت نہ دیکھے  
جو وہ حامی ہوں ہم سے مفلساں کے  
ہے ان کی ٹھوکر وں میں تاج شاہی  
بھکاری ہیں جو اُن کے آستاں کے  
وہ صحرا میں بھی کھلنا جانتے ہیں  
گل تر ہیں جو اُن کے گلستاں کے  
خزاں کو حکم ہے داخل نہ ہونا  
کبھی بھی گرد، اس جنت نشاں کے  
بڑا محفوظ بیٹھا ہے فرشتو!  
تعقب میں ہو کیوں احمد میاں کے

## منقبت

بہ حضور اکابر مارہرہ

حضرت مجاہد الدین ذاکر بدایونی علیہ الرحمہ

نثار عزت و شان و وقار مارہرہ  
حضور سید سادات شاہ عبدالجلیل  
یگانہ فرد و کریم و رحیم شاہ اولیس  
فنا ہے حضرت غوث عشقی ابوالبرکات  
حضور آل محمد ملاذ شاہ و گدا  
حنیفہ و خلف شیر حق شہ حمزہ  
سرور سینہ اسلاف احمد نوری  
حضور سید مہدی حسن شہ شاہان  
غنی فقیر نواز و شہ گدا پرور  
ہو کون گلشن آل رسول کا گل تر  
ہنوز ہے وہی مے خانہ و سبب باقی  
مجیدی فضلی و غوثی و فخری و رضوی  
خدا بس اس کے غضب سے پناہ میں رکھے  
الہی حشر تک آباد ہو پھلے پھولے  
کہ تاج بخش ہے ہر تاجدار مارہرہ  
امیر کشور قطب مدار مارہرہ  
فقیر و باعث فخر افتخار مارہرہ  
شہنشاہ دو جہاں تاجدار مارہرہ  
نسیم فحہ مشک تار مارہرہ  
شہنشاہ و پسر شہر یار مارہرہ  
ملک خدم شہ ذی اقتدار مارہرہ  
سکون و صبر دل بے قرار مارہرہ  
سخی ذی کرم و نامدار مارہرہ  
ہزار کہتے ہیں، ہم ہیں ہزار مارہرہ  
وہی سرور، وہی ہے خمار مارہرہ  
ہیں سب گدائے درخاسار مارہرہ  
کہیں کشیدہ نہ ہو، ذوالفقار مارہرہ  
سدا بہار ہو باغ و بہار مارہرہ

## منقبت

درشان اکابر مارہرہ

مولانا محمد قاسم جیبی برکاتی، کانپور

لب الفت پہ روشن ہو ثنائے کوئے مارہرہ  
 مریض غم پکارے جب بھی ہائے کوئے مارہرہ  
 رہے گی ہر گھڑی شاداب میری کشت ایمانی  
 برستا ہے بہت ابر عطائے کوئے مارہرہ  
 سلگتے منظروں کی زد پہ ہم جس لمحہ آئیں گے  
 سروں پر سائبان ہوگی ردائے کوئے مارہرہ  
 لبوں پر گونج اٹھایا صاحب البرکات کا نغمہ  
 نظر جب دور سے آیا لوائے کوئے مارہرہ  
 مہ و خورشید و انجم یوں مجھے حسرت سے تکتے ہیں  
 مرے دامن میں بھی ہیں ذرہ ہائے کوئے مارہرہ  
 جہان عشق و الفت میں سبھی ہیں معترف اس کے  
 گدائے کوئے مارہرہ برائے کوئے مارہرہ  
 مصیبت پر مصیبت کی گھٹا چھا جائے گی قاسم  
 سنائی دے گی جس لمحہ صدائے کوئے مارہرہ

## منقبت

درشان حضور آل برکات سترے صاحب قدس سرہ

طفیل احمد متولی بدایونی

بیاں کس منہ سے ہو تعریف حضرت سترے صاحب کی  
 ملائک عرش پر کرتے ہیں مدحت سترے صاحب کی  
 ولی ابن ولی ابن ولی ابن ولی ہیں وہ  
 پڑی گھٹی میں ہے گویا ولایت سترے صاحب کی  
 خدا کا نام تھا ناخن پہ ان کے خون سے لکھا  
 یہ اک مشہور عالم ہے کرامت سترے صاحب کی  
 ریاضت نام ہے اس کا، عبادت اس کو کہتے ہیں  
 کہ خود شاہد ہے انگشت شہادت سترے صاحب کی  
 پیارے ہیں نبی کے، لاڈلے ہیں غوث اعظم کے  
 ڈھلی ہے نور کے سانچے میں صورت سترے صاحب کی  
 خدا وندا! طفیل آل احمد مہربانی ہو  
 طفیل احمد نوری پہ حضرت سترے صاحب کی  
 خدا وندا! طفیل احمد نوری رہے ہر دم  
 طفیل احمد نوری پہ شفقت سترے صاحب کی



## منقبت

درشانِ حضور آلِ برکاتِ ستھرے صاحبِ قدس سرہ

مولانا قاضی غلام شبر قادری بدایونی قدس سرہ

پر گہر دامن آل برکات      باشر گلشن آل برکات  
شد تو نگہ بچیاں ہر کہ بچید      دانہ از خرمن آل برکات  
مرجع و ماخذ اہل عرفان      موطن و مسکن آل برکات  
نوری و مہدی و پیر برکات      نو گل از گلبن آل برکات  
پر ز الماس و زر گوہر باد      معدن و مخزن آل برکات  
ابدا فایز و واصل بادا      خادم بر زن آل برکات  
دائما خائب و خاسر بادا      حاسد و دشمن آل برکات  
آمد این خادم نوری بسوال      بر در دامن آل برکات

## منقبت

درشانِ خاتمِ الاکابر حضور شاہِ آلِ رسول قدس سرہ

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ

ترجمہ : مولانا اختر حسین فیضی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

- (۱) خوشا دلے کہ دہندش ولاے آلِ رسول  
خوشا سرے کہ کنندش فداے آلِ رسول  
کیا ہی خوب ہے وہ دل جسے آلِ رسول کی محبت عطا ہو، اور کیا ہی مبارک ہے  
وہ سر جو آلِ رسول پر فدا ہو۔
- (۲) گناہ بندہ بخش اے خداے آلِ رسول!  
برائے آلِ رسول از برائے آلِ رسول  
اے آلِ رسول کے خدا! آلِ رسول کے لیے اور آلِ رسول کے واسطے بندے  
کے گناہ بخش دے۔
- (۳) ہزار درج سعادت برآرد از صدقے  
بہائے ہر گہر بے بہائے آلِ رسول  
آلِ رسول کے ہر انمول موتی کی قیمت ایک صدف سے ہزاروں درج  
سعادت (سعادت کی ڈبیا) برآمد کرتی ہے۔
- (۴) سیہ سپید نہ شد گر رشید مصرش داد  
سیہ سپید کہ سازد عطائے آلِ رسول

اگر ہارون رشید نے ملک کا سیاہ و سفید (وزیر کے ہاتھوں میں) دے دیا تو سیاہ سفید نہ ہوا۔ سیاہ کو سفید تو آل رسول کی عطا کرتی ہے۔

(۵) إِذَا رَوَّا ذَكَرَ اللَّهُ مَعَانَهُ بَنِي

مَنْ وَخَدَاةٍ مَنْ أَنْتَ اِدَا لِرَسُولِ

اولیاء وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھو تو خدا یاد آئے، یہاں اس قول کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ آل رسول کی ادا ایسی ہے کہ اسے دیکھنے کے بعد میں ہوتا ہوں اور میرا خدا۔

(۶) خَبْرٌ دَهْدٌ زَنْجٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

فَنَاءِ آلِ رَسُولٍ وَبَقَاةِ آلِ رَسُولِ

آل رسول کی فنا اور بقا دونوں کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ کا پتہ دیتی ہیں۔

(۷) هَزَارٌ مَهْرٍ يَرْدُ دِرْهُمًا أَوْ جَوْشَنًا

بَرْدُ نَارٍ أَوْ دَرْدُ نَارٍ أَوْ دَرْدُ نَارٍ

جس روشن دان سے آل رسول کی ضیا پھوٹی ہے اس کی فضا میں ہزاروں آفتاب ذروں کی طرح اڑتے ہیں۔

(۸) نَصِيبُ بَيْتِ نَشِيمَا بَلَدِي سِتْ أَيْ جَا

تَوَاضِعُ سِتْ دِرْ مَرْتَقَاةِ آلِ رَسُولِ

یہاں پستی میں بیٹھنے والوں کا مقدر بلندی ہے، آل رسول کے مقام بلند کا دروازہ تواضع ہے۔

(۹) بَرَّآ بَہ چَرَن بَرِین و بَہِین سَتَانہ او

گَرَا بَہ خَاک و بَہَا بَر سَمَاے آلِ رَسُولِ

چرخ بریں پہ آکر ان کا آستانہ دیکھو، خاک کی طرف مائل رہو اور آل رسول کے آسمان پر آؤ۔

(۱۰) قَبَاے شہ بَہ گَیمِ سیاہ خود نہ خُرد

سِیہ گَیمِ نباشد گدائے آلِ رسول

ان کے در کا بھکاری اپنی کالی کملی کے بدلے قبائے شاہی نہیں خریدتا اور آل رسول کی بارگاہ کا گدا بے ثروت نہیں ہوتا۔

(۱۱) دَوَاے تلخِ مخورِ شہدِ نوش و مژدہ نیوش

بِیَا مَرِیضِ بَدَارِ الشِّفَاے آلِ رَسُولِ

تلخ دوامت کھا، شہد چاٹ اور خوش خبری سن، اے بیمار! آل رسول کے دار الشفا میں آ۔

(۱۲) ہَمِیں نہ از سِرِ افسر کہ ہم ز سِرِ برخواست

نَشِست ہر کہ بہ فرشِ ہماے آلِ رَسُولِ

جس کے سر پر آل رسول کا ہما (پرندہ) بیٹھ گیا وہ نہ صرف افسر کے سر سے بلکہ تصور و خیال سے بھی اوپر اٹھ گیا۔

(۱۳) بہ صَحْر و طَعْنِ سَخْتِ زَنْدِ بہ عَارِضِ گِل

بہ سَنگِ صَحْرہ و زَدِ گِرِ صَبَاے آلِ رَسُولِ

اگر چٹان کے پتھر پر آل رسول کی پروائی ہو اچلے تو وہ پھول کے رخسار کو سخت ہونے کا طعنہ دے اور اس کا مذاق اڑائے۔

(۱۴) دَہْدِ زَبَاغِ مَنّٰی غَنجِہ ہَاے زَرِ بہ گَرہ

دَمِ سَوَالِ حِیَا و غَمَاے آلِ رَسُولِ

آل رسول کی حیا و غنا سوال کے وقت آرزوؤں کے باغ سے سونے کی کلیاں بھری مٹھی سے عطا کرتی ہے۔

(۱۵) ز چَرَن کَانَ زِ شَرَقِی مَغْرِبِی آرند

بَدَرِ دَمِ بَخْسِ کِیمِیَاے آلِ رَسُولِ

کیمیا گر ز مشرق کے ذخیرے کو کھلا کر ز مغرب (زر خالص) برآمد کرتے ہیں۔ آل رسول کی کیمیا گری تانبے کو صرف مس سے (محض ہاتھ لگا کر) چاک کر دیتی ہے۔

(۱۶) جس بصلصلہ اش آں چہ گفت را ہی را

ہماں بسلسلہ آرد ورے آل رسول

گھٹنے نے اپنی گونج میں جو کچھ سالک سے کہا اسی کو وہ آل رسول کے بعد سلسلے

میں لائے گا۔

(۱۷) رسول داں شوی از نام اونمی بنی

دو حرف معرفہ در ابتداء آل رسول

ان کے نام سے تم رسول آشنا ہو جاؤ گے، کیا ”آل رسول“ کی ابتدا میں معرفہ

کے دو حرف (ال) نہیں دیکھتے۔

(۱۸) بہ خد متش نخر د باج و تاج زنگ و فرنگ

سپید بخت سیاہ سرے آل رسول

ان کی خدمت کے بدلے وہ زنگیوں اور فرنگیوں کا مال و تاج نہ خریدے گا۔ آل

رسول کے گھر کا سیاہ غلام سپید بخت اور تابندہ نصیب ہوتا ہے۔

(۱۹) اگر شب ست و خطر سخت ورنہ می دانی

پند چشم و بیا بر قفای آل رسول

اگر رات ہے اور خطرہ سخت اور راہ نامعلوم، تو آنکھیں بند کر لے اور آل رسول

کے پیچھے پیچھے چلا آ۔

(۲۰) زسر نہند کلاہ غرور مدعیان

بہ جلوہ مدد اے کفش پائے آل رسول

اے آل رسول کے پیر کی جوتی تیری بخشش دیکھ کر ڈینگیں مارنے والے تکبر کی

ٹوپیاں سر سے اتار دیتے ہیں۔

(۲۱) ہزار جامہ سالوس را کتانی دہ

بتاب اے مہ جیب قبائے آل رسول

اے آل رسول کے چاک گریباں کے چاند! تابندہ ہو کر ہزاروں جامہ فریب

کو پارہ پارہ کر دے۔

(۲۲) مرو بہ مے کدہ کاں جا سیاہ کارا نند

بیا بہ خانقہ نور زائے آل رسول

مے کدہ مت جا کہ وہ بدکاروں کی جگہ ہے، آل رسول کی خانقاہ میں آ کہ

یہاں نور پیدا ہوتا ہے۔

(۲۳) مرو بہ مجلس فسق و فجور شیداں

بیا بہ انجمن اتقائے آل رسول

مکاروں کے فسق و فجور کی مجلس میں مت جا، آل رسول کی تقویٰ شعرا انجمن میں آ۔

(۲۴) مرو بدامگہ ایں دروغ بافاں ہیچ

بیا بہ جلوہ گہ دل کشائے آل رسول

ان دروغ بانوں کی شکار گاہ میں ہرگز نہ جا، آل رسول کی دل کشا جلوہ گاہ میں آ۔

(۲۵) ازاں بہ انجمن پاک سبز پوشاں رفت

کہ سبز بود دراں بزم جائے آل رسول

سبز پوشوں کی پاکیزہ محفل میں اس لیے گیا کہ اُس بزم میں آل رسول کی جگہ

سرسبز ہوتی ہے۔

(۲۶) شکست شیشہ بہ ہجر و پری بشیشہ ہنوز

زدل نمی رود آں جلوہائے آل رسول

فراق کی وجہ سے شیشہ دل ٹوٹ گیا مگر معشوق اب بھی شیشے میں موجود ہے۔

آل رسول کے جلوے دل سے جدا نہیں ہوتے۔

(۲۷) شہید عشق نمیرد کہ جاں بجاناں داد

تو مُردی اے کہ جدائی زپائے آل رسول

شہید عشق جس نے جان، جاناں کو دے دی وہ مردہ نہیں، اے آل رسول کے

قدم سے جدا ہونے والے! مردہ تو ہے۔

(۲۸)

بگو کہ واے من و واے مردہ مانند من

منال ہرزہ کہ ہیہات واے آل رسول

یہ کہہ کہ افسوس مجھ پر اور میرے مردہ رہ جانے پر، ہیہات (ہاے دوری)

واے آل رسول کا بے ہودہ نالہ مت کر۔

(۲۹)

کہ می برد ز مریضان تلخ کام نیاز

بہ عہد شہد فروش بقائے آل رسول

بقائے آل رسول کے شہد فروش عہد تک، تلخ کام بیماروں کا نیاز کون لے جائے۔

(۳۰)

صبا سلام اسیران بستہ بال رساں

بطائران ہوا و فضاے آل رسول

اے صبا! بال و پر بندھے ہوئے اسیروں کا سلام، آل رسول کی فضا و ہوا کے پرندوں

کو پہنچا۔

(۳۱)

خطا کن دلا پردہ ایست دوری نیست

بگوش می خورد کنوں صداے آل رسول

اے دل حقیر! خطا نہ کر، بس ایک پردہ ہے دوری نہیں ہے، آل رسول کی صدا

ابھی کانوں تک پہنچنے والی ہے۔

(۳۲)

مگو کہ دیدہ گری و غبار دیدہ بہ خند

بکار تست کنوں توتیائے آل رسول

یہ دعویٰ نہ کر کہ تو دیدہ گر ہے اور تیری آنکھ کا غبار ہنس کر کہے کہ ابھی تیرے

لیے آل رسول کا سرمہ درکار ہے۔

(۳۳)

میچ در غم عیارگانِ ذنب شعار

اگر ادب نہ کنند از برائے آل رسول

خطا شعاریوں کے غم میں نہ الجھ، اگر وہ آل رسول کے واسطے ادب کی بجا آوری نہ

کریں۔

(۳۴)

ہر آں کہ نکلت کند نکلت بہر نفس ویست

غنی ست حضرت چرخ اعتلاے آل رسول

جو عہد شکنی کرے اس کی عہد شکنی کا ضرر اسی کو پہنچے، آل رسول کی فلک رفعت

بارگاہ اس سے بے نیاز ہے۔

(۳۵)

سپاس کن کہ پاس و سپاس بد منشاں

نیاز و ناز ندارد ثنائے آل رسول

شکر کر کہ بد طبع لوگوں کے لحاظ و سپاس پر آل رسول کی شاناز و نیاز نہیں رکھتی۔

(۳۶)

نہ سگ بشور و نہ شیر بخامشی کاہد

ز قدر بدر و ضیائے ذکائے آل رسول

نہ کتا اپنے شور سے آل رسول کے ماہ تمام کی قدر گھٹا سکتا ہے، نہ چمگا دڑ اپنی

خاموشی سے آل رسول کے آفتاب کی روشنی کم کر سکتی ہے۔

(۳۷)

تواضع شہ مسکین نواز را نازم

کہ ہم چو بندہ کند بوس پائے آل رسول

مسکینوں کو نوازانے والے بادشاہ کی تواضع پر نازاں ہوں کہ مجھ جیسا غلام آل

رسول کے قدموں کا بوسہ لے رہا ہے۔

(۳۸)

منم امیر جہاں گیر کج کلمہ یعنی

کمینہ بندہ و مسکین گداے آل رسول

میں کج کلام، جہاں گیر، حاکم و امیر ہوں یعنی سرکار آل رسول کا کمینہ غلام اور

بے مایہ گدا ہوں۔

(۳۹)

اگر مثالی خلافت دہد فقیرے را

عجب مدار ز فیض و سخائے آل رسول

اگر وہ ایک فقیر کو سند خلافت سے نوازیں تو آل رسول کے اس فیض اور کرم پر

تحصیل تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

(۴۰)

مکیر خردہ کہ آں کس نہ اہل ایں کارست

کہ داند اہل نمودن عطاے آل رسول

یہ اعتراض نہ کر کہ وہ اس کام کا اہل نہیں اس لیے کہ آل رسول کی عطا اہل بتانا جانتی ہے۔

(۴۱)

”بہیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا“

تبارک اللہ ما و ثنائے آل رسول

راہ کا تفاوت تو دیکھو! کہاں سے کہاں تک ہے۔ اللہ اکبر! کہاں ہم اور کہاں آل رسول کی تعریف و توصیف۔

(۴۲)

مرا ز نسبت ملک است امید آں کہ بہ حشر

ندا کنند بیا اے رضائے آل رسول

مجھے ان کی غلامی کی نسبت سے اس بات کی امید ہے کہ روز محشر پکارنے والے مجھے یوں پکاریں گے کہ آ، اے آل رسول کے رضا آ۔

## سلام در شان حضور سید شاہ آل رسول

مجاہد الدین ذاکر بدایونی

سلامی دیکھ تو کیا ہے مقام آل رسول  
یہ حکم حق ہے پئے احترام آل رسول  
خدا علیم ہے جو ہے مقام آل رسول  
فضائے وادی ایمن ہے دشت مارہرہ  
نگاہ جس پہ پڑی ہو گیا وہ قطب جہان  
ادب سے دور نہ ہوتا تو میں یہی کہتا  
بغیر اذن نہ چو میں ملائکہ بھی قدم  
زبانِ قلب پہ جاری ہے نعرۃ اللہ  
الہی آل رسولی رہیں ہمیشہ شاد  
شمیم لطف سے تیرا کھلے گا غنچہ دل  
مسحِ چرخ چہارم کو یہ تمنا ہے  
بنائیں ہم مہتاباں کو جام آل رسول

اٹھوں گا قبر سے کہتا ہوا یہی ذاکر

نہ چھیڑے مجھ کو کوئی، ہوں غلام آل رسول

## منقبت

## درشانِ حضور نوری میاں صاحبِ قدس سرہ

احسن العلماء سراج الاصفیاء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ

کیوں کر بیاں کروں میں وقارِ ابوالحسین  
ذریعہ ہے قرب حق کا جوارِ ابوالحسین  
خولجہ سے خاص نسبتیں حاصل ہیں اس لیے  
اجمیر کی فضا ہے دیارِ ابوالحسین  
آتے ہیں دور دور سے زائر کھینچے ہوئے  
کرتے ہیں جان و مال نثارِ ابوالحسین  
فضلِ خدا سے آپ ہیں باطل کے سر شکن  
احقاقِ حق رہا ہے شعارِ ابوالحسین  
ساقی کی اک نگاہِ کرم کا یہ فیض ہے  
بے خود ہوا ہے بادہ گسارِ ابوالحسین  
مصرفِ یادِ حق میں رہے راندنِ حضور  
اے میں نثارِ لیل و نہارِ ابوالحسین  
ہر دور میں ہے تازہ چمن یاں کھلا ہوا  
بے خوف ہے خزاں سے بہارِ ابوالحسین  
رحمت کے ہار لے کے فرشتے بھی آئے ہیں  
ہے نور کا مقام مزارِ ابوالحسین  
دونوں جہاں کی نعمتیں لے کر اٹھے ہیں ہم  
بیٹھے ہیں جب بھی پیش مزارِ ابوالحسین  
قسمت پہ اپنی ناز نہ کیوں کر کروں حسن  
ہوں بندۂ جدود کبارِ ابوالحسین

## منقبت

## درشانِ حضور نوری میاں صاحبِ قدس سرہ

مولانا قاری محمد امانت رسول برکاتی، پبلی بھیت شریف

نبی کی آلِ اولادِ علی ہیں احمدِ نوری      ولی ابنِ ولی ابنِ ولی ہیں احمدِ نوری  
مجسمِ فیضِ عثمانِ غنی ہیں احمدِ نوری      نبی کا لُحّتِ دل جانِ علی ہیں احمدِ نوری  
ہیں پیارے لاڈ لے حسین کے مارہروی دولہا      ضیاء چارباہِ احمدی ہیں احمدِ نوری  
حضورِ غوثِ اعظم قطبِ عالم کے ہوئے مظہر      عطا خولجہ معین الدین کی ہیں احمدِ نوری  
مجدّد گیارہویں کے میر عبد الواحد چشتی      انہیں کی نسلِ نوری فاطمی ہیں احمدِ نوری  
تصوّف کا لیا ہے درس جن سے اولیائے بھی      وہ نور العارفین مارہروی ہیں احمدِ نوری  
ولی پیدا ہوا ہے آپ کا بیٹا بریلی میں      رضا سے جس نے فرمایا وہی ہیں احمدِ نوری  
خلافتِ عمر میں چھ ماہ کی مفتیِ اعظم کو      بریلی آ کے جس نے دی وہی ہیں احمدِ نوری  
مجدّد جو ہوئے پندرہویں کہ وہ مفتیِ اعظم      انہیں کہ مرشدِ مارہروی ہیں احمدِ نوری  
امانتِ اعلیٰ حضرت نے بھی جن سے فیض پایا ہے      وہ خولجہ بوالحسین قادری ہیں احمدِ نوری  
رجب کی گیارہویں تھی تیرہ سو چوئیس ہجری تھی      گئے خلد بریں میں جنتی ہیں احمدِ نوری

امانتِ سالِ رحلتِ نوری کی خوش نظمی سے نگلی

عدوائیس سو چھ عیسوی ہیں احمدِ نوری

## منقبت

درشان حضور احسن العلماء قدس سرہ

یا ووارثی

اے سراپائے کرامت اے امیر علم و فن  
 حرکت لب سے تری پھولوں نے سیکھا ہے سخن  
 تو سراپا نور تھا اے نور مارہرہ نگر  
 نور آنکھیں ، نور پلکیں ، نور چہرہ ، نور تن  
 رنج و غم کے سب اندھیرے دور کردیتی تھی جو  
 تیرے رخ سے پھوٹی تھی رحمتوں کی وہ کرن  
 تیری ریش محترم پر تھا فدا ابر کرم  
 تیرے دندان مبارک حاصل در عدن  
 سو چراغوں کی قطاریں اک تبسم پر نثار  
 بالیقین تھی ذات تیری روح و جان انجمن  
 پیکر نوری کا تیرے تذکرہ ممکن نہیں  
 تیرے نقش پا سے روشن وادی گنگ و جمن  
 اپنے نانا سے ملا تھا تجھ کو وہ خلق عظیم  
 آنکھ بے قہر و غضب تھی اور جبین تھی بے شکن  
 چار نوروں سے ترے روشن ہے اب یہ سرزمین  
 ناز تیری ذات پر کرتا ہے اب بھی یہ وطن  
 آبشار فیض سے سیراب ہوتے ہیں سبھی  
 سر پہ یاد کے بھی رکھ دو ہاتھ اپنا یا حسن !

## تہنیت

ہموقع رسم سجادگی حضرت رفیق ملت

سید محمد اشرف قادری برکاتی

وارث پنچتن میرے عشقی چمن  
 اے میرے خوش دہن، اے میرے گل بدن  
 یاد کی خوشبوئیں جیسے مشک ختن  
 رنگ ہیں یاسمین و گل نسترن  
 جوق در جوق آئے ہیں اہل سنن  
 ہم کو شکل نجیبی میں دے دیجیے  
 اپنا لعل یمن اپنا در عدن  
 ایک درگاہ میں سات اقطاب ہیں  
 برکتیں خیمہ زن زیر محراب ہیں  
 صورتیں ایسی دنیا میں کمیاب ہیں  
 سب کی سب ذی حشم، سب کی سب ذی منن  
 ہم کو شکل نجیبی میں مل ہی گیا  
 تیرا لعل یمن تیرا در عدن

## تہنیت

بموقع رسم سجادگی حضرت رفیق ملت

ڈاکٹر سید سراج الدین احمد اجملی

رفیق ملت اسلامیہ کی سر بلندی ہے  
نجیب حیدر مارہرہ کی دستار بندی ہے  
تو مارہرہ ہر جانب سے اہل سلسلہ آئے  
بصدائے عقیدت آئے اور باقاعدہ آئے  
سبھی نے ہاتھ اٹھا کر اپنے رب سے یہ دعائیں کیں  
کہ مولیٰ مسند نوری کی رونق اور بڑھے آمین!  
کہ اس رونق کا باعث ہے نجیب حیدر خوش خو  
شرافت اور نجابت کا یہ سنگم ہے ہمہ پہلو  
رواداری و ربط خاندانی و خوش خلقی  
سعادت اور محبت سب سے، اس کی عادت ثانی  
طفیل غوث اعظم عافیت برآمد کرے  
ان ہی باتوں کے بدلے رب نے اپنی مہربانی سے  
جناب رحمۃ للعالمین کے نور کے صدقے  
عطا کی مسند نوری شرف اور برکتوں والی  
جو ان حضرت کی خاطر حضرت یحییٰ نے کی خالی  
وہ یحییٰ رب کرے ملک عدم میں ان پر سب آساں  
بنائے فضل سے اپنے علیہ الرحمۃ والرضواں  
انہیں یحییٰ کی جا پر ہیں نجیب حیدر نوری  
مرے دل بر مقرر ہیں نجیب حیدر نوری  
امین کل، روایات ثقہ مولیٰ کرے ان کو  
سراج اجملی کی عرض سن لے خالق اکبر  
شرف و فضل اور برکات میں یکتا کرے ان کو

چہرہ پر نور تھا لب پہ مسکان تھی  
ان کے شیریں تھے لب، بات میں آن تھی  
اُن کے دستر کی وسعت کی کیا شان تھی  
جانشین میں ہوئے سب وصف بے سخن  
ہم کو شکل نجیبی میں مل ہی گیا  
تیرا لعل یمن تیرا درِ عدن  
نعمتیں اس کے ہاتھوں میں پنہاں رہیں  
برکتیں اس گھرانے میں رقصاں رہیں  
رفعتیں اس کو چھونے میں کوشاں رہیں  
شفقتیں اس کی لوگوں پہ یکساں رہیں  
ہم کو شکل نجیبی میں مل ہی گیا  
تیرا لعل یمن تیرا درِ عدن  
عشقی و عینی و نوری عنایت کریں  
کیوں نہ سید حسن اس پہ شفقت کریں  
سارے برکاتی دل سے سماعت کریں  
کیا سخن کہہ گیا اشرف بے سخن  
ہم کو شکل نجیبی میں مل ہی گیا  
تیرا لعل یمن تیرا درِ عدن



## تہنیت

## بموقع رسم سجادگی حضور رفیق ملت

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی قادری برکاتی

خوشا قسمت کہ نوری آستان پہ نور برسا ہے  
یہاں ہر سو جناب عشقی و عینی کا سایہ ہے  
حضور شمس مارہرہ نے یہ پیغام بھیجا ہے  
مرالحت جگر مسند پہ میری آج بیٹھا ہے  
تو اس شہزادے کو یہ تاج شاہانہ مبارک ہو  
مبارک ہو تمہیں یہ نوری سجادہ مبارک ہو  
یہ وہ مسند ہے جسکو مصطفیٰ پیارے سے نسبت ہے  
علی مشکل کشا شیر خدا کی یہ امانت ہے  
اسی مسند سے بٹی آج یہ بغدادی دولت ہے  
بڑی ممتاز بھارت میں یہ برکاتی وراثت ہے  
کہ اس مسند پہ تم کو جلوہ فرمانا مبارک ہو  
مبارک ہو تمہیں یہ نوری سجادہ مبارک ہو

خطابت میں تمہاری رنگ آل مصطفائی ہو  
وہ دولت دو جو سرکار حسن سے تم نے پائی ہو  
تمہارے دم سے بھی اس آستان کی رونمائی ہو  
بدایوں اور بریلی آج اس در کا فدائی ہو  
تمہیں اب حضرت یحییٰ کا یہ خرقہ مبارک ہو  
مبارک ہو تمہیں یہ نوری سجادہ مبارک ہو  
میرے مرشد امین با صفا کی تم پہ شفقت ہے  
شرف والے ہو تم اشرف میاں کو تم سے الفت ہے  
فضیلت تم پہ نازاں ہو میاں افضل کی چاہت ہے  
کوئی ایسا ہے تم سا پاس جس کے ایسی نعمت ہے  
تمہیں ماں کی دعاؤں کا یہ اب ثمرہ مبارک ہو  
اور احمد مجتبیٰ کو تہنیت کہنا مبارک ہو

## تہنیت

### بموقع رسم سجادگی حضرت رفیق ملت

کلیم دانش، کانپور

بتاؤں تم کو میں کیا کیا رفیق ملت ہے  
 حسن حسین کا صدقہ رفیق ملت ہے  
 خدا کے فضل سے پیارا ہے اچھے سترے کا  
 مرے حسن کا چہیتا رفیق ملت ہے  
 حضور آل عبا نے دعائیں دیں جس کو  
 وہ تابناک ستارا رفیق ملت ہے  
 حضور مرشد اعظم کا فیض روحانی  
 ابوالحسین کا عطیہ رفیق ملت ہے  
 جہاں سنورتے ہیں ہر لمحہ عاصی و خاطی  
 وہی عظیم ادارا رفیق ملت ہے  
 کلیم سر پہ ترے جس کا شامیانہ ہے  
 نجیب نام ہے اس کا رفیق ملت ہے

## تبصرہ و روداد

## تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں مارہروی

### کے اصلاحی افکار

غلام مصطفیٰ رضوی مالگاؤں

مغربی تہذیب و تمدن کے بطن سے رونما ہونے والا فاسد انقلاب یہ فکری اُبج لایا کہ مذہب اور علم میں کوئی رشتہ و تعلق نہیں۔ مذہب اور ہے اور علم چیزے دیگر۔ جب تک علم مذہب کی حدود و ضوابط کے تابع رہا اس سے انسانیت اور اخلاق ترقی پاتے رہے۔ اور جب اس میں بُعد واقع ہوا تو انسانیت ذلت کے غار میں جا پڑی۔ سلف صالحین ایک طرف دین کے علم میں ماہر ہوتے تو دوسری طرف سائنس و سیاست اور اصلاح و معیشت میں بھی ماہر۔ مسلمانوں کی زبوں حالی کی ایک وجہ علم سے دوری ہے۔ المیہ یہ کہ آج کل دنیوی علوم کے حصول پر تو زور دیا جا رہا ہے لیکن دین کے علم سے بے پروائی کی جارہی ہے۔ جس کے زیر اثر لاندہبی کا طوفان مسلم کمیونٹی کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ سلف صالحین نے ہر اٹھنے والے فتنوں کا سد باب اپنی فکر و علم و قلم سے کیا۔

تاج العلماء مولانا سید اولاد رسول مارہروی (۱۳۰۹ھ-۱۳۷۵ھ) کے عہد میں یہود و نصاریٰ کے برپا کردہ طوفان بدتمیزی نے فکروں کو پراگندہ اور اذہان کو گدلا کر کے رکھ دیا تھا۔ جس کے زیر اثر اخلاقی اقدار تنزل پذیر تھیں۔ جیسا کہ آج حالات اس سے زیادہ ہی پے پیچیدہ ہیں۔ تاج العلماء نے اپنے فکر و قلم، وعظ و ارشاد اور خانقاہی پیغام کے ذریعے اصلاح کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں راقم کے پیش نظر تاج العلماء کی

ایک جان دار و نشان دار تحریر ہے جس میں اصلاح فکر و نظر کے کئی ایک ایسے گوشے ذکر کیے ہیں جن پر عمل کے ذریعے صالح اسلامی معاشرہ کی تشکیل کی جاسکتی ہے اور لاندہیت کے سیلاب پر بند باندھا جاسکتا ہے۔

خانقاہ برکاتیہ کے گل سرسبد تاج العلماء فکر صالح کے مالک تھے۔ ان کی دینی بصیرت مستقبل کو دیکھ رہی تھی۔ احیائے فکر و نظر کے لیے آپ نے جو سعی و کاوش فرمائی وہ ممتاز ہے۔ خانقاہ برکاتیہ ویسے بھی ہند کی نمایاں اور مرکزی خانقاہ رہی ہے اس سے جو بھی آواز ابھری، اس کی بازگشت پورے برصغیر میں صاف سنی گئی۔ بایں وجہ تاج العلماء کی اصلاحی خدمات کے اثرات دور تک پہنچے۔ گویہ تساہلی ضرور واقع ہوئی کہ ہم اہل سنت ان کی تمام کتابوں کی اشاعت نہ کر سکے ورنہ تصوف و اصلاح اور تزیئہ باطن کا ایک دستور العمل سامنے ہوتا۔ تاج العلماء حکمت و تدبر، اور دانش و بینش کے جوہر سے مالا مال تھے، ان کی بصیرت کا اندازہ ان کی تحریروں سے ہوتا ہے جن میں قومی و اصلاحی جذبہ کار فرما ہے۔ یہاں اسی پہلو سے چند گوشے ذکر کیے جاتے ہیں:

### فکری تنزل:

باطل کے مکرو فریب میں یہ بات شامل تھی کہ اگر مسلمانوں کو زوال سے ہم آہنگ کرنا ہے تو ان میں فکری بے راہ روی اور شہوانی لذت سے رغبت پیدا کر دی جائے۔ اسی غرض سے تمدن مغرب کو مسلم معاشرے میں رائج کیا گیا اور لاشعوری طور پر مسلمان اس کا شکار بھی ہوئے، نتیجے میں مذہب سے بے زاری پیدا ہوئی، اس لیے کہ مذہب اخلاقیات کا درس دیتا ہے۔ تاج العلماء لکھتے ہیں:

”یورپ کے عیش پرستوں کو دیکھ کر ملک کے نوجوانوں کی رال ٹپکنے لگی، اور وہ دیکھتے ہیں کہ مذہب شہوانی جذبات کو دبا تا اور نفسانی امنگوں کا گلا گھونٹتا ہے، شہوت انگیزی کے تمام دواعی و اسباب کی بندش کرتا ہے، مذہب کے اثر و اقتدار کی حالت میں نفس پرستی و شہوت رانی کے مواقع ہاتھ نہیں آتے۔“ (پاسبان الہ آباد، جون ۱۹۶۳ء ص ۱۹)

بات واضح ہوگئی کہ مذہب سے دوری و بے زاری کا سبب غیر اخلاقی محرکات کی تسکین ہے اور یہی معاملات ایسے ہیں جن میں مبتلا ہو کر ہماری نوجوان نسل تباہ ہو رہی ہے۔

### منفی تربیت کے اثرات:

تاج العلماء اس تعلق سے لکھتے ہیں: ”جب اس (بے حیائی و فحاشی کی) آب و ہوا میں پرورش پائی ہو اور جس انسان کا ماحول اس قدر تاریک رہا ہو، اس کو مذہب کی شکل کیوں بھیا نک نظر نہ آئے اور وہ پابندیوں کے تصور اور اپنی فاسد امیدوں کے خون ہو جانے کے اندیشے سے خائف و مضطرب نہ ہو۔“ (مرجع سابق)

### احیاء دین اور ہماری غفلت:

”احیاء ملت اور حمایت دین مسلمانوں کے لیے تمام ضروریات میں سب سے اعلیٰ ضرورت ہے اس کا احساس و ادراک کریں۔ اور علما کی معاش کی طرف سے غفلت نہ برتیں مگر بجائے اس کے ان پر یہ الزام لگانا کہ وہ بے کار ہیں، دین کو بے کار سمجھنا ہے۔“ (مرجع سابق ص ۲۰)

علما کی توہین آج عام سی بات ہے جس کا یہ اثر ہے کہ علما کو حقیر جانا جاتا ہے حالاں کہ ہر معاملے میں ہمیں علما ہی کی ضرورت ہوتی ہے، یہ ویسٹرن کلچر کا اثر ہے کہ ایک طبقہ ایسا سامنے آیا جو علما کا قدر داں نہیں۔ ایسے افراد کو اپنی منفی روش تبدیل کر لینی چاہیے۔

### میڈیا کا منفی رخ:

ایک لہر چل پڑی ہے جدت کی، جس کا شکار اخبارات بھی ہوئے اور اسلام کے اصولوں کی بجائے مغربی صحافت کے اصولوں کو محورِ نگاہ بنا لیا، تاج العلماء فرماتے ہیں: ”اخبار نویسوں نے اسلام کے ساتھ کیا کیا بغض نکالے ہیں، ان تمام افعال کو جو اسلام کو مٹانے والے تھے، اصلاحات کہہ کر عوام کے عقیدوں کو خراب کیا گیا۔ یہ اصلاح ہے کہ اسلامی زندگی کو ترک کر دیا جائے اور مذہب کی حمایت کو ظلم بتایا جائے؟

ان کی خامہ فرسائی، دماغ سوزی اور اخبار سیاہ کرنے کا صرف یہی مقصد ہے کہ ہمارے ملک کے جذبہ مذہبیت کو ضعیف کیا جائے۔“ (مرجع سابق ص ۲۱)

میڈیا کے حوالے سے یہودی پروٹوکول میں بھی واضح ہے کہ وہ میڈیا پر اسی لیے اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں کہ مذہبی (اسلامی) افکار کے مقابل منفی فکر کو رواج دے سکیں۔ اس رخ سے موجودہ میڈیا کا معاملہ سامنے ہے کہ اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرنے کی بجائے منفی تصویر گڑھ رہا ہے، انفرادی جرائم جن کی مخالفت صرف اسلام نے، کی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اسے اسلامی تعلیمات سے جوڑ رہا ہے۔ بایں ہمہ میڈیا دیانت و صداقت سے عاری و خالی ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ ایک المیہ ہے۔ جس کے بعض احوال کی نشان دہی تاج العلماء نے چار دہائی قبل ہی کر دی تھی۔

### علما کی ذمہ داری:

علما ہی قائد ہوتے ہیں اور ان کی یہ قیادت دینی امور کے علاوہ دنیوی معاملات میں بھی ہوتی ہے لیکن اکثر علما بھی اپنے فرائض سے بے پروا نظر آتے ہیں۔ تاج العلماء، علما کو بے داری کا پیغام سناتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اپنے زاویے سے نکیے، خلوتوں سے باہر آئیے! اسلام کی حمایت کا وقت ہے، اہل باطل کے بطلان کے پردے فاش کیجیے، بد دین فریبیوں کی فریب کاریوں کا افشاے راز کر کے مسلمانوں کی دینی و مذہبی حمایت و حفاظت کیجیے، وہ پرچے وہ رسالے وہ اخبار وہ تحریر جو اسلام کی مخالفت میں بھرے ہوتے ہیں جن میں بے دینی کی ترویج کی جاتی ہے، ان کو دیکھنے سے مسلمانوں کو روکنے کی کوشش کیجیے، بے دینی پھیلانے والے جلسے جو ملک میں منعقد کیے جاتے ہیں ان سے مسلمانوں کو آگاہ کیجیے اور ان کے شر سے بچنے کے لیے مسلمانوں کو مشورہ دیجیے کہ ان میں شرکت نہ کریں۔“ (مرجع سابق ص ۲۱) ع

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

### مسلمانوں کی ذمہ داری:

عام مسلمان بھی احساس ذمہ داری پیدا کریں اور اصلاح کے لیے جو فرائض

عائد ہوتے ہیں ان کی پاس داری کریں۔ تاج العلما نے جہاں طبقہ خواص علما کو جھنجھوڑا، وہیں عوام کو بھی ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور بے داری کا مشورہ دیا، اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ایک فرد پر تربیت و فکری تشکیل کے لیے کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اس کا محسوس پیغام تاج العلما کے اس اقتباس میں دیکھیں، لکھتے ہیں:

”اسلام کی حمایت جیسی علما پر فرض ہے (عام) مسلمانوں پر بھی فرض ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو ایسی صحبتوں سے بچانے کی زبردست کوشش کریں جو بے قیدی سکھاتیں اور بے دین بناتیں ہیں۔ اس بات کی بھی کوشش کریں کہ مغرب اخلاق اور بے دینی اور بد مذہبی کی تحریریں ان کے مطالعہ میں نہ آئیں۔ اسلامی تعلیم کے صحیفہ سے دماغ سادہ اور خالی نہ ہوں۔ مذہب کی قدر اور محبت سے انھیں واقف اور باخبر کیا جائے۔“ (مرجع سابق)

مارہرہ مطہرہ کی خانقاہ کے بزرگوں نے جو خدمات انجام دی ہیں، ان سے تاریخ ہند کے صفحات جگمگا رہے ہیں۔ تاج دار مارہرہ تاج العلما نے اپنے اصلاحی اور تعلیمی مشن کے توسط سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے افکار کو عام کیا اور اس خانقاہی کردار کی یاد تازہ کر دی جو مسلمانوں کے شان دار ماضی کا حصہ رہا ہے۔ جس سے اصلاح کے ہزاروں باب چمکتے، باطن سنورتے دکھائی دیتے ہیں۔ تاج العلما جہاں مورخ ہیں وہیں تصوف کے اہم سبجیکٹ ”اصلاح“ میں ان کا پایہ بلند اور ان کی تعلیمات موثر نظر آتی ہیں۔ آپ کی اصلاحی کاوشوں کے باب میں علمی، عملی، تحقیقی کام انجام دینا وقت کا تقاضا ہے۔



تاج دار مارہرہ حضور سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں کا ایک شاہ کار

## رسالہ تحقیق التراویح : ایک جائزہ

مولانا دلشاد احمد قادری مجیدی، استاذ مدرسہ قادریہ، بدایوں شریف

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے عظیم المرتبت بزرگ، سراج السالکین، نور العارفین، حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ ایک زمانہ آپ کی روحانیت کا قائل رہا اور آپ کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے مستفیض ہوا اور تاقیام قیامت ہوتا رہے گا۔ آپ کی ذات، شریعت و طریقت کا حسین سنگم تھی آپ ایک متبحر عالم، ممتاز مصنف، صوفی باصفا اور روشن ضمیر شیخ طریقت کی حیثیت سے اپنے معاصر علمائے کرام و صوفیائے عظام میں نمایاں و ممتاز مقام رکھتے تھے۔

آپ کا اسم گرامی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری اور لقب میاں صاحب ہے۔ ولادت باسعادت ۱۹ شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء بمقام مارہرہ مقدسہ بروز پنج شنبہ ہوئی۔ تاریخی نام ”مظہر علی“ ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے جد امجد اور پیر و مرشد حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمد قدس سرہ کے زیر سایہ ہوئی متعدد علمائے کرام اور ارباب علم و فضل سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے جن میں مولانا محمد سعید عثمانی بدایونی، مولانا فضل احمد جالیسری، مولانا نور احمد بدایونی، حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی، مولانا تراب علی امر و ہوی، مولانا حسین شاہ

محدث ولایتی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ ایک بلند پایہ مصنف تھے۔ حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانے میں دین و مذہب کے نام پر پیدا ہونے والے تمام فتنوں کی جس جواں مردی و استقامت اور ایمانی حرارت کے ساتھ سرکوبی فرمائی وہ قابل تقلید ہے۔ اسلامی افکار و نظریات سے متصادم عقائد باطلہ کے آپ نے کتاب و سنت اور اقوال سلف کی روشنی میں دنداں شکن جوابات دیئے اور عقائد حقہ کو ثابت کیا۔ آپ کے گرد و نواح میں شیعیت و رافضیت نے زیادہ زور پکڑا تو ان کے باطل عقائد کے رد و ابطال کے لئے آپ قلمی جہاد میں مصروف ہو گئے اور متعدد رسائل ان کی تردید میں تحریر فرمائے جن میں ”العسل المصفی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ، دلیل الیقین من کلمات العارفین، عقیدہ اہل سنت و جماعت، عقیدہ اہلسنت نسبت محاربین جمل و صفین و نہروان“ سرفہرست ہیں۔ آپ کی یہ مایہ ناز تصنیفات آج بھی باطل سے جزیہ وصول کر رہی ہیں۔

جب بعض لوگوں نے اتباع کتاب و سنت کے نام پر ائمہ اجتہاد کی تحقیقات سے روگردانی کرنے کا فتنہ برپا کیا تو سرکار نور نے اس عدم تقلید کے رجحان کے خلاف قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا، تراویح کے سلسلہ میں ائمہ احناف کا موقف یہ ہے کہ یہ بیس رکعات سنت ہیں جب کہ بعض لوگوں نے تراویح کی آٹھ رکعات کا دعویٰ کیا، زیر تبصرہ کتاب اسی موضوع پر نہایت محققانہ شان سے تصنیف کی گئی ہے۔

اس مختصر تحریر میں ہم آپ کی مایہ ناز تصنیف ”تحقیق التراویح“ کے مشمولات پر ایک نظر ڈالیں گے تاکہ لوگ اس بلند پایہ تحقیقی کتاب کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔ یہ کتاب عربی زبان میں اسی صفحات پر مشتمل ہے اس میں سنت اور سنت مؤکدہ کی تعریف، تراویح کے سنت ہونے پر دلائل اور اس کی تعداد رکعات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ احادیث مبارکہ فقہائے کرام اور علمائے اصول کے ارشادات کی روشنی میں اہل سنت و جماعت کے موقف و مذہب کو ثابت کیا گیا ہے، مصنف نے ابتدائے

کتاب میں اس بات کی کھلے الفاظ میں صراحت فرمائی ہے کہ اس کتاب کے اکثر مباحث علامہ ابوالحسنات مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی کتاب ”تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار“ سے ماخوذ ہیں، ۲۰ رمضان المبارک ۱۲۹۰ھ کو صرف چھ دن کی قلیل مدت میں اس کتاب کی تکمیل ہوئی اور ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ کو مطبع غالب الاخبار معروف بہ ”صبح صادق“ سینٹاپور سے شائع ہوئی۔ کتاب ایک مقدمہ، ایک باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ بڑا ہی جامع ہے جو ۱۴ صفحات پر حاوی ہے۔ اس میں مصنف علیہ الرحمۃ نے مطلق سنت اور سنت مؤکدہ کی تعریف فقہائے کرام اور علمائے اصول فقہ کے مختلف اقوال حسب ذیل کتب فقہیہ سے ذکر کیے ہیں۔ ۱۔ فتاویٰ بزازیہ، ۲۔ خزائنہ المفتین، ۳۔ شرح نقایہ، ۴۔ شرح المستصفیٰ، ۵۔ فتح القدیر، ۶۔ مختصر القدوری، ۷۔ کتاب التحریر، ۸۔ در مختار، ۹۔ خلاصۃ الفتاویٰ، ۱۰۔ مراقی الفلاح، ۱۱۔ غایۃ البیان، ۱۲۔ عنایہ، ۱۳۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلیٰ، ۱۴۔ جامع الرموز، ۱۵۔ التحقیق شرح المنتخب الحسامی، ۱۶۔ کشف اصول البز دوی، ۱۷۔ تعالیق الانوار حاشیۃ الدر المختار، ۱۸۔ الجواہر النفیسیہ شرح الدرۃ المندیہ، ۱۹۔ ایضاح الاصلاح، ۲۰۔ شرح التحریر، ۲۱۔ مرقاۃ الاصول شرح مرآۃ الاصول، ۲۲۔ التنبین شرح المنتخب الحسامی، ۲۳۔ خزائنہ الروایہ، ۲۴۔ المنار، ۲۵۔ قمر الاقمار، ۲۶۔ منہج الغفار وغیرہ

متذکرہ بالا کتب فقہیہ اور اس کے علاوہ دیگر فقہی کتب کی روشنی میں سنت کی تعریف اور اس کے مصداق پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور بحث کے آخر میں خلاصہ کے طور پر سرکار نور تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہمارے بہت سے اصحاب مثلاً علامہ عینی صاحب بنایہ، علامہ ابن ہمام صاحب تحریر، بحر العلوم صاحب الکشف و الشقیق، صاحب التنبین، صاحب الاصلاح والایضاح، صاحب مرقاۃ الاصول، صاحب المحیط، صاحب الخلاصہ،

صاحب النہر علامہ ابوالیسر الہر دوی، امام طحاوی وغیرہ نے سنت کی عمومی تعریف فرمائی جو سنت خلفا کو بھی شامل ہے ان حضرات کے نزدیک تارک سنت قابل ملامت ہے بلکہ صاحب عینی علامہ عینی تو اسے قابل عقاب سمجھتے ہیں۔ ابن ہمام نے ”التحریر“ میں صراحتاً فرمایا ہے کہ بعض خلفا کی سنت کا بھی یہی درجہ ہے۔ اس کا تارک بھی عقاب کا مستحق ہوگا۔ حضرت بحر العلوم نے تحریر کی شرح میں صراحت فرمائی کہ سنت وہ طریقہ دینیہ ہے جس کا خلفا نے حکم دیا اگرچہ انھوں نے خود اسے نہ کیا ہو۔

مقدمہ کے تتمہ میں تراویح اور نفل کے معنی متعین کیے گئے ہیں نیز تراویح کی تعداد رکعات اور اس کے سنت موکدہ ہونے پر احادیث مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ تراویح کے ثبوت میں وارد شدہ احادیث نقل کرنے کے بعد ان سے مستنبط نتیجہ کی طرف اشارے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ترجمہ: (ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں) یہ بات ثابت ہوگئی کہ نفس تراویح مردوزن دونوں کے لیے سنت موکدہ ہے۔ اس لیے کہ اس پر خلفائے راشدین اور ان کے بعد امت نے مواظبت کی اگرچہ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے مداومت و ہمیشگی نہیں فرمائی، آپ کا مواظبت نہ فرمانا ایک عذر کی بنا پر تھا کہ کہیں وہ امت پر فرض نہ ہو جائے یہی فقہائے کرام کا مذہب ہے جس پر ان کے اقوال شہد و دال ہیں۔

کتاب کا باب اول ص ۱۶ سے ص ۷۳ تک اٹھاون صفحات کو محیط ہے اس میں مصنف علیہ الرحمہ نے چھیانوے فصلیں قائم کیں ہیں اور ۲۰ رکعت تراویح کے مسنون ہونے نیز وقت تراویح، تراویح کی ادائیگی کے تفصیلی طریقہ پر فقہائے متقدمین کے اقوال سے استدلال کیا ہے۔

وہ کتب جن کی عبارتیں بطور استشہاد پیش کی گئی ہیں ان کے اسما حسب ذیل ہیں: ۱۔ شرح وقایہ، ۲۔ ہدایہ، ۳۔ درمختار، ۴۔ رد مختار، ۵۔ شرح فقہ اکبر، ۶۔ المیزان، ۷۔ جامع الرموز، ۸۔ ملتقى الابحر، ۹۔ عنایہ، ۱۰۔ مختصر القدوری، ۱۱۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ۱۲۔ شرح منیۃ المصلی المعروف بصغیری، ۱۳۔ ملقط، ۱۴۔ جلیۃ المجلی وبغیۃ المہندی شرح منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی، ۱۵۔ فتاویٰ قاضی خان، ۱۶۔ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق، ۱۷۔ المستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق، ۱۸۔ الاختیار شرح المختار، ۱۹۔ صحیح الروایۃ، ۲۰۔ الارکان الاربعہ، ۲۱۔ فتاویٰ فیض الکریم، ۲۲۔ فتاویٰ سراجیہ، ۲۳۔ حاشیۃ چلبی، ۲۴۔ الحاوی المقدسی، ۲۵۔ الکفایہ حاشیۃ الہدایہ، ۲۶۔ کنز العباد، ۲۷۔ الاشباہ والنظائر، ۲۸۔ الینایج شرح القدوری، ۲۹۔ الکافی شرح الوافی، ۳۰۔ نور الایضاح، ۳۱۔ جواہر الاخلاطی، ۳۲۔ فتاویٰ صدر الاسلام، ۳۳۔ الجوہرۃ النیرۃ شرح القدوری، ۳۴۔ فتاویٰ تاتارخانیہ، ۳۵۔ خواہر زادہ، ۳۶۔ فتاویٰ ابراہیم شاہی، ۳۷۔ النہر الفائق، ۳۸۔ مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر، ۳۹۔ فتاویٰ الحجۃ، ۴۰۔ غنیۃ الطالبین، ۴۱۔ احیاء العلوم۔

ان کتب فقہیہ و اصولیہ کے علاوہ دیگر کتب سے بھی عبارتیں نقل کی گئی ہیں اور آخر میں خلاصہ بحث کے طور پر مصنف رقم طراز ہیں:

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ فقہائے کرام اور اصولیین کے اقوال کے تتبع و تلاش سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ مذہب حنفیہ کی رو سے رمضان مبارک کی راتوں میں بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت موکدہ ہے اور اسے جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ اور تراویح میں ایک مرتبہ ختم قرآن بھی سنت موکدہ ہے۔

پھر مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کے خاتمہ میں فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ تراویح کو بغیر عذر شرعی ترک کرنا اسعادت ہے۔ خاتمہ کے نکتہ میں علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے جو تراویح

کے سنت اور اس کی تعداد رکعات کے سلسلہ میں ہے۔

کتاب پر استاذ العلماء مولانا محبت احمد عثمانی بدایونی کی تقریظ ہے جو عربی زبان میں ہے اور ایک صفحہ پر مشتمل ہے۔

کتاب کے آخر اس دور کے حلیل القدر مستند و معتمد علمائے کرام کی تصدیقات و تائیدات شامل ہیں، جن میں کچھ مشہور و معروف علمائے کرام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

- ۱- مولانا نور احمد بدایونی
- ۲- حضرت تاج الفحول سیدنا شاہ عبدالقادر عثمانی بدایونی
- ۳- ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی
- ۴- مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی
- ۵- مولانا سراج الحق قادری بدایونی
- ۶- مولانا نقی علی خاں قادری بریلوی
- ۷- مولانا ہدایت علی لکھنوی ثم پبلی بھتی
- ۸- مولانا شمس الاسلام۔

تراویح کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں کتاب مذکور نہایت جامع ہے، اسلوب سنجیدہ اور عالمانہ ہے جو بات کہی گئی ہے اسے کتاب و سنت اور اقوال سلف سے ثابت کیا گیا۔ کتاب کی اہمیت اور وقت کی ضرورت کے پیش نظر استاذ گرامی حضرت مولانا اسید الحق محمد عاصم القادری مدظلہ العالی ولی عہد خانقاہ عالیہ قادریہ، بدایوں شریف کے حکم سے راقم الحروف نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جسے عنقریب تاج الفحول اکیڈمی بدایوں شریف موجودہ تحقیقی و اشاعتی معیار کے مطابق جدید ترتیب و تخریج کے ساتھ شائع کرنے والی ہے۔

## ”اہل سنت کی آواز“ مارہرہ مطہرہ کے خصوصی شمارے ”اکابر مارہرہ- حصہ دوم“ پر ایک طائرانہ نظر

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

غیر منقسم ہندوستان کی بانی فیض قدیم خانقاہوں میں مارہرہ مطہرہ کی خانقاہ عالیہ قادریہ برکات کی اپنی ایک الگ شناخت ہے۔ درس معرفت و سلوک اور تعلیم رشد و ہدایت کے ساتھ خاندان برکات کا ایک خاص وصف علم دوستی اور علمانوازی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاندان میں جہاں اصحاب سلوک و معرفت گزرے ہیں، وہیں صاحبان قمر طاس و قلم نے بھی اپنا لوہا منوایا ہے۔ اس وابستگی قمر طاس و قلم کی ایک کڑی ”اہل سنت کی آواز“ ہے جس نے مذہبی صحافت میں اپنا مقام بنالیا ہے، اس کا ہر شمارہ کسی خاص موضوع پر بھرپور مواد پیش کرتا ہے۔ جو کسی دستاویز سے کم نہیں ہوتا۔

زیر نظر شمارہ ”اہل سنت کی آواز“ کی سترہویں کڑی یعنی ”اکابر مارہرہ مطہرہ- حصہ دوم“ ہے۔ سال گذشتہ اس کے پہلے حصے میں، کاروان خاندان برکات- مدینہ طیبہ سے دہلی تک، بلگرام شریف- گہوارہ اکابر مارہرہ مطہرہ، مارہرہ مطہرہ- جلوہ گاہ سادات زیدی، صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی، حضرت سید شاہ محمد حمزہ مارہروی، حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی جیسے عنوانات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی تھی اور اب اس دوسرے حصے میں سرکار نور سید شاہ ابوالحسین نوری، صاحب عرس قاسمی سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں قادری، تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری، سید شاہ آل عبا قادری، سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ قادری اور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری علیہم الرحمۃ والرضوان کی حیات و خدمات



پر تفصیلی مضامین شامل کیے گئے ہیں، اس طرح ان دونوں شماروں کو ملا دیا جائے تو اسے خاندانِ برکات اور خانقاہِ برکاتیہ کا ایک تاریخی اور سوانحی ”دارالمعارف“ کہا جاسکتا ہے۔

اس خصوصی شمارے (اکابر مارہرہ - حصہ دوم) میں فہرست مضامین کے بعد دو ادارے شامل ہیں۔ پہلا ادارہ خانقاہِ برکاتیہ کے نائب سجادہ نشین اور مجلے کے مدیر اعلیٰ سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری کا ہے اور دوسرا معاون مدیر ڈاکٹر ساحل شہسرامی کا۔

مدیر اعلیٰ اپنے ادارے میں خانقاہی طریق کار، یوں بیان کرتے ہیں کہ خانقاہِ برکاتیہ کا نظام کاریہ تھا کہ یہاں کے مشائخ خانقاہ کے اندر سجادہ پر متمکن رہتے ہوئے مخلوق خدا کی شریعت کے مطابق تربیت کرتے، سلوک کی منزلیں طے کراتے اور انسان دوستی کا درس دیتے، یہ سلسلہ حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ تک چلا، حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ کو خانقاہ سے باہر جانے کی اجازت ہوئی تو ایک نئے دور کا آغاز ہوا، تبلیغ اور خدمتِ خلق کا دائرہ وسیع ہوا جس کی وجہ سے لوگوں کو فیضِ یابی کا خوب، خوب موقع ملا۔

حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ سے جو طریقہ تبلیغ شروع ہوا تو آج تک اس خانقاہ کے سجادگان اس پر عمل پیرا ہیں اور چشمہٴ برکاتیت سے تشنگانِ شریعت و طریقت کو سیراب کر رہے ہیں۔ اس وقت اس مے خانہٴ قادری و برکاتی کے بڑے ہی امین ساتی امین ملت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی ہیں، جن کی ذات سے برکاتی فیضانِ شب و روز جاری ہے۔

ادارے کے دوسرے حصے میں تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی کو جارج ٹاؤن کے دنیا کے پانچ سو بااثر لوگوں کی فہرست میں ۲۶ ویں نمبر پر رکھنے پر مبارک باد پیش کی گئی ہے۔ اس کے بعد جامعۃ البرکات، مارہرہ پبلک اسکول اور مارہرہ ایجوکیشن سوسائٹی کے کارہائے نمایاں

پر روشنی ڈالی گئی ہے اور وفیات کے تحت ام سال دنیا سے رخصت ہونے والے چند علما اور متوسلین کی ایک فہرست پیش کی گئی ہے۔

معاون مدیر ساحل شہسرامی نے اپنے ادارے میں اساطین خانقاہِ برکات کی دینی خدمات کا مختصراً جائزہ لینے کے بعد اس شمارے میں شامل مضامین کا ایسا خوب صورت اجمالی تعارف پیش کیا ہے جس سے مجلے کے مشمولات بہ یک نگاہ سامنے آ جاتے ہیں۔

اس خصوصی شمارے کو جہاں نثری شہ پاروں سے زینت بخشی گئی ہے وہیں نعتوں اور مقبتوں کے گل دستوں سے بھی سجایا گیا ہے، جو چھ گوشوں کو شامل ہے۔ پہلا گوشہ سرکارِ نور سراج السالکین سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ کے حوالے سے ہے، اسے گوشہٴ نور بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں پہلے حضرت سرکارِ نور کے قلمی برکات سے عربی، فارسی اور اردو کے تین کلام شامل کیے گئے ہیں۔ عربی کلام کا ترجمہ، فائزہ سلمان کی طرف سے ہے اور فارسی کا مولانا جمیل احمد نوری (علیک) کی طرف سے۔ اس کے بعد استادِ ادب عربی مولانا نفیس احمد مصباحی استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا تفصیلی مضمون ”جہانِ نور - حیات و خدمات“ کے نام سے شامل ہے اخیر میں اکابر علما اور شعرا کی مقبتوں کو جگہ دی گئی ہے۔

مولانا نفیس احمد مصباحی کا مضمون ص ۳۴ سے شروع ہو کر ص ۱۵۷ پر ختم ہوتا۔ اس طرح یہ مضمون ۱۲۳ صفحات پر اپنی نورانی کرنیں بکھیرتا ہے جس سے حضرت سرکارِ نور علیہ الرحمہ کے تقریباً تمام شعبہٴ حیات و خدمات کا احاطہ ہو جاتا ہے۔ مولانا کی یہ تحریر بڑی ہی عمدہ، شستہ اور مہذب ہے، آپ نے لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ مواد کی کثرت نے صفحات کی تعداد ضرور بڑھادی ہے لیکن نفاستِ اسلوب کا دامن کہیں بھی چھوٹا نظر نہیں آتا۔ مصادر و مراجع کی طویل فہرست اس بات کی طرف مشیر ہے کہ مضمون کی تیاری میں بہت ساری کتابوں کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

حضرت سرکارِ نور علیہ الرحمہ ۱۹ شوال ۱۴۵۵ھ / ۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء میں پنج شنبہ

کے روز مارہرہ شریف میں حضرت خاتم الاکابر سید آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سید شاہ ظہور حسن قدس سرہ کے دولت کدے پر پیدا ہوئے۔ اپنے جد کریم حضرت خاتم الاکابر اور دیگر اساتذہ سے علم ظاہر و باطن کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی، سلوک کی تکمیل جد کریم کی خدمت میں کی، وہ اس طرح کی کہ آپ گیارہ سال کے ہوئے تو دادا نے تمام مجاہدات سلوک اور ریاضات طریقت اور خاص خاص ادعیہ خاندانی ادا کرادیے، ان تمام علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے چھوٹے دادا سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ سے بھی باطنی فیض اور فن تکمیل حاصل کیا، اس طرح سے آپ کی ذات مجموعہ کمالات بن گئی۔ بارہ سال کی عمر میں حضرت خاتم الاکابر نے آپ کو خلافت کی نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ آپ احکام شریعت کا حد درجہ پاس و لحاظ رکھتے، اگر کسی کو شریعت مطہرہ کے خلاف کوئی کام کرتے دیکھتے تو بڑی دلش مندی اور حکمت عملی سے اس کی اصلاح فرماتے۔ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے ربیع الاول ۱۲۶۷ھ کی سترہویں شب میں اپنی مسند سجادگی عطا فرمائی، مگر باقاعدہ سجادہ نشینی کا اعلان ذوالحجہ ۱۲۹۷ھ کو مجمع عام میں ہوا، اس تقریب سجادگی کے موقع پر اہل سنت کی دو عظیم شخصیتیں تاج الخول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہما بھی موجود تھیں۔

مسند سجادگی پر جلوہ افروزی کے بعد آپ اشاعت اسلام اور فروغ سنیت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے، آپ کے زمانہ سجادگی میں برکاتی فیضان خوب عام ہوا اور عوام و خواص آپ کے دامن سے وابستہ ہونے لگے۔ اللہ نے آپ کو رتبہ بلند عطا فرمایا تھا:

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین

سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

دوسرا گوشہ صاحب عرس قاسمی سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ سے منسوب ہے۔ یہ گوشہ حضرت سید شاہ جی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے دو مضامین (۱) دل کی سیر (۲) مسلمانوں کے تنزل کے اسباب، اور مدح مارہرہ میں تین اشعار

سے شروع ہوتا ہے، اس کے بعد حضرت کے والد ماجد سید شاہ محمد صادق قدس سرہ کا ذکر جمیل، جو تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری کا نوشتہ ہے جس میں ان کی اولاد کے حالات اور ان کی خدمات دینی پر مختصر روشنی ڈالی ہے۔ اس مضمون میں یہ وعدہ بھی کرتے ہیں کہ حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب قدس سرہ کی سوانح عمری اور کارنامہ دینی و دنیوی مفصل و مشرح ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر اپنی بیاض زیر تالیف میں درج کرے گا۔

پروفیسر غلام یحییٰ انجم، ہم درد یونیورسٹی دہلی کے معتبر قلم سے نکلا ہوا مضمون صاحب عرس قاسمی سید شاہ ابوالقاسم علیہ الرحمہ کی شخصیت پر بڑی اچھی روشنی ڈالتا ہے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں حضرت کے کچھ خاندانی کوائف، تعلیم و تربیت اور سلوک و تصوف پر گفتگو کرنے کے بعد یہ دکھایا ہے کہ حضرت خانقاہی مصروفیات کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ ملک میں ہونے والی سیاسی اتھل پتھل پر آپ کی گرفت بڑی مضبوط تھی، تحریک خلافت ہو یا تحریک ترک موالات، تحریک تقسیم ہند ہو یا تحریک قیام پاکستان ہر معاملہ میں مشائخ مارہرہ کا موقف وہی تھا جو ان کے اکابر علما و مشائخ کا رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے تعلق فی الدین پر بڑی وضاحت اور تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن قدس سرہ کو ”مجدد برکاتیت“ کہا جاتا ہے، آپ خانوادہ برکاتیت کے ایسے جلیل القدر فرد تھے جن کی وجہ سے برکاتیت کی تجدید ہوئی، انھوں نے اپنے کردار و عمل سے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور انھیں پند و نصائح کے ایسے جام پلائے کہ تا عمر تشنگی کا احساس نہ ہوا، آپ خلیق، ملن سار اور خلوص و وفا کے پیکر تھے۔ اشرف میاں برکاتی فرماتے ہیں:

فطرت میں ان کی چارہ گری انتہا کی ہے

تا شیران کے کوچے میں خاکِ شفا کی ہے

آپ ۳ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ کو مارہرہ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۴۷ھ میں مارہرہ

ہی میں وصال فرمایا اور خانقاہ برکاتیہ میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

حضرت شاہ قاسم علیہ الرحمہ کے بڑے صاحب زادے سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قدس سرہ کی ذات والا صفات پر حضرت تاج العلماء محمد میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کا دس صفحے کا مضمون زیب قرطاس ہے۔ اس کے بعد سات مقتبتیں پیش کی گئی ہیں جن سے آپ کے فضل و کمال اور آپ سے محبت و الفت کا اظہار ہوتا ہے، ساتھ ہی آپ کے کردار و عمل اور عادات و اطوار کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔

تیسرا گوشہ تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ سے متعلق ہے، اس گوشے کا آغاز بھی صاحب تذکرہ کے قلمی تبرکات سے ہوتا ہے، ان میں سے ایک نثر پارہ ”مفید شرعی ہدایت“ ہے، جس میں آپ نے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ دین اسلام اور مذہب سنیت پر مضبوطی سے قائم رہیں، حصول علم میں کوشاں رہیں اور اسی کے ساتھ ملکی سیاست سے بھی وابستگی رکھیں تاکہ سیاسی قلابازوں کے فریب میں آکر نقصان سے دوچار نہ ہوں اور اللہ و رسول کے ساتھ خوش عقیدگی پر اوس نہ پڑنے پائے کہ یہی مقصود زندگی ہے اور سامان آخرت بھی۔

آپ کی منظومات سے دو کلام شامل کیے گئے ہیں ”شوکت اسلام“ کے عنوان سے ایک مسدس ہے جس میں ۱۴۱ اشعار ہیں ان اشعار سے جہاں شوکت اسلام کا اظہار ہوتا ہے وہیں یہ اشعار اردو ادب کا بہترین نمونہ بھی پیش کرتے ہیں اور ۳۰ اشعار پر مشتمل ایک نظم ہے جس کے ہر شعر سے نجدیوں کی اسلام دشمنی اور ان کی شقاوت قلبی صاف جھلکتی ہے۔

اس کے بعد حضرت تاج العلماء قدس سرہ کی شخصیت اور حالات و کوائف پر عالی مرتبت ڈاکٹر محمد شجاع الدین فاروقی علی گڑھ کا ایک تفصیلی مضمون ہے جو ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں آپ نے حضرت تاج العلماء کی شخصی خوبیاں، تعلیم و تربیت، شجرہ نسب و بیعت، تعلقات مابین بریلی و مارہرہ، علمی و قلمی خدمات، اہم کتب کا تفصیلی جائزہ، وقف بل۔ ایک جائزہ، قاضی بل، مکاتیب کے نمونے اور دیگر بہت

سارے ضمنی عنوانات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ مضمون پڑھنے کے بعد جہاں صاحب تذکرہ کی خانقاہی مصروفیات، خدمت خلق، ملکی سیاست پر نظر اور رفاہی امور پر توجہ وغیرہ سے واقفیت ہوتی ہے وہیں ڈاکٹر فاروقی صاحب کے وسعت مطالعہ کا بھی پتا چلتا ہے اور اس بات کا بھی اندازا ہوتا ہے کہ آپ حاصل مطالعہ کو خوب صورتی کے ساتھ پروانے کا ڈھنگ خوب جانتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی کا ایک مضمون اور تاج العلماء قدس سرہ کے دو نادر و نایاب قطعات اور ڈاکٹر علیم الدین قادری برکاتی کا س گنج کا مضمون ”خدمات دینی سیدی تاج العلماء رضی اللہ عنہ“ بھی علمی، ادبی اور تبلیغی خدمات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ گوشہ حضرت شرف ملت کی منقبت پر ختم ہوتا ہے۔ مطلع یہ ہے:

یہ در، یہ آستانہ محمد میاں کا ہے

برکت کا یہ گھرانا محمد میاں کا ہے

چوتھے گوشے کا عنوان ہے سید شاہ آل عبا قادری برکاتی معروف بہ ”حضرت آوارہ“ اس عنوان کے تحت عالی جاہ ڈاکٹر قمر الہدی فریدی، شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کا ایک مضمون شامل ہے، جس سے حضرت آوارہ کے ادبی ذوق کی عکاسی بڑے خوب صورت انداز میں ہوتی ہے۔ نثر نگاری میں آپ کو انفرادیت حاصل تھی، مزاح نگاری اور شگفتہ بیانی میں آپ کوئی ثانی نہیں رکھتے۔ آپ کے قلمی آثار میں ”بے پرکی“ ”اپنی موج میں“ اور ”میرا فرمایا ہوا“ بہت مشہور ہیں۔ فریدی صاحب نے ان ہی کتابوں کے اقتباس سے اپنے مضمون کو سجانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ۱۳ صفحے کے اس مضمون میں صاحب تذکرہ کے ادبی معرکے وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں اور چند سطور میں سوانحی خاکہ پیش کر کے مضمون ختم کر دیا گیا ہے۔

اس مجلے میں شامل اور گوشوں کے مقابل یہ گوشہ کچھ سونا، سونا سا لگ رہا ہے۔ پانچواں گوشہ ”سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی قدس سرہ“ سے معنون ہے، حضرت سید العلماء کے قلمی تبرکات سے پہلے وہ خطبہ صدارت

پیش کیا گیا ہے جسے آپ نے آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء کے اجلاس منعقدہ ۲۱/۳/۱۹۶۳ء بہ مقام گراؤنڈ حلیم کالج، کان پور میں پیش کیا تھا۔ اس کے بعد آپ کے شعری خزانے سے پانچ کلام کو جگہ دی گئی ہے، جس میں حمد، نعت اور منقبت کے اشعار ہیں، ان میں آپ کا فارسی کلام بھی شامل ہے جس کا مطلع ہے:

تن بے روح را تاب و توانے کردہ ام پیدا

بہ ذکر نام احمد پاک جانے کردہ ام پیدا

ان تبرکات کے بعد آپ کی حیات و خدمات پر حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا ۹۳ صفحات پر مشتمل ایک شان دار مضمون ہے جس میں آپ نے درج ذیل عنوانات پر بڑی ہی سنجیدہ اور پروقار گفتگو کی ہے جس سے صاحب تذکرہ کے حالات اور کارناموں کی پوری تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ عنوانات کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

شجرہ پدری و مادری۔ ولادت۔ تعلیم و تربیت۔ تعلیم حکمت اور مطب۔ بیعت و خلافت۔ بمبئی کی امامت۔ غازی ملت کا قضیہ اور سید العلماء۔ آل انڈیائی جمعیت العلماء کا قیام۔ قیصر باغ میں کھلا اجلاس۔ مجلس انسداد فسادات۔ تصنیف و تالیف۔ خطابت۔ فتویٰ نویسی۔ ذوق شعر و سخن۔ سید العلماء اور الجامعۃ الاشرفیہ تحریک۔ مکتوب نگاری۔ کشف و کرامت۔ وفات حسرت آیات۔

ماخذ و مراجع کی ایک لمبی فہرست اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے یہ مضمون بڑی ہی وقت نظر اور تحقیق کے ساتھ رقم فرمایا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ایک محقق اپنی بات بغیر دلیل کے نہیں پیش کرتا۔

شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی اور ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی کی منقبتوں پر یہ گوشہ ختم ہوتا ہے۔

چھٹا گوشہ احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی قدس سرہ کی ذات بابرکات سے عبارت ہے۔ یہ گوشہ بھی حضرت کے مبارک رشحات اور تحریری

تبرکات سے شروع ہوتا ہے، مضمون مضمون ”حقیقی کام یابی کا راز“ وہ ناصحانہ مضمون ہے جس میں آپ نے امت مسلمہ کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ مسلمان اسی وقت کام یابیوں سے ہم کنار ہو سکتا ہے جب اللہ کی بندگی اور رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی الفت و محبت سے سرشار ہو، اس کے بغیر نہ دنیا بن سکتی ہے نہ آخرت۔ اخیر مضمون میں آپ رقم فرماتے ہیں کہ خدا و رسول اور ان کے محبوبوں کے ہو جاؤ۔ ان کے دشمنوں، مخالفوں، ان کے غیروں سے ناتہ توڑ لو، پھر تمہارے لیے ابدی راحتیں، بیشک کی چین و آرام رب کریم کے فضل سے ملے گا۔ تم اللہ سے ڈرو، سب تم سے ڈرنے لگیں گے، ساری ترقی اور کام یابی اسی میں ہے۔

شعری ذخیرے سے تین کلام منتخب کیے گئے، ایک نعت سرور کائنات اور دو منقبتیں، جن میں ایک: غوث اعظم قدس سرہ کی شان بالا درجات میں ہے اور دوسری: امام احمد رضا قدس سرہ کی شان رفیع المنزلت میں۔

آپ کے احوال و کوائف پر آپ کے صاحب زادہ گرامی سید محمد اشرف قادری برکاتی کا مضمون بنام ”احسن العلماء قدس سرہ“ بڑا تفصیلی اور معلوماتی مضمون ہے، یہ مضمون ص ۵۵۴ سے شروع ہو کر ص ۶۷۶ پر ختم ہوتا ہے، اس طرح اس کی ضخامت ۱۲۲ صفحے کی ہوتی ہے۔ یہ تحریر ان کی کتاب ”یاد حسن“ کی تلخیص ہے جو کئی سال پہلے چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ حضرت شرف ملت کے زہرہ نگار قلم سے نکلی ہوئی یہ تحریر حضرت احسن العلماء رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و کارنامے کے ہر گوشے پر بہ طریقہ احسن روشنی ڈالتی ہے، عنوان بندی کچھ اس طرح ہے کہ پہلے خانقاہ برکاتیہ کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے اس کے بعد ولادت، بیعت و خلافت، بچپن، تعلیم، دینی و علمی خدمات، زبان و ادب پر عبور، اعلیٰ حضرت سے انس، خلافت نامہ خاندانی، تاج العلماء کا مرتب کردہ محضر سجادگی، وقف نامہ، سید العلماء کا مرتب کردہ محضر سجادگی، احسن العلماء کی رسم سجادگی، شفقتیں اور کریمانہ عادتیں، خرچہ پوشی کی شب، علما کا اعزاز، تبلیغی اسفار، انداز تربیت، شجرہ پدری و مادری، دینی اور سیاسی بصیرت اور دیگر بہت سے اہم گوشوں پر

روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس تحریر کو ماخذ اور سند کی حیثیت حاصل ہے، اس لیے کہ یہ رشحات قلم صاحب تذکرہ کے نور نظر کے ہیں جنہوں نے آپ کے صبح و شام اس طرح سے دیکھے ہیں کہ کوئی دوسرا اس طرح نہیں دیکھ سکتا اس لیے ان کی بات سند اور اعتبار کا درجہ ضرور رکھے گی۔

اس طویل مضمون کے بعد چند مضامین اور منقبتیں شامل ہیں، ان میں فداے مرشد محمد اکبر قادری برکاتی کا مضمون بہ عنوان ”ایک شفیق مربی“ ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت احسن العلماء کے آخری ایام کے حالات اور ان کی میٹھی میٹھی باتیں بڑے اچھے پیرایے میں بیان کی ہیں۔

سید محمد اکمل اجملی الہ آباد، علامہ اختر رضا خاں ازہری بریلی شریف، بحر العلوم مفتی عبدالمنان مصباحی مبارک پور، مفتی مظفر احمد قادری داتا گنج، سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہرہ، یاور وارثی کان پور، قاسم حبیبی کان پور، میکا نیل ضیائی کان پور، ڈاکٹر ساحل شہسرامی علی گڑھ، شہیر رضوی لکھنؤ پور اور ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی علی گڑھ کی منقبتیں بھی شامل ہیں جو حضرت احسن العلماء کی محبت، الفت اور وابستگی کے ساتھ ادب اردو کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔

مولانا یلین اختر مصباحی، دارالقلم دہلی، آپ ایک مدبر، مفکر اور بہترین ادیب کی حیثیت سے معروف ہیں۔ آپ کا نوشتہ ”مشائخ مارہرہ مطہرہ اور امام احمد رضا بریلوی“ بھی اس مجلے کو زینت بخش رہا ہے، اس عنوان سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں مشائخ مارہرہ اور امام احمد رضا کے تعلق خاطر اور ارتباط باہمی کے روشن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مضمون میں آپ نے اس بات کی وضاحت بھی فرمائی ہے کہ اس موضوع پر مشتمل ایک کتاب ”فیضانِ قادریت و برکاتیت“ کے مطالعہ سے آپ کی آنکھیں جلد ہی روشن ہوں گی۔ اللہ کرے یہ کتاب جلد منظر عام پر آئے۔

ڈاکٹر ساحل شہسرامی نے ”اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی“ کے تحت حضرت ملک العلماء کے صاحب زادے پروفیسر مختار الدین آرزو کے وصال پر تعزیتی

کلمات اور کچھ احوال و کوائف پیش کیے ہیں اور مولانا علی احمد سیوانی آپ کی شان میں منقبت کا گلدستہ پیش کرتے ہیں۔

اخیر میں فداے مرشد محمد اکبر قادری برکاتی نے عرس قاسمی برکاتی ۲۰۰۹ء کی روداد، احسن العلماء کے پندرہویں سالانہ فاتحہ کی روداد اور حضرت امین ملت مدظلہ کے علمی، دینی اور تبلیغی اسفار کی دلکش روداد پیش کی ہے۔ ممبئی میں عرس احسن العلماء کی روداد مفتی محمد اشرف رضا قادری نے پیش فرمائی اور احمد مجتبیٰ صدیقی زید مجدہ نے بڑے ہی دل نشین اور خوب صورت پیرایے میں ”حضرت امین ملت کے تہنیتی اجلاس۔ جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے سروے کے حوالے سے“ کی رپورٹ پیش کی ہے اور جامعۃ البرکات کے کوائف اور حالات بیان کیے ہیں۔

**آخری بات:** اکابر مارہرہ مطہرہ پر دو خصوصی شمارے چھپے۔ پہلی جلد ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء میں اور دوسری جلد ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء میں منظر عام پر آئی۔ حضرت سید نجیب حیدر برکاتی پہلے خصوصی شمارے کے ادارے میں لکھتے ہیں کہ اکابر مارہرہ پر یہ خصوصی شمارہ تمام اکابر کا احاطہ نہیں کر سکا اس لیے بعونہ تعالیٰ یہ ارادہ کیا کہ پہلے شمارے میں خاندان کی مختصر تاریخ اور تاریخ کی کڑی سے کڑی جوڑنے کے لیے مارہرہ آنے سے پہلے والے بزرگوں کے مختصر احوال اور پھر شاہ عبدالجلیل، حضور صاحب البرکات، حضرت شاہ حمزہ، حضور آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہم کا ذکر تفصیل سے بیان ہو۔

اگلے شمارے یعنی دوسری جلد میں ان شاء اللہ تعالیٰ خاتم اکابر سید شاہ آل رسول، خاتم اکابر ہند سید شاہ ابوالحسن نوری، سید شاہ صادق، حضرت ابوالقاسم سید شاہ اسماعیل حسن عرف شاہ جی میاں، تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب، حضرت سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں، حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہم کے بارے میں مضامین ہوں گے۔ (ص ۱۰-۱۱)

اور دوسری جلد کے ادارے میں رقم طراز ہیں کہ پہلے حصے میں مختصر تاریخ سادات مارہرہ و بلگرام اور حضرت صاحب البرکات سے لے کر حضرت خاتم الاکابر

سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ تک بزرگان مارہرہ کی حیات و خدمات کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی، موجودہ شمارے یعنی دوسرے خصوصی شمارے میں خاتم الاکابر ہند حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ سے لے کر حضور احسن العلماء قدس سرہ تک حالات مشائخ مارہرہ پیش کر رہے ہیں۔ (ص: ۷۷)

حضرت مدیر اعلیٰ کے پہلے حصے کے ادارہ سے پتا چلتا ہے کہ اس کا دوسرا حصہ خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے ذکر سے شروع ہوگا اور دوسرے حصے کا ادارہ، یہ بتاتا ہے کہ پہلے حصے میں حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ تک بزرگان مارہرہ کی حیات و خدمات کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی۔

جب کہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی کے تذکرے پر نہ پہلا حصہ ختم ہوتا ہے نہ دوسرا شروع ہوتا ہے۔ پہلا حصہ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں برکاتی قدس سرہ پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا حصہ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس طرح حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کا تذکرہ بیچ سے حذف ہے، ایسا کیوں ہوا اس کی حکمت مجھے سمجھ میں نہ آسکی۔

## بدایوں میں بدایوں کے جاگیردار کا استقبال

(حضرت رفیق ملت کی بدایوں میں آمد)

تنویر قادری خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

مدینۃ الاولیاء بدایوں شریف خاندان برکات کی بڑی قدیم جاگیر ہے۔ حضور اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ کے زمانے سے اہل بدایوں کا سلسلہ برکاتیہ میں بیعت و ارادت کا آغاز ہوا، جو آج تک بحمدہ تعالیٰ جاری ہے۔ شمس الملت و الدین شمس مارہرہ ابوالفضل سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ جو اپنے وقت کے نائب غوث اور مظہر غوث تھے، انہوں نے اس سرزمین کے بارے میں فرمایا کہ ”بدایوں ہماری جاگیر ہے جو ہمیں سرکار غوثیت سے عطا ہوئی ہے“۔ حضور شمس مارہرہ کی زبان فیض ترجمان سے نکلا ہوا یہ لفظ آج دنیا میں بھی اہل بدایوں کا فخر اور سند ہے اور انشاء اللہ روز محشر بھی ہمارا ضمانتی ہوگا۔ حضور شمس مارہرہ قدس سرہ کا فیض اور سلسلہ برکاتیہ کا سب سے زیادہ اجرا ان کے بڑے چہیتے مرید اور خلیفہ بلکہ محرم اسرار مارہرہ افضل العبد، احب الخلفاء مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید عثمانی قادری آل احمدی کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ اس خاندان نے ایسی عبقری شخصیتوں کو جنم دیا جن سے دین اسلام اور مذہب اہل سنت کو بڑی تقویت پہنچی۔ بدایوں کے عثمانی خانوادے میں علم ظاہر و باطن کا جو امتزاج ماضی سے اب تک دیکھنے کو ملتا ہے وہ اپنے آپ میں خود عتقا ہے۔

سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہ نے سیف الجبار، بوارق محمدیہ اور المعتقد المنقذ جیسی کتابیں تصنیف فرما کر اہل سنت و جماعت کے

عقیدے کی حفاظت کی اور غیر منقسم ہندوپاک میں عشق رسالت کی شمع فروزاں کی، وہیں دوسری طرف آپ کے شہزادے حضور تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علم و فضل اور اپنے تبحر علمی سے سنیت کی وہ خدمات انجام دیں کہ تاجدار مارہرہ حضور نوری میاں قدس سرہ نے آپ کی محبت کو سنیت کی علامت قرار دیا۔

اس خانوادے کو ایک فخر یہ بھی حاصل ہے کہ خانوادہ برکات کے متعدد شہزادگان نے علمائے مدرسہ قادریہ سے اکتساب علم کیا۔ بعد کے دور کے صاحبزادگان نے تو مدرسہ قادریہ میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ نبیرہ خاتم الاکابر حضرت سید شاہ حسین حیدر حسینی میاں قدس سرہ اور مجدد سلسلہ برکاتیہ سید شاہ ابوالقاسم حاجی اسماعیل حسن قادری برکاتی نے باقاعدہ مدرسہ قادریہ میں قیام فرما کر تعلیم حاصل کی۔ حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ نے بھی مدرسہ قادریہ میں قیام کر کے حضرت مطیع الرسول سیدنا شاہ عبدالمتقندر قادری بدایونی قدس سرہ العزیز سے علم ظاہری کی تکمیل کی۔ مارہرہ مطہرہ اور بدایوں میں یہ عمیق وابستگی تعلیم ہی تک محدود نہیں بلکہ مشائخ مارہرہ کا یہ اعتماد بھی بے نظیر ہے کہ اپنے صاحبزادگان کو یہاں سے بیعت و خلافت بھی حاصل کروائی۔

الغرض ایک لمبی داستان ہے جو دو صدیوں کی دیرینہ نسبت، عمیق وابستگی اور بے پایاں عقیدت کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اہل بدایوں کے لیے مارہرہ مطہرہ پہلی اور آخری محبت ہے۔ انھیں تمام روایت اور دیرینہ محبتوں کے چلتے اہل بدایوں مارہرہ کی خاک کو آج بھی اپنی آنکھوں کا سرمہ سمجھتے ہیں۔

وارث پنجتن حضور سید شاہ یحییٰ حسن میاں علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے نام زد کردہ سجادہ نشین حضور رفیق ملت مسند نوری پر جلوہ افروز ہوئے، حضور امین ملت کی خصوصی دعوت پر میرے پیرومرشد حضور شیخ طریقت حضرت شیخ سالم القادری اپنے صاحبزادگان کے ساتھ جشن مسند نشینی میں شرکت کے لیے مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے، اور جشن مسند نشینی میں شرکت فرمائی۔ یہ بھی دراصل ایک قدیم معمول کی پاسداری ہی

تھی۔ ان دونوں خانقاہوں کا ایک قدیم معمول یہ بھی رہا ہے کہ جو بزرگ بھی مسند نوری پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور اپنے خلفا و مریدین میں دورے کا آغاز فرماتے ہیں تو سب سے پہلا دورہ مارہرہ مطہرہ کی سب سے قدیمی شاخ خانقاہ قادریہ بدایوں کا ہوتا ہے، خانقاہ قادریہ کے صاحب سجادہ ان کا استقبال کرتے ہیں، ان کو اپنی مسند پر بٹھاتے ہیں اور نذر پیش کرتے ہیں، یہ گویا اس قدیمی نسبت غلامی کی تجدید کی علامت ہوتا ہے۔ اسی قدیمی معمول کی پاسداری کرتے ہوئے خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کے سجادہ نشین حضرت شیخ عبدالحمید سالم القادری دامت برکاتہم العالیہ نے دعوت پیش کی جو قدیمی عنایات خسروانہ کے تحت قبول کی گئی اور بدایوں شریف میں حضرت رفیق ملت کے پر جوش استقبال کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ استقبال کے لیے ۱۱ رشتوال المکرم مطابق ۱۰ ستمبر بروز ہفتہ کی تاریخ عنایت کی گئی۔

راقم الحروف نے بدایوں میں ایسا جوش و ولولہ کم ہی دیکھا ہے، عقیدت و محبت کی حرارت اور جاں نثاری کا یہ ولولہ یا تو اس وقت دیکھنے میں آیا تھا جب جشن صد سالہ کے موقع پر نقیب الاشراف حضور صاحب سجادہ بغداد شریف، بدایوں تشریف لائے تھے یا پھر یہ منظر اب رفیق ملت کے استقبال کے وقت دیکھنے میں آیا، اور یہ کیوں نہ ہو؟ بدایوں کی بغداد تک رسائی مارہرہ کے واسطے سے ہی ہوئی ہے۔

راقم الحروف جب استقبال سے ایک دن پہلے مدرسہ قادریہ میں حاضر ہوا تو سب لوگ ایک عجیب کیف سے دوچار تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ کوئی شادی کا گھر ہو۔ خود صاحب سجادہ اور شہزادگان الگ الگ حلقہ بنائے لوگوں کو ہدایت دے رہے تھے۔ عوام اور منتظمین جوق در جوق آتے اور ذمہ دار یوں کو سرور کے طشت میں لے کر واپس جاتے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ استقبال ماضی کی ان دیرینہ روایتوں کی ایک سنہری کڑی تھا جس سلسلۃ الذہب میں اسیر ہو کر سچے عقیدت کیش فخر و انبساط کا اظہار کرتے ہیں۔ بہر حال وہ صبح نمودار ہوئی جس صبح افتخار بدایوں پر آفتاب مارہرہ کا دیدار کرنا تھا۔ صاحبزادگان بدایوں کو بیرون شہر سے استقبال کرنے کی روایت پرانی

ہے۔ لہذا اس روایت کی تکمیل کرتے ہوئے صاحبزادہ مولانا عطیف قادری مع اپنے احباب قصبہ بناور پر پہنچ گئے۔ بناور بدایوں سے ۲۵ کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ بدایوں سے لے کر بناور تک تقریباً چھ مقام ایسے تھے جہاں حضرت صاحب سجادہ بدایوں مدظلہ العالی کے مرید اور چاہنے والے خیمہ لگائے ہوئے حضور رفیق ملت کے منتظر تھے۔ ان کے جوش و ولولہ کا یہ عالم تھا کہ جب ہم بدایوں سے چلے اور ہم لوگوں کی گاڑی ان سے ملنے کے لیے رکی تو وہ نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند کرنے لگتے تھے۔ ہر شخص کا چہرہ سراپا سوالیہ نشان بنا ہی تھا کہ کب ملت کا رفیق ہمیں رفاقت سے نوازے گا۔ بہر کیف وہ ساعت سعید آئی کہ بناور پر حضور صاحب سجادہ کی سواری آئی تو لوگ بے ساختہ شمس مارہرہ کی مسند کے جانشین کے استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ گل پوشی کا سلسلہ دراز ہوا۔ بیقراری اس درجہ تھی کہ کچھ دیر کے لیے ہم لوگ ہی حضرت تک پہنچنے کے لیے مختلف راستے نکالتے رہے۔ بناور کے استقبال کے بعد یہ قافلہ رحمہ، خنک، کھریر، نوادہ اور نوادہ ہوتا ہوا بدایوں کی سرحد میں داخل ہوا۔ جہاں جہاں استقبال ہوتا، وہاں وہاں کے لوگ قافلہ میں شامل ہوتے چلتے کچھ اس طرح سے سڑکوں پر جام کی نوبت سی آگئی تھی۔ جب ہم بدایوں کی سرحد میں داخل ہوئے تو بڑی تعداد میں شہر کے معززین نے چیرمین نگر پالیہ کا بدایوں کی قیادت میں عقیدت سے لبریز استقبال کیا۔ پھر وہاں سے قافلہ مدرسہ قادریہ کی طرف روانہ ہوا۔ زبان پر نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت، نعرہ غوث، شمس مارہرہ زندہ باد، تاجدار مارہرہ زندہ باد کے نعرے اسلامی پرچم ہاتھوں میں لیے ہوئے قادری مجیدی پر وائے شمع شبستان برکات پر نثار ہونے کے لیے بیقرار تھے۔ محلہ مولوی ٹولہ سے پہلے حضرت رفیق ملت نے حکم دیا کہ مدرسہ قادریہ ہم پیدل جائیں گے۔ لوگوں کا ایک کثیر مجمع مولوی محلہ پر استقبال کے لیے سراپا انتظار بنا ہوا موجود تھا۔ جیسے ہی حضرت رفیق ملت کو آتے ہوئے دیکھا تو ولی عہد خانقاہ قادریہ صاحبزادہ اسید الحق قادری، صاحبزادہ عزام میاں قادری اور مدرسہ قادریہ کے ناظم اعلیٰ حافظ عبدالقیوم راجی صاحب نے والہانہ عقیدت و محبت کے ساتھ تاجدار مسند

نوریہ آل احمدیہ کا استقبال کیا، گل پوشی، دست بوسی، قدم بوسی کے مناظر کچھ ایسے تھے کہ ہر قادری مجیدی غلام عقیدت و محبت میں سرشار ہو گیا، صاحبزادگان نے گل پوشی کی اور اسی نیاز مندی کے ساتھ پیش آئے جو نیاز مندی دوسو سالوں سے مجیدی خاندان اپنا فخر تصور کرتا ہے۔ یہاں سے اہل محبت کا قافلہ اپنے مرکز عقیدت کو لے کر خانقاہ قادریہ کی طرف روانہ ہوا، سڑک کے دونوں طرف وابستگان مجیدی دست بستہ باد ب کھڑے ہوئے تھے، آگے آگے مدرسہ قادریہ بدایوں کے طلبہ استقبالیہ نظم پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

محبت سلامت کے چرچے ہیں گھر گھر

وہ برکاتی ماہ تمام آ رہا ہے

امین اور اشرف کی آنکھوں کا تارا

بدایوں کا جاگیر دار آ رہا ہے

خانقاہ قادریہ تک ترانے اور نعروں کی گونج میں جذبات کا طلاطم اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا، چھتوں سے بچے پھولوں کی بارشیں کر رہے تھے۔ صاحبزادگان حضور رفیق ملت کے سامنے راستہ بنانے میں اور مجمع کو نظم و نسق میں لانے کے لیے اتنے مصروف تھے کہ بھیڑ میں ان کو ممتاز کرنا مشکل تھا، اسی اثنا میں سامنے جو نظر پڑی تو دیکھا کہ حضرت صاحب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف سراپا عقیدت بنے ہوئے ہاتھوں میں گلاب کے ہار، آنکھوں میں شمس مارہرہ کے جانشین کا انتظار اور دل میں دیرینہ محبت کا پاس لئے ہوئے خانقاہ قادریہ کے دروازے پر جلوہ افروز ہیں۔ حضرت صاحب سجادہ نے جیسے ہی رفیق ملت کو دیکھا تو پھر جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور مسند آل احمدیہ کے وارث و جانشین کے ساتھ اس عقیدت کا اظہار کیا جس کا اظہار کرنا اپنے مخدومان گرامی کے لیے وہ کبھی نہیں بھولتے بمشکل تمام حضور رفیق ملت نے صاحب سجادہ کو اٹھایا اور گلے سے لگا لیا۔ حضور صاحب سجادہ کی عقیدت اور اپنے مخدومان گرامی کا یہ ادب و احترام دیکھ کر وہاں موجود سبھی لوگ آبدیدہ ہو گئے۔



حضور رفیق ملت نعروں کی گونج میں خانقاہ قادریہ میں داخل ہوئے، دس یا پندرہ منٹ کا چائے کا وقفہ رہا اتنی دیر میں محفل آراستہ ہو چکی تھی۔

حضرت صاحب سجادہ اور صاحبزادگان کے ساتھ حضور رفیق ملت جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں پھر اہالیان مدرسہ و معززین شہر کی جانب سے گل پوشی کی رسم ادا کی گئی۔ تلاوت قرآن کریم سے محفل کا آغاز ہوا۔ ناظم اجلاس جناب تسنیم حسن قادری نے بڑے ہی حسین انداز میں اس محفل کا آغاز کیا۔ مدرسہ قادریہ کے بڑے ننھے طالب عبدالحنان قادری نے ایک بہت پیاری نعت بے حد خوبصورت ترنم میں پیش کی۔ پھر اس کے بعد اس محفل کے میزبان خصوصی حضرت شیخ طریقت سالم میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حضور رفیق ملت مدظلہ العالی صاحب سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی خدمت میں پہلے سپاس نامہ پیش کیا۔ اپنے قلبی تاثرات سے نوازا، مارہرہ مقدسہ کی شان میں بڑے خوبصورت اشعار پیش فرمائے۔

شروع سے لے کر آخر تک حضرت سالم میاں صاحب اور ان کے صاحبزادگان کی محبت، وارفتگی اور حضور صاحب سجادہ مارہرہ کی آمد پر جوش و ولولہ، فرحت و بشاشت دیکھ کر مجھے عرفان صدیقی بدایونی کے یہ اشعار یاد آ گئے:

سخن میں رنگ تمہارے خیال ہی کے تو ہیں  
یہ سب تقاضے ہوئے وصال ہی کے تو ہیں  
کہا تھا تم نے کہ لاتا ہے کون عشق کی تاب  
سو ہم جواب تمہارے سوال ہی کے تو ہیں

اس کے بعد تہنیتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے صاحبزادہ محمد عزام قادری اور پھر نواسہ سید العلما ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی نے حضرت رفیق ملت کی بارگاہ میں تازہ تہنیتی نظمیں پیش کیں۔ پھر محفل کا کیف و جذب، سوز و گداز، شادمانی و مسرت میں ڈوبا ہوا لمحہ آیا کہ جب بدایوں کے مشہور قوال و جاہت بدایونی نے بنا مزامیر حضور

صاحب سجادہ کے سامنے بیٹھ کر ایک فارسی وارد کی مبارکبادی پیش کی، جس کے ایک ایک شعر سے جمالیات کا دریا رواں تھا۔ قوالوں نے حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل شروع کی:

برتوئی محفل شہانہ مبارک باشد  
ساقیا بادہ و پیانہ مبارک باشد  
پھر کچھ فارسی اشعار پڑھنے کے بعد حضرت سید عبدالولی میاں پھپھوندوی کے یہ اردو اشعار شروع کیے:

حسن بڑھتا رہے ملتی رہے منگتوں کو زکاة  
اور بڑھے زینت کا شانہ مبارک باشد  
ساقی رندان بلاکش یہ دعا کرتے ہیں  
اور بڑھے رونق مے خانہ مبارک باشد  
عید کا دن ہے کھلا باب کرم ہے سب پر  
مژدہ جلوہ جانانہ مبارک باشد

اس پر قوالوں پر جو زرائع کی بارش ہوئی وہ تو وہی جانتے ہیں۔ جب قوال مقطع پر آنے کو ہوئے تو صاحب سجادہ بدایوں قوالوں کے درمیان تشریف لائے اور فی البدیہہ ایک شعر کہہ کر رفیق ملت کی شان میں قوالوں سے پڑھوایا پھر اس کے بعد ناظم جلسہ نے حضرت رفیق ملت کو زحمت خطاب دی۔ حضرت رفیق ملت مدظلہ نے بدایوں اور مارہرہ کے دیرینہ روابط اور رشتوں کا بڑی خوبصورتی سے تذکرہ فرمایا۔ انھوں نے فرمایا کہ بدایوں حضور شمس مارہرہ کی جاگیر ہے اور جس پر حضور اچھے میاں صاحب کا نام لگ جاتا ہے وہاں سب اچھا ہی اچھا ہوا کرتا ہے۔ حضرت رفیق ملت نے خانقاہوں اور مشائخ کی باہمی اتحاد و اتفاق پر اپنی دلچسپی کا اظہار فرمایا۔ آخر میں اظہار تشکر کرتے ہوئے صاحبزادہ محمد عطیف قادری نے بہت جذباتی تقریر کی جس کے ہر لفظ سے ان کے اپنے پیرخانہ کی محبت منعطف

ہو رہی تھی۔ عطیف میاں نے سب سے آخر میں کہا کہ اگر حضور صاحب سجادہ یا ہم وابستگانِ مخدومان مارہرہ کی قدم بوسی کرتے ہیں تو کوئی بڑی بات نہیں اگر آج ہمارے جد کریم حضور شاہ عین الحق بھی موجود ہوتے تو وہ بھی حضور اچھے میاں صاحب کی مسند کے وارث و جانشین کی قدم بوسی فرماتے۔

اظہار تشکر کے بعد صلاۃ و سلام کے ساتھ یہ نورانی محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ جلسہ استقبالیہ کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی، پھر مہمانوں نے ماحضر تناول کیا۔ اس کے بعد دیرینہ روایت عمل میں آئی جو خانقاہ قادریہ کے افراد عرصہ طویل سے کرتے نظر آتے ہیں یعنی صاحب سجادہ خانقاہ قادریہ حضرت سالم میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی نوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور اپنے خاندان کی طرف سے نذر پیش کی، اس کے بعد صاحبزادگان اور دیگر وابستگان خانقاہ سے بھی نذریں پیش کروائیں۔

ان تمام رسومات کے بعد پھر اسی جوش و ولولہ کے ساتھ صاحب سجادہ نے الوداع کہا۔ صاحب زادہ حضرت اسید الحق قادری اور حضرت عطیف میاں حضرت رفیق ملت کو بیرون شہر یعنی درگاہ حضرت سلطان العارفین رضی اللہ عنہ تک چھوڑنے کے لیے تشریف لے آئے۔ اس طرح سے ایک دیرینہ روایت کی تکمیل ہوئی کہ نوری گدی کے سجادہ نشین مسند پر بیٹھنے کے بعد بدایوں شریف تشریف لے جاتے ہیں اور ان کا وہاں استقبال ہوتا ہے اور انھیں نذریں پیش کی جاتی ہیں۔

رب قدر و مقتدر ہماری ان دونوں عظیم خانقاہوں کو شاد و آباد رکھے۔ حضور صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں کی عمر دراز کرے اور ہمیں اسی طرح قادری برکاتی اور مجیدی فیوض و برکات نصیب ہوتے رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ صاحب زادہ عطیف میاں صاحب و صاحب زادہ عزام میاں صاحب نے اس موقع پر بارگاہِ رفیق ملت میں تہنیتوں کے گلدستے پیش کیے۔ جو نذر قارئین ہیں۔

سب سے پہلے صاحب زادہ عطیف میاں نے یہ دو قطعات پیش کیے۔

شہ برکات را تو نازینی  
عیان از تو جمالِ شمسِ دینی  
غلامِ شمسِ مارہرہ بگوید  
بزبید بر تو سجادہ نشینی

☆

مبارک ہو نجیب با صفا کو  
حضورِ شمسِ مارہرہ کی گدی  
مبارک مسندِ آلِ رسولی  
مبارک خرقةِ نوری و مہدی

پھر صاحبزادہ فضل رسول محمد عزام قادری تشریف لائے اور انھوں نے اپنی تہنیت سے محفل میں سوز و گداز اور کیف و سرور بھر دیا۔

مبارک تم کو آلِ احمدی گدی مبارک ہو  
مبارک ہو تمہیں یہ مسندِ نوری مبارک ہو  
حضور صاحب البرکات کا ہی یہ اشارہ ہے  
ہر ایک اہل نظر پر یہ حقیقت آشکارا ہے  
میاں صاحب نے فرمایا کہ یہ تو میرا پیارا ہے  
کہا بچی میاں نے اس کو میں نے ہی سنوارا ہے  
مبارک تم کو آلِ احمدی گدی مبارک ہو  
مبارک ہو تمہیں یہ مسندِ نوری مبارک ہو

محمد مصطفیٰ کی ہر گھڑی تم پر عنایت ہو  
علی مشکل کشا کی تم میں طاقت ہو سخاوت ہو  
شہ بغداد سے حاصل ولایت ہو کرامت ہو  
حضور صاحب البرکات کی برکت ہی برکت ہو

## عرس قاسمی کی نمایاں خصوصیات

مفتی عرش محمد برکاتی، صدر المدرسین مدرسہ ضیاء العلوم، اداری، منو

ہندوستان میں ہزاروں بزرگان دین کے اعراس مقدسہ سال بھر تک منعقد ہوتے رہتے ہیں اور عقیدت و احترام کے ساتھ لاکھوں زائرین ان اعراس میں شریک ہوتے رہتے ہیں مگر احکام شریعت کی پابندی جن اعراس میں پورے طور پر ہوتی ہے ان کی تعداد انگلیوں پر شمار کی جاسکتی ہے۔ اس پہلو سے ہمارے علما و مشائخ اہل سنت کے اوپر شرعی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ لغو و لا طائل باتوں سے اپنے اعراس کو محفوظ رکھنے کی مہم چلائیں اور عوام و خواص کو تاکید کریں کہ منہیات و منکرات سے پاک رکھ کر کے ہی اعراس کا انتظام کیا جائے اور شریعت و طریقت کے اصول کے خلاف ہرگز کوئی کام نہ کیا جائے تاکہ ان اعراس کی برکتوں سے وہ صحیح طور پر مستفیض ہو سکیں اور غیروں کو انگشت نمائی کا کوئی موقع نہ مل سکے۔

عرس قاسمی برکاتی، مارہرہ مقدسہ ان چند اعراس میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے جسے ہم بطور مثال دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں کہ عرس ایسا ہوتا ہے اور ایسے اعراس کا انعقاد دیگر مقامات پر بھی ہونا چاہیے تاکہ صحیح طور پر ان اعراس کے زائرین روحانی برکتوں سے فیضیاب اور مالا مال ہو سکیں۔

مجھ حقیر فقیر برکاتی کی نظر میں عرس قاسمی برکاتی کی چند نمایاں خصوصیتیں درج ذیل ہیں:

(۱) ازاول تا آخر اس عرس کے اہتمام و انعقاد اور اس سے متعلق تقریبات پر

مبارک تم کو آل احمدی گدی مبارک ہو  
مبارک ہو تمہیں یہ مسند نوری مبارک ہو  
حضور عین حق کے گھر جو مرشد زادہ آیا ہے  
معین الحق نے فرمایا گل مارہرہ آیا ہے  
یہ بولے مظہر حق زینت سجادہ آیا ہے  
غلاموں کی زباں پر ہے کہ اک شہزادہ آیا ہے  
مبارک تم کو آل احمدی گدی مبارک ہو  
مبارک ہو تمہیں یہ مسند نوری مبارک ہو  
حضور مقتدر کے رخ سے ظاہر ہے خوشی دیکھو  
کھلی ہے قادری دولہا کے بھی دل کی کلی دیکھو  
اداؤں میں ہے سالم کی بڑی وارفتگی دیکھو  
تبسم میں بھی عاصم کے ہے اک شائستگی دیکھو  
مبارک تم کو آل احمدی گدی مبارک ہو  
مبارک ہو تمہیں یہ مسند نوری مبارک ہو  
یوں ہی بہتا رہے یہ فیض کا دریا قیامت تک  
ہمیشہ وا رہے اچھے کا دروازہ قیامت تک  
بڑے خیرات دروازے سے روزانہ قیامت تک  
سدا گونجے فضا میں قدسی کا نغمہ قیامت تک  
مبارک تم کو آل احمدی گدی مبارک ہو  
مبارک ہو تمہیں یہ مسند نوری مبارک ہو

اخلاص و دین داری کا غلبہ ہوتا ہے۔

(۲) عورتوں کی شرکت سے اس عرس کو پاک رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے، تاکہ اختلاط مرد و زن سے بچا جاسکے اور اس سے پیدا ہونے والے قبائح سے عرس کو محفوظ رکھا جاسکے۔

(۳) زائرین کی ہدایت و نصیحت و رہنمائی اور ان کے اوقات صبح و شام کو مفید و بابرکت بنانے کے لیے گلشن برکات میں علمائے کرام کا مسلسل وعظ و بیان ہوتا رہتا ہے۔

(۴) ملی و جماعتی امور و معاملات پر تبادلہ خیال اور غور و فکر کے لیے ایک ایجنڈہ کے تحت باضابطہ فکر و تدبیر کا نفرنس کی جاتی ہے اور مستقبل کا لائحہ عمل مرتب کیا جاتا ہے، اس کانفرنس میں وہی علماء و دانشوران قوم و ملت حصہ لیتے ہیں جنہیں تنظیمین عرس باضابطہ مدعو فرماتے ہیں۔

(۵) عرس میں شریک ہونے والے علماء کے قیام کا خصوصی انتظام کیا جاتا ہے۔

(۶) عام زائرین کی سہولت اور ان کے آرام و راحت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

(۷) قل شریف کی محفل مختصر اور بابرکت ہوتی ہے اور حضور صاحب سجادہ خود قل پڑھ کر فاتحہ و دعا کرتے ہیں۔

(۸) سادات مارہرہ مطہرہ تقریب اور ہر پروگرام کی خود نگرانی فرماتے ہیں۔

(۹) یہ حضرات علمائے کرام کی قیام گاہوں پر جا کر ان سے ملاقات کرتے ہیں اور مزاج پرسی فرماتے ہیں۔

(۱۰) آنے والے زائرین کی دینی معلومات میں اضافہ کے لیے مختلف کتب خانوں کے بک اسٹال لگائے جاتے ہیں اور اس کے لیے ایک گوشہ مخصوص کر کے ٹنٹ و بجلی وغیرہ کا انتظام کر دیا جاتا ہے اور شریک ہونے والے کتب خانوں سے جگہ مخصوص کیے جانے کا کوئی کرایہ وصول نہیں کیا جاتا۔

(۱۱) مزارات مقدسہ پر حاضری کے آداب ایک نوٹس بورڈ پر تحریر کر کے آداب

زیارت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۱۲) زائرین کی حاضری اپنے طور اس طرح ہوتی ہے کہ وہ اپنے طور پر گل پوشی و چادر پوشی کرتے ہیں الگ سے انہیں کسی خادم و مجاور کو کوئی نذرانہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۱۳) اوقات نماز کا اس طرح خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ سکون و یک سوئی کے ساتھ نماز ادا کر سکیں۔

(۱۴) خانقاہ سے متصل دونوں برکاتی مساجد میں اذان و جماعت کا مکمل اہتمام ہوتا ہے اور ہر جماعت میں نمازیوں کی اتنی کثرت ہوتی ہے کہ دونوں مسجدیں تنگ پڑ جاتی ہیں اور ایک نورانی ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۵) قل اور اختتام عرس کے بعد شریک عرس علماء و مشائخ کرام کی واپسی اور کسی وجہ سے رک جانے والے بعض علماء و مشائخ کی ضرورت اور ان کی سہولت کا ہر وقت خیال رکھا جاتا ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ عز و جل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل عرس قاسمی برکاتی کی جملہ تقریبات کو قبول فرما کر مسلمان عالم کو اس سے فیضیاب فرمائے۔ صاحب سجادہ امین ملت حضرت مولانا ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی اور جملہ خاندانہ برکات کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آپ کے علم و عمل، صحت اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

میری قسمت کی برائی نیکی سے کردے بدل

حضرت بوالقاسم خیر و ہدیٰ کے واسطے

## عرس قاسمی برکاتی ۲۰۱۰ء

محمد اکبر قادری برکاتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم  
عرس قاسمی برکاتی ایک ایسی دلکش اور بابرکت تقریب ہے جس کا انتظار متعلقین و متوسلین کو سال بھر رہتا ہے۔ داعیان و منتظمین چھ مہینے پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں وہ ایام سعید جمعہ، ہفتہ اور اتوار (بتاریخ ۲۹/۳۰/۳۱ اکتوبر) آئے جن میں عرس قاسمی، برکاتی، خانقاہ و درگاہ و برکاتیہ میں اپنی روایتی شان و شوکت کے ساتھ انعقاد پذیر ہوا۔

بروز جمعرات بعد نماز مغرب درگاہ برکاتیہ میں محفل منعقد ہوئی جس میں تلاوت قرآن عظیم، نعت و مناقب اور وعظ و بیان ہوئے۔ عرس کی تقریبات میں بھرپور حصہ لینے اور نظم و ضبط بنائے رکھنے کی تلقین کی گئی۔ صلوٰۃ و سلام اور دعا پر یہ مبارک محفل ختم ہوئی۔

بروز جمعہ بعد نماز فجر حلقہ ذکر قادریہ سے عرس شریف کی تقریبات کا آغاز ہو گیا۔ حلقہ ذکر قادریہ عرصہ دراز سے مولانا مولوی عبدالقدیر خاں صاحب عرف نشی پھول خاں صاحب مرحوم و مغفور کراتے تھے، ان کا انتقال پُر ملال ۷ ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ، مطابق ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز جمعہ مبارکہ گولی، ضلع کالپی شریف ان کے اپنے مکان پر ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد صاحب سجادہ حضرت امین ملت دامت برکاتہم القدسیہ کے اعلان کے مطابق یہ ذمہ داری حافظ شہاب الدین برکاتی مارہرہ شریف

کوائف خانقاہ برکاتیہ

اور حافظ مبین الدین برکاتی، کاس گنج کو سو نپی گئی کہ وہ مشترکہ طور پر ہر سال عرس شریف کے ایام میں حلقہ ذکر قادریہ کرائیں۔ اس سال سے بفضلہ تعالیٰ ان دونوں حضرات نے اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا اور درگاہ برکاتیہ میں حلقہ ذکر قادریہ منعقد کرایا۔

حلقہ ذکر قادریہ کے بعد قرآن خوانی ہوئی، ایصالِ ثواب و فاتحہ کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی۔ قریب نو بجے درگاہ برکاتیہ میں عرس شریف کا پہلا اجلاس منعقد ہوا، جس کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے حافظ قاری کوثر علی برکاتی نے کیا۔ نعت و مناقب پڑھی گئیں۔ نعت و منقبت پڑھنے والوں میں بالترتیب اخلاق احمد برکاتی، بنارس، حافظ محمد پرویز برکاتی، مارہرہ شریف، محمد شفیع برکاتی، سرانے ترین سنجل، محمد جمشید عالم برکاتی، کانپور، محمد ریحان برکاتی، معلم مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ شریف، حافظ محمد بلال برکاتی، مارہرہ شریف، نظام الدین برکاتی، مدرسہ قاسم البرکات، قاری اسحاق محمد، جودھپور، معراج حسین، پورنپور اور قاری رحمت اللہ برکاتی نوری مدرس مدرسہ قاسم البرکات کے نام شامل ہیں۔ مولانا محمد شہاب الدین قادری برکاتی کی تقریر کے بعد حضرت امین ملت مدظلہ العالی نے اپنے دعائیہ کلمات سے نوازا۔ صلوٰۃ و سلام اور دعا پر یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

تمام زائرین نے نماز جمعہ کی تیاریاں شروع کیں اور جلد از جلد جوق در جوق مارہرہ مطہرہ کی مساجد میں خاص طور سے جامع مسجد برکاتی سرکار کلاں، مسجد سرکار خور اور محمدی مسجد کے لیے روانہ ہونے لگے۔ اپنے اپنے مقررہ اوقات پر تمام مساجد میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ نماز جمعہ کے بعد زائرین و حاضرین نے درگاہ برکاتیہ میں حاضری دی اور فاتحہ پڑھا۔ بعدہ کھانا تناول کیا اور اپنی اپنی قیام گاہ پر آرام کیا۔

نماز عصر کے بعد زائرین چہل قدمی کرتے ہوئے گلشن برکات میں جمع ہوئے جہاں تربیتی پروگرام چل رہا تھا اور مولانا نعمان احمد ازہری دینی اور ضروری مسائل جیسے استنجا، وضو، غسل اور نماز کے مسائل سے آگاہی فراہم کر رہے تھے۔ عوام الناس،

قصبہ اور دیہات کے مسلمانوں کو اس تربیتی پروگرام سے بہت فائدہ پہنچتا ہے جو کہ دینی مسائل ضروریہ سے اکثر نا بلد ہوتے ہیں۔

نماز مغرب کے بعد چائے پانی، ناشتہ اور دیگر ضروریات سے فارغ ہو کر باذوق زائرین کتب خانوں کے نمائش گراؤنڈ (گلشن برکات سے متصل باب حسن کے پاس) میں داخل ہوتے ہیں جہاں اہل سنت و لجماعت کے بہت ہی مشہور و معروف بک اسٹال لگتے ہیں اور مناسب قیمتوں پر علمی و دینی معلوماتی کتابوں کے سیٹ اور دوسری کتابیں مہیا کی جاتی ہیں۔ اس طرح زائرین اور بالخصوص برکاتیوں کے گھروں میں دینی اور اسلامی کتب کا ذخیرہ ہو رہا ہے جو یقیناً آنے والی نسلوں کے لیے بہت ہی فائدہ مند ثابت ہوگا۔ اسی غرض سے عرس قاسمی برکاتی میں دینی مکتبوں کو بطور خاص دعوت دی جاتی ہے اور اب مکتبے والے دعوت کے متمنی نہیں بلکہ عرس کی تاریخوں کے انتظار میں رہتے ہیں کیونکہ اس سے انہیں بھی کافی فائدہ ہو رہا ہے۔

نماز عشا کے بعد گلشن برکات میں دوسرے اجلاس کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے حافظ قاری محمد شیرانگن برکاتی، معلم مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ مطہرہ، سید محمد فرقان علی قادری برکاتی، مدرسہ غریب نواز قادری مسجد، علی گڑھ، نبیل احمد برکاتی، معین الدین برکاتی اور جناب محمد فاروق صاحب رضوی مدناپوری نے نعت و مناقب پیش کیں۔ چوں کہ آج کی شب مقابلہ قرأت اور نعتیہ و منقبتی مشاعرہ کے لیے مخصوص ہے اس لیے بلاتا خیر شرکائے مقابلہ قرأت کو آواز دی گئی کہ منبر پر حاضر رہیں۔ مختلف دارالعلوم اور مدارس سے قاری طلبہ حاضر تھے جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱- محمد کمال برکاتی معلم مدرسہ قاسم البرکات، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ
- ۲- محمد منظر حسین معلم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور
- ۳- محمد طلحہ نوری دارالعلوم نورالحق، چرہ محمد پور
- ۴- سہیل رضا الجامعۃ الامجدیہ، گھوسی

۵- محمد تبریز شریفی جامعہ نوریہ، بریلی

۶- شہباز حیدر دارالعلوم شاہ ولایت، بدایوں

۷- محمد اکرم مدرسہ فیضانِ مصطفیٰ، علی گڑھ

۸- مختار اشرف مدرسہ عالیہ قادریہ، بدایوں

تمام شرکانے فن قرأت کا بہترین مظاہرہ کیا مگر درجہ اول مختار اشرف کو ملا اور انہوں نے پہلا انعام حاصل کیا۔ دوسرا درجہ محمد تبریز شریفی کو ملا اور انہوں نے دوسرا انعام حاصل کیا۔ تیسرا درجہ محمد منظر حسین کو ملا اور انہوں نے تیسرا انعام حاصل کیا۔ چوتھا درجہ محمد طلحہ نوری کو ملا اور انہوں نے چوتھا انعام حاصل کیا۔

مقابلہ قرأت کے فوراً بعد نعتیہ و منقبتی مشاعرہ شروع ہو گیا جس کی نظامت مولانا قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی نے فرمائی۔ جن شعرا نے شرکت فرمائی ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی، ۲- ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی  
۳- مولانا اسید الحق عاصم القادری، ۴- مولانا عطیف میاں قادری، ۵- مولانا محمد قاسم حبیبی برکاتی، ۶- یاور وارثی، ۷- کلیم دانش، ۸- صابر فریدی، ۹- خالد ندیم بدایونی، ۱۰- شان عالم مسعودی، ۱۱- شبیر مسعودی، ۱۲- پدم شری بیکل اتساہی، ۱۳- ڈاکٹر رضوان الرضا وغیرہ۔ زیادہ تر کلام استاد شاعر بیکل اتساہی صاحب نے پیش کیا اور ہر شاعر نے مختصر نعت یا منقبت کے اشعار سنائے۔ آخر میں شرف ملت سید محمد اشرف میاں صاحب مدظلہ العالی نے اپنے کلام فیض ترجمان سے سامعین کے قلوب کو منور و بجلی کیا۔

بروز ہفتہ ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۰ء بعد نماز فجر روضہ حضور صاحب البرکات میں حلقہ ذکر قادریہ، بعدہ قرآن خوانی، فاتحہ و ایصال ثواب کیا گیا۔ قریب نو بجے گلشن برکات میں عرس کا تیسرا اجلاس منعقد ہوا جس کا آغاز حافظ شیراگلن برکاتی متعلم مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ مطہرہ نے اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام سے کیا۔ نظام الدین برکاتی سرانے ترین، سنبھل، اخلاق احمد برکاتی، بنارس، قاری محمد تبریز شریفی جامعہ نوریہ، بریلی،

محمد اعظم جامعہ نوریہ، بریلی۔ حافظ محمد پرویز برکاتی، متعلم مدرسہ قاسم البرکات۔ مارہرہ مطہرہ۔ محمد بلال برکاتی، متعلم مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ مطہرہ، محمد سبحان برکاتی، متعلم مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ مطہرہ، نے نعت و مناقب پڑھیں، باہر سے آئے ہوئے شعرا اور نعت خواں حضرات میں کلیم دانش برکاتی، کانپور، حافظ محمد ذیشان برکاتی، محمد حنیف رضا برکاتی، دارالعلوم امام احمد رضا، رتناگیری، مہاراشٹر، محمد معین الدین برکاتی، محمد نبیل رضا برکاتی نے حصہ لیا۔ اس اجلاس میں مولانا عبد المجید مصباحی، صدر مدرس احسن البرکات، اکبری، مولانا مفتی محمد حنیف برکاتی، الجامعۃ العربیہ احسن المدارس قدیم کانپور، مولانا مفتی محمد انوار احمد صاحب الجامعۃ الغوثیہ غریب نواز، اندورا اور مولانا قاری ثار احمد صاحب، کلکتہ کے بیانات ہوئے، اس جلسہ کی قیادت صاحب زادہ وولی عہد سجادہ سید محمد امان میاں مدظلہ العالی نے کی اور آخر میں رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب نے دعا فرمائی اور صلوة وسلام کے بعد یہ اجلاس اپنے اختتام کو پہنچا۔

بعد نماز ظہر فکر و تدبیر کانفرنس منعقد ہوئی مہمان خانہ کے پہلے منزلے پر جس میں جماعت کے متعدد علما و مشائخ شریک ہوئے جس کی صدارت حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ نے فرمائی اور نظامت ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی کی ہوئی۔

بعد نماز عصر چادر و گاگر کے جلوس کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور نماز مغرب ادا کرتے ہی زائرین جلوس میں شرکت کے لیے بڑی درگاہ یعنی حضرت سیدنا میر عبد الجلیل قدس سرہ کے آستانہ کے لیے روانہ ہونے لگے۔ آستانہ پر فاتحہ خوانی کے بعد رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب کی قیادت میں جلوس قصبہ میں گشت کے لیے روانہ ہو گیا۔ قریب نو بجے جلوس واپس درگاہ برکات تہ پہنچا۔ حویلی سجادگی کے دروازے پر صاحب سجادہ حضرت امین ملت اور شہزادگان تشریف لائے چند منٹ نعت و منقبت پڑھنے کے بعد درگاہ برکات تہ میں فاتحہ پڑھا گیا اور پھولوں کی چادریں

پیش کی گئیں۔

نماز عشا ادا کی گئی۔ صاحب سجادہ حضرت امین ملت حویلی شریف میں مسند غوثیہ برکاتیہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ نعت خوانوں نے جھوم جھوم کر نعتیں اور مقببتیں پڑھیں، خود صاحب سجادہ اور سامعین بھی نعت خوانوں کے ساتھ سننے اور پڑھنے کے لطف سے بہرور ہوئے۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے شفیق ملت حضرت سید حسین میاں صاحب مدظلہ العالی اور شہزادگان مرشد اعظم ہند حضرت شرف ملت مدظلہ، حضرت افضل میاں صاحب مدظلہ، حضرت رفیق ملت مدظلہ، حضرت امان میاں، عثمان میاں، نبیل میاں، ناظم میاں، برکات میاں، حیدر حسن میاں، محسن میاں، حضرت اولیس میاں صاحب مدظلہ العالی حویلی شریف سجادگی کی سہ دری میں چلمن کے پیچھے تشریف لے گئے اور برکاتی دولہا یعنی حضرت امین ملت مدظلہ لباس بزرگان زیب تن کر کے حویلی شریف سے باہر آئے۔ جیسے ہی حویلی شریف کے دروازے پر صاحب سجادہ تشریف لائے، نعرہ اسم ذات باری تعالیٰ جل جلالہ سے فضا معطر ہو گئی۔ دور ویا صفوں کے درمیان مضبوط حصار میں حضرت صاحب، درگاہ برکاتیہ کے دروازہ پر پہنچے اور چند منٹ وہاں بیٹھ کر اندر داخل ہوئے اپنے مرشدان عظام اپنے والد ماجد حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ، حضور تاج العلما علیہ الرحمۃ اور حضور قاسم البرکات حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے کے بعد گلشن برکات میں باب حسن سے داخل ہو کر منبر نور پر اپنی مخصوص نشست گاہ پر جلوہ بار ہوئے۔ یہ خادم راقم الحروف بھی ہمیشہ کی طرح حضرت والا کی خدمت اقدس میں حاضر باش تھا۔ حاضرین و مریدین قطار در قطار مصافحہ اور قدم بوسی کے لیے آنے لگے۔ اور برکاتی دولہا کی ایک جھلک پا کر اپنے قلب و جاں کو سکون و اطمینان فراہم کرنے لگے۔ یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔

عرس قاسمی برکاتی کا اس شب خرقہ پوشی کا تیسرا اجلاس حافظ قاری محمد عرفان برکاتی کی نظامت میں شروع ہوا۔ قاری محمد عثمان برکاتی نے تلاوت کلام ربانی سے آغاز

فرمایا۔ حافظ انوار احمد ریحانی۔ مولانا شمشاد رضوی، محمد نوشاد رضوی، ممبئی، سید عظیم نوری، بریلی، فاروق بادشاہ گونڈل، گجرات، سید کیفی علی، بریلی، معراج حسین، سرانے ترین، سنبھل، محمد عمران برکاتی، پورنپور، محمد معین الدین برکاتی، دارالعلوم امام احمد رضا، رتناگری، مہاراشٹر، نوری کانپوری، کلیم دانش کانپوری، صابر فریدی، کانپور، ڈاکٹر رضوان الرضارضوان وغیرہم نے نعت و مناقب سے اور اپنی پر کیف آواز سے (جس کو خود صاحب سجادہ حضرت امین ملت مدظلہ العالی سن کر اظہار مسرت فرما رہے تھے) ایک سماں پیدا کر دیا تھا۔

نعت و مناقب کے بعد وعظ و خطاب کا سلسلہ شروع ہوا۔ مولانا شمیم القادری مصباحی، شاہجہانپوری، الجامعۃ العربیہ فیضان رضا، رائے پور چھتیس گڑھ، مولانا محمد حنیف صاحب، دارالعلوم امام احمد رضا، رتناگری، مفتی محمد حنیف برکاتی، کانپور، مولانا وقار عزیز، بھونڈی، مولانا شمیم الزماں صاحب، کلکتہ، مولانا شیخ عبدالقادر علوی صاحب سربراہ اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف، مولانا مقبول احمد مصباحی، مولانا مفتی مجیب علی رضوی، حیدرآباد، فضیلۃ الشیخ ابوبکر احمد مسلیار، مرکز الثقافۃ السنیۃ، کالی کٹ، کیرالہ، نے بزرگان مارہرہ مطہر کی بارگاہ میں خراج عقیدت و محبت پیش کیا اور اس قادری درگاہ سے اپنی وابستگی کو باعث فخر اور باعث نجات قرار دیا جہاں ایک گنبد کے نیچے سات سات قطب آرام فرما رہے ہیں اور جہاں سے چودھویں اور پندرہویں صدی کے مجدد حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا نوری نے غلامی کا پٹا اپنے اپنے گلے میں ڈالا اور اکتساب فیض کیا۔ اس برکاتی فیضان سے سارا عالم منور ہوا۔

بیرونی علمائے کرام کے بعد رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری مدظلہ العالی، شرف ملت، حضرت سید محمد اشرف میاں صاحب قادری برکاتی مدظلہ العالی، آخر میں امین ملت حضرت سید شاہ محمد امین میاں صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے قیمتی ارشادات عالیہ سے نوازا۔ سپاس نامے پڑھے



گئے۔ بالترتیب ان حضرات کی گراں قدر دینی اور علمی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کی خوصد افزائی کی گئی اور ان کی خدمات میں سپاس نامے پیش کیے گئے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ فضیلۃ الشیخ ابوبکر احمد مسلیار، کالی کٹ، کیرالا، علامہ محمد احمد مصباحی، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اور مفتی محمد حنیف خاں رضوی بریلوی، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف، محفل کے اختتام پر صلوة و سلام کے بعد حضرت صاحب سجادہ نے دعا فرمائی۔ منبر نور شب خرقہ پوشی مشائخ عظام، مفتیان کرام، علمائے عظام اور شعرائے اسلام کے نورانی چہروں سے جگمگا رہا تھا۔ زائرین اپنی اپنی جگہ بیٹھے یا کھڑے اس نورانی منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ جلسے کے بعد جن حضرات نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ انہوں نے شکم سیر ہو کر کھانا تناول کیا اور آرام کیا۔

بروز اتوار ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۰ء بعد نماز فجر درگاہ برکاتیہ میں حلقہ ذکر قادر یہ ہوا بعد قرآن خوانی اور ایصال ثواب کیا گیا۔ زائرین نے اس میں شرکت کی اور اس کے بعد چائے ناشتے میں مشغول ہو گئے۔ ٹھیک نو بجے گلشن برکات میں عرس قاسمی برکاتی کے آخری اجلاس کا انعقاد ہوا۔ قاری محمد کوثر علی قادری برکاتی، مدرس مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ شریف نے قرآن مجید کی تلاوت سے آغاز کیا۔ کلام اللہ کی تلاوت کے بعد نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گنگنانے کے لیے صابر علی قادری برکاتی، نصیر پور غوث، معراج حسین نوری، بریلی، سید محمد فرحان علی برکاتی، علی گڑھ، محمد قاسم، متعلم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، محمد عمر قادری برکاتی، بدایوں، بالچل لکھنؤ، محمد جابر علی، جامعہ تحسینیہ بریلی، محمد منان رضا، متعلم جامعہ وارثیہ تحسین الاسلام، دہلی، سید محمد کیفی علی، بریلی، شاعر اسلام محمد کلیم دانش برکاتی، کانپور، ڈاکٹر محرم علی نوری، پرتاپ گڑھ۔ حافظ غلام غوث برکاتی، محمد امام الدین اختر، مدرسہ شہابیہ چشتیہ، دہلی، محمد رئیس برکاتی، متعلم مدرسہ احسن البرکات، مسجد قلیان، کانپور، سید عظیم نوری، بریلی، محمد حنیف، محمد غیاث خاں، بریلی، محمد مصطفیٰ رضا، کولہو، متعلم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، محمد عمران رضا تاج برکاتی، پورنپور، مولانا حبیب الرحمن، سنبھل، محمد ریاض، متعلم مدرسہ امین الاسلام، بدایوں،

افروز عالم برکاتی، بدایوں، محمد سعید اختر، جوکھن پوری، محمد عالم برکاتی شاہجہاں پور، صابر فریدی، کانپور، قاری محمد اسرائیل صاحب، محمد محشر بریلوی، ابوالحسن نوری، کلکتہ، فیروز راحت کلکتہ، مولانا علی احمد سیوانی وغیرہم نے اپنے نام درج کرائے، نعت و مناقب کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ یکے بعد دیگرے جن علمائے کرام و مفتیان عظام نے خطاب کیا یاد عائیہ کلمات کہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ مولانا سید عبدالرحمن صاحب برکاتی، سستی پور، دربھنگہ، بہار۔ مولانا شمیم الزماں خاں صاحب کلکتہ، مولانا قاری، صغیر احمد جوکھن پوری، بانی الجامعۃ القادریہ، رچھا۔ بریلی، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، مولانا عزیز الرحمن نوری، بریلی، مولانا عبدالمنان خاں صاحب۔ (منانی میاں) بریلی شریف، مولانا جمال رضا خاں صاحب (جمال میاں) بریلی شریف، مفتی عبدالمنان کلیمی۔ مراد آباد، مولانا حسان رضا خاں، بریلی شریف، مفتی بہاء المصطفیٰ صاحب، مولانا سبحان رضا خاں صاحب (سبحانی میاں) صاحب سجادہ خانقاہ رضویہ بریلی شریف۔ یوں تو منبر نور جید علمائے کرام سے پر تھا، جن کی فہرست طویل ہے، ملک کے ہر حصے سے جن کی تشریف آوری ہوئی تھی۔

اختتامی مراحل میں رفیق ملت حضرت سید نجیب حیدر میاں صاحب نے چند منٹ میں اپنے برکاتی دیوانوں کو چند اصلاحی باتیں بتائیں، اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرمائی۔

آخر میں حضور صاحب سجادہ پروفیسر سید محمد امین میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے عرس قاسمی برکاتی میں آئے ہوئے مریدین و متوسلین کے امنڈتے ہوئے سمندر کو جو مارہرہ مطہرہ میں گلشن برکات سے لے کر ہر طرف موجیں مار رہا تھا۔ خطاب کیا، صاحب سجادہ حضرت امین ملت نے خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے بزرگوں کی سب سے بڑی کرامت استقامت فی الدین کا ذکر کیا اور سامعین کو اس سے سبق لینے اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت پر مضبوطی سے قائم رہنے اور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور ان کی پیاری پیاری سنتوں پر عمل کرنے کی تاکید

فرمائی، علمائے اسلام (علمائے حق) اور ہر سلسلے کے مشائخ کی تعظیم و تکریم کرنے اور آپس میں سارے سنیوں کو اتفاق و اتحاد سے رہنے کی تلقین کی۔ عرس قاسمی برکاتی میں تشریف لائے تمام علمائے کرام اور مشائخ عظام کا مصیم قلب سے شکریہ ادا کیا اور زائرین و مریدین کو بھی مبارک باد پیش کی کہ آپ کو عرس قاسمی برکاتی کے موقع پر ہندوستان کی اس عظیم قادری خانقاہ کی حاضری کے ساتھ ساتھ ملک کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے جید علماء اور مشائخ کی شخصیتیں جو اپنے آپ میں خود ایک یونیورسٹی کا درجہ رکھتی ہیں، کی زیارت کرنے اور ان کے ارشادات عالیہ سننے کا موقع فراہم ہو جاتا ہے۔ صاحب سجادہ حضرت امین ملت نے عرس قاسمی برکاتی کے موقع پر مقامی انتظامیہ، پولیس، صفائی والے اور عرس کے انتظامی امور میں حصہ لینے والے باہر سے آئے ہوئے مریدین اور مقامی قصبہ مارہرہ کے معاونین کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کیا، تکبیر و رسالت کے نعروں کی گونج میں عرس شریف کا یہ آخری اجلاس اپنے اختتام کو پہنچا۔ بارگاہ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھا گیا۔ حضرت والا نے دعا فرمائی اور اعلان فرمایا کہ ہم نماز ظہر ادا کرنے کے بعد مسجد برکاتی سے تبرکات لے کر درگاہ برکاتیہ حاضر ہوں گے، آپ سب دست بستہ ہو کر قطاریں لگالیں اور صلوٰۃ و سلام کا ورد جاری رکھیں تاکہ سبھی لوگوں کو آسانی کے ساتھ تبرکات کی زیارت کرائی جاسکے۔

زیارت آثار شریفہ عرس شریف کی آخری تقریب ہوتی ہے اس کے بعد زائرین نماز ظہر ادا کرنے کے بعد کھانا تناول کرتے ہیں، ہمیشہ کی طرح اس سال بھی ہزاروں زائرین نے کھانا تناول کیا اور ڈھیر ساری دعاؤں اور برکتوں کے ساتھ اپنے مقامات کو روانہ ہونے لگے۔ بہت سارے زائرین حضرت صاحب کے دست مبارک پر بیعت ہوئے جبکہ زیارت کے بعد حضرت والا حویلی سجادگی میں تشریف فرما تھے۔ جب تک حضرت والا حویلی سجادگی میں تشریف فرما رہے لوگ داخل سلسلہ ہوتے رہے اور اپنی پریشانیاں، بیماریاں، اور تکلیفیں بیان کر کے دعائیں کراتے رہے

اور قدم بوسی کر کے رخصت کی اجازت لیتے رہے۔ ذکر و اذکار تلاوت قرآن پاک اور ایصالِ ثواب عرس کی تقریبات کا جزو لاینفک ہے۔ لہذا گزشتہ دو سال سے اس پر خصوصی توجہ دی گئی اور سید مصطفیٰ علی قادری برکاتی کی سربراہی میں عرس شریف کے شروع دن سے ہی صحن قاسم البرکات میں اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جس میں عوام و خواص شریک ہوتے ہیں۔ صحن کے ایک حصہ میں سفید چاندنی بچھادی جاتی ہے اور وہاں پر تسبیحات، پنجو رے، قرآن پاک کے پارے یہ سب چیزیں فراہم ہوتی ہیں۔ گزشتہ سال سے اس کا ایک رجسٹر بھی مصطفیٰ بھائی نے بنالیا ہے کہ اس سال کتنے قرآن عظیم و تسبیحات کا ورد ہوا، درج ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں قبول مائے آمین۔

یہ ہے عرس قاسمی برکاتی کی مختصر روداد جس کو رقم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل عرس قاسمی برکاتی کو اسی طرح دن دوئی رات چوگنی ترقی عطا کرے اور اس کو قائم کرنے والے اور اس میں شرکت کرنے والے سلامت رہیں۔ بالخصوص جانشین قاسم البرکات، جانشین تاج العلماء، جانشین حضور احسن العلماء یعنی سربراہ اہل سنت حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طویل و صحت جمیل عطا کرے۔ تمام سنیوں اور بالخصوص تمام برکاتیوں کو ان کی سرپرستی حاصل رہے چنستان برکاتیت و قاسمیت پھلتا اور پھولتا رہے۔ آمین بجاہ الحبیب الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

## فاتحہ چہلم حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی صاحبہ

محمد اکبر قادری برکاتی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

محرم الحرام کا مہینہ بہت سی نسبتوں کی بنا پر محترم و مقدس ہے اور اس مہینے کے آتے ہیں ہر مسلمان کے دل میں اسلامی جذبات و احساسات اور ایثار و قربانی کا دریا موجیں مارنے لگتا ہے۔ اسی مبارک مہینے کی ۲۸ تاریخ ۱۴۳۲ھ بروز سہ شنبہ (منگل) کو بوقت عصر حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا وصال ہوا۔ اور وہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار بقا کی طرف روانہ ہو گئیں۔ جس روز ان کا وصال ہوا حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا عرس کچھوچھ شریف میں ہو رہا تھا اور جس روز وہ دفن ہوئیں اس روز حضرت سید علی میراں داتا کا عرس اونچھا شریف (گجرات) میں منایا جا رہا تھا۔ سرزمین ہند میں ان دونوں بزرگوں کا اونچا مقام ہے۔ اور دونوں ہی اہلبیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں اور ہماری پیرانی صاحبہ مخدومہ اہلسنت حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ بھی خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک درخشاں کلی ہیں، آپ کے وصال پر حلقہ برکاتیت میں بڑا اضطراب تھا۔ گھر والوں بالخصوص ان کی اولاد کو جو صدمہ پہنچا اس کا بیان کرنا محال ہے۔ ایصالِ ثواب کا سلسلہ تو بعد وصال ہی شروع ہو گیا تھا مگر دستور خاندان کے مطابق سوئم، دسویں، بیسویں کے فاتحہ کا اہتمام ہوا اور اسی کے ساتھ فاتحہ چہلم کے لیے ۱۲ فروری ۲۰۱۱ء بمطابق ۸ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ بروز ہفتہ کا دن مقرر ہوا۔

۲۹ رصفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۳ فروری ۲۰۱۱ء بروز جمعرات حضرت امین ملت مدظلہ کے ہمراہ ڈاکٹر عبدالوحید صاحب کی پرزور دعوت پر ان کے آبائی وطن بہیڑی ضلع بریلی کے سالانہ جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور یوم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں شرکت کے لیے جاتے وقت مارہرہ مطہرہ میں نماز ظہر ادا کی، کھانا کھایا اور اس کے بعد درگاہ برکاتیت میں فاتحہ عرض کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ درگاہ شریف میں کچھ کام ہو رہا ہے۔ مرشد برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے روضے میں فاتحہ پڑھنے کے بعد امی جان حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے مزار شریف کی طرف جو بڑھے تو دیکھا کہ یہیں تعمیری کام ہو رہا ہے۔ پیرانی صاحبہ کے چہیتے بیٹے حضرت شرف ملت سید شاہ محمد اشرف میاں صاحب قبلہ کو تعمیری کاموں کا بہت اچھا تجربہ اور عمدہ سلیقہ ہے انہوں نے اپنے صرف خاص سے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ محبوبہ فاطمہ صاحبہ کے مزار کے ساتھ ساتھ اپنی پیرانی صاحبہ یعنی حضرت سیدہ منظور فاطمہ زوجہ محترمہ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک کو نہایت حسین قبہ کی شکل دی اور دونوں مزارات کو ایک ہی چھت کے اندر لیکر نہایت عمدہ فرش اور درود یوار کا کام کرایا۔ دور سے دیکھنے ہی سے لگتا ہے کہ خاندان برکات کی کسی محبوبہ ہستی کا روضہ ہے۔

وقت کی گھڑی رکتی نہیں وہ دن بھی آیا جس میں فاتحہ چہلم ہونا تھا۔ سبھی صاحبزادگان مع اہل و عیال، اعزاء، اقربا اور امی جان کے شہر سیتاپور سے بھی ان کے بھانجے، بھانجیاں، بھتیجے، بھتیجیاں اور دیگر عزیز واقارب ۱۱ فروری ۲۰۱۱ء بروز جمعہ کو ہی مارہرہ مطہرہ پہنچ چکے تھے۔ نماز جمعہ میں کافی پیر بھائی مارہرہ شریف پہنچ چکے تھے، یہ خادم راقم الحروف بھی ”ذکر محبوب“ ایک کتاب جو امی جان کی شان میں مرتب ہوئی لیکر جمعہ سے پہلے ماہرہ شریف حاضر ہو چکا تھا۔ بعد نماز جمعہ درگاہ شریف حاضری دی اور فاتحہ عرض کیا، پیرانی صاحبہ کے مزار شریف کے پاس بیٹھ کر بیچ سورہ پڑھا۔ درود و کلمہ شریف کا ورد کیا اور شجرہ طیبہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا اور دعائیں مانگیں۔

بعد نماز عصر شرف ملت مدظلہ کے حکم سے درگاہ شریف کے دروازے سے لیکر مہمان خانہ عرس قاسمی برکاتی جس کا اندر سے راستہ محل سرائے زنانہ کے لیے ہے، کے دروازے تک راستہ صاف رکھا گیا اور مردوں کو دونوں طرف دور کر دیا گیا تاکہ پردہ نشین خواتین اہل خانہ اور دیگر مستورات جو فاتحہ میں شریک ہونے کے لیے آئی تھیں، درگاہ برکاتیہ میں جا کر حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی صاحبہ کے مزار شریف کی زیارت کر لیں اور فاتحہ پڑھ لیں۔ تقریباً سبھی خواتین ان کے مزار مبارک کو دیکھ کر ان کی یاد میں گم ہو گئیں۔ ان کی پاکیزگی اور ان کی نفاست ان کی وفات کے بعد بھی ان کی آخری آرام گاہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

بعد نماز عشاء درگاہ برکاتیہ میں مجلس منعقد ہوئیں۔ حافظ قاری محمد کوثر علی صاحب برکاتی مدرس مدرسہ قاسم البرکات خانقاہ برکاتیہ نے کلام ربانی سے آغاز فرمایا۔ اس کے بعد محمد اسلام برکاتی متعلم مدرسہ قاسم البرکات، خانقاہ برکاتیہ، محمد خورشید برکاتی متعلم مدرسہ قاسم البرکات خانقاہ برکاتیہ، حاجی افتخار احمد برکاتی، مارہروی، محمد یوسف برکاتی، متعلم مدرسہ قاسم البرکات، محمد اسحاق برکاتی، الہ آباد، مولانا غلام حسین شافعی قادری نوری، مولانا شبیر مسعودی بہرائچی اور مولانا محمد قاسم حبیبی برکاتی نے نعت و مناقب پیش کیں اور اس کے بعد مفتی محمد حنیف قادری برکاتی، کانپور نے اعمال صالح کرنے اور آخرت کو سنوارنے کے تعلق سے جامع خطاب کیا، مفتی شمس الدین صاحب، بہرائچ نے اپنے مخصوص انداز خطابت سے اصلاحی امور پر توجہ دلائی۔

رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی نوری نے اپنی والدہ ماجدہ کی چند خصوصیات جیسے غریب پروری، آئے ہوئے مہمانوں سے اخلاق سے پیش آنا اور ان کی خاطر خواہ تواضع وغیرہ وغیرہ۔ پر کیف انداز میں بیان فرمائی۔

شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں صاحب مدظلہ العالی نے اپنی والدہ ماجدہ کی شان میں منقبت کے چند اشعار پڑھے اور اس کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا اور دعا ہوئی۔ آئے ہوئے مہمانوں اور مریدین و متوسلین نے کھانا تناول

کیا اور اپنی اپنی قیام گاہ پر آرام کیا۔

۱۲ فروری بروز ہفتہ بعد نماز فجر درگاہ برکاتیہ میں روضہ حضور صاحب البرکات میں مولانا غلام حسین شافعی قادری برکاتی نوری اور راقم الحروف نے حلقہ ذکر قادر یہ کرایا۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد مولانا شافعی نے دعا کی اور ایصال ثواب کیا، بعد قرآن خوانی ہوئی، فاتحہ کے بعد تبرک تقسیم کیا گیا، اس کے بعد باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کو ناشتہ کرایا گیا۔ ناشتہ کا اہتمام باقاعدہ کیا گیا جامع مسجد کی جانب شرق میدان میں گرم گرم پوریاں، آلوکی سبزی، خاکینہ (انڈے پیاز کی سبزی) اور لڈو، چائے وغیرہ۔

قریب نوبے گزشتہ برکات میں جلسہ منعقد ہوا۔ قرآن پاک کی تلاوت کے ساتھ قاری محمد کوثر صاحب مدرس مدرسہ قاسم البرکات، خانقاہ برکاتیہ، نے آغاز کیا۔ بالترتیب جن حضرات نے نعت یا منقبت پڑھی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں، محمد خورشید برکاتی، متعلم مدرسہ قاسم البرکات، محمد افتخار رضا برکاتی، رائے بریلی، محمد ریحان برکاتی، متعلم مدرسہ قاسم البرکات، حافظ محمد بلال برکاتی، محمد نفیس الحسن برکاتی، محمد یوسف برکاتی، حافظ پرویز برکاتی، الحاج محمد فاروق نوری برکاتی، فتحپوری، مولانا محمد فاروق رضوی، بریلی، کلیم دانش برکاتی، کانپور، قاری میکائیل ضیائی، کانپور، قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی، کانپور، مولانا علی احمد سیوانی، شان عالم بہرائچی، مولانا قاری امانت رسول صاحب، پبلی بھیت، وغیرہم۔

نعت و مناقب کے بعد وعظ و خطاب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جن علمائے کرام نے خطاب فرمایا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں، مولانا عبید الرحمن صاحب پرنسپل جامعہ شمس العلوم سنگاؤں، فتحپور، مولانا عالم رضا صاحب نوری، قاضی شہر کانپور، مولانا ارشد الرحمن صاحب نوری، دارالعلوم نانائی کی منڈی آگرہ، مولانا انیس الرحمن صاحب نوری، بلہور، مولانا قاری محمد عاقل صاحب نوری خطیب و امام مسجد قلیان، کانپور، مولانا وقار احمد عزیز، بھونڈی، مہاراشٹر، مفتی شمس الدین پرنسپل مسعود العلوم، چھوٹی تکیہ، بہرائچ، مفتی نظام الدین صاحب الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور مفتی محمد حبیب یار

خاں صاحب، مفتی مالوہ، اندور، مولانا مختار احمد بہیڑوی، مفتی محمد حنیف صاحب کانپور وغیرہم کے علاوہ بہت سے علماء و مشائخ منبر نور پر رونق افروز تھے۔ چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت سید مغیث احمد چشتی برکاتی، جمیر شریف، حضرت سید محمد اولیس میاں صاحب، بلگرام شریف، مولانا یسین اختر مصباحی، دہلی، مفتی رحمت اللہ صدیقی برکاتی، مولانا محمد اسحاق صاحب برکاتی مصباحی، الہ آباد ڈاکٹر محمد ارشاد احمد رضوی، علی گڑھ، قاری محمد اسحاق صاحب، جودھ پور، مفتی محمد ساجد حسنی، دارالافتاء، پورنپور، پبلی بھیت، مفتی محمد حنیف خاں صاحب نوری، صدر المدرسین، جامعہ نوریہ بریلی، مولانا صغیر اختر صاحب نوری مدرس جامعہ نوریہ مولانا عبدالنعیم صاحب عزیزی، بریلی، قاضی محمد ابراہیم صاحب مصباحی، رتناگیری، مہاراشٹر، مولانا محمد عرفان الحق صاحب، کھٹم پور، مولانا نوشاد عالم چشتی، قاری محمد وسیم برکاتی، خطیب امام ریل بازار، کانپور۔ چونکہ یہ مخدومہ اہلسنت حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی فاتحہ چہلم کی محفل ہے تو اس میں ان کے شہزادگان سے بڑھکر کس کے تاثرات ہوں گے۔ چاروں شہزادوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی یادوں کو تازہ کیا۔ سب سے پہلے حضرت سید شاہ محمد افضل میاں صاحب مدظلہ العالی نے فصیح زبان میں اپنی والدہ ماجدہ کے زندگی کے چند پہلو بیان کیے مثلاً ان کی خوداری، ایثار، قربانی، اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ کرانا اور اس کے لیے جدوجہد اور تدبیریں کرنا۔ ان کے بعد رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی نوری مدظلہ العالی نے چند منٹ اپنی امی کی سیرت بیان کی اور قصبہ مارہرہ کی خواتین کی ان کے تئیں گرویدگی کا ذکر کیا، ان کے بعد شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں صاحب مدظلہ العالی نے اپنی مادر مہربان کی تابندہ زندگی کی چند جھلکیاں اور ان کی مبارک عادت و اطوار کے چند واقعات (علمی لیاقت، گھریلو زندگی، اپنی اولاد کے آرام و آسائش کا خیال، ان کے دل میں محبت و شفقت کا بے کراں دریا اور اس کا وسیع دائرہ، شرم و حیا، پیش قدمی کا جذبہ، ہمت و حوصلہ، بروقت صحیح فیصلہ لینے کی صلاحیت، غریب بچوں کی شادی، تعلیم، غریبوں کا مکان

تعمیر کرانا، علاج کرانا خصوصاً آنکھ، بنوانا، مہمانوں کو اچھے اچھے کھانے خود پکا کر کھلانا، اپنے متعلقین کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا خیال رکھنا، فصل کے آم عمدہ سے عمدہ تقسیم کر دینا) بیان کیے، آخر میں ”منقبت فی شان مادر مہربان“ پڑھی جن کے دو شعر یہ ہیں:

ان کے جسد خاکی کو گھر سے لے کے جب نکلے  
سارا گھر بلکتا تھا، راستہ دکتا تھا  
ہم کہاں کے داناں تھے، کس ہنر میں کیتا تھے  
سارے بیٹے کہتے ہیں بس دعا کا سایا تھا

آخر میں ان کے سب سے چہیتے اور لاڈلے نور نظر اور لخت جگر صاحب زادہ اکبر حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ نے آئے ہوئے مہمانوں، مریدوں، اور مقامی حضرات کو مخاطب کیا، خطبہ مسنونہ، حمد و نعت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اپنی والدہ ماجدہ اور شفیق و خلیق ہستی یعنی حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں، مثلاً مشترکہ خاندان ہونے کے باوجود کبھی تلخ کلامی نہیں ہوئی، سب کے ساتھ بڑی یگانگت کا سلوک رکھا، ہم بھائیوں کو مستقل حصول علم کی تعلیم دیتی رہیں، حضور احسن العلماء کی نصیحت تھی کہ ”کبھی پیری مریدی کا دھندہ مت کرنا، اور پڑھ لکھ کر معاش کے ظاہری وسائل تلاش بیا کر لینا“ اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے میں امی کا کردار سب سے اہم ہے۔ امی کی دلی تمنا تھی کہ ان کے سارے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے اچھی اچھی نوکریاں کریں اور ایسے کام کریں جس سے ان کی اور خاندان کی عزت میں چار چاند لگیں، اللہ تعالیٰ کا بے شمار شکر ہے کہ والدین کی تمنائیں پوری ہوئیں، امی کا پسندیدہ مشغلہ کھانے پکانے اور مہمانوں کو کھلانے کا تھا۔ ایسی غذائیں جو قیمتی اور مشقت سے تیار ہوتی ہیں جیسے پائے، رساؤل، پلاؤ، کھیر وغیرہ بڑی مقدار میں پکا کر محلے میں بٹواتی تھیں، پیر بہنیں اور پورے قصبے کی عورتیں سال بھر آتی جاتی رہتی تھیں، اور ان سے کچھ نہ کچھ حاصل کر کے جاتی تھیں، امی ہم لوگوں کو اعلیٰ اخلاقی

کردار اپنانے کی نصیحت کرتیں اور ضرورت مند کی مدد کرنے کی طرف توجہ مبذول کراتی تھیں۔ سبحان اللہ۔

آخر میں حضرت صاحب نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ امی کے درجات بلند کرے، ان کی قبر کو اپنے نور سے بھر دے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ہمیں ان کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے آمین ثم آمین۔

صلوٰۃ وسلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھا گیا، حضرت صاحب نے فاتحہ قل پڑھا، شجرہ طیبہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا اور دعا فرمائی، جتنے علماء و مشائخ موجود تھے سب کو اور بیشتر زائرین کو چادریں تقسیم کی گئیں۔

امی جان کے چہلم کے موقع پر عظمت والدین اور حضرت سیدہ مخدومہ کی سوانح حیات کے مختصر احوال پر مشتمل ایک کتاب شائع کی گئی جس کا نام ہے ”ذکر محبوب“ جسے نیرہ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی قادری برکاتی نے بڑی دلچسپی اور لگن کے ساتھ مرتب کیا اور اس کام میں مولانا نعمان احمد ازہری صاحب نے ان کی بھرپور مدد فرمائی۔ جس کو ہر پڑھے لکھے اور باذوق فرد کو جو فاتحہ چہلم میں شریک تھا پیش کی گئی، اسی کے ساتھ ساتھ ماسٹر شاہد برکاتی کانپور نے ایک کتاب ”آخری منزل“ مرتب کرائی جس میں کفن و دفن کا طریقہ نہایت آسان پیرائے میں اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں لکھا گیا، امی جان کے ایصال ثواب کے لیے مفت تقسیم کی گئی۔

تمام حضرات نے نماز ظہر ادا کی اور اس کے بعد وسیع و عریض میدان میں نہایت اہتمام کے ساتھ آئے ہوئے مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔ سر کی آنکھوں سے لوگوں نے دیکھا کہ اللہ کے محبوب بندے اور بند یوں کی شان ہی نرالی ہوتی ہے اور ایک زمانہ اس کا معترف ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب و محبوب سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل ہماری پیرانی صاحبہ کا روحانی سایہ ہم سبھوں پر ہمیشہ قائم دائم رہے آمین بجاہ الحبیب الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

## سولہواں سالانہ فاتحہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ

محمد اکبر قادری برکاتی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امسال ۱۴/۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰/۲۱ مارچ ۲۰۱۱ء کو حضور احسن العلماء کے سالانہ فاتحہ کو مقامی طور پر مختصر کیا گیا کیونکہ انہیں تاریخوں میں ہولی تھی۔ بڑے پیمانے پر ایک ہفتہ بعد یعنی ۲۶/۲۷ مارچ ۲۰۱۱ء کو باقاعدہ ہمیشہ کی طرح کیا گیا۔ جس کی مختصر روداد درج کی جا رہی ہے۔

۲۶/مارچ ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر چادر شریف کا جلوس خانقاہ برکاتیہ سے رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب قبلہ کی قیادت میں بڑی درگاہ یعنی حضرت سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہ کے آستانہ کے لیے روانہ ہوا۔ حضرت شرف ملت مدظلہ اور شہزادگان سید محمد نبیل میاں، سید محمد عثمان میاں، سید محمد ناظم میاں، سید حیدر حسن میاں، سید محمد محسن میاں بھی شریک جلوس تھے۔ آستانہ پر پہنچنے کے بعد نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا سب سے پہلے حافظ نظام الدین صاحب، کانپور نے نعت پاک پڑھی اس کے بعد قاری رحمت اللہ صاحب، حافظ مبین الدین صاحب، قاری عرفان صاحب نے بھی نعت و منقبت پڑھی۔ بعدہ صلوٰۃ وسلام ہوا اور حضرت رفیق ملت نے شجرہ طیبہ پڑھ کر دعا فرمائی۔ جلوس واپس درگاہ برکاتیہ پہنچا اور صاحب عرس کے مزار شریف پر چادریں پیش کر دی گئیں۔ اس اعلان کے بعد کہ چادریں پھولوں کی پیش کی جانا چاہئے جب سے بیشتر چادریں پھولوں ہی کی آتی ہیں۔

تمام زائرین نے نماز مغرب باجماعت ادا کی۔ چونکہ زائرین کو اس بات کی عادت تھی کہ مغرب کی نماز کے فوراً بعد محفل منعقد ہوتی ہے لہذا مریدین و متوسلین درگاہ برکاتیہ حاضر ہوئے تو اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن خوانی شروع کرادی گئی۔ چونکہ فاتحہ قل اصل تاریخ میں وصال کے وقت پر ہو چکا تھا اس لیے آج جلسہ بعد نماز عشاء شروع ہونا تھا۔

نماز عشاء کے بعد درگاہ برکاتیہ میں تلاوت قرآن پاک سے حافظ وقاری محمد کوثر علی صاحب نے جلسے کا آغاز کیا محمد سلیمان برکاتی، محمد اسلام نے نعتیں پڑھیں۔ محمد عبدالقادر برکاتی، محمد یوسف، محمد پرویز، محمد کمال نے مقتبیں پڑھیں۔ بدایوں سے تشریف لائے ہوئے شاعر جناب خالد ندیم صاحب اور کانپور سے تشریف لائے ہوئے شعرا جناب یاور وارثی صاحب اور مولانا محمد قاسم جیبی صاحب نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی شان میں مقتبیں پیش کیں۔

مفتی عبدالمجید نوری مصباحی، مولانا شہاب الدین قادری برکاتی اور مولانا وقار عزیز ی صاحب، بھونڈی (مہاراشٹر) نے تقاریر کیں۔ مولانا وقار عزیز ی صاحب نے حضور احسن العلماء کی سیرت مبارکہ پر نہایت جامع خطاب فرمایا۔

حضرت رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب قبلہ کے چند جملے ارشاد فرمانے کے بعد شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ منر برکاتی پر جلوہ افروز ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء کے سالانہ فاتحہ میں آنے والے مریدین و متوسلین کا خیر مقدم کیا اور ساتھ ہی ایک تجویز سنائی جو کہ حضرت سید شاہ محمد افضل میاں صاحب قبلہ مدظلہ کی جانب سے پیش کی گئی تھی جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا کہ دن بدن ہم لوگوں کی مصروفیات بڑھتی جا رہی ہیں، مارہرہ میں مارہرہ ایجوکیشنل سوسائٹی اور اسکے تحت چلنے والا مارہرہ پبلک اسکول، علی گڑھ میں البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی اور اس کے تحت چلنے والی یونٹس البرکات پلے اینڈ لرن

سینٹر، البرکات پبلک اسکول، البرکات انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اسٹڈیز، البرکات اسٹڈی سینٹر، البرکات انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن، البرکات پیمنٹ پرکاش ہوسٹل، البرکات گاما بھائی ہوسٹل، البرکات محبوب فاطمہ گرلس ہوسٹل، البرکات قادریہ گرلس اسکول، البرکات حسن لائبریری اور مسجد البرکات وغیرہ، ان کا نظام و انصرام، دن بدن صحتوں کا گرنا اور سرکاری ملازمتیں، بچوں کی تعلیم اور ان کی چھٹیوں کا مسئلہ اسکے علاوہ اپنے برکاتی بھائیوں کے روزگار اور دن بدن بڑھتی گرائی کے پیش نظر مرشد اعظم ہند حضور احسن العلماء کے چاہنے والے اور مریدین اپنے طور پر اپنے مقاموں پر کر لیا کریں۔ کچھ مقامات پر ایسا ہوتا بھی ہے جیسے بمبئی کراچی وغیرہ میں اور مارہرہ شریف میں مقامی طور پر جیسے دیگر بزرگوں کا بلکہ خود امام سلسلہ برکاتیہ کا سالانہ فاتحہ ہوتا ہے اسی طرح حضور احسن العلماء کا بھی ہوا کرے اور عرس قاسمی برکاتی اپنی روایتی و قدیمی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا کرے جس میں زائرین کی تعداد کثیر در کثیر ہو۔ اس میں حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ اور حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی ایمان بھی شامل ہے۔

اس تجویز کو بیان کرنے کے بعد حضرت شرف ملت نے فیصلہ جانشین مرشد اعظم ہند حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ پر چھوڑ دیا۔ حضرت والا نے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا۔ جہاں تک مجھ ناچیز کا خیال ہے کہ سکوت رضا مندی کا ہی ایک پہلو ہے۔

اسی مہینے مارچ کے شروع میں ہولی سے پہلے راقم الحروف کا کسی ضروری کام سے مارہرہ شریف آنا ہوا تھا، میرے ساتھ ڈاکٹر فہیم عثمان صدیقی صاحب کوآرڈینیٹر البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشن بھی تھے۔ حضرت رفیق ملت نے ہم لوگوں کے سامنے اس تجویز کا ذکر کیا تھا اور یہاں تک کہا تھا کہ آپ لوگ اور عتیق بھائی، لیتیق بھائی تک نہ آئیں اپنے اپنے گھروں پر کریں تو کیسا رہے گا۔

اتفاقاً اس تجویز کے پیش ہونے سے پہلے ہی اسی سال سے راقم الحروف کے گھر قادری مسجد، فلیٹ نمبر ۱، کبیر کالونی علی گڑھ میں مرشد برحق کے اصل یوم وصال

پر بڑے پیر صاحب سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کا فاتحہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت امین ملت مدظلہ، سیدہ آمنہ خاتون مدظہا، سیدہ شبینہ نقوی، سید عثمان میاں، ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی، مولانا نعمان احمد ازہری، ڈاکٹر صغیر احمد چشتی، ڈاکٹر عبدالوحید، مولانا شمشاد برکاتی، حافظ قاری جاوید برکاتی، حافظ شفیق برکاتی، حافظ انتظار برکاتی، حافظ محمد عامر برکاتی، حافظ طارق برکاتی وغیرہ تقریباً پچاس حضرات تشریف لائے تھے۔ ہر سال اس فاتحہ کو منعقد کرنے کا ارادہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کے صدقے میں توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔

شرف ملت نے تجویز بیان کرنے کے بعد منقبت فی شان مرشد اعظم ہند پڑھی۔ کسی شعر کے پڑھتے وقت ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی کو یاد کیا کہ وہ کسی وجہ سے اس محفل میں شریک نہیں ہو پائے ہیں لیکن انشاء اللہ کل دن کی محفل میں موجود رہیں گے۔

اس جلسے کے آخری خطاب کے لیے جانشین مرشد اعظم ہند حضرت امین ملت دامت برکاتہم العالیہ منبر برکاتی پر تشریف فرما ہوئے۔ انہوں نے مولانا وقار عزیزی کی تقریر کی جامعیت اور حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے تعلق سے ان کی گہری معلومات اور ان کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے پر خوشی کا اظہار کیا اور بہت دعاؤں سے نوازا۔ حضرت امین ملت کے مختصر ارشادات عالیہ کے بعد صلوٰۃ وسلام بارگاہ خیر الانام پیش کیا گیا اسکے بعد حضرت صاحب نے دعا فرمائی اور محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ کچھ حضرات جنہوں نے ابھی تک عشاء کی نماز نہیں پڑھی تھی انہوں نے پڑھی باقی زائرین نے کھانا تناول کیا اور اپنی اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔

۲۷ مارچ بروز اتوار بعد نماز فجر حلقہ ذکر قادریہ ہوا اور اس کے بعد قرآن خوانی اور ایصال ثواب کیا گیا۔ قریب نو بجے مہمان خانہ عرس قاسمی کی بالائی منزل پر آخری محفل قل شریف کی منعقد ہوئی۔ حافظ قاری محمد کوثر علی برکاتی نے تلاوت قرآن عظیم فرمائی اور اسکے بعد حافظ محمد نظام الدین برکاتی، کانپور نے بھی قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ تلاوت کلام ربانی کے بعد نعت رسول مقبول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم گنگنانے کے لیے یہ حضرات منبر پر تشریف لائے۔ محمد ریحان رضا، شیرپور، پیلی بھیت، قاری عبدالحمید رضوی، جامعہ شکور یہ بلہور، محمد قاسم برکاتی، صالح برکاتی، عشرت علی برکاتی، حمیرپور، غیاث الدین برکاتی، کانپور، حافظ محمد ریحان برکاتی، حافظ محمد یوسف برکاتی، عبدالقادر برکاتی، آگرہ، اعظم رضا برکاتی، متعلم جامعہ شمس العلوم فتح پور، حافظ محمد رضا رسول قادری برکاتی۔ باہر سے آئے ہوئے شعرائے کرام جنہوں نے نعت یا منقبت پڑھی انکے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جناب خالد ندیم، بدایوں، مولانا محمد کفیل، جامعہ شمس العلوم، سنگاؤں، فتحپور، قاری محمد قاسم حبیبی برکاتی، کانپور، جناب یاد واری، کانپور، جناب کلیم دانش، کانپور، ڈاکٹر رضوان رضا رضوان لکھنؤ، قاری امانت رسول، پیلی بھیت۔

مفتی عبدالحمید مصباحی نوری، مفتی محمد حنیف برکاتی، کانپور، مولانا محمد اسحاق مصباحی، الہ آباد، مولانا ارشد الرحمن، آگرہ، حضرت مولانا محمد جمال رضا خاں نوری، بریلی شریف کے بیانات ہوئے۔ علی گڑھ سے نیرہ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی، جوائنٹ سکریٹری البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی اور ڈاکٹر منیم عثمان صدیقی، کوآرڈینیٹر البرکات ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹ بھی تشریف لائے تھے اور منبر برکاتی کے قریب شہزادگان برکاتیہ کے پاس تشریف رکھتے تھے۔

بیرونی علمائے کرام کے بعد شہزادگان حضور احسن العلماء سب سے پہلے رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب قبلہ انکے بعد شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں صاحب قبلہ اور انکے بعد امین ملت حضرت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ منبر شریف پر تشریف لائے اور انہوں نے نظم و نثر میں اللہ جل جلالہ و نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور حصول علم کی دولت پر زور دیا۔ تمام سنیوں کو آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہئے چاہے وہ کسی بھی سلسلہ میں بیعت ہوں اور برادری واد کے جھگڑوں سے دور رہنے کی نصیحت فرمائی۔ فرمایا کہ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام خاندان متحد ہو کر دینی و علمی کام کریں،



ادارے قائم کریں، علمی مراکز کھولیں اور مسلمانوں کو جہالت اور پلسماندگی سے باہر نکالیں۔ پڑھے لکھے دانشور حضرات گورنمنٹی مراعات کو عام مسلمانوں تک پہنچائیں تاکہ ان سے فائدہ اٹھا کر مسلمان آگے بڑھیں اور ترقی کریں۔ اپنے برکاتی چاہنے والوں سے فرمایا کہ مسلمان ایمان و اتفاق کی دولت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور عمل پیہم کرتے رہیں، انشاء اللہ مسلمان ہی کامیاب ہونگے اور دین اسلام ہی غالب ہو کر رہے گا۔ آخر میں حضرت امین ملت نے فرمایا کہ اب وہ کام کر لیا جائے جو ہمارے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں یعنی صلوٰۃ و سلام بالقیام بارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ لیا جائے۔

صلوٰۃ و سلام کے بعد حضرت صاحب نے فاتحہ قل پڑھا اور اسکے بعد شجرہ طیبہ پڑھ کر دعا فرمائی۔ دعا کے بعد محفل برخاست ہوئی بیشتر حضرات نے حضرت صاحب اور دیگر صاحبان کی دست بوسی کی۔ مہمان خانے سے نیچے اتر کر ٹھنڈا ٹھنڈا شربت پیا۔ نماز ظہر ادا کی۔ بیشتر نے پہلے کھانا کھایا اسکے بعد نماز ظہر ادا کی اور اسکے بعد اپنا اپنا سامان لیکر اپنے مقامات کو روانگی اختیار کی۔ یہ ہے مختصر سی روداد فاتحہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ الرضوان کی، جسے لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس لکھنے پڑھنے کی جو بھی ٹوٹی پھوٹی صلاحیت مجھ راقم الحروف میں ہے وہ دین ہے مجھے میرے مکرم و معظم مخدوم و مخدوم زادے عالی جناب شرف ملت مدظلہ العالی کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی کے ساتھ عمر طویل اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں عطا کرے آمین۔

اللہ تعالیٰ میرے مرشد زادوں بالخصوص جانشین مرشد اعظم ہند حضرت امین ملت دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی اہلسنت والجماعت پر صحت و سلامتی، جمال و کمال کے ساتھ قائم و دائم رہے آمین بجاہ الحبیب الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

## ممبئی میں عرس احسن العلماء علیہ الرحمۃ

محمد اکبر قادری برکاتی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

ہر سال کی طرح اس سال بھی عروس البلاذ ممبئی میں ۱۹/ جون ۲۰۱۱ء مطابق ۱۶/ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ بروز یکشنبہ (اتوار) مینارہ مسجد (واقع محمد علی روڈ) میں مرشد اعظم ہند حضور احسن العلماء حضرت علامہ سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس منعقد ہوا، بعد نماز عشاء قرآن خوانی ہوئی اور ایصال ثواب کیا گیا، اس کے بعد جلسہ کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے قاری منور صاحب نے کیا، قرآن عظیم کی تلاوت کے بعد نعت و منقبت کے لیے محمد احمد برکاتی، محمود برکاتی اور جناب تبسم عزیزی، مولانا غلام حسین شافعی نوری، وغیرہم کو آواز دی گئی، مولانا منصور علی خاں قادری، خطیب و امام سنی بڑی مسجد، مدن پورہ نے نظامت کے فرائض انجام دیئے، مولانا سید عبدالجلیل صاحب، مولانا شرافت علی صاحب اور مولانا شمیم الزماں صاحب، کلکتہ کے پرزور خطابات ہوئے، ہر خطیب نے صاحب عرس کی سیرت پر روشنی ڈالی اور انکی بے لوث دینی و علمی خدمات کا تذکرہ کیا۔ جن کو دیکھنے سے ہی اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔

حسن اتفاق اس سال حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے شہزادے شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں قادری برکاتی مدظلہ بھی محفل عرس میں جلوہ گر تھے۔ خطباء کے خطاب کے بعد حضرت شرف ملت مدظلہ نے مینارہ مسجد میں جماعت اہلسنت اور

ہزاروں برکاتیوں کو اپنے کلام فیض ترجمان سے مستفیض کیا۔ جس سے محفل میں جان آگئی اور تکبیر و رسالت کے نعروں سے مسجد گونج اٹھی۔

آخر میں حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے شہزادہ اکبر حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ نے خطبہ مسنونہ کے بعد حمد و نعت بیان کی اور اس کے بعد اپنے والد گرامی قدس سرہ کے عرس پاک میں آئے ہوئے مریدین، ومتوسلین کو مخاطب کیا۔ فرمایا کہ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم ایسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں ہیں جو سردارانِ انبیاء ہیں اور جن کی امت میں ہونے کی انبیائے سابقین تمنا کرتے رہے ہیں، ہمیں اس بات پر بھی فخر ہے کہ ہمارے ملکی و ماویٰ سرکارِ غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور مارہرہ شریف کا حضور غوث پاک سے مضبوط کنکشن ہے۔ یہ حضور غوث اعظم ہی کی عنایت و کرم فرمائی ہے کہ مارہرہ مطہرہ میں ایک گنبد تلے سات سات اقطاب آرام فرما رہے ہیں، یہ صدقہ ہے سیدنا سرکارِ غوث اعظم کا اور یہ شرف صرف درگاہ برکاتیہ کو ہی حاصل ہے، یہی وہ خانقاہ ہے جہاں امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیت نے سر نیاز خم کیا اور سرکارِ غوث اعظم کی غلامی کا پٹہ اسی در کے توسل سے اپنے گلے میں ڈالا۔ حضرت امین ملت نے فرمایا کہ یہ فقیر قادری پوری دنیا میں اور ملک کے کونے کونے میں اہلسنت و جماعت کی ترویج و اشاعت جس کا دوسرا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے اس کی حمایت و فروغ کا پیغام لیکر پورے سال سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور اپنی خانقاہ کا دوسرا مشن ”آدھی روٹی کھائیے اور بچوں کو پڑھائیے“ یعنی علم حاصل کرنے پر زور دیا، اسی کے ساتھ تمام سنی بھائیوں کو آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنے اور علمائے اہلسنت کی قدر و منزلت کرنے اور ہر طرح کے تخریبی کاموں سے اپنے آپ کو دور رکھنے کی تلقین کی۔ غلط رسم و رواج اور فضول خرچی سے باز رہنے کی نصیحت کی۔

صلوٰۃ و سلام کے بعد فاتحہ قل ہوا اور حضرت صاحب نے ایصالِ ثواب کے

بعد دعا فرمائی، حضور امین ملت کے دیدار اور مصافحہ، دست بوسی اور قدم بوسی کے لیے مجمع بیقرار تھا۔ حضرت صاحب سے منبر پر بیٹھنے کی گزارش کی گئی اور شائقین نے قطار در قطار مصافحہ اور دست بوسی کی۔ اس عرس پاک میں ممبئی اور اطراف کے بیشتر مفتیان عظام، علمائے کرام، ائمہ حضرات موجود تھے۔ عوام اہلسنت اور برکاتیوں کی کثیر تعداد عرس پاک میں موجود تھی دور دراز سے احباب حاضر ہوئے تھے، ارن ضلع رائے گڑھ سے برادر محمد ناظر قادری، محمد اختر قادری، فتح علی خاں، محمد صدیق قادری، بیلا پور سے سید محمود قادری برکاتی، کلیان سے عبدالرزاق برکاتی اور ان کے برادران غرض کہ ممبئی اور مضافات سے سیکڑوں افراد شریک عرس تھے۔

اس عرس مبارک کو منعقد کرانے میں برادر طریقت، عبدالعزیز سنی برکاتی، برادر طریقت محمد امتیاز برکاتی، برادر طریقت محمد فاروق برکاتی، برادر طریقت محمد مشتاق سورتی برکاتی، عبدالحمید برکاتی وغیرہم پیش پیش تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسی طرح یہ عرس پاک ہر سال منعقد ہوتا رہے عرس کرانے والے اس میں شریک ہونے والے، تعاون کرنے والے، سلامت رہیں آمین بجاہ الحبیب الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

## وارثِ پنجتن علیہ الرحمہ کا فاتحہ چہلم اور رفیقِ ملت کی تاج پوشی

محمد اکبر قادری برکاتی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

علی گڑھ کے ڈاکٹروں کے جواب دے دینے اور اگر طبیعت زیادہ بگڑے تو مارہرہ سے علی گڑھ تک کے علاوہ دور دراز علاج کے لیے لے جانے سے منع کرنے کے باوجود مرشدِ برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے شہزادے حضرت شرفِ ملت مدظلہ کے مشورے پر بلیک کہتے ہوئے حضرت وارثِ پنجتن سید شاہ یحییٰ حسن صاحب کو آخری بار جب بہت زیادہ طبیعت بگڑی، تو دہلی لے گئے اور اسپتال میں داخل کرایا اس امید پر کہ جب تک سانس چل رہی ہیں، زندگی کی امید باقی ہے اور کوشش ضروری ہے۔ ڈاکٹروں نے جانچیں کیں اور علی گڑھ کے ڈاکٹروں کی تصدیق کی کہ انہوں نے صحیح مشورہ دیا تھا، کیوں کہ ان کا مرض ہی کچھ ایسا تھا اور آخری منزل پر پہنچ چکا تھا۔ بہر حال جتنے روز انہیں اور زندہ رہنا تھا، بحکمِ الہی وہ زندہ رہے۔ بس ڈاکٹروں نے سانس آرام سے لینے میں ان کی مدد ضروری کی۔

۱۸ شعبان ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۱ جولائی ۲۰۱۱ء بروز جمعرات وارثِ پنجتن حضرت یحییٰ حسن میاں صاحب اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چند منٹوں میں ہوا کی طرح ان کی رحلت کی خبر سارے عالم میں پھیل گئی۔ حضرت امینِ ملت مدظلہ العالی بیرونِ ملک تبلیغی دورے پر تھے، انہیں جیسے ہی اطلاع ملی، سارے

پروگرام ملتوی کر کے واپسی کا ٹکٹ کروایا اور قریب نو بجے رات کو مارہرہ شریف پہنچ گئے۔ ادھر رفیقِ ملت اپنے رفقا اسلم برکاتی وغیرہ کے ساتھ اسپتال سے حضرت یحییٰ حسن میاں صاحب کے جسدِ خاکی کو لے کر بوقتِ عشا مارہرہ شریف پہنچ گئے۔ حضرت شرفِ ملت بھی رات ہی مارہرہ شریف پہنچ گئے، نبیرہ محصور سید العلماء ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی اور جناب ڈاکٹر فہیم عثمان صدیقی صاحب اپنے اپنے دفاتروں کے کام جلدی سے پٹنا کر رات ہی کو مارہرہ شریف پہنچ گئے تھے۔ حضرت افضل میاں صاحب بروز جمعہ ۲۲ جولائی کو علی گڑھ تک شتادہی سے آئے، اس کے بعد سیدہ عذرا باجی مدظہا اور جناب قاضی مجتبیٰ حسین صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ بذریعہ کار مارہرہ مطہرہ پہنچے۔ چوں کہ تدفین بعد نماز جمعہ ہونا تھی اس لیے گرد و پیش اور اطراف کے لوگ جمعہ کو ہی صبح سے مارہرہ شریف روانہ ہونے لگے۔ دہلی سے خان محمد بھائی بھی بعد نماز فجر چل دیئے۔ مجھ سے فون پر ان کی بات ہوئی تو میں نے کہا کہ مجھے بھی علی گڑھ سے اپنے ساتھ لے لیجئے۔ اس طرح میں بھی قریب ساڑھے گیارہ بجے مارہرہ شریف پہنچ گیا۔ رفیقِ ملت نے غسل کروا کر اور کفن پہنا کر جنازہ تیار کر رکھا تھا۔ زائرین اور نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لیے لوگوں کا ایک سیلاب تھا جو امنڈ رہا تھا۔ ان کے مکان میں جہاں ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا پہنچ پانا، ایک مشکل کام تھا، لیکن میں کیسے بھی کر کے وہاں تک پہنچ گیا اور اس نورانی شکل کا آخری دیدار کر ہی لیا۔

ادھر حضرت سید شاہ محمد افضل میاں صاحب مدظلہ العالی مانک پر برابر لوگوں کو نظم و ضبط قائم رکھنے کی تلقین کر رہے تھے اور نماز جمعہ سے متعلق مختلف مساجد میں اوقات کا اعلان فرما رہے تھے۔ نماز جمعہ کے فوراً بعد جب ساری مسجدوں میں نمازیں ہو گئیں، جنازہ اٹھایا گیا۔ میں بمشکل تمام ایک کندھا دے پایا، جنازہ گلشنِ برکات لے جایا گیا، بمشکل تمام انسانوں کی باڑھ کو روک کر جنازہ زمین پر رکھا گیا، حضرت امینِ ملت نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دعا فرمائی۔ اس کے بعد پھر ایک بار جنازہ ہواؤں میں گشت کرنے لگا۔ بمشکل تمام درگاہ برکاتیہ میں جنازہ داخل ہوا اور درگاہ برکاتیہ

کا باہری دروازہ بند کر دیا گیا۔ ایک طویل زندگی گزارنے والے جسدِ خاکی کو چند لمحوں میں حضرت چھامیاں صاحب کے حجرے کے اندر ان کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ باقی رہا نام اللہ تعالیٰ کا۔

سوئم ہوا۔ دسویں، میسویں کی فاتحہ ہوئی۔ چہلم کا دن رمضان المبارک کے مہینے میں پڑ رہا تھا۔ اس لیے یہ طے ہوا کہ مختصر فاتحہ اصل چہلم کے دن کر لیا جائے اور بڑے پیمانے پر ۲۴ ستمبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار چہلم کا اعلان کر دیا جائے پس اشتہار کے ذریعہ فاتحہ چہلم اور رسمِ سجادہ نشینی اور تاج پوشی کی دعوت عام دی گئی اور علما و مشائخ اور افرادِ خاندان کو دعوتِ خصوصی دی گئی۔ پیرانی صاحبہ حضرت سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے چہلم کے موقع پر انہوں نے (حضرت یحییٰ حسن میاں صاحب) حضور احسن العلماء کے شہزادوں سے فرمایا تھا کہ ہمارا بھی بعد مرگ سارا کام ایسے ہی حسن و خوبی کے ساتھ کرنا۔ ان کی وصیت کو ان کے وصال کے بعد ان کے ہونے والے جانشین یعنی رفیق ملت اور ان کے برادران کبیر مدظلہم نے یاد رکھا اور اسے پورا کرنے کی پوری کوشش کی۔

۳ ستمبر بروز ہفتہ (سنیچر) ہی سے لوگ آنا شروع ہو گئے اور رات تک کافی مریدین و متوسلین جمع ہو گئے۔ بعد نمازِ عشا درگاہِ برکاتیہ میں مجلس منعقد ہوئی۔ مولانا وقار عزیز ی صاحب، مفتی محمد حنیف برکاتی صاحب اور مفتی شمس الدین بہرائچی صاحب نے تقریریں کیں۔ نعت و مناقب بھی پڑھی گئیں۔ شہزادگانِ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے ارشاداتِ عالیہ سے نوازا۔ حضرت امین ملت مدظلہ العالی نے حضرت سید ملت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی صاحب کے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد صحت یاب کرے جو کہ ممبئی اسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ اس کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا۔ حضرت صاحب نے دعا فرمائی اور اسی کے ساتھ کل ہونے والے پروگرام کا اعلان کیا اور اس میں نظم و ضبط کے ساتھ شرکت کی دعوت دی۔ اس کے بعد ازائین نے کھانا تناول کیا اور آرام کرنے کے لیے اپنی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔

۲۴ ستمبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار بعد نماز فجر حلقہ ذکر قادریہ ہوا۔ حافظ شہاب الدین برکاتی اور حافظ مبین الدین برکاتی نے حلقہ کروایا۔ ان کے ساتھ یہ خادم بھی موجود تھا۔ تھوڑی دیر میں رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب اور صاحب زادہ ولی عہد آستانہ عالیہ قادریہ جناب سید محمد امان میاں صاحب بھی تشریف لے آئے۔ رفیق ملت نے شجرہ طیبہ پڑھا اور دعا فرمائی۔ انہوں نے بھی روضہ صاحب البرکات میں حضرت سید ملت کی شفا یابی کے لیے دعا کی۔ حلقہ ذکر قادریہ کے بعد قرآن خوانی ہوئی اور وارثِ پنجتن کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔

قریب نو بجے گلشنِ برکات میں دوسری اور آخری قیل کی محفل منعقد ہوئی، تلاوت کلام ربانی سے اس کا آغاز ہوا، نعت و مناقب کا سلسلہ شروع ہو گیا، بہت سارے نعت خواں اور شعرا حضرات منبر نور پر موجود تھے۔

قریب دس بجے رفیق ملت کے حکم سے صاحب زادہ عالی وقار سید محمد امان صاحب اور جناب قاضی احمد مجتبیٰ صاحب نے ملاگیری رنگ کے کرتے اور ٹوپیاں علما و مشائخ کو پیش کیں اور زیب تن کرنے کو کہا، خاص خاص برکاتی احباب کو، خود رفیق ملت نے اپنے ہاتھوں سے ٹوپیاں عطا کیں، مجھ ناچیز کو بھی اپنے دستِ مبارک سے ٹوپی عطا کی اور ایک طرف بلا کر مجھ (راقم الحروف) سے فرمایا کہ آپ ہمارے بچپن کے ساتھی ہیں، آپ ہمارے مزاج سے واقف ہیں اور ہم آپ سے مانوس ہیں لہذا خرقة پوشی کے بعد آپ ہمارے ساتھ ساتھ ہی رہیں گے۔ جناب احمد مجتبیٰ صدیقی صاحب نے بھی مجھ سے کہا کہ آپ ماموں جان کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔

تمام شہزادگان اور افرادِ خاندان برکات مع حضرت شفیق ملت سید حسین میاں صاحب قادری برکاتی مدظلہ العالی تا صا جزا سید محمد محسن میاں ایک ہی رنگ کے کرتے اور ٹوپیاں لگائے ہوئے تھے۔

منبر نور پر بیشتر علماء و مشائخ اسی رنگ میں تھے۔ گیارہ بجے سے تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ مفتی محمد حنیف برکاتی کانپور، مولانا وقار عزیز بھونڈی، مفتی شمس الدین

صاحب بہرائچ، مولانا محمد عطیف قادری بدایوں، مولانا اسید الحق قادری بدایوں، مولانا جمال رضا خاں نوری بریلی مولانا سید عبدالرب صاحب فیض آباد اور حضرت مولانا سالم میاں قادری بدایوں کے خطابات ہوئے۔ سبھی نے بزرگان مارہرہ مطہرہ بالخصوص وارث پنجتن کی بارگاہ میں خراج عقیدت و محبت پیش کیا۔ قاری محمد عرفان برکاتی نے صاحبزادہ قاضی احمد مجتبیٰ صدیقی کی رقم کردہ نوری گدی کے وارث کی شان میں مبارک بادی کی نظم پڑھی، سامعین جھوم جھوم اٹھے اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے گلشن برکات گونج اٹھا۔

آخر میں شہزادگانِ مرشد برحق نے اپنے نورانی و عرفانی کلام و ارشادات سے نوازا۔ بارش رک رک کر نوری گدی کے ہونے والے وارث و مسند نشین کو سلامی دے رہی تھی، مبارک باد پیش کر رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ برکاتی دیوانے اپنی جگہ سے ہلنے والے نہیں ہیں، چاہے بارش ہو یا برف گرے۔ موسم کے تیور کو دیکھتے ہوئے حضرت امین ملت نے اپنے خطاب بے مثال کو مختصر کیا اور کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تمام خانقاہیں اور تمام سنی مسلمان متحد ہو جائیں اور بلا وجہ کے پروپیگنڈہ اور افواہوں سے بچیں۔ دیکھو خانقاہ برکاتیہ میں منبر نور پر بریلی اور بدایوں کے سجادگان یعنی حضرت سالم میاں صاحب اور حضرت سبحانی میاں صاحب گھٹنے سے گھٹنے ملائے ہوئے ایک ساتھ بیٹھے ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ اب وہ کام کر لیا جائے جو ہمارے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں، یعنی صلوٰۃ و سلام۔

صلوٰۃ و سلام کے بعد حضرت صاحب نے فاتحہ قل پڑھا اور شجرہ برکاتیہ پڑھنے کے بعد دعا فرمائی۔ اسی کے ساتھ اعلان کیا کہ اب ہم نماز ظہر پڑھنے کے بعد ملبوسات بزرگان لے کر درگاہ برکاتیہ حاضر ہوں گے اور وہاں روضہ حضور صاحب البرکات میں ان تبرکات و ملبوسات کو وارث پنجتن حضرت سید تکی حسن میاں صاحب کے مسند نشین اور نوری گدی کے سجادہ نشین یعنی رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب قادری برکاتی نوری کو وہ ملبوسات بزرگان زیب تن کرائیں گے۔

ایسا ہی ہوا۔ قریب ڈھائی بجے سبھی حضرات، حضرت شفیق ملت سید حسین میاں صاحب، حضرت امین ملت امین میاں صاحب، حضرت شرف ملت اشرف میاں صاحب، حضرت افضل میاں صاحب، حضرت رفیق ملت نجیب میاں صاحب، امان میاں صاحب، عثمان میاں صاحب، حیدر حسن میاں، محسن میاں صاحب (ان کے ساتھ محمد حسن قادری محمد اظہر قادری برکاتی کا بیٹا اور عبید محمد آصف کا بیٹا) صاحبزادہ ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی صاحب، حضرت مغیث میاں صاحب امیر شریف، غیاث میاں صاحب، کالپی شریف، طاہر میاں صاحب بلگرام شریف، اولیس میاں صاحب بلگرام شریف، گلزار میاں صاحب مسولی شریف، حضرت سبحانی میاں صاحب بریلی شریف، حضرت جمال میاں صاحب بریلی شریف، حضرت سالم میاں صاحب بدایوں شریف، بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب مبارک پور، مولانا محمد حنیف خاں صاحب، بریلی شریف، مفتی محمد حنیف صاحب، کانپور وغیرہم درگاہ برکاتیہ میں روضہ حضور صاحب البرکات میں داخل ہوئے، چند برادران طریقت راقم الحروف، محمد اسلم، عبدالعزیز سنی، محمد امتیاز، محمد فاروق، حافظ مبین الدین، قاری عرفان، قاری کوثر علی، نجم الحسن، لئیق بھائی عنایت بھائی حسنین بھائی وغیرہم بھی اندر موجود تھے۔

رسم خرقہ پوشی سے پہلے حضرت شرف ملت نے چند تمہیدی جملے ارشاد فرمائے، حضرت رفیق ملت حضور شاہ حمزہ صاحب اور حضور اچھے میاں صاحب کے مزارات کے مابین جو جگہ ہے، وہاں پر سامنے آثار کے پاس کھڑے ہوئے، حضرت امین ملت اور حضرت مغیث میاں دائیں بائیں اور بزرگ حضرات قریب کھڑے ہوئے اور حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب کو خرقہ زیب تن کرایا۔ ایک جبہ مبارک جو اوپر کے بزرگوں سے چلا آ رہا ہے، اس کو ایک چادر میں محفوظ کر کے اس کو سینہ مبارک کے بائیں جانب باندھا۔ عمامہ شریف بزرگوں کی پیشانیوں سے مس کر کے رفیق ملت کے مبارک سر پر باندھا گیا، عمامہ بندھنے کے بعد جو سر پانظر آیا تو ایسا لگا کہ ایک شہنشاہ سامنے ہے اور جس کے سامنے سب باادب ہیں۔ افراد خاندان

نے نذر پیش کیں اور اس کے بعد مزارات مقدسہ پر فاتحہ عرض کرتے ہوئے حضرت ابوالحسین احمد نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قبہ مبارکہ کے پاس آکر مواجہے میں کھڑے ہو کر خصوصی فاتحہ عرض کیا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد وارثِ پنجتن کے مزار مبارک پر فاتحہ عرض کیا اور وہاں سے اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء، حضور تاج العلماء، حضور سید العلماء اور حضور قاسم البرکات کے مزارات کو بوسہ دیتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ محبوبہ فاطمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے مزار پر پہنچے اور وہاں فاتحہ عرض کیا، وہاں سے اپنے دادا حضرت اور بڑی پھوپھی صاحبہ اور بڑی امی اور چھوٹی پھوپھی صاحبہ کے مزارات پر مختصر فاتحہ اور سلام عرض کیا۔

درگاہ شریف کے باہر زائرین کی بھیڑ جمع تھی جیسے ہی درگاہ شریف کے دروازے پر تشریف لائے، اسم ذات باری تعالیٰ ”اللہ“ کا نعرہ بلند ہوا۔ بمشکل تمام بھیڑ پر کنٹرول کر کے بصورتِ حلقہ رفیق ملت کو جلو میں لے کر اسم ذات کے نعروں کی گونج میں وارثِ پنجتن کے مکان پر پہنچے اور انہیں ان کی خاص مسند پر بٹھایا گیا۔ صاحبِ سجادہ حضرت رفیق ملت نے اپنے بڑے صاحبزادے سید حسن حیدر اور حضرت امین ملت کے بڑے صاحبزادے سید محمد امان میاں کو اور خاندان کے باہر والوں میں مفتی محمد حنیف قادری کو خلافت عطا کی اور دستار باندھی۔ اس کے بعد حضرت صاحب (امین ملت مدظلہ) نے محضر سجادگی پڑھ کر سنایا۔ حضرت سالم میاں صاحب نے اٹھ کر تائید فرمائی اور مبارک باد پیش کی۔ حجرہ سجادگی میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے صاحبِ سجادہ مکان کے اندر دالان میں حضرت وارثِ پنجتن سید یحییٰ حسن میاں صاحب کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس کے بعد نذر پیش کرنے اور دست بوسی کا سلسلہ قطار لگا کر ادب و احترام کے ساتھ، شروع ہو گیا اور یہ سلسلہ تقریباً دو گھنٹے تک چلتا رہا۔ یہ خادم حضرت والا صاحبِ سجادہ کے قریب حاضر رہا اور نذر پر نظر رکھے رہا۔ لائق بھائی بھی مستقل حضرت رفیق ملت کے پاس موجود رہے۔ صاحبزادہ سید محمد امان میاں صاحب اور صاحبزادہ قاضی احمد مجتبیٰ صاحب کو حضرت والا صاحبِ سجادہ

رفیق ملت نے آئے ہوئے علما و مشائخ کی خدمات میں نذرانے پیش کرنے پر مامور کیا تھا۔ آخر میں خواتین بھی دعائیں لینے اور قدم بوسی کے لیے آگے بڑھیں تو حضرت نے اپنی چادر ان کے سروں پر رکھی اور مصافحہ اور قدم بوسی کے لیے سختی سے منع کیا۔ قریب پانچ بجے محلِ سرانے زنانہ یعنی قاسم میاں صاحب کی حویلی میں تشریف لے گئے، دروازے پر سیدہ شمینہ باجی کے شوہر نامدار عالی جناب سید آفتاب احمد نقوی صاحب ملے اور وہ حضرت رفیق ملت کو اندر لے گئے، وہاں دالان میں تخت پر تشریف فرما ہوئے اور گھر کی مستورات نے اپنے اپنے سروں پر دستِ مبارک رکھوایا۔ اس کے بعد واپس حضرت سید یحییٰ حسن میاں صاحب کی حویلی سجادگی میں تشریف لائے اور وہاں پر ملبوسات کو اتار کر ایک گھڑی میں باندھ کر یحییٰ میاں صاحب کے کمرے کی الماری میں مقفل کر دیئے۔ اس کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ مہمان کھانا کھا کر اپنے مقامات کے لیے روانہ ہونے لگے۔ میں بھی مغرب کی نماز پڑھنے کے فوراً بعد علی گڑھ روانہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہِ قدس میں بوسیہ نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا ہے کہ جانشین وارثِ پنجتن حضرت رفیق ملت سید شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی نوری مدظلہ العالی کو صحت و سلامتی کے ساتھ حضرت نوری میاں صاحب کی گدی کی زینت بنائے رکھے اور ان سے تادیر اسلام و سنیت کے فروغ کا کام حسن و خوبی کے ساتھ لیتا رہے۔ آمین بجاہ الحبیب الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

قل شریف کی محفل میں نبیرہ حضور سید العلماء ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی صاحب کی رقم کردہ تازہ تہنیت قاری عرفان صاحب نے بڑے حسین انداز میں پیش کی۔ جس پر زائرِ جھوم جھوم اٹھے اور علما و مشائخ نے بہت داد و تحسین سے نوازا۔ وہ تہنیت ہدیہ قارئین ہے:

## حضرت امین ملت مدظلہ کے تبلیغی اسفار

### محمد اکبر قادری برکاتی

ہر سال کی طرح اس سال بھی حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ کے تبلیغی اسفار کی روداد رقم کی گئی تاکہ حضرت والا کی گونا گوں مصروفیات اور دین و سنت و علم و عمل کی جدوجہد کے لیے کوشش برسر عام ہو اور اس کو خانقاہ برکاتیہ کے علمی و دینی ترجمان، سالانہ مجلہ ”اہل سنت کی آواز“ میں شائع کیا جائے جس کا اجرا ہر سال سالانہ عرس قاسمی برکاتی کے موقع پر مارہرہ شریف میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل حضرت امین ملت کی ان کاوشوں کو بروئے کار لائے اور مزید توفیق رفیق عطا کرے۔ آمین

۹ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو اجتماعی شادیوں میں شرکت کرنے کے لیے حضرت صاحب گوئڈل کے لیے روانہ ہوئے۔ دہلی، ممبئی، راجکوٹ ہوتے ہوئے رات کو گوئڈل آگئے اور برادر طریقت یونس برکاتی (Y.T) کے گھر قیام پذیر ہوئے۔

۱۰ اکتوبر کو اجتماعی بارات بشکل جلوس روانہ ہوئی اور باون شادیوں کا انعقاد ہوا۔ نکاح خوانی کے فرائض محمد میاں بابو اور احمد میاں بابو نے انجام دیئے۔ شام کو جماعت خانہ گوئڈل میں برادر طریقت اشرف کھٹا اور سلیم قادری کے لڑکوں کا نکاح ہوا عشائیہ کا انتظام سید مٹھو میاں بابو کے دولت کدے پر تھا۔ ۱۲ اکتوبر کو حضرت صاحب گوئڈل سے علی گڑھ کے لیے روانہ ہوئے اور راجکوٹ ممبئی دہلی ہوتے ہوئے رات کو علی گڑھ تشریف لے آئے۔

۱۵ اکتوبر کو برادر طریقت مولانا مولوی عبدالقدیر پھول خاں صاحب برکاتی کا گولی میں انتقال ہو گیا۔ رات کو حضرت صاحب گولی کے لیے روانہ ہوئے۔

۱۶ اکتوبر کو نشی پھول خاں قادری مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہاں سے اناؤ کے لیے روانگی ہوئی۔ اٹا پہنچ کر برادر طریقت عبدالحفیظ عرف بھورے برکاتی کے نئے گھر کا افتتاح فرمایا۔ شام کو برادر طریقت اشتیاق برکاتی کے گھر میں چھٹی شریف کا فاتحہ ہوا۔ بعد میں حضرت صاحب نے دارالعلوم فیض عام کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ رات کو جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا جس میں مفتی محمد حنیف برکاتی کانپوری اور حضرت صاحب کی تقاریر ہوئیں۔

۱۷ اکتوبر کو اٹاؤ کے ناوٹی گیسٹ ہاؤس میں اجتماعی نکاح منعقد ہوئے۔ شام کو حضرت صاحب برادر طریقت برکت علی قادری کے گھر تشریف لے گئے۔ ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۰ء سے ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۰ء تک عرس شریف قاسمی برکاتی کا انعقاد ہوا جس کی تفصیلی روداد زیر نظر شمارے میں شامل ہے۔

۱۳ نومبر کو حضرت صاحب ڈاکٹر ارشاد احمد کے ساتھ بلگرام شریف حاضر ہوئے رات کو حضرت میر سید محمد المعروف بہ دعوة الصغریٰ علیہ الرحمہ کا عرس پاک منعقد ہوا۔ حضرت صاحب کا قیام، حضرت سید اولیس مصطفیٰ صاحب سجادہ کے دولت کدے پر ہے۔ ۱۴ نومبر کو قل شریف ہوا اور رات کو حضرت صاحب علی گڑھ تشریف لے آئے۔

۲۵ نومبر کو حضرت صاحب کا کوری شریف کے لیے براہ لکھنؤ روانہ ہوئے۔ لکھنؤ میں حضرت سید گلزار اسماعیل صاحب سجادہ مسولی شریف اور ان کے برادران، سید حسان میاں، سید فرحان میاں تشریف فرما تھے۔ صاحب سجادہ عین الحید رضا میاں صاحب کی شادی میں حضرت صاحب ہال تشریف لے گئے اور رات کا قیام کا کوری شریف میں ہوا۔ ۲۶ نومبر کو حضرت صاحب نے مخدوم حضرت شاہ بھکاری قدس سرہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ دوپہر کا کھانا گلزار میاں کے دولت خانے پر ہوا۔

رات کو ویسے میں شرکت کے لیے کاکوری شریف گئے اور رات کو لکھنؤ سے روانہ ہو کر ۲۷ نومبر کی صبح علی گڑھ آ گئے۔

۲ دسمبر کو برادر طریقت مسعود جمال برکاتی کے صاحبزادگان کے نکاح کے سلسلے میں حضرت صاحب مع سید نجیب میاں صاحب بنارس کے لیے روانہ ہوئے۔ ۳ دسمبر کو بنارس پہنچ کر برادر طریقت عارف برکاتی کے دولت کدہ پر قیام پزیر ہوئے سید امان میاں صاحب بھی اشرفیہ سے تشریف لے آئے۔ حاجی محمد عیسیٰ برکاتی مرحوم کے دولت کدے پر خیر الاذکیا حضرت مولانا محمد احمد مصباحی اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مسعود جمال صاحب کے صاحبزادگان عبداللہ مسعود اور اقبال مسعود کا نکاح پڑھایا۔ برادر طریقت حاجی بدر الدین اور شکیب اختر کے ہمراہ ان کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ ۵ دسمبر کو دعوت ولیمہ میں شرکت فرما کر رات کو علی گڑھ کے لیے روانگی ہوئی۔

۱۲ دسمبر کو حضور صاحب البرکات کے عرس پاک اور شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فاتحے میں شرکت کرنے کے ارادے سے مارہرہ شریف حاضر ہوئے۔ ۱۷ دسمبر کو محفل ہوئی رات کو محلہ شیش گران میں جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ہوا۔

برادر طریقت حاجی محمد حنیف اور حاجی محمد ناصر کے بچوں کی شادی میں شرکت کے ارادے سے حضرت صاحب ۱۹ دسمبر کو دہلی روانہ ہوئے اور رات کو حسنین برکاتی صاحب کے گھر مقیم ہوئے۔

۲۰ دسمبر کو بذریعہ ہوائی جہاز کراچی آمد ہوئی۔ رات کو نعت خوانی کی محفل ہوئی۔ ۲۱ دسمبر کو حضرت صاحب برادر طریقت اسلم نور، حاجی انیس، حاجی ناصر، حاجی ابوبکر صاحب کے دولت خانوں پر تشریف فرما ہوئے۔ ۲۲ دسمبر کو برادر طریقت حاجی محمد رفیق صاحب کی پوتی مریم سلمہا کو داخل سلسلہ فرمایا اور رات کو محفل منعقد ہوئی۔

۲۳ دسمبر کو حضرت صاحب کراچی سے ممبئی کے لیے روانہ ہوئے اور باٹلی

والا مینشن میں قیام پذیر ہوئے۔ ۲۴ دسمبر کو عبدالغنی پٹیل کی صاحبزادی اور ہارون کاپڑیا کے لڑکے کا نکاح منارہ مسجد میں پڑھایا۔

بعد نماز عشاء حضرت صاحب برادر طریقت امتیاز کے بھتیجے ہاشم برکاتی کی شادی کے سلسلے میں منعقدہ میلاد شریف میں حاضر ہوئے۔ ۲۵ دسمبر کو حضرت صاحب نے برادر طریقت عبدالحمید کے لڑکے محمد امان اور ہاشم برکاتی کے نکاح پڑھائے۔ بعد نماز مغرب عبدالغنی پٹیل کے بھتیجے اور آصف شیخا برکاتی کی بھتیجی کا نکاح پڑھایا۔ ۲۶ دسمبر کو برادر طریقت منصور کڑیا کی صاحبزادی اور صاحبزادے کے نکاح آستانہ مخدوم ماہم کی مسجد میں پڑھائے۔ ۲۷ دسمبر کو حضرت والا انجم برکاتی کے گھر تشریف لے گئے۔ ۳۰ دسمبر کو حضرت صاحب برادر طریقت عبدالعزیز سنی کے گھر ظہرانے میں تشریف لائے۔ اسی شام اگست کرانتی سے تھرا کے لیے روانہ ہو گئے۔

۳۱ فروری ۲۰۱۱ء کو حضرت صاحب ڈاکٹر عبدالوحید صاحب، سلمان صابر صاحب وغیرہ کے ساتھ بیہڑی کے لیے روانہ ہوئے۔ شام ۳۰:۷ بجے بیہڑی پہنچے اور عبدالوحید صاحب کے دولت کدہ پر قیام فرمایا۔

امان میاں صاحب کے ماموں محمد میاں صاحب اور زبیر صاحب سے ملنے ان کے گھر گئے۔ رات کو انجن مہمان رضا نے عرس اعلیٰ حضرت منعقد کیا جس میں حضرت مولانا مختار احمد رضوی اور حضرت صاحب کی تقاریر ہوئیں۔ ۴ فروری کو حضرت صاحب بیہڑی سے علی گڑھ کے لیے روانہ ہوئے اور بریلی شریف کے زرسنگ ہوم میں حضور ریحان ملت علیہ الرحمہ کے صاحبزادے انجم رضا خاں صاحب کی عیادت کو گئے۔ دوپہر میں قبل جمعہ علی گڑھ آ گئے۔

۱۷ فروری کو حضرت صاحب سورت کے سفر پر روانہ ہوئے اور ۱۸ فروری کی صبح سورت آ گئے۔ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کے گھر ناشتہ کیا اور برادر ام اشفاق برکاتی کے گھر مقیم ہوئے۔ رات کو البرکات اسکول سورت کے سلسلے میں منعقدہ میٹنگ میں شرکت کی۔ ۱۹ فروری کو برادر طریقت یوسف برکاتی کے گھر ظہرانے میں گئے۔



شام کو نو ساری پہنچے جہاں دارالعلوم انوار رضا کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں سربراہ اعلیٰ مولانا عبدالحفیظ صاحب، مولانا مبارک حسین صاحب، سید سلیم بابو صاحب اور مفتی محمد مجیب اشرف بھی جلوہ بار تھے۔ ۲۰ فروری کو دارالعلوم انوار رضا کا جلسہ دستار بندی ہوا جس میں حضرت والا نے فارغین کو دستار سے نوازا۔

۲۱ فروری کو صبح سلوا سا پہنچے اور برادر طریقت امین برکاتی کے گھر قیام فرمایا۔ ممبئی سے عبدالعزیز سنی، مشتاق سورتی، امتیاز برکاتی اور فاروق باٹلی والا بھی موجود تھے۔ سلوا سا کی جامع مسجد میں حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ اور پیرانی صاحبہ مرحومہ کے ایصال ثواب کی محفل ہوئی اور رات کو حضرت صاحب مقرر کے لیے روانہ ہوئے اور ۲۲ فروری کو علی گڑھ آ گئے۔ برادر طریقت عبدالرشید کا غزی کے صاحبزادے کی شادی میں شرکت کرنے کے لیے حضرت صاحب مع حسین برکاتی جے پور پہنچے۔ ایر پورٹ پر فاروق درویش سوداگر سے ملاقات ہوئی۔ رات کو نوید برکاتی کا نکاح ہوا۔ ۲۶ فروری کو حضرت صاحب اجمیر مقدس کے لیے روانہ ہوئے اور وکیل مارہرہ سید مغیث میاں صاحب چشتی کے ساتھ حاضری دی۔ رات کو جے پور واپس آ کر ویسے میں شرکت کی۔ ۲۷ فروری کو حسین برکاتی اور آصف شیخا برکاتی کے ساتھ دہلی کے لیے روانہ ہوئے۔ ۲۸ فروری کو علی گڑھ تشریف لے آئے۔

۹ اپریل کو بڑودہ کے ارادے سے متھرا روانگی ہوئی۔ متھرا میں سید نجیب میاں صاحب ملے اور اگست کرانتی سے بڑودہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ۱۰ اپریل کو بڑودہ پہنچ کر شاہ عالم برکاتی کے گھر قیام ہوا۔ رات کو اعلیٰ حضرت کانفرنس ہوئی جس میں خانقاہ عظیمیہ کے بابا سید معین الدین شاہ اور حضرت صاحب کی تقاریر ہوئیں۔ ۱۱ اپریل کو مرشد اعظم کانفرنس ہوئی جس میں حضرت جمال رضا خاں صاحب، مولانا صغیر احمد جوگھن پوری اور سید نجیب میاں صاحب کی تقاریر ہوئیں۔ ۱۲ اپریل کی رات کو بڑودہ سے روانہ ہو کر ۱۳ اپریل کو حضرت صاحب علی گڑھ آ گئے۔

۱۵ اپریل کو سردار بیگ صاحب کی دعوت پر حضرت صاحب آگرہ روانہ

ہوئے اور فتح پوری مسجد میں ختم قادریہ شریف کے پانچ سال مکمل ہونے پر منعقد ہونے والے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ رام پور سے حضرت مفتی سید شاہد علی رضوی صاحب بھی موجود تھے۔

۱۶ اپریل کو صبح دہلی کے لیے روانگی ہوئی۔ رات کو دہلی کے نواح میں واقع جامع اسلامیہ کے جلسہ دستار بندی میں حاضر ہوئے۔ ۲۹ اپریل کو حضرت صاحب ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی کے ساتھ بدایوں شریف کے لیے روانہ ہوئے اور قصبہ سید پور کی نئی مسجد میں نماز جمعہ پڑھا کر افتتاح کیا۔ رات کو دارالعلوم شاہ ولایت کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کی۔ مولانا صغیر احمد جوگھن پوری اور قاری رضی اللہ صاحب کی بھی تقاریر ہوئیں۔

۴ مئی کو حضرت صاحب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے عرس شریف اور دارالعلوم اشرفیہ کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کے لیے مبارکپور کے لیے روانہ ہوئے اور ۵ مئی کو پروگرام میں شرکت فرمائی۔ اساتذہ جامعہ اشرفیہ اور سیکڑوں علماء کی موجودگی اور جلسہ عام میں مولانا عبید اللہ خاں اعظمی نے تجاویز پیش کیں جس میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ حضرت امین ملت مدظلہ کو آج سے سربراہ اہل سنت کے لقب سے یاد کیا جائے۔ علمائے کرام اور عوام اہل سنت نے نعرہ ہائے تکبیر و رسالت لگا کر اس کی تائید کی اور کہا کہ درحقیقت اس وقت آپ کی ذات والا صفات ہی سربراہ اہل سنت کہلانے کی حقدار ہے۔ اسی موقع پر حضرت صاحب نے جامعہ اشرفیہ کو خانقاہ برکاتیہ کی طرف سے ایک عدد جزیرہ غالباً ساٹھ کے وی کا دینے کا اعلان کیا۔ ۶ مئی کو اعظم گڑھ سے روانہ ہو کر ۷ مئی کو علی گڑھ آ گئے۔

۱۱ مئی کو حضرت صاحب ممبئی کے لیے روانہ ہوئے۔ ۱۲ مئی کو اگری پاڑا مسجد میں برادر طریقت نسیم برکاتی کی صاحبزادی کا نکاح پڑھایا۔ ۱۳ مئی کو حضرت صاحب علی گڑھ آ گئے۔

۱۹ مئی کو حضرت صاحب اپنے اکلوتے بھانجے سید فاروق احمد شہاب مرحوم

کے فاتحہ چہلم میں شرکت کے لیے براہ کانپور سیتاپور پہنچے۔ ۲۰ مئی کو برادر طریقت عتیق برکاتی صاحب کے ساتھ چھنہرہ لال پور (باندہ) گئے اور رات کو جلسے میں تقریر فرمائی۔ ۲۱ مئی کو اترولا تشریف فرما ہوئے اور بعد عصر عباس بھائی برکاتی کے صاحبزادے کا نکاح پڑھایا۔ رات کو قیام، ناصر بھائی ممبئی والے کے گھر رہا۔ ۲۲ مئی کو عباس بھائی کے گھر واقع انیٹامیدہ ویلے میں شرکت کی اور رات کو جلسے میں تقریر کی۔ ۲۳ مئی کو حضرت صاحب گوئدہ آئے اور حضرت بابا مینا شاہ صاحب اور ان کے بھتیجے سعید صاحب سے ملاقات کی، دربار مینا میں حاضری دی اور اسی رات علی گڑھ آ گئے۔ ۲۸ مئی کو تاجدار مدینہ کانفرنس میں شرکت کے لیے ڈاکٹر قمر عالم کے ساتھ سیوان روانگی ہوئی۔ ۲۹ مئی کو حسن پورہ ارینڈہ پہنچے اور رات کو کانفرنس میں شرکت کی۔ مولانا مبارک حسین مصباحی بھی موجود تھے۔ ۳۰ مئی کو حضرت صاحب علی گڑھ آ گئے۔ ۴ جون کو حضرت صاحب مولانا عقیل صاحب کے وطن چھتینہ کے ارادے سے سلطان پور روانہ ہوئے رات کو مدرسہ منظر اسلام وارثیہ موضع کرومی میں پیغام رسالت کانفرنس اور جلسہ دستار بندی ہوا۔ حضرت مولانا بدر عالم مصباحی اور سید نظام اشرف صاحب بھی تشریف فرما تھے۔

۵ جون کو حضرت صاحب حضرت حاجی سید وارث علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے آستانے پر دیوہ شریف حاضر ہوئے۔ واپسی پر لکھنؤ میں برادر طریقت مسرور احمد فاروقی سے ملاقات ہوئی۔

۱۰ جون کو حضرت صاحب اورنگ آباد کے ارادے سے روانہ ہوئے۔

۱۱ جون کو اسٹیشن پر حضرت مولانا سید اصغر امام صاحب اور ان کے صاحبزادے احمد القادری صاحب جلوہ افروز تھے۔ وہاں سے انجمن شریف حاضری ہوئی۔ آستانہ عالیہ پر صاحب سجادہ حضرت نیرمیاں اور ان کے برادر اصغر عابد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ہر دو حضرات نے بے پناہ کرم فرمایا اور آثار متبرکہ کی زیارت کرائی رات کو دارالعلوم فیضان سیدنا پاک کا جلسہ دستار بندی منعقد ہوا۔ ۱۳ جون کو حضرت صاحب

علی گڑھ آ گئے۔

۱۶ جون کو حضرت صاحب ممبئی کے لیے عازم سفر ہوئے اور ۱۷ جون کو ممبئی پہنچ گئے۔ بعد نماز جمعہ اشفاق چھاپرہ کی صاحبزادی کا نکاح منارہ مسجد میں پڑھایا۔ ۱۸ جون کو عدنان سنی کا نکاح منارہ مسجد میں منعقد ہوا۔ ۱۹ جون کو منارہ مسجد میں حضور احسن العلماء کا عرس پاک منعقد ہوا جس میں حضرت سید اشرف میاں صاحب بھی جلوہ افروز تھے۔ ۲۰ جون کو حضرت صاحب عنایت اللہ برکاتی کے گھر گرا گئے۔ رات کو رفیق ٹیلر کے یہاں عشائیہ میں تشریف لے گئے۔ ۲۱ جون کو یوسف بھائی لہسن والا کے گھر عشائیہ تھا۔ ۲۲ جون کو منصور کڑیا کے یہاں ظہرانے میں شرکت کی۔ رات کو کاندیولی کے جلسے میں شریک ہوئے جہاں حضرت مولانا غلام عبدالقادر علوی بھی موجود تھے۔ ۲۳ جون کو حضرت صاحب عبدالعزیز سنی کے یہاں ظہرانے میں گئے۔ رات کو برادر طریقت عبدالستار باٹلی والا کے یہاں دعوت تھی۔ ۲۴ جون کو ممبئی سے روانہ ہو کر ۲۵ جون کی صبح مقرر آئے اور وہاں سے حسین برکاتی کے ساتھ آگرہ آ گئے اور اسی شام فیروز آباد پہنچے جہاں حامد برکاتی صاحب کے گھر قیام کیا اور رات کو جلسہ میں شرکت کی۔ ۲۶ جون کو حضرت صاحب اپنے بھائی سید محمد افضل میاں آئی۔ جی۔ کے گھر گوالیار پہنچے۔

۹ جولائی کو حضرت صاحب باڑمیر کے لیے روانہ ہوئے۔ جودھ پورا اسٹیشن پر برادر طریقت الحاج محمد اسحاق انجینئر بھی شریک سفر ہو گئے۔ باڑمیر سے سید نور اللہ بخاری، مولانا شمیم صاحب، مولانا باقر صاحب کے ساتھ سہلاؤ شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ دوران سفر حضرت مولانا شیر محمد صاحب کے آبائی وطن میں مختصر قیام کیا جہاں مفتی اعظم راجستھان حضرت مولانا اشفاق حسین صاحب نعیمی بھی جلوہ افروز تھے۔ رات کو سہلاؤ شریف میں حضرت شاہ عالی علیہ الرحمہ کا عرس پاک ہوا جہاں صاحب سجادہ سید کبیر شاہ ان کے صاحبزادگان سید نور اللہ شاہ، سید ابراہیم شاہ، سید داؤد شاہ، بھی جلوہ افروز تھے۔

۱۱ جولائی کو حضرت صاحب دارالعلوم انوار مصطفیٰ تشریف فرما ہوئے اور اسی شام دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

۱۸ جولائی کو حضرت صاحب وارث پنجتن سید یحییٰ میاں صاحب کی عیادت کے لیے دہلی گئے اور اسپتال جا کر ملاقات کی۔ ۱۹ جولائی کو حضرت صاحب مع صاحبزادگان سید محمد امان میاں و سید محمد عثمان میاں دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور شام کو وہی آ گئے۔ وہاں پر متعدد احباب سے ملاقات ہوئی۔ ۲۱ جولائی کو وارث پنجتن کا دہلی میں وصال ہو گیا۔ حضرت صاحب اسی روز سہ پہر دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ سید محمد امان میاں ہمراہ ہیں۔ ۲۲ جولائی کو حضرت صاحب مارہرہ مطہرہ آ گئے اور سہ پہر کو نماز جنازہ پڑھائی۔

۲۹ جولائی کو حضرت صاحب کاپلی شریف کی حاضری کے ارادے سے مع سید امان میاں روانہ ہوئے۔ کانپور سے کثیر احباب سے ملاقات ہوئی۔

۳۰ جولائی کو قطب الاقطاب میر سید محمد ترمذی علیہ الرحمہ کے قتل شریف میں حاضری دی۔ ۳۱ جولائی کو حضرت صاحب علی گڑھ تشریف لے آئے۔

۴ ستمبر کو حضرت صاحب بسلسلہ فاتحہ چہلم وارث پنجتن مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور سید شاہ نجیب حیدر صاحب کی رسم سجادگی میں شرکت کی۔ ۱۰ ستمبر کو حضرت صاحب بنگلور تشریف لے گئے اور سلیم صاحب کے گھر مقیم ہوئے۔ عبدالمناف کھاکو برکاتی ناندیڑ سے آئے ہیں۔ مولانا محمد نعمان عزیزی صاحب بھی مدورائی سے بغرض ملاقات تشریف لائے اور جلسہ میں شرکت بھی کی۔ بعد مغرب مدرسہ معراج المؤمنین اور مسجد محمد عباس حاضر ہوئے۔ رات کو جلسہ عید میلاد النبی منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا جمال رضا خاں صاحب اور حضرت کی تقاریر ہوئیں۔ ۱۲ ستمبر کو حضرت صاحب علی گڑھ آ گئے۔

۱۵ ستمبر کو حضرت صاحب ساؤتھ افریقہ کے سفر پر براہ دہلی تشریف لے گئے۔ رات کو جانس برگ پہنچے۔ ۱۶ ستمبر کو جمعہ کی امامت سلطان باہو مسجد میں کی۔

رات کو لیڈی اسمتھ آ گئے اور ہارون تار صاحب کے گھر مقیم ہوئے۔ اسلم نور برکاتی اور حاجی اسلم لسا کا سے آئے ہوئے ہیں۔ ۱۷ ستمبر کو دارالعلوم قادریہ غریب نواز کا جلسہ ہوا جس میں مفکر اسلام مولانا قمر الزماں خاں اعظمی صاحب، مولانا ارشد صاحب، ڈاکٹر وقار اعظمی صاحب اور کثیر علما موجود تھے۔ مولانا شمیم صاحب کے یہاں عشاءِ یہ میں تشریف لے گئے۔ رات کو جلسہ منعقد ہوا جس میں اولیس رضا قادری صاحب کی نعت خوانی ہوئی۔ ۱۸ ستمبر کو ملاوی سے برادر طریقت شوکت ملیدہ صاحب آئے اور جلسہ دستار بندی منعقد ہوا۔ ۱۹ ستمبر کو حضرت صاحب دارالعلوم ٹوریا گئے جہاں مولانا اکبر ہزاروی صاحب نے استقبال دیا۔ ۲۱ ستمبر کو جانس برگ سے براہ دہلی آ گئے۔

۳۰ ستمبر کو حضرت صاحب براہ آگرہ جل گاؤں کے لیے روانہ ہوئے۔ یکم اکتوبر کو جل گاؤں پہنچے اور اقبال صاحب کے گھر مقیم ہوئے۔ جامعہ عائشہ امین العلوم کے ختم بخاری شریف کے جلسے میں شریک ہوئے رات کو دارالعلوم رضائے محمدیہ کا جلسہ دستار بندی ہوا۔ حضرت مولانا انوار احمد اندوری اور مولانا حنفی صاحب بھی موجود تھے۔ ۲ اکتوبر کو حضرت صاحب نے دارالعلوم رضائے محمدیہ کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور جامعہ عائشہ امین العلوم کے لیے اپنی طرف سے دو عدد کمپیوٹر کا انتظام کرنے کا اعلان کیا۔ اسی شام علی گڑھ کے لیے روانہ ہو کر ۳ اکتوبر کو علی گڑھ آ گئے۔

۸ اکتوبر کو حضرت صاحب اجتماعی شادیوں میں شرکت کے لیے ممبئی، راجکوٹ ہوتے ہوئے گوئڈل روانہ ہوئے۔ رات کو گوئڈل تشریف لائے اور قلندر کمیٹی کے صدر سید مٹھومیاں باپو کے گھر قیام فرمایا۔ ۹ اکتوبر کو ۱۰۴ دولہوں کی بارات اجتماعی طور پر نکلی۔ سنگرام سنگھ ہائی اسکول میں ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہوئے۔ رات کو حضرت صاحب راجکوٹ مدرسہ امت مصطفیٰ گئے جہاں منعقدہ جلسہ میں شرکت کی۔ ۱۰ اکتوبر کو برادر طریقت محمد پلوچ کی صاحبزادی کا نکاح پڑھایا۔ عمران برکاتی کے گھر تشریف لے گئے جہاں کثیر احباب سے ملاقات ہوئی۔

رات کو حضرت صاحب دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور ۱۲:۳۰ بجے دہلی

آگئے۔ ۱۱ اکتوبر کو صبح حضرت صاحب علی گڑھ آگئے۔

اس عرصے میں بلا مبالغہ حضرت صاحب نے لاکھوں کلومیٹر کا سفر کیا۔ ہزاروں لوگ سلسلہ قادریہ برکاتیہ سے وابستہ ہوئے۔ بے شمار تعویذات اور وظائف عطا فرمائے۔ مذہب اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت، سلسلہ برکاتیہ کا بے شمار فروغ ہوا اور علم کی اہمیت پر لاتعداد تقاریر فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کا سایہ عاطفت صحت و سلامتی کے ساتھ تادیر قائم رکھے تاکہ اسی طرح دینی اور سماجی کام ہوتے رہیں اور بزرگوں کا مشن جاری و ساری رہے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین و علی آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

























































